پرماتما

علیم الحق حقی



عرض مصنف

"پرماتما" پیشِ خدمت ہے امید ہے کہ اسے بھی آپ کی پسندیدگی حاصل ہو گی۔ یہ ناول ایک ایسے شخص کا فسانہ عبرت ہے جسے جدید دور کا نمرود کہا جا سکتا ہے۔

جاہ طلبی ایک ایسی بیماری ہے جو ایک بار کسی کو لاگو ہو جائے تو زندگی بھر پیچھا نہیں چھوڑتی۔ انا کے جراثیم اس کی پرورش کرتے ہیں۔

انگریزی ادب کے ایک معرکہ آراء ناول سے ماخوذ یہ تحریر ایک ایسے ہی انسان کی داستان ہے جسے جاہ طلبی نے ذہنی مریض بنا کر رکھ دیا تھا۔ وہ کچلی ہوئی انا کا آدمی تھا جسے اس کے باپ نے کبھی اُبھرنے کا' خود کو ثابت کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔

پھر ایک دن ع "سارے بڑے مر گئے چھوٹا ہوا سب سے بڑا" کے مصداق وہ بڑا بن گیا۔ دولت کی اسے کوئی کمی نہیں تھی۔ بس وہ شہرت کا بھوکا تھا۔ اسے حصول قوت کی خواہش تھی۔ اِس خواہش کی خاطر اس نے دہشت گردی کو کاروبار بنا دیا۔ وہ بڑے بڑے لوگوں کی قسمتوں کے فیصلے کرنے لگا۔ لوگ اُسے غیب داں سمجھنے لگے۔ اُسے پرماتما کہا گیا۔

وہ کامیابی اور اپنی قوت کے نشے میں ایسا چُور ہوا کہ سب کچھ بھول بیٹھا۔ اُسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ دنیا میں فیصلے کرنے والے بااختیار لوگوں کے متعلق فیصلے اوپر ہوتے ہیں۔

یہ ناول آپ کے لئے ایڈونچر اور سسپنس سے بھرپور ثابت ہو گا۔
مجھے اپنی آراء کے بارے میں مزید آگاہ فرماتے رہیں۔

والسلام

آپ کا اپنا
علیم الحق حقی

چتا کو آگ دکھائی جانے والی تھی۔

پنڈت جی اب بھی بلند آواز میں اشلوک پڑھ رہے تھے۔ وجے کمار نے چتا کی لکڑیوں پر آخری بار پگھلا ہوا گھی انڈیلا اور پیتل کے مگ کو کنستر میں ڈال دیا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر اس نے تختے پر رکھے ہوئے' اپنے باپ کے وجود کو بغور دیکھا' جو عدم کی چوکھٹ پار کر چکا تھا۔ اسے بے حد حیرت ہوئی' گیروے رنگ کی چادر میں لپٹا ہوا وہ وجود مختصر......... بے حد مختصر ہو گیا تھا۔ بڈھا انوپ کمار' وجے کے لیے ہمیشہ دیو قامت رہا تھا' لیکن اب موت نے اسے گیلے کپڑے کی طرح نچوڑ ڈالا تھا۔ وجے کو پہلی بار احساس ہوا تھا کہ زندگی کتنی بڑی اور کتنی اہم ہوتی ہے۔ وہ جسم میں موجود ہو تو جسم چٹان......... اور وہ جسم چھوڑ جائے تو جسم محض مٹی کا ڈھیر ہوتا ہے۔ وہ انوپ کمار کا جسم تھا......... بھارت کے عظیم ترین صحافیوں میں سے ایک کا جسم جس سے توانائی کے سرچشمے پھوٹتے تھے' جس کی قوتوں کو دنیا تسلیم کرتی تھی......... اور اب وہ بے حد نحیف ونزار دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے رخسار پچکے ہوئے تھے' آنکھوں کے گرد گہرے سیاہ حلقے تھے اور لکڑی کے تختے پر اس کا سکڑا ہوا جسم تختے کے خالی خالی ہونے کا تاثر دے رہا تھا۔ وجے حیرت سے سوچتا رہا۔ عظیم' انوپ کمار اتنا حقیر تو نہیں تھا۔

وہ پلٹا......... اور اسی لمحے وہ دوسری حیرت سے دوچار ہوا۔ اسے نہ کوئی دکھ تھا اور نہ احساس زیاں......... حالانکہ اس کا باپ مر گیا تھا۔

کسی نے اس کی طرف ماچس بڑھائی۔ اس نے ماچس تھام کر اس میں سے دیا سلائی نکالی اور اسے سلگا کر چتا کی لکڑیوں پر رکھی ہوئی پتلی کھپچیوں پر ڈال دیا' جو گھی میں

تر ہو رہی تھیں۔ پھر وہ دو قدم پیچھے ہٹ آیا۔ چتا نے بہت تیزی سے آگ پکڑلی۔ رقص کرتے ہوئے شعلے تختے کی طرف اور تختے پر رکھی ہوئی اس کے باپ کی لاش کی طرف لپک رہے تھے لیکن ابھی تک کامیاب نہیں ہوسکے تھے۔ وہ خاموش کھڑا' ساکت بدن سے متحرک شعلوں کی آنکھ مچولی کا تماشا دیکھتا رہا۔ اس نے تشویش آمیز نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھا۔ گھٹا تلی کھڑی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ چتا جلنے کا عمل کافی وقت لے گا۔ اگر اس کا بس چلتا تو وہ لمحوں میں بڈھے باپ کے جسم کو راکھ میں تبدیل کرڈالتا لیکن دنیاداری بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔

اس نے بڑے تحمل سے آنکھیں بند کرلیں اور تصور میں اپنے باپ کی راکھ اڑتے دیکھتا رہا۔ وہ اندر سے بے حد مضطرب تھا۔ لیکن دنیا والوں کے لیے اس نے خود کو اطمینان کی چادر میں لپیٹ لیا تھا۔ وہ اپنے اضطراب کو اس خیال کی تھپکیوں سے شانت کر رہا تھا کہ ہاتھی نکل گیا تو دم بھی نکل ہی جائے گی۔ انوپ کمار مرچکا ہے اور اب وہ کبھی زندہ نہیں ہوسکتا۔ راکھ ہونے میں' مرنے جتنی دیر تو نہیں لگتی۔

اسی وقت اس کے جسم پر ٹپاٹپ بوندیں گریں۔ اس نے بوکھلا کر آنکھیں کھول دیں۔ گھٹا نے اچانک ہی حملہ کیا تھا......... زوردار حملہ۔ پنڈت جی اشلوک پڑھنا بھول گئے تھے۔ شمشان گھاٹ میں افراتفری پھیل گئی تھی۔ لاش تک پہنچنے والے شعلوں کا زور ٹوٹ گیا تھا۔ بھڑکتی ہوئی سرکش آگ ماند پڑتی جارہی تھی۔

"شمشان گھاٹ میں سائبان بھی ہونا چاہیے۔" اس نے بے حد جھنجلا کر کہا۔

قریب کھڑے ہوئے پنڈت جی نے حیرت سے اسے دیکھا اور ملامت آمیز لہجے میں بولے "جو مرضی بھگوان کی۔ منش کیا کرسکتا ہے۔"

وجے نے کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن وہ اندر ہی اندر سوچتا اور کڑھتا رہا۔ اس کا باپ عمر بھر زندگی سے چمٹا رہا تھا اور اب بھی اڑیل پن کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ جلنے اور راکھ بننے کے لیے تیار ہی نہیں تھا۔ شاید وہ شدت سے ابھرنے والی نفرت ہی تھی' جس نے بارش کو بھی باپ کے اڑیل پن سے منسوب کردیا تھا۔

لکشمی کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک موہوم سے احساس جرم نے اسے گھیر لیا۔ وہ جلدی سے اس کی طرف بڑھا اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔

لکشمی کی کلائی تھامتے ہی اسے وہ دیا سلائی یاد آگئی' جس کی مدد سے اس نے اپنے باپ کی چتا روشن کی تھی۔ لکشمی بہت کمزور نظر آرہی تھی۔ سورگ باشی انوپ کمار کی لاش کی طرح۔

لکشمی نے اپنی بھیگی ہوئی آنکھیں اٹھاکر اسے دیکھا "سروپ؟......... سروپ کہاں ہے؟" اس نے وجے سے پوچھا۔

وجے نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں اور سوچنے لگا کہ یہ سروپ کون ہے۔ اس کے ساتھ ہی کچھ بھولنے کا احساس بھی ہونے لگا۔ پھر اسے یاد آیا کہ سروپ ان کا بیٹا ہے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ سروپ ابھی ابھی اپنے دادا کی لاش کے قریب پہنچا تھا اور بڑے غور سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر گہرے دکھ کا تاثر تھا۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی وجے اس سے حسد محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔ شاید اس کے اور سروپ کے درمیان بھی وہی تعلق تھا' جو وجے اور اس کے باپ کے درمیان رہا تھا۔ اس کا باپ بھی تو ہمیشہ اس سے ناخوش رہا تھا۔ لیکن نہیں......... اس کے سروپ سے ناخوش ہونے اور اس کے باپ کے اس سے ناخوش ہونے میں بڑا فرق تھا۔ سروپ دراز قد اور خوش بدن جوان تھا لیکن اس میں اس تخلیقی جوہر کا فقدان تھا' جس سے وہ وجے کمار کا بیٹا اور انوپ کمار کا پوتا ثابت ہوتا۔ اسے تو بس کرکٹ کھیلنے سے اور کشتی رانی جیسے مشغلوں سے دلچسپی تھی۔ اس نے برسوں میں کبھی کوئی نصابی یا غیرنصابی کتاب کھول کر نہیں دیکھی تھی۔ وہ تو ٹھیک طور سے خط بھی نہیں لکھ سکتا تھا۔ عموماً شملہ سے اس کا ٹیلی گرام ہی موصول ہوتا جس میں منی آرڈر کا تقاضا ہوتا۔ وہ شملہ کے کالج میں کامرس کا طالب علم تھا اور سال میں صرف ایک بار دہلی آتا تھا۔ وجے کو یہ سوچ سوچ کر الجھن ہوتی کہ یہ لڑکا آخر کس پر گیا ہے اور اپنے آبائی ورثے سے کیوں محروم ہے۔

وجے نے سروپ کو پکارا "یہاں آؤ' اور اپنی ماں کو سہارا دو۔" اس نے سروپ سے کہا لکشمی زیادہ دیر کھڑی نہیں رہ سکتی تھی "اسے وھیل چیئر پر بٹھا دو۔" اس نے سروپ کو ہدایت دی۔

لکشمی کو سروپ کے سپرد کرکے وہ کچھ دور ٹین کے ایک شیڈ کی طرف چل دیا' جہاں تمام لوگ موجود تھے۔ بارش رک گئی تھی لیکن گھٹا بدستور تھی۔ اس نے خود کو یاد

دلایا کہ اسے قدم آہستہ اٹھانے ہیں اور ہاتھ ملاتے وقت ہاتھ کو ڈھیلا رکھنا ہے۔ اس ارتھی میں بڑے بڑے لوگ شریک تھے۔ کیوں نہ ہوتے' آخر وہ ارتھی عظیم صحافی انوپ کمار کی تھی۔ ان بڑے بڑے لوگوں میں مملکت کا نائب صدر تھا اور لوک سبھا کے کئی ممبر بھی تھے۔ اخباری دنیا کے تقریباً تمام بڑے لوگ وہاں موجود تھے۔ ان میں سے بعض دوسرے شہروں سے خاص طور پر اس موقع کے لئے آئے تھے۔ ان سبھوں نے اس سے ہاتھ ملائے اور رسمی تعزیتی کلمات ادا کیے۔ وہ خود کو سوگوار ظاہر کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر وہ ان لوگوں سے پیچھا چھڑا کر اپنے وفادار لوگوں کی طرف بڑھ گیا' شنکر اور گوپال کی طرف۔ اس کا جی چاہا کہ ان سے کچھ دیر باتیں کرے لیکن یہ مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ وہ اپنے باپ کے پسندیدہ اخبار "سماچار" کے مینجنگ ایڈیٹر اجیت کے پاس چلا گیا۔ اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس کے باپ کا کاروباری رقیب کچھمن داس بھی وہاں موجود ہے۔ کچھمن داس روزنامہ "دہلی" کا پبلشر تھا۔ ہندی اخباروں میں "دہلی" کی اشاعت سب سے زیادہ تھی۔

"مجھے انوپ کی موت پر دلی افسوس ہے۔" کچھمن نے اس سے ہاتھ ملانے کے بعد کہا "کاروباری رقابت اپنی جگہ لیکن میں اس کی صلاحیتوں کا ابتدا ہی سے قدرداں رہا ہوں۔ اس کی مسابقت ہی مجھے آگے بڑھنے کی تحریک دیتی تھی۔ اس اعتبار سے اس کی موت میرے لیے ذاتی نقصان کی حیثیت رکھتی ہے۔" اس کے لہجے میں خلوص تھا۔

لعنت ہو تم پر' وجے نے دل میں سوچا' مجھے اپنے باپ کی موت پر افسوس نہیں ہوا اور تمہیں اپنے کاروباری رقیب کی موت پر افسوس ہوا ہے' لیکن وہ منہ پھلا کے بہ آواز بلند کچھمن سے مخاطب ہوا "آپ کے جذبات آپ کی عظمت کا ثبوت ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ ابھی ہمارے مزاجوں پر اعلیٰ قدروں کی حکمرانی ہے۔" دل میں وہ کچھمن داس کو گالیاں دیتا رہا۔

وہ بلا سبب ادھر ادھر گھومتا رہا اور خود کو ٹٹولتا رہا۔ کوئی جستجو تھی' وہ کسی کو تلاش کر رہا تھا......... لیکن کس کو؟ کچھ دیر بعد اچانک اس کی سمجھ میں آیا کہ وہاں وہ شوبھا کو ڈھونڈ رہا ہے۔ وہ اس خوب صورت عورت کو تلاش کر رہا تھا جو اس کے باپ کی ملکیت تھی' لیکن ناجائز ملکیت۔ پھر اسے خیال آیا کہ شوبھا وہاں نہیں ہو سکتی' کیسے ہو سکتی

ہے' کسی رکھیل کا کسی مرنے والے سے کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔ یہ وہ رشتہ ہے جو سانسوں کی ڈوری سے بندھا ہوتا ہے......... ڈور ٹوٹی تو رشتہ بھی ٹوٹ گیا۔

پھر اچانک اس کے ذہن پر ایک خیال طلوع ہوا۔ وہ اپنے باپ سے حسد کرتا رہا تھا۔ اس حسد کی کئی وجوہات تھیں اور ان میں سے ایک وجہ شوبھا تھی۔ شاید شوبھا کے وجہِ حسد ہونے کا سبب وجے کی اپنی ماں سے شدید محبت ہو۔ ماں بوڑھی ہو چکی تھی جبکہ شوبھا نوخیز تھی۔ اسی لیے تو اس کے باپ نے شوبھا کو ڈھونڈ نکالا تھا اور خرید لیا تھا۔ شوبھا کی عمر تو خود اس سے بھی کم تھی۔ وجے چڑتا تھا......... کیونکہ وہ اپنے باپ کے وجود پر صرف اپنی ماں کا استحقاق سمجھتا تھا لیکن وہ یہ بات اپنے باپ سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ جانتا تھا کہ اس کا باپ اپنے وجود پر کسی کا استحقاق کبھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وہ باپ کی اس بے وفائی سے ماں کو آگاہ بھی نہ کر سکا اور ماں اسی بے خبری کے عالم میں چل بسی۔ یہ بھی اچھا ہی ہوا۔ اسے معلوم ہوتا تو بھی اس کے سوا کیا فرق پڑتا کہ وہ خاموشی سے کڑھتی' سلگتی رہتی۔

لیکن وجے جانتا تھا کہ یہ اوپری باتیں ہیں۔ درون خانہ تو کچھ اور ہی تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ وہ اپنے باپ سے جلتا تھا کہ اس نے بڑھاپے کے باوجود شوبھا جیسی حسین' طرح دار اور نوجوان لڑکی کو جیت رکھا تھا۔ اس وقت بھی اسے شمشان گھاٹ میں شوبھا کو موجود نہ پا کر خوشی ہوئی۔ اس خوشی کی تہ میں یہ خیال تھا کہ شوبھا کا نہ آنا ثابت کرتا ہے کہ وہ اس کے باپ کو کوئی اہمیت نہیں دیتی تھی۔ وہ شوبھا کی تلاش سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اسے حسان رضوی اپنی طرف بڑھتا دکھائی دیا۔ طویل القامت رضوی اس کے باپ کا وکیل اور مختار کار تھا۔

"میں تمہارے غم میں برابر کا شریک ہوں' وجے۔" رضوی نے اس کا ہاتھ تھام کر نرم لہجے میں کہا۔

"غم کس بات کا؟ ہر زندگی کا انجام موت ہوتا ہے اور پھر باپو نے بھرپور زندگی گزاری۔ انہیں کبھی محرومیوں سے واسطہ نہیں پڑا۔" وجے کے دل کی بات بالآخر زبان پر آ گئی۔

"ہاں' یہ درست ہے۔"

"چنانچہ بہتر ہو گا کہ اس سوگواری کو یہیں تک محدود رکھا جائے۔"

حسان رضوی کے چہرے پر صدمے کا تاثر ابھرا اور فوراً ہی معدوم ہو گیا "ٹھیک ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا "اور ہاں وجے......... ان معاملات سے فراغت پا کر کچھ وقت میرے لیے بھی نکال لینا۔ جلدی کی ضرورت نہیں ہے لیکن بہرحال' میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ دو ایک دن میں آجاؤ' تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں۔"

"ضروری باتیں؟ کیسی باتیں؟"

"انوپ صاحب کی وصیت کے متعلق۔ بہت مختصر سی دستاویز ہے' زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ وصیت کا بیشتر حصہ تمہی سے متعلق ہے۔ تم جانتے ہو کہ تمہارے والد کتنے امیر آدمی تھے اور ان کا کاروبار کس قدر پھیلا ہوا ہے۔ ایسے کاروبار کے لیے تسلسل بے حد اہم ہوتا ہے۔ بہرحال' جب بھی وقت ملے' میرے دفتر آجاؤ۔"

"آج ہی کیوں نہ آجاؤں؟"

رضوی بری طرح چونکا۔ "آج؟ ہاں' ہاں' اگر آج وقت نکال سکو تو کیا کہنے۔" اس نے سنبھل کر کہا۔

"میں وقت نکال سکتا ہوں' کیوں کہ میں اپنے باپ کی وصیت کے بارے میں جلد از جلد جاننا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہاں سے سیدھا اپنے دفتر جاؤں گا۔" رضوی نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے' دو بجے میں اپنے دفتر پہنچ جاؤں گا۔"

وجے نے بھی گھڑی دیکھی۔ "ابھی نکل چلو۔ دو بجنے میں تو ابھی کافی دیر ہے۔"

"لیکن ابھی تو تمہارے باپ.........۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ چتا کو آپ تو نہیں جلائیں گے۔" وجے کا لہجہ تلخ ہو گیا۔

"میں تو تمہارے خیال سے کہہ رہا تھا۔" رضوی نے مدافعانہ لہجے میں کہا۔

"آپ میری فکر نہ کریں۔ میں آدھے گھنٹے کے اندر آپ کے دفتر پہنچ رہا ہوں۔"

رضوی نے کندھے جھٹکے اور اس طرف بڑھ گیا' جہاں کاریں پارک کی گئی

تھیں۔

اس کے جانے کے بعد پہلی بار وجے کو صحیح صورت حال کا احساس ہوا۔ اس کے کانوں میں وکیل کے الفاظ گونجنے لگے۔ وصیت کا بیشتر حصہ تمہی سے متعلق ہے' گویا یہ بات طے تھی کہ اس کے باپ نے اپنی جائیداد اور اثاثوں کا بیشتر حصہ اسی کے نام چھوڑا تھا۔ وہ محض ایک سوگوار بیٹا نہیں تھا' ایک وارث بھی تھا۔ ایک بڑی مملکت کا وارث۔ بادشاہ مرچکا تھا اور اب ولی عہد کو تخت و تاج سنبھالنا تھا۔ کروڑوں کی جائیداد' کئی اخبارات' زمینیں اور کارخانے یعنی قوت' قوت زر۔ اور ہو بھی کیا سکتا تھا۔ ماں مرچکی تھی اور وہ اپنے باپ کی اکلوتی اولاد تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ کبھی کبھی انسان کے لیے باپ کا وجود کتنا غیرضروری' بلکہ مضر ہو جاتا ہے۔ شاید اسی لیے تو شاہزادے باپ کی زندگی میں بغاوت کر کے' انہیں معزول کرنے کی کامیاب یا ناکام کوششیں کرتے آئے تھے' تاریخ اس بات کی گواہی دیتی تھی۔ اس نے سوچا کہ کچھ ترکہ سروپ کے لئے اور کچھ دور کے رشتے داروں کے لئے بھی چھوڑا گیا ہو گا لیکن یہ بات طے تھی کہ وصیت نامے میں مرکزیت اسی کو حاصل ہو گی۔

ایک لمحے کے لیے حکمرانی اور قوت کے احساس نے اسے بھگو کر رکھ دیا لیکن ابھی وہ اپنی اس کیفیت سے پوری طرح لطف اندوز نہیں ہو سکا تھا کہ اپنے نام کی پکارنے اسے چونکا دیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ لکشمی اپنی وھیل چیئر پر اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ سروپ وھیل چیئر کو دھکیل رہا تھا۔ وجے اسے دیکھتا رہا اور سوچ سوچ کر کڑھتا رہا۔ وہ بے حد لاغر تھی۔ بیشتر بال سفید ہو چکے تھے اور چہرے پر جھریاں پڑ گئی تھیں۔ وہ دیکھنے میں اس سے بہت زیادہ بڑی نظر آتی تھی۔ اس نے بے حد تلخ ہو کر سوچا کہ اب وہ بیوی کے بجائے اس کی ماں معلوم ہوتی ہے حالانکہ اس کی عمر اتنی زیادہ نہیں تھی۔ شاید اس کا سبب یہ تھا کہ اپاہج ہونے کے بعد وہ بستر سے لگ کر رہ گئی تھی۔ کسی بھی فعال زندگی گزارنے والے کے لئے بستر سے لگنا' بے حد جان لیوا ہوتا ہے۔

اتنی دیر میں وہ اس کے قریب آگئی تھی "وجے......... بوندا باندی پھر شروع ہو گئی ہے۔ تم یہاں موجود ہو نا؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں ڈیئر......... میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"لیکن وجے' یہاں سے فارغ ہونے کے بعد ہمیں سیدھے گھر جانا ہوگا۔ وہاں بھی تو تعزیت کے لیے آنے والوں کا ہجوم ہوگا۔"

"اس وقت تک میں اپنا کام نمٹا کر گھر پہنچ جاؤں گا۔"

"لیکن کام........ اور آج کے دن! اور ابھی تو چتا بھی نہیں جلی ہے پتا جی کی!"

"تم یہ بات نہیں سمجھ رہی ہو کہ اب میری ذمے داریاں بڑھ گئی ہیں۔ میں آج کا کام کل پر نہیں چھوڑ سکتا۔ اب چتا کا مسئلہ سروپ سنبھال لے گا۔ یہ بچہ تو نہیں ہے۔" وجے کا لہجہ قدرے تند ہوگیا۔ وہ یہ بات اپنی بیوی کو کیسے سمجھاتا کہ بادشاہ اور عام آدمی کی موت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ ولی عہد کی تاجپوشی اسی دن ہونا ضروری ہوتی ہے' جس دن بادشاہ مرا ہو' ورنہ مملکت میں ابتری پھیل جاتی ہے۔ وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی' کام........ اور آج کے دن........ حالانکہ وہی تو کام کا دن تھا۔

لکشمی خاموش کھڑی سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔

"یقین کرو ڈیئر........ کام بہت اہم ہے' بہت زیادہ اہم۔" وجے نے مزید کہا۔

"تم فکر نہ کرو' میں جلدی ہی گھر پہنچ جاؤں گا۔"

☆----------☆----------☆

ڈرائیور نے آتما رام بلڈنگ کے سامنے کار پارک کی اور اتر کر وجے کے لیے دروازہ کھولا۔ وجے اترا اور عمارت میں داخل ہوگیا۔ حسان رضوی کا دفتر چھٹی منزل پر تھا۔ وجے نے لفٹ میں داخل ہونے کے بعد لفٹ بوائے کو چھٹی منزل پر روکنے کی ہدایت کی اور کسی سوچ میں کھوگیا۔ لفٹ سے اتر کر وہ سامنے والی راہ داری میں چلنے لگا۔ دائیں جانب چوتھا دروازہ رضوی کے دفتر کا تھا۔ دیوار پر حسان رضوی کے نام کا بورڈ آویزاں تھا۔

دفتر اس کے لیے جانا پہچانا تھا۔ وہ بارہا وہاں آچکا تھا لیکن وہاں آتے ہوئے وہ اتنا خوش پہلے کبھی نہیں تھا۔ اس کے جسم میں سنسنی سی دوڑ رہی تھی' مسرت آمیز سنسنی۔ یہ موقع ہی اور تھا۔ یہ تو تاجپوشی کا دن تھا۔ مرے ہوئے بادشاہ کا سوگ تو کبھی نہیں منایا جاتا' نئے بادشاہ کی خوشیوں کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ وہ زندہ ہوتا ہے۔

حسان رضوی اپنی بڑی سی میز کے پیچھے بیٹھا تھا۔ وہ کچھ دستاویزات میں مستغرق

نظر آرہا تھا۔ شاید وہ دستاویزات وہی تھیں' جن کا وجے سے تعلق تھا۔ وجے کے قدموں کی آہٹ سن کر اس نے سر اٹھایا' اسے دیکھتے ہی اس نے اپنا چشمہ اتارا اور احترام آمیز انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔ "اوہ وجے........ آؤ' بیٹھ جاؤ۔" اس نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"شکریہ۔" وجے نے کہا اور بیٹھ گیا۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے جلدی وقت نکال لیا۔"

"آپ کو مجھ سے زیادہ خوشی نہیں ہوگی' ہو بھی نہیں سکتی۔" وجے نے زور دے کر کہا۔

"کچھ پیو گے؟"

"ہاں' وصیت نامہ پیوں گا۔ یہی پیاس تو مجھے آج کے دن یہاں لے آئی ہے۔"

رضوی نے پرتشویش نگاہوں سے اسے دیکھا' لیکن منہ سے کچھ نہیں بولا۔ وجے نے اس کی نگاہوں کو پڑھ لیا۔

"رضوی صاحب پلیز' آپ میری طرف سے پریشان نہ ہوں۔" اس نے کہا "میری ذہنی کیفیت بالکل ٹھیک ہے' میں پوری طرح ہوش و حواس میں ہوں۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں۔" وکیل گڑبڑا کر بولا۔ "بس تمہارا رویہ ذرا غیر معمولی لگ رہا ہے۔ باپ بہرحال باپ ہوتا ہے اور اس کی موت دنیا کے ہر بیٹے کے لیے زندگی کے بڑے سانحوں میں سے ایک ہوتی ہے۔ ایسے موقعوں پر نارمل ہونا' ایب نارمل معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال........" اس نے کندھے جھٹکے۔ "یہ وقت ہر شخص پر آتا ہے اور کچھ لوگوں کے اعصاب فولادی ہوتے ہیں۔"

"یہ آپ نے ٹھیک کہا کہ یہ وقت ہر شخص پر آتا ہے۔" وجے نے سر جھٹکتے ہوئے کہا "لیکن مجھے ایسا لگتا تھا کہ یہ وقت مجھ پر کبھی نہیں آئے گا۔"

رضوی کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار نظر آئے۔

وجے مسکرایا۔ "میرا خیال ہے' یہ سن کر آپ کو شاک لگا ہے' بات یہ ہے رضوی صاحب کہ میری عمر ۴۶ سال ہے۔ میری زندگی کا بڑا حصہ گزر چکا ہے لیکن میں کبھی اپنی مرضی سے زندگی نہیں گزار سکا۔ میں نے اب تک کچھ بھی نہیں کیا مگر اب

میری باری آگئی ہے۔ کم از کم میں تو یہی سمجھتا ہوں۔ اب صحیح طور پر آپ ہی بتا سکیں گے۔"

"ہاں، تم ٹھیک سمجھے ہو۔" رضوی نے جلدی سے کہا۔ "تم اپنے باپ کے واحد وارث ہو۔"

"مجھے تفصیل بتائیے۔"

رضوی نے کچھ کاغذات اپنی طرف کھینچے۔ "کیا میں تمہیں وصیت نامہ پڑھ کر سناؤں؟" اس نے پوچھا۔ پھر جلدی سے بولا۔ "مختصر سی وصیت ہے۔ اتنی پیچیدگیوں کے باوجود......... تمہارے والد نے غیر ضروری تفصیل سے گریز کیا ہے۔ پڑھ کر سنانے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔"

وجے مسکرا دیا۔ "موت کے بعد مرنے والے کی تفصیلی گفتگو بھی بری نہیں لگتی۔ یہ مسئلہ تو زندگی کے ساتھ ہے لیکن انسان یہ نکتہ کبھی نہیں سمجھتا۔ زندگی بھر بڑھ چڑھ کر بولتا ہے، شاید صرف اپنی آواز سننے کے شوق میں اور مرنے کے بعد آخری گفتگو میں اختصار برتتا ہے۔"

"بہرحال۔" وجے سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "آپ مجھے اہم نکات سنا دیجیے، وصیت نامہ میں خود پڑھ لوں گا فرصت کے وقت۔ آپ وصیت نامے کی نقل مجھے بھیج دیجیے گا۔ اس وقت صرف اہم نکات پر اکتفا کریں۔ مجھے صرف اتنا بتائیں کہ باپو کے پاس جو کچھ بھی تھا، وہ صرف میرا ہے یا نہیں، یا کم از کم بیشتر حصہ؟"

"انہوں نے اپنی تمام جائیداد تمہارے نام چھوڑی ہے۔ اپنے پوتے سروپ کمار کے لیے انہوں نے ایک ٹرسٹ قائم کیا ہے۔" رضوی نے دستاویز پر نظریں جمائے ہوئے کہا۔ "انہوں نے اپنی بہو کے لیے ایک بنگلا چھوڑا ہے، میرا اشارہ تمہاری بیوی کی طرف ہے۔ اسٹاکس آدھے تمہارے نام ہیں اور آدھے پہلے ہی سے تمہاری بیوی کے نام تھے۔"

"لکشمی میرے لیے کبھی کوئی مسئلہ نہیں بن سکتی۔" وجے نے بے پروائی سے کہا۔

"اس کے علاوہ دہلی میں چھ بنگلے بھی ہیں، جن کے مالک اب تم ہو۔" رضوی نے مزید کہا "اس کے علاوہ انہوں نے دور کے رشتے داروں کے لیے چھوٹی چھوٹی رقمیں

چھوڑی ہیں جن کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

"اور زرعی زمینیں......... اور کارخانے؟"

"وہ سب تمہارے نام ہیں وجے!"

وجے چند لمحے سوچتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں تجسس تھا۔ بالآخر اس سے رہا نہ گیا

"انہوں نے شوبھا کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے؟" اس نے پوچھا۔

رضوی کچھ ہچکچایا۔ "میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"حالانکہ میرا سوال بالکل واضح ہے۔ میں پوچھ رہا ہوں کہ کیا وصیت نامے میں شوبھا کا نام بھی ہے؟"

رضوی اب بھی ہچکچا رہا تھا "نہیں......... ایسا تو نہیں ہے۔" بالآخر اس نے جواب دیا۔

"ایسا تو نہیں ہے کا کیا مطلب ہے؟"

"تم جانتے ہو، وصیت نامہ ایک ایسی دستاویز ہے، جسے کوئی بھی پڑھ سکتا ہے۔ میں......... میں نہیں سمجھتا کہ تمہارے والد اپنے اور شوبھا کے تعلق کو منظرعام پر لانا چاہتے تھے۔"

"حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ شوبھا ان کی رکھیل تھی۔ انہوں نے شوبھا کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور چھوڑا ہوگا۔"

"میں نے یہ تو نہیں کہا کہ انہوں نے شوبھا کے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔" رضوی نے جلدی سے کہا۔ "میں نے صرف اتنا کہا ہے کہ وصیت نامے میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ انوپ صاحب جب آخری بار بیمار ہوئے تھے، انہوں نے اسی وقت شوبھا کے لیے بہت کچھ کردیا تھا تاکہ وہ محتاج وصیت نہ رہے۔"

"انہوں نے اسے کیا دیا، یہی تو میں جاننا چاہتا ہوں۔" وجے نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

رضوی پھر ہچکچایا۔ "یہ ایک موکل کا راز ہے اور اسے افشا کرنا میرے خیال میں نامناسب ہے، یہ میرے پیشہ ورانہ وقار کا........."

"یہ سب کچھ میں پہلے ہی سے جانتا ہوں۔" وجے نے اس کی بات کاٹ دی۔

"میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آخری وقت میں بڑے میاں کے شوبھا کے متعلق کیا محسوسات تھے۔ کیا انہوں نے اسے فلیٹ دیا ہے؟"

"نہیں بھئی۔"

"کوئی مکان؟"

"مکان تو وہ برسوں پہلے اس کے نام کر چکے تھے۔ اپنی آخری بیماری کے بعد انہوں نے اسے نقد رقم دی تھی‘ بے حد معقول رقم۔ اتنی کہ وہ اپنی زندگی فراغت اور عیش کے ساتھ بسر کر سکتی ہے۔"

"اوہ۔" وجے نے سگریٹ کا گہرا کش لیا۔ "خیر اب میری طرف پلٹ آئیے۔ مجھے جو کچھ ملا ہے‘ اس کی مالیت کا تخمینہ کیا ہوگا؟"

"میں محض اندازہ لگا سکتا ہوں۔" رضوی نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "اندازاً ۸۰‘ ۹۰ کروڑ کے لگ بھگ ہوگا۔"

"اب مجھے یہ بتائیے کہ مجھے چھونے والی پن کہاں ہے؟"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"سیدھی سی بات ہے۔ میں اپنے باپ کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ سب کچھ میرے نام چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا‘ جب تک کہ مجھے چھونے کے لئے کوئی سوئی چھپا کر نہ رکھی ہوتی۔ میں اس سوئی کے متعلق جاننا چاہتا ہوں۔ میں ان رکاوٹوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں‘ جو میرے باپ نے یقیناً میری راہ میں کھڑی کی ہوں گی۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں۔" رضوی کے لہجے میں سچائی تھی "انہوں نے اپنی تمام جائیداد اور اثاثے واضح طور پر تمہارے نام چھوڑے ہیں۔"

"یعنی وصیت نامے میں لیکن‘ اگر اور بشرطیکہ جیسے الفاظ استعمال نہیں کیے گئے۔" وجے کے لہجے میں حیرت تھی۔ پھر ایک خیال نے اسے چونکا دیا۔ "اور اخبار؟" اس نے تیز لہجے میں کہا۔ "اخبار بھی میرے ہی نام ہے؟"

"اخبارات کہو۔" رضوی نے اسے ٹوک دیا۔ "تم جانتے ہو کہ بیشتر ڈکلیریشن تو وہ فروخت کر چکے تھے‘ تاہم اب بھی پانچ اخبارات موجود ہیں اور کچھ رسالے ہیں۔"

"مجھے صرف ایک اخبار سے دلچسپی ہے۔" وجے نے تند لہجے میں کہا۔ "میں ان

کے سب سے بڑے اخبار "سماچار" کی بابت پوچھ رہا ہوں۔ باقی سب تو صحافت کے چیتھڑے ہیں۔ صرف "سماچار" ہی میرے لیے اہمیت رکھتا ہے‘ مجھے یہ بتاؤ کہ انہوں نے "سماچار" بھی میرے نام چھوڑا ہے یا نہیں؟"

"اوہ ہاں۔" رضوی وصیت نامے کی ورق گردانی میں مصروف ہوگیا۔ چند لمحے بعد اسے مطلوبہ صفحہ مل گیا۔ "ہاں میں خود اب اس طرف آنے والا تھا۔"

"اس جملے کا کیا مطلب ہوا؟ مجھے باپو کی جائداد اور اثاثوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ میں تو صرف "سماچار" کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ باپو کی شہرت کا سبب یہی اخبار تھا۔ بعد میں ان کی توجہ اخبار سے ہٹ گئی تھی۔ مجھے شروع ہی سے اس اخبار سے انسیت رہی ہے اور میں اس کے سلسلے میں کام کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے بتاؤ‘ اب "سماچار" میری ملکیت ہے یا نہیں؟"

رضوی چند لمحے سامنے رکھی ہوئی دستاویز میں الجھا رہا۔ پھر اس نے سر اٹھایا "ملکیت تو تمہاری ہی ہے لیکن مشروط........"

"شرط کیا ہے؟"

"عجیب شرط ہے۔ مجھے وہ لمحہ یاد ہے‘ جب انہوں نے یہ شرط وصیت نامے میں شامل کرائی تھی۔ میری سمجھ میں اس کا کوئی سبب نہیں آیا تھا لیکن ظاہر ہے‘ میں اس میں دخل نہیں دے سکتا تھا۔ میں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا۔"

"مجھے یہ بتاؤ کہ وہ لعنتی شرط کیا ہے؟" وجے جھنجلا گیا۔

"سماچار ایک سال کے لیے تمہاری ملکیت ہے لیکن اس ایک سال میں تمہیں سماچار کی اشاعت روزنامہ دہلی کی اشاعت سے زیادہ کرنا ہوگی۔ اگر تم کسی ایک شمارے کی حد تک بھی اشاعت بڑھانے میں کامیاب ہوگئے تو سماچار ہمیشہ کے لیے تمہارا ہو جائے گا اگر اگر تم ایسا نہ کر سکے تو ایک سال پورا ہوتے ہی سماچار پچھمن داس کو فروخت کرنا ہوگا۔ پچھمن داس نے اس سلسلے میں تمہارے والد کی موت سے چند ماہ قبل ان سے گفت و شنید کی تھی۔ بہرحال شرط اپنی جگہ اور اخبار پر تمہارا حق ملکیت........"

"لعنت ہو‘ میں پہلے ہی جانتا تھا کہ اس نے کوئی نہ کوئی گڑ بڑ ضرور کی ہوگی۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ سوئی چبھوئے بغیر نہیں رہے گا۔ اسے بھی معلوم تھا کہ اس اخبار کی

میرے نزدیک کیا اہمیت ہے۔ اسے یہ علم بھی تھا کہ سماچار اشاعت کے اعتبار سے کبھی روزنامہ دہلی کو کراس نہیں کرسکا ہے اسی لیے اس نے یہ شرط عائد کی' اس یقین کے ساتھ کہ میں یہ شرط پوری نہیں کرسکوں گا۔ وہ بہت خبیث آدمی تھا۔ اسے دنیا کو یہ بھی دکھانا تھا کہ وہ کس قدر شفیق باپ ہے اور اسے بیٹے کی جھولی میں محرومیاں اور ناکامیاں بھی ڈالنا تھیں۔ اس نے مجھے میری مرضی کی چیز دی ضرور......... لیکن اس کا بندوبست بھی کر لیا کہ وہ چیز میرے قبضے میں نہ رہے۔ اس نے لوگوں کو صرف اس بات کا یقین دلانے کی کوشش کی' جس پر وہ خود عمر بھر یقین کرتا رہا تھا' وہ یہ کہ میں نااہل ہوں......... کسی قابل نہیں ہوں.........“

”ایک منٹ وجے!“ رضوی نے بپھرے ہوئے دریا کے آگے بند باندھنے کی کوشش کی ”اخبار فروخت ہو جائے' تب بھی کیا فرق پڑتا ہے۔ اس کے بدلے بھی تو تمہیں دولت ملے گی۔ تم دوسرا اخبار بھی نکال سکتے ہو۔“

”تم یہ بات سمجھ ہی نہیں سکتے۔“ وجے نے برہم ہو کر کہا۔ ”تم میرے باپ کو اس طرح نہیں جانتے' جیسے میں جانتا ہوں۔ ایک مخصوص حد سے گزرنے کے بعد اس کے نزدیک دولت کی کوئی اہمیت نہیں تھی لیکن اخبار اس کے لیے اہم تھا' اس لیے کہ اس اخبار نے اسے عظیم انوپ کمار بنایا تھا۔ اسے بین الاقوامی شہرت دی تھی۔ میری پرورش اس اخبار ہی کے زور پر ہوئی ہے۔ مجھے اس اخبار سے عشق ہے۔ اخبار مجھے مل جائے تو مجھے اپنے جوہر آشکار کرنے کا موقع ملے گا لیکن میرا باپ مجھے یہ موقع دینا نہیں چاہتا تھا۔ اسی لیے اس نے یہ اخبار دینے کے بعد اسے مجھ سے چھین لینے کی سازش کی.........“

”لیکن وجے' تمہاری بات میں وزن نہیں ہے۔ میں نے کہا نا کہ تم دوسرا اخبار نکال سکتے ہو۔ تمہارے پاس دولت کی کمی نہیں ہے۔“

”اخبار بھی انسان کی طرح ہوتا ہے' اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا۔ یہ شیشہ نہیں ہے کہ ٹوٹ گیا تو دوسرا بازار سے لے آئے۔ لیکن تم یہ بات کیسے سمجھ سکتے ہو۔ اخبار کی بھی شخصیت ہوتی ہے۔ قارئین کی شکل میں اس کے پرستار ہوتے ہیں' لاکھوں پرستار۔ ان دنوں نیا اخبار نکالنا کھیل نہیں ہے۔ دولت کے زور پر قاری نہیں خریدے

جاسکتے۔ پھر اس اخبار سے میری جذباتی وابستگی ہے' اس جیسا دوسرا کوئی اخبار نہیں ہوسکتا۔ میں اس اخبار کو آگے بڑھانا چاہتا ہوں......... بہتر بنانا چاہتا ہوں.........“

”تو تمہیں اس سے روک کون رہا ہے۔ ایک سال کا عرصہ کم تو نہیں ہوتا۔“

”ایک سال......... ہنہ۔“ وجے نے حقارت سے کہا۔ ”جو کام وہ خود چالیس سال میں نہ کرسکا' اس کام کے لیے مجھے ایک سال کی مہلت دے کر اس نے بڑا احسان کیا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ یہ ناممکن ہے۔“

”لیکن وجے......... انوپ صاحب یقیناً تمہاری اہلیت تسلیم کرتے تھے' تبھی تو انہوں نے اپنی ہر چیز تمہیں سونپ دی۔“

”ہر چیز پر لعنت بھیجو۔ اسے معلوم تھا کہ مجھے صرف اور صرف ”سماچار“ کی پروا ہے۔ میں دولت پرست نہیں ہوں' مجھے تو صرف اپنا آپ منوانے کا شوق ہے۔ درحقیقت اس نے میرے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔“ وجے نے نفرت انگیز لہجے میں کہا ”خیر دیکھا جائے گا۔“



”میرا خیال تھا کہ تم آج نہیں آسکو گے۔“ ڈاکٹر آنند لال نے اپنے دفتر کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

وجے' براؤن رنگ کی چرمی کرسی پر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ گزشتہ کئی برسوں میں یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے اس کرسی پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ ورنہ وہ کرسی سے تبصرہ شروع کرتا جو پورے دفتر پر تنقید کا پیش خیمہ ثابت ہوتا۔ ڈاکٹر کے لیے اس کی خاموشی باعث حیرت تھی۔

ڈاکٹر آنند بہت اچھا سائیکاٹرسٹ تھا اور وجے کا مستقل معالج بھی تھا۔ وجے کئی بار اسے پیش کش کر چکا تھا کہ وہ نیا دفتر لے لے' ورنہ کم از کم اس دفتر کی آرائش تو تبدیل کرا ہی لے۔ اس سلسلے میں اس نے ڈاکٹر کو ہر تعاون کی پیش کش کی تھی لیکن ڈاکٹر اپنے طور طریقے بدلنے پر تیار نہیں تھا۔ تنگ آکر خود وجے ہی نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔

ڈاکٹر نے میز پر بکھری ہوئی کتابوں کو درست کر کے رکھا۔ پھر اپنی کرسی پر بیٹھنے کے بعد اس نے وجے کو بغور دیکھا۔ وجے کا تمتماتا ہوا چہرہ اور بدن کی خفیف سی لرزش بتا

رہی تھی کہ وہ سخت غصے میں ہے۔

"میرا خیال تھا کہ تم آج نہیں آسکو گے۔" ڈاکٹر نے دہرایا۔

"میرا آنے کا ارادہ تھا بھی نہیں۔" وجے پھنکارا۔ "لیکن ابھی میں نے اپنے باپ کی وصیت سنی ہے۔ چنانچہ میرے لیے تم سے ملنا ضروری ہوگیا تاکہ دل کی بھڑاس نکال سکوں۔"

ڈاکٹر نے اپنا پائپ سلگایا اور چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "تم شمشان گھاٹ تو گئے تھے نا؟"

"ہاں' صرف یہ یقین حاصل کرنے کہ وہ واقعی مرچکا ہے۔" وجے نے زہریلے لہجے میں کہا۔

ڈاکٹر نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ "تو تمہیں یقین آگیا؟" اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"ہاں' وہ سچ مچ مرچکا ہے۔"

"اور تمہیں اب بھی آزادی کا احساس نہیں ہو رہا ہے؟"

"کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ مرنے کے بعد بھی اپنی موجودگی کا احساس دلا رہا ہے۔ تم اس کے وصیت نامے کے متعلق اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔"

"مجھے بتاؤ تو سہی' وصیت نامے میں ایسی کون سی بات ہے' جس نے تمہیں پریشان کر دیا ہے؟"

رضوی سے وصیت نامے کے متعلق جو کچھ معلوم ہوا تھا' وہ وجے نے ڈاکٹر کو سنا دیا۔

"اب تم ایک دولت مند آدمی ہو۔" اس کے خاموش ہونے کے بعد ڈاکٹر نے کہا۔ "یاد رکھو' تمہارے باپ ہی نے تمہیں دولت مند بنایا ہے۔ وہ اپنی تمام دولت حکومت کو دے جاتا تو تم کیا کر لیتے؟"

"چھوڑو ڈاکٹر' تم جانتے ہو کہ اصل معاملہ کیا ہے۔"

"ہاں' میں جانتا ہوں۔" ڈاکٹر نے نرم لہجے میں کہا۔ "تمہیں صرف یہ یاد دلا رہا ہوں کہ صورت حال بدترین نہیں ہے۔"

"اس نے ہمیشہ مجھے بے صلاحیت سمجھا' کبھی مجھ پر اعتماد نہیں کیا۔" وجے کے لہجے میں شکایت تھی۔

"ہاں' سیلف میڈ لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ان کے لیے دوسروں کی صلاحیتوں پر اعتماد کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ وہ اپنی اولاد کو کبھی اپنا ہم پلہ نہیں مانتے۔"

"یہ سب کچھ درست ہے' لیکن وصیت نامے کی غیرمعقولیت کا کوئی جواز نہیں ہوسکتا۔" وجے نے جھنجلا کر کہا۔ "میں شروع ہی سے صحافی......... پبلشر بننا چاہتا تھا' اپنے باپ کی طرح لیکن میرے باپ نے مجھے کوئی موقع ہی نہیں دیا۔ اس نے مجھے سماچار میں رکھا لیکن مجھے گھٹیا کام سونپے۔ اس کے باوجود میں وہاں جمنے لگا تو مجھے دوسرے اخبار میں بھیج دیا۔ پھر اس کے بعد تیسرے اخبار میں اور یوں یہی سلسلہ چلتا رہا۔ جب بھی اسے اندازہ ہوتا کہ میں کامیابی کے قریب پہنچ رہا ہوں' وہ مجھے اکھاڑ پھینکتا۔ اس نے مجھے کبھی کوئی اہم ذمے داری نہیں سونپی۔ وہ بیگانوں پر اعتماد کرتا رہا اور مجھے نظرانداز کرتا رہا۔ مجھے اسپیشل پروجیکٹ آفیسر کا عہدہ دیا گیا۔ اس کی افادیت کیا تھی' مجھے کبھی اس کا پتا نہ چل سکا۔ اخبارات کو نت نئے آئیڈیے درکار ہوتے ہیں۔ مجھے جب بھی کوئی آئیڈیا سوجھا' اس نے اسے فوری طور پر مسترد کر دیا۔ میں نے اس پر احتجاج کیا۔ تم جانتے ہو ڈاکٹر' میں کئی بار اس کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہوا........."

"ہاں مجھے معلوم ہے۔" ڈاکٹر نے اثبات میں سرہلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس سے بھی کبھی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ وہ مجھ پر غیراہم کام تھوپتا رہا۔ میں احتجاج کرتا تو وہ جواب دیتا......... میں چاہتا ہوں کہ تم پبلشنگ کے ہر شعبے پر عبور حاصل کرلو' ہر باریکی کو سمجھ لو۔ یوں میں ۴۶ سال کی عمر تک بزنس کی باریکیاں سمجھنے میں لگا رہا.........ہنہ! بزنس کی باریکیاں۔" اس نے نفرت انگیز لہجے میں کہا۔ "اب وہ مرا تو میرے خواب کو تعبیر ملنے کا وقت آیا۔ "سماچار" میری ملکیت قرار پایا۔ میں بہت خوش تھا کہ اب دنیا والوں کو دکھا سکوں گا کہ میں کیا ہوں۔ لیکن پھر میں نے اس کی وصیت سنی......... اب بتاؤ' میں ناممکن کو ممکن کیسے بنا سکتا ہوں اور اگر نہیں بناتا تو تعبیر کے ساتھ ساتھ خواب بھی کھو بیٹھتا ہوں' سماچار بک جائے گا بالآخر بک جائے گا۔ میرا باپ خوش ہو گا کہ اس نے مرنے کے باوجود مجھے شکست دی ہے۔"

ڈاکٹر نے کچھ کہنا چاہا لیکن وجے نے اسے بولنے نہ دیا۔ نفرت کا آتش فشاں پھٹ چکا تھا اور اب لاوے کو کوئی روک نہیں سکتا تھا۔ اب وجے کو ماضی کی محرومیوں کا زہر اگلنا تھا۔ اسے یاد تھا کہ اسے اپنی شناخت کرانے کا کوئی موقع نہیں دیا گیا تھا۔ اسے غیر اہم بلکہ ناکارہ ثابت کرنے کے لیے ایک چھوٹے سے دفتر میں پھینک دیا گیا تھا۔

وجے دیر تک برستا رہا' زہر اگلتا رہا۔ "انہی حالات کی وجہ سے میں تمہارے پاس آنے پر مجبور ہوا تھا' ڈاکٹر میں ڈپریشن کا شکار تھا۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت تھی۔" اس نے آخر میں کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔"

"تم جانتے ہو' وہ مجھ سے شدید نفرت کرتا تھا۔"

"میرا خیال ہے........"

"ہر قریبی شخص جانتا ہے کہ وہ مجھ سے چڑتا تھا' نفرت کرتا تھا مجھ سے۔ اس کے ملازم ایڈیٹرز مجھ سے ایسا رویہ رکھتے تھے' جیسے میں بے وقوف اور نااہل ہوں' جیسے وہ مجھے محض انوپ کمار کا بیٹا ہونے کی وجہ سے برداشت کر رہے ہوں۔ صرف سماچار کا مینجنگ ایڈیٹر ٹھاکر ایسا تھا' جو میری صلاحیتوں کو تسلیم کرتا تھا' سراہتا تھا۔ اب وہ وزیراعظم کا پریس سیکرٹری ہے۔ اس کے علاوہ ہر شخص........"

"وجے' یہ نہ بھولو کہ اب سماچار تمہاری ملکیت ہے۔"

"ہاں' صرف ایک سال کے لیے۔" وجے نے بے حد تلخ لہجے میں کہا۔

"ایک سال کے لیے ہی سہی۔" ڈاکٹر نے پرسکون لہجے میں کہا۔ "تمہارے باپ کے ملازم اب تمہارے ملازم ہیں۔ تم اب اپنی صلاحیت پوری طرح منوا سکتے ہو۔ صرف صلاحیت ہی نہیں' قوت بھی........!"

"تمہارا مطلب ہے' ان لوگوں کی چھٹی کر کے؟"

"وفادار لوگوں کو اپنے گرد اکٹھا کرو' اپنی ٹیم بناؤ۔ کچھ ایسے تجربہ کار لوگ تو ہوں گے' جو تمہارے لیے معتبر ہوں۔"

"ہاں' شنکر ہے' گوپال ہے۔ وہ سماچار میں میرے ساتھ رہے ہیں' جب میں اسپیشل پروجیکٹ آفیسر ہوتا تھا۔ وہ دونوں میری صلاحیتوں کے معترف ہیں' اور میری خاطر

کچھ بھی کر سکتے ہیں۔"

"تو انہیں اپنے ساتھ اوپر لے جاؤ۔ سماچار کے لیے کچھ کرو۔ تم ہمیشہ کہتے رہے ہو کہ "سماچار" تمہارے لیے دنیا کی اہم ترین چیز رہا ہے۔"

"میں دو چیزوں کے بارے میں یہ بات کہتا رہا ہوں۔ ایک سماچار اور........ دوسرے شوبھا کے بارے میں۔"

"چلو' اخبار تو تمہیں مل گیا نا۔"

"اور شوبھا؟ وہ تو میرے باپ کی........"

"وجے' یہ مت بھولو کہ تمہارا باپ مر چکا ہے۔" ڈاکٹر نے اس کی بات کاٹ دی۔

وجے کچھ دیر خاموشی سے ڈاکٹر کو دیکھتا رہا۔ "ہاں ڈاکٹر تم ٹھیک کہتے ہو۔" بالآخر اس نے کہا۔ "وہ مر چکا ہے لیکن مجھے اس حقیقت کا عادی ہونے میں وقت لگے گا اور ہاں ڈاکٹر' مجھے شوبھا کے بارے میں بتاؤ۔ کیا وہ اب بھی تمہارے پاس آتی ہے؟"

یہ پانچ سال پرانی بات تھی۔ شوبھا' وجے سے ڈاکٹر آنند کے آفس میں ملی تھی۔ شاید اس نے وجے کے ڈپریشن کو محسوس کر لیا تھا' اس لیے اس کے لہجے میں نرمی اور انداز میں ہمدردی تھی۔ اس تپاک کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ دونوں ایک ہی شخص کے ستائے ہوئے تھے۔ شوبھا نے وجے کے سامنے دبے لفظوں میں اعتراف کیا تھا کہ اس کے باپ نے ہی اسے اس حال کو پہنچایا ہے' ورنہ اس کا کسی سائیکاٹرسٹ کے پاس کیا کام۔

"شوبھا اب یہاں نہیں آتی۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔ "اس کا خیال تھا کہ اسے مجھ سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے۔ وہ یہاں آخری بار ایک سال پہلے آئی تھی' اس کا حال اچھا نہیں تھا۔ تنہائی کی دیمک تو بڑے مضبوط لوگوں کو چاٹ ڈالتی ہے' وہ تو پھر ایک نرم و نازک لڑکی تھی بہرحال' اس نے مے نوشی کی آغوش میں پناہ ڈھونڈی تھی۔"

"وہ کیسی لگ رہی تھی؟" وجے نے پراشتیاق لہجے میں پوچھا۔

"مجھ سے کیوں پوچھتے ہو' خود جا کر دیکھ لو۔" ڈاکٹر نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

☆------------☆------------☆

دروازہ شوبھا نے ہی کھولا تھا۔

وجے ساکت و صامت کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ برسوں کی دبی ہوئی چور سوچیں اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ شوبھا کے روپ میں مجسم ہوگئی تھیں۔ وہ اب بھی بہت حسین تھی' خوابوں کی طرح........ بس' خواب دیکھنے والی آنکھوں کا ہونا ضروری تھا اور وجے کے پاس وہ آنکھیں موجود تھیں۔

"وجے تم؟" اس نے تقریباً چیخ کر کہا۔ لہجے میں حیرت تھی۔ "تمہاری اس غیر متوقع آمد سے مجھے خوشی ہوئی۔"

اس نے دروازہ پوری طرح کھول دیا' وجے اندر داخل ہوگیا۔ اسے فضا میں شوبھا کے بدن کی خوشبو کے ساتھ گھلی ملی شراب کی بو بھی محسوس ہوئی۔ شوبھا نے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ وجے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے کمرے کی آرائش کا جائزہ لیتا رہا۔ کمرے کی آرائش قابل دید تھی۔

وجے نے ایک بار پھر شوبھا کو غور سے دیکھا۔ اس کی آواز اور چال دونوں میں ہلکی سی لڑکھڑاہٹ تھی۔ "آج خادمہ کی چھٹی کا دن ہے' اسی لیے گھر کباڑ خانہ بنا ہوا ہے۔" اس نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا "کچھ پیو گے؟"

"اگر تم ساتھ دو تو ضرور پیوں گا۔" وجے نے جواب دیا۔

"میں تمہارا ساتھ دوں گی۔" شوبھا نے کہا اور کیبنٹ کی طرف بڑھ گئی "کیا پیو گے؟"

"جو تم پیو گی۔"

شوبھا نے کیبنٹ سے اسکاچ کی بوتل نکالی اور جام بنانے میں مصروف ہوگئی۔ وجے اسے تکتا رہا۔ اس وقت اس کی کیفیت ایک ایسے نوخیز لڑکے کی سی تھی' جو پہلی بار محبت میں گرفتار ہوا ہو۔ یہی کیفیت اس پر اس وقت طاری ہوئی تھی' جب اس نے پہلی بار شوبھا کو دیکھا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اس بار اس نے اپنے باپ سے حسد محسوس کیا تھا' جب کہ اس بار ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

وجے کو اپنے اس وقت کے تاثرات یاد تھے۔ اس نے سوچا تھا کہ شوبھا کو اس کے باپ کے ساتھ کوئی محبت نہیں ہوسکتی۔ دونوں کے درمیان عمر کا فرق بہت زیادہ تھا۔ پھر وہ کوئی خوب صورت آدمی بھی نہیں تھا۔ البتہ اس کے پاس شہرت' عزت اور دولت

سبھی کچھ تھا۔

وجے صوفے پر بیٹھ گیا لیکن اس کی نظریں ایک لمحے کے لیے بھی شوبھا پر سے نہیں ہٹیں۔ وہ اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہا۔ وہ بہت خوب صورت تھی بلکہ اب پہلے سے زیادہ خوب صورت لگ رہی تھی۔ اس کے جسم کی شادابی میں اضافہ ہوا تھا۔ وجے سوچتا رہا کہ اس کا باپ بے حد خوش قسمت تھا۔ اسے یاد تھا' خوب یاد تھا۔ اب سے آٹھ سال پہلے اس کے باپ نے سترہ سالہ شوبھا کو ایک فلم کے سیٹ پر دیکھا تھا۔ پروڈیوسرز کا خیال تھا کہ شوبھا کبھی اداکارہ نہیں بن سکے گی۔ اس بات کا شوبھا کو بھی احساس تھا چنانچہ اس نے انوپ کمار کی آسائشات کی پیش کش کے بدلے خود کو بیچ ڈالا تھا۔ اس وقت انوپ کمار کی عمر ۶۰ سال تھی۔

شوبھا نے وہسکی کا جام اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے جام لے کر چھوٹا سا گھونٹ لیا۔ پھر اس نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ "تم شمشان گھاٹ کیوں نہیں آئیں؟ میں تمہیں تلاش کرتا رہا۔"

"میرا وہاں جانا مناسب نہیں تھا۔ تمہارے متعلقین یہ بات کبھی پسند نہ کرتے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" وجے نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میں اپنے باپ کو بالکل پسند نہیں کرتا تھا۔ کیا یہ بات سننا تمہارے لیے تکلیف دہ ہے؟"

شوبھا نے اپنا گلاس میز پر رکھا اور صوفے پر وجے کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ وہ چند لمحے سوچتی رہی' پھر بولی۔ "مجھے اس بات سے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ ان کا سلوک اچھا نہیں تھا۔"

"تمہارے ساتھ ان کا سلوک اچھا تھا؟" وجے نے پوچھا۔

وہ پھر کچھ سوچنے لگی۔ "میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ شاید ابتدا میں ان کا سلوک اچھا تھا۔ چند سال بعد صرف آسائشات ہی آسائشات رہ گئیں' محبت اور مہربانی رخصت ہوگئی۔"

وجے اس کی بات بخوبی سمجھ سکتا تھا۔ اس کا باپ حاسدانہ فطرت کا مالک تھا۔ وہ شوبھا کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ شروع میں اس نے شوبھا پر بھرپور توجہ دی ہوگی۔ اس کی ناولٹی کی وجہ سے لیکن جب وہ اس کے لیے کشش کھو بیٹھی ہوگی تو اس

نے بتدریج اس کے پاس آنا کم کر دیا ہوگا۔ پھر وجے کو ڈاکٹر آنند کی بات یاد آئی کہ تنہائی کی دیمک تو مضبوط لوگوں کو چاٹ ڈالتی ہے' ہاں شوبھا کا مسئلہ تنہائی رہا ہوگا۔ ڈاکٹر آنند نے یہ بھی کہا تھا کہ شوبھا نے مے نوشی کی آغوش میں پناہ لی تھی۔ اور مے نوشی کے آثار اس نے آتے ہی دیکھ لیے تھے۔ یہ بات طے تھی کہ شوبھا زندگی سے کٹ کر رہ گئی تھی۔

وجے اسے جام سے جرعہ جرعہ پیتے دیکھتا رہا۔ "شوبھا تم میرے باپ سے آخری بار کب ملی تھیں؟" اس نے اچانک پوچھا۔

وہ چند لمحے سوچتی رہی۔ "شاید چھ سات یا آٹھ ماہ پہلے۔" اس نے جواب دیا "لیکن گزشتہ ۵ سال میں وہ ایک بار بھی یہاں نہیں آئے۔"

"اوہ' اتنا طویل عرصہ!"

"ہاں' البتہ وہ ہفتے میں ایک بار فون کرکے مجھ سے میری ضروریات کے بارے میں دریافت کرتے تھے۔ کوئی اور سوال؟" شوبھا کا لہجہ تلخ ہوگیا۔

"ہاں' ایک سوال اور ہے۔" وجے نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "تمہارا اور ان کا آخری رابطہ......... میرا مطلب ہے........."

"میں سمجھ گئی۔ یہ سات سال پہلے کی بات ہے۔"

"اور اس تمام عرصے میں تم تنہا رہیں؟"

"نہیں......... تنہا تو نہیں رہی' میں نے شراب سے دوستی کرلی۔ لیکن میں نے تمہارے پتاجی سے کبھی بے وفائی نہیں کی۔"

"کتنی اذیت ناک بات ہے۔"

شوبھا نے گلاس خالی کرکے میز پر رکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ "اور میں کر بھی کیا سکتی تھی۔ بات وفا کی نہیں' مفادات کی تھی' ویسے میں طبعاً بھی بے وفا نہیں ہوں۔"

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ تم جوان بھی ہو اور خوب صورت بھی۔"

"کیا واقعی میں خوب صورت ہوں یا تم مجھے بہلا رہے ہو؟"

وجے جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے شوبھا کا ہاتھ تھام لیا۔ "میں تمہیں چاہتا ہوں......... اپنے لیے۔ سمجھیں؟ بولو......... کیا کہتی ہو؟"

"میں بہت پیاسی ہوں وجے!" شوبھا کی آواز جذبات سے بوجھل تھی۔ "اور

یقین کرو' میں ہمیشہ تمہاری طلب کرتی رہی ہوں۔"

وجے' شوبھا کے بنگلے سے نکلا تو شوبھا سو چکی تھی۔ اپنے گھر کی طرف جاتے ہوئے وجے کے ذہن میں ایک ہی خوش گوار خیال تھا۔ موت کے بعد ہی سہی' اس نے بہرحال اپنے باپ کو ایک محاذ پر شکست دے دی ہے۔ دوسرا محاذ ابھی باقی تھا۔ جنگ جاری تھی۔

☆------------☆------------☆

پدمنی نے ٹھاکر رام داس کو فون کر دیا تھا کہ وہ دہلی آرہی ہے۔ ٹھاکر اس روز مصروف تھا۔ اس نے پدمنی کو بتا دیا کہ وہ اسے لینے کے لیے اسٹیشن نہیں پہنچ سکے گا' وہ خود ہی گھر پہنچ جائے۔ چنانچہ پدمنی خود ٹیکسی پکڑ کر گھر پہنچ گئی۔ گھر پر ملازمہ کانتا موجود تھی' اس نے مسکراتے ہوئے پدمنی کا استقبال کیا۔

شام کو ٹھاکر واپس آیا۔ اس نے پدمنی کو بڑی محبت سے سینے سے لگایا "کیسی ہو بیٹی؟" اس نے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں پاپا! آپ کیسے ہیں؟"

ٹھاکر نے اسے تھوڑا سا پیچھے کو ہٹایا اور اس کے چہرے کو بغور دیکھا۔ "واقعی......... تم پہلے سے بہتر لگ رہی ہو۔"

"جی ہاں' بہت خوش رہ رہی ہوں نا۔"

ٹھاکر نے اطمینان کا سانس لیا۔ بیوی کی موت کے بعد اس نے ہی پدمنی کو پالا تھا۔ وہی اس کی زندگی کی واحد سہارا تھی۔ اب وہ ۲۴ سال کی تھی۔ ٹھاکر نے کبھی اس پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ پدمنی کا آئیڈیل ہے اور اس نے اسی کی تقلید میں میدان صحافت میں قدم رکھا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ پدمنی صحافت میں خاصی کامیاب رہی ہے۔ اس میں ٹیلنٹ تھا اور وہ ٹیلنٹ اسے ورثے میں ملا تھا۔

"اور سنائیں' آپ کا کام کیسا چل رہا ہے؟" پدمنی نے اسے چونکا دیا۔

ایک سال پہلے ٹھاکر رام داس کو وزیراعظم کا پریس سیکرٹری مقرر کیا گیا تھا۔ اس سے پہلے وہ روزنامہ "انڈیا ٹائمز" کا منیجنگ ایڈیٹر تھا۔ "زیادہ لطف نہیں آتا اس کام میں۔" اس نے جواب دیا "لیکن اہمیت بہرحال یہاں زیادہ ہے۔ مصروفیت کا یہ حال ہے کہ ابھی

ایک گھنٹے بعد تمہیں چھوڑ جاؤں گا۔"

"یہ تو بری خبر ہے۔ ابھی تو میں نے آپ سے ٹھیک طرح سے بات بھی نہیں کی۔" پدمنی نے احتجاج کیا۔

"اب تو گفتگو قسطوں ہی میں ممکن ہے۔" ٹھاکر نے ہنستے ہوئے کہا "اور ہاں' یہ بتاؤ' تمہارا کام کیسا چل رہا ہے۔ تمہیں چھٹی کیسے مل گئی؟"

"میں نے ڈیلی نیوز کی ملازمت چھوڑ دی ہے اور میں اسی سلسلے میں آپ سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے' واپسی پر کھانے کے بعد گفتگو ہوگی۔ اب میں نہا لوں۔ پھر کپڑے تبدیل کرکے جانا بھی ہے۔" ٹھاکر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

ٹھاکر کے جانے کے بعد پدمنی نے کانتا کو چھٹی دے دی اور خود کچن میں مصروف ہوگئی۔ وہ بہت دنوں کے بعد پاپا کے لیے کھانا پکا رہی تھی' اس لیے بہت لطف آرہا تھا۔ رات کا کھانا باپ بیٹی نے ساتھ کھایا۔ پھر پدمنی چائے لے آئی۔

"ہاں' اب بتاؤ' کیا قصہ ہے؟" ٹھاکر نے چائے کا پہلا گھونٹ لیتے ہوئے پوچھا "تم نے ڈیلی نیوز کی ملازمت کیوں چھوڑ دی؟"

"میں آپ سے مستقبل کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ مستقبل قریب کے بارے میں۔"

"کرو' ضرور کرو۔ میں سن رہا ہوں۔"

"میں نے ڈیلی نیوز میں دو سال کام کیا ہے پاپا لیکن سچی بات ہے' کچھ مزہ نہیں آیا۔ میرے لکھے ہوئے فیچر پسند کیے جاتے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ میرے فیچر ڈیلی نیوز کے معیار سے آگے کی چیز ہوتے تھے۔ اب میں یکسانیت سے اکتا گئی ہوں۔ ایک جیسے فیچر لکھتے لکھتے میرا جی اوب گیا ہے۔ میں کچھ کرنا چاہتی ہوں' کوئی بڑا کام' کسی بڑے چیلنج کا سامنا کرنا چاہتی ہوں' اسی لیے میں نے اس یقین کے ساتھ ڈیلی نیوز کی ملازمت چھوڑ دی ہے کہ آپ مجھے کوئی بہتر جاب دلا دیں گے۔"

"ٹھیک ہے' میرا خیال ہے' تم نے درست فیصلہ کیا ہے۔"

"اس بات کا تو مجھے بھی یقین ہے پاپا۔ میں جانتی ہوں کہ اب میں کوئی بھی بڑا کام

کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"تو اب تم بمبئی میں نہیں رہنا چاہتیں؟"

"نہیں پاپا' دہلی بڑا شہر نہیں' لیکن دارالحکومت ہے' میں مکمل تبدیلی کے موڈ میں ہوں۔"

ٹھاکر کچھ دیر سوچتا رہا' پھر بولا۔ "یہاں مقابلہ بہت سخت ہے پدما۔ بہرحال میرے تعلقات بھی خاصے وسیع ہیں۔ تمہیں کسی میگزین میں بھی جاب مل سکتی ہے اور ٹیلی ویژن میں بھی........"

"لیکن میں اخبار کی جاب پسند کرتی ہوں۔" پدمنی نے اس کی بات کاٹ دی۔ "میں آپ کا کیریئر اپنانا چاہتی ہوں۔ اس میں ہر روز سنسنی سے سابقہ پڑتا ہے۔ میں آپ ہی کی بیٹی ہوں نا۔"

"اس میں تنخواہ کم ہوتی ہے........"

"تنخواہ کی پروا نہ مجھے ہے اور نہ آپ کو' بات پسند کی ہے۔"

"کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو' لیکن........"

"لیکن کیا؟"

"دہلی میں یہ کام ذرا دشوار ہے۔ بہرحال مجھے سوچنے دو۔"

ٹھاکر سوچتا رہا اور پدمنی اسے پرامید نظروں سے دیکھتی رہی۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر ٹھاکر نے سر اٹھایا۔ "ابھی ابھی مجھے انوپ کمار کا خیال آیا ہے۔ یاد ہے نا تمہیں وہ؟"

"سماچار کے پبلشر کی بات کر رہے ہیں نا؟ اسی ہفتے تو ان کا دیہانت ہوا ہے۔"

"ہاں وہی۔ میرا خیال ہے' سماچار اب اس کے بیٹے وجے کی ملکیت ہوگا۔" ٹھاکر نے پرخیال انداز میں کہا۔ "وجے' انوپ کا اکلوتا بیٹا ہے۔ میں اور وہ خاصے قریب رہے ہیں۔"

"مجھے یاد ہے' آپ اکثر وجے کو اپنے ساتھ گھر لے آتے تھے۔ ان کے ساتھ بڑی شفقت برتتے تھے آپ۔"

"ہاں' وہ اچھا لڑکا تھا۔ اسے باپ سے شفقت نہیں ملی تھی۔ شاید وہ مجھ میں

اپنے باپ کو تلاش کرتا تھا۔ حالانکہ ہمارے درمیان عمر کا فرق زیادہ نہیں تھا۔ بہت دنوں سے اس سے ملاقات نہیں ہوئی ہے لیکن مجھے یقین ہے، وہ مجھے بھولا نہیں ہو گا۔ میرا خیال ہے، وہ مجھے انکار بھی نہیں کر سکے گا۔"

"واہ ڈیڈی، اگر یہ کام ہو گیا تو لطف آجائے گا۔" پدمنی نے ہیجانی لہجے میں کہا۔

"دیکھو، اگر سماچار وجے کو ملا ہے اور اگر وجے کو نئے لوگوں کی ضرورت ہے، تب تو بات بن جائے گی۔ میں کوشش کرتا ہوں۔" ٹھاکر نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ٹیلی فون کے قریب پہنچ کر اس نے ریسیور اٹھایا اور روزنامہ سماچار کا نمبر ملایا۔ پھر وہ رابطہ ملنے کا انتظار کرتا رہا۔ اس دوران میں پدمنی نروس انداز میں انگلیاں چٹخاتی رہی۔ بالآخر رابطہ مل گیا۔

"مجھے وجے سے بات کرنا ہے۔" ٹھاکر نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"وہ تو گھر جا چکے ہیں۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"ان کا گھر کا نمبر پلیز۔"

"آپ کا نام؟"

"میں ٹھاکر رام داس بول رہا ہوں، وزیراعظم کا پریس سیکرٹری۔"

"اوہ......" دوسری جانب سے نمبر بتایا گیا، جسے ٹھاکر نے نوٹ کر لیا۔ پھر اس نے شکریہ ادا کر کے رابطہ منقطع کر دیا۔ اس کے بعد اس نے وجے کے گھر کا نمبر ڈائل کیا۔ دوسری طرف کسی ملازم نے فون ریسیو کیا۔

"وجے صاحب کو بلا دو۔" ٹھاکر نے کہا۔

"کون صاحب بات کریں گے؟"

"ٹھاکر رام داس۔"

چند لمحوں بعد وجے کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو ٹھاکر صاحب کہیے کیا حال ہے؟"

"ہیلو وجے، تم سناؤ کیسے ہو؟" ٹھاکر نے کہا اور نظریں اٹھا کر پدمنی کو دیکھا، جو بہت زیادہ نروس دکھائی دے رہی تھی۔ "انوپ کی موت کا دکھ ہوا۔ ہاں اس نے بھرپور زندگی گزاری...... بے شک، تمہیں بہت طویل انتظار کرنا پڑا۔ بہرحال 'سماچار' تمہیں مبارک ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تمہاری اس اخبار کے ساتھ گہری جذباتی وابستگی ہے......

بہت خوب...... یقیناً، اخبار کو نئے خون کی ضرورت ہے، مجھے یقین ہے کہ تم کامیاب رہو گے۔ اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر...... پیش کش کا شکریہ وجے لیکن تم جانتے ہو کہ اب میرا صحافت سے بلاواسطہ کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ اب تو بس میں ریٹائر ہو جانا چاہتا ہوں۔ ہاں ہاں، میں بہت خوش ہوں...... دراصل، تم سے یہ پوچھنا تھا کہ تم نئی ٹیم تشکیل دے رہے ہو کہ نہیں......" وہ کچھ دیر بڑی توجہ سے سنتا رہا۔ پھر بولا "مجھے بھی تم سے اسی سلسلے میں بات کرنا تھی۔ تمہاری مخلصانہ پیش کش کا شکریہ لیکن تمہیں خود سے بہتر کارکن دے سکتا ہوں۔"

"ایسا نہ کہیئے پاپا۔" پدمنی نے پکارا۔ "وہ مجھ سے بہت زیادہ توقعات وابستہ کرلیں گے اور شاید میں ان کی توقعات پر پوری نہ اتر سکوں۔"

ٹھاکر نے ہاتھ کے اشارے سے اس کا احتجاج مسترد کر دیا اور سلسلہ کلام جاری رکھا۔ "تمہیں میری بیٹی پدمنی یاد ہے نا؟ اب وہ بچی نہیں رہی۔ بہت بڑی ہو گئی ہے۔ وہ بہت اچھی رپورٹر ہے۔ دو سال بمبئی کے ڈیلی نیوز میں کام کر چکی ہے۔ اسے ایک بار ایوارڈ بھی مل چکا ہے۔ اب وہ وہاں سے اکتا گئی ہے اور کوئی بڑا کام کرنا چاہتی ہے۔ دوسری طرف تمہیں ایسے ہی پرجوش کارکنوں کی ضرورت ہے۔ میرا خیال ہے......" وہ پھر بڑی توجہ سے سنتا رہا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر بے حد کشادہ مسکراہٹ نظر آئی۔ "بہت بہت شکریہ وجے، وہ تمہیں مایوس نہیں کرے گی...... ہاں...... اس کا نام پدمنی ٹھاکر ہے۔ ٹھیک ہے، میں اسے بھیج دوں گا۔ گڈ نائٹ۔"

ٹھاکر نے ریسیور رکھا اور مسکراتے ہوئے پدمنی کو دیکھا۔ "لو بھئی...... تمہارا کام تو بن گیا۔ تم کل دو بجے سماچار کے دفتر میں وجے سے مل لینا۔"

☆------------☆------------☆

سولہ منزلہ 'سماچار' بلڈنگ کی چھٹی منزل پبلشر کے لیے مخصوص تھی۔ وہاں پبلشر کا آفس تھا۔ اس کی سیکرٹری کا آفس تھا اور دفتر استقبالیہ تھا۔ انوپ کمار کی چتا جلنے کے تیسرے روز وجے پہلی بار اس آفس میں آیا تھا اور اس نے کچھ فوری تبدیلیوں کا حکم دیا تھا۔ اس نے اپنے باپ کی بوڑھی سیکرٹری کی چھٹی کر دی تھی، لیکن بڑی فراخدلی سے اسے بہت سی مراعات سے نوازا تھا۔ پھر اس نے اپنی پرانی سیکرٹری شیلا کو طلب کر لیا

تھا...... جس کی وفاداری شک وشبے سے بالا تر تھی۔ اس نے ایڈورٹائزنگ ڈائریکٹر اور اس کے معاون کو اس اسپیشل پروجیکٹ میں ٹرانسفر کر دیا تھا جہاں وہ خود کام کرتا رہا تھا۔ ان کی جگہ اس نے شنکر اور گوپال کو بلالیا تھا' جو اسپیشل پروجیکٹ میں اس کے ساتھ تھے۔ 'ساچار' کے مینجنگ ایڈیٹر اجیت اور اسسٹنٹ مینجنگ ایڈیٹر ہنس راج کو وقتی طور پر بدستور اپنا کام کرنے کی ہدایت دی گئی تھی۔

اس روز وجے لنچ سے فارغ ہو کر اپنے آفس کا جائزہ لے رہا تھا۔ آرائشی تبدیلیوں نے آفس کو بدل کر رکھ دیا۔ وہ تبدیلیاں اس کے لیے بہت ضروری تھیں۔ وہ اپنے باپ کا کوئی نقش' کوئی سایہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ سامنے والی دیوار پر آویزاں انوپ کمار کی تصویر ہٹا کر اس کی جگہ وجے کی وہ تصویر لگا دی گئی تھی جس میں وہ اپنی ماں کے ساتھ کھڑا تھا۔ وہ تصویر اس وقت کی تھی جب وہ صرف ۱۴ سال کا تھا۔

وجے کی نظر ڈیسک کیلنڈر پر پڑی...... اسے یاد آگیا کہ اس کے باپ نے اسے صرف ایک سال کی مہلت دی ہے۔ گویا اس کے پاس ضائع کرنے کے لیے وقت بالکل نہیں تھا۔ اس نے انٹرکام اٹھایا اور شنکر کا نمبر ملایا۔

"شنکر' میں میٹنگ کے لیے تیار ہوں۔ گوپال کو لے کر فوراً آجاؤ۔" اس نے انٹرکام پر کہا۔

"ٹھیک ہے چیف' ہم آرہے ہیں۔ ہر چیز تیار ہے۔" دوسری طرف سے شنکر کی آواز سنائی دی۔

چند منٹ بعد شنکر اور گوپال آفس میں داخل ہوئے۔ شنکر کے ہاتھ میں ایک فولڈر تھا۔ وجے نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس نے ان دونوں کو بغور دیکھا۔ وہ اس کے اپنے لوگ تھے۔ وہ ان پر اعتماد کر سکتا تھا۔ تخلیقی صلاحیتوں کے معاملے میں وہ اس کے ہم پلہ نہیں تھے لیکن وہ اس کے ذہن کو پڑھنے کی صلاحیت رکھتے تھے' وہ اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے اس کی پوری بات سمجھ لیتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ پرعزم' جرات منداور توانائی سے بھرپور تھے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ آنجہانی انوپ کمار سے شدید نفرت کرتے تھے اور پوری طرح وجے کے وفادار تھے۔

"سب سے پہلے اہم ترین بات۔" وجے نے کہا۔ "روزنامہ دہلی کی اشاعت

معلوم کی تم نے؟"

شنکر نے فولڈر میز پر رکھا اور اسے کھول لیا۔ "آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کے مطابق 'دہلی' کی اشاعت ۸ لاکھ ۳۷ ہزار ہے۔ یہ اشاعت چار ماہ پرانی ہے۔"

"اور ساچار کی اشاعت کیا ہے؟"

"پانچ لاکھ' ترپن ہزار۔"

"یعنی ہمیں اپنی اشاعت میں کم از کم ساڑھے تین لاکھ کا اضافہ کرنا ہے۔" وجے نے منہ بنا کر کہا۔

"یہی بات ہے چیف...... اور یہ کام آسان نہیں ہے۔" شنکر نے کہا۔

"خبیث...... مردود۔" وجے غرایا۔

"جی؟" شنکر بری طرح بوکھلا گیا۔ "کیا میں کچھ غلط بول گیا ہوں چیف؟"

"میں اپنے باپ کے متعلق کہہ رہا ہوں۔" وجے نے بے حد خراب لہجے میں کہا۔

ان دونوں نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ گویا وہ انوپ کمار پر وجے کے تبصرے سے پوری طرح متفق تھے۔

"بہرحال...... اگر ہمیں ساچار کو اپنے قبضے میں رکھنا ہے تو ہمیں اس کے لیے سخت محنت کرنا ہوگی...... ابھی اور اسی وقت سے۔" وجے نے کہا۔ "اسٹاف پوزیشن اور آرگنائزیشن چارٹس کا کیا ہوا؟"

شنکر نے پھر فولڈر کو تھپتھپایا۔ "اس میں سب کچھ موجود ہے۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے' اس پر بعد میں گفتگو ہوگی۔ پہلے تم دونوں کے متعلق کچھ بات ہو جائے۔" وجے نے کہا۔ "میں اس سلسلے میں سوچتا رہا ہوں' تم دونوں صرف مجھے جواب دہ ہو گے۔ عام احکامات کے علاوہ میں تم سے جو کچھ بھی کہوں گا' وہ ہم تینوں سے باہر نہ جانے پائے۔ یاد رکھنا' یہ اسپیشل پروجیکٹ سے بڑا کام ہے۔ اس میں پھیلاؤ بھی زیادہ ہوگا۔ پہلے کی طرح اب بھی سوچوں گا میں...... اور میری سوچوں کو عملی جامہ تم پہناؤ گے گوپال! تم پر کام کا دباؤ اور زیادہ ہوگا۔ تم نہ صرف میرے اور میرے اسٹاف کے درمیان رابطے کا کام کرو گے بلکہ تمہیں میرے لیے پبلک ریلیشنگ بھی کرنا ہوگی۔"

"تمہارے لیے یا اخبار کے لیے؟" گوپال نے دریافت کیا۔

"میرے لیے۔" وجے نے جواب دیا۔ "میں ایک بلند قسمت شخص کا بیٹا ہوں۔ لوگوں کا تاثر یہ رہے گا کہ مجھے یہ سب کچھ خوش قسمتی سے ملا ہے......... محض اس لیے کہ میں انوپ کمار کا بیٹا ہوں۔ میں یہ تاثر زائل کر کے اپنی شخصیت ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنی انفرادیت ثابت کرنا ہے' اپنا بھرم رکھنا ہے۔"

"میرے لیے ذاتی طور پر بھی یہ بات اہم ہے۔" گوپال نے پرخلوص لہجے میں کہا۔

"تم پبلک ریلیشنگ پہلے بھی کرتے رہے ہو۔؟" وجے نے اس سے کہا۔ "تمہارے اس فیلڈ میں تعلقات ہیں' یہ ذہن میں رکھنا کہ مجھے فوری طور پر پبلسٹی کی ضرورت ہے۔ تمہیں میرے لیے ایسا پروگرام ترتیب دینا ہوگا کہ میری ساکھ بھی بنے اور لوگ میری طرف متوجہ بھی ہوں۔"

"یہ میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔" گوپال نے کہا۔

"ہمارے لیے اہم ترین بات یہ ہے کہ اخبار ہمارے ہاتھ سے نہ نکلنے پائے۔" وجے نے زور دیتے ہوئے کہا۔ "اس لیے ہمیں اپنے اخبار کو اشاعت کے اعتبار سے نمبر ایک بنانا ہوگا۔ ہمیں اپنے قارئین کو وہ کچھ دینا ہوگا' جو انہیں کسی اور اخبار میں نہ ملے۔ یعنی ہمیں غیر معمولی خبریں مکمل رازداری کے ساتھ تلاش کرنا ہوں گی' ایسی خبریں' جن تک کسی دوسرے اخبار کا رپورٹر نہ پہنچ سکے' شنکر تمہیں میرے ساتھ مل کر اسٹاف کا مسئلہ حل کرنا ہوگا۔ پرانے اسٹاف کی چھٹی کر کے کام کے ٹیلینٹڈ لوگ تلاش کرنے ہوں گے۔ گوپال تمہیں اس سلسلے میں اجیت سے بات کرنا ہوگی۔ وہ رپورٹر تھانا جو دہشت گردوں کے سلسلے میں تحقیقی کام کر رہا تھا' جس کے کام کو باپو نے مسترد کر دیا تھا......... کیا نام تھا اس کا؟"

"تنویر صدیقی۔" گوپال نے جواب دیا۔

"ہاں وہی' بہت تیز اور ذہین آدمی ہے۔ اس سے رابطہ قائم کرو۔ وہ اسپیشل پروجیکٹ کے سلسلے میں کام کر سکتا ہے اور پھر........."

انٹرکام چیخ اٹھا۔ وجے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔ "کوئی

مس پدمنی ٹھاکر ہیں۔ کہتی ہیں کہ دو بجے آپ سے ان کی ملاقات طے ہے لیکن میری بک میں ایسا کوئی اپائنٹمنٹ نہیں ہے۔" انٹرکام پر شیلا کی آواز سنائی دی۔

"کون؟ کیا نام بتایا تم نے؟" وجے نے پوچھا۔

"پدمنی ٹھاکر۔ وہ کہتی ہیں کہ آپ ملازمت کے سلسلے میں ان کا انٹرویو لیں گے۔"

ایک لمحے تو وجے کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔ پھر اچانک اسے ٹھاکر رام داس کی کال یاد آگئی۔ "ہاں' مجھے یاد آگیا۔" اس نے کہا۔ "وہ ٹھاکر رام داس کی بیٹی ہے' میں نے اسے وقت دیا تھا۔ اس سے کہو کہ اسے کچھ دیر انتظار کرنا ہوگا۔"

انٹرکام کا رابطہ منقطع کر کے وجے ان کی طرف پلٹا تو شنکر نے پوچھا۔ "کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس کا انٹرویو کروں؟"

"نہیں' یہ معاملہ مجھ پر ہی چھوڑ دو۔ تم جانتے ہو کہ ٹھاکر میرا محسن ہے' وہ مجھے بیٹوں کی طرح چاہتا ہے۔ اس کا اتنا حق ہے کہ میں اس کی بچی کو وقت دوں۔" وجے نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "تم دونوں اجیت اور ہنس راج کے ساتھ کانفرنس روم میں میرا انتظار کرو۔ میں انٹرویو سے فارغ ہوتے ہی آجاؤں گا۔"

☆-----------☆-----------☆

وجے اپنی میز کے پیچھے پدمنی ٹھاکر کو حیرت آمیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں' اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ ٹھاکر کی بیٹی بچی ہوگی لیکن وہ تو ایک بھرپور اور شاداب لڑکی تھی۔ اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں ذہانت تھی اور ہونٹوں پر دل آویز مسکراہٹ۔ وہ دیکھنے میں بہت معصوم تھی۔ وجے نے سوچا کہ کاش وہ معصومیت صرف دیکھنے کی حد تک ہو۔ رپورٹنگ معصوم اور سادہ لوگوں کا کام نہیں۔

"تم جانتی ہو کہ تمہارے والد سے میرے بہت اچھے مراسم رہے ہیں۔ میں ہمیشہ ان کے کام کو سراہتا رہا ہوں۔" اس نے پدمنی سے کہا۔

"جی ہاں' پاپا بھی ہمیشہ آپ کی صلاحیتوں کے معترف رہے ہیں اور آج بھی ہیں۔ انہیں آپ کے پتاجی کی موت کا افسوس ہے لیکن ان کا کہنا ہے کہ یہ آپ کے حق میں بہتر ہی ہوا ہے۔" پدمنی نے بے حد سادگی سے کہا۔

وجے مسکرایا "تمہارے پاپا' بے حد ذی فہم آدمی ہیں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "جانتی ہو' فرائڈ نے کہا تھا......... باپ کی موت سے قبل کوئی بیٹا لڑکے سے مرد نہیں بن سکتا۔"

"ہاں' میں نے پڑھا ہے۔"

"اور تمہارے پاپا کیسے ہیں؟"

"صحت کے لحاظ سے تو ٹھیک ٹھاک ہیں۔" پدمنی نے اپنی ناک سہلاتے ہوئے کہا۔ "کام کے لحاظ سے کچھ کہہ نہیں سکتی۔ بنیادی طور پر وہ صحافی ہیں اور صحافی ہی رہنا چاہتے ہیں۔ اب جو کچھ وہ کر رہے ہیں' وہ پریس ریلیشننگ ہے۔ بس ایک اچھا پہلو یہ ہے کہ ان کا صحافیوں سے رابطہ رہتا ہے۔"

"اور تم بھی انھی کے نقش قدم پر چلنا چاہتی ہو؟" وجے نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"جی ہاں' لیکن ان کے نقوش پا بڑے بھی ہیں اور گہرے بھی۔"

"تمہیں یقین ہے کہ تمہیں یہ جاب چاہیے؟"

"میں دو سال ایک اخبار میں کام کر چکی ہوں۔ آپ میری دستاویزات میں........."

"اوہ ہاں......... دستاویزات۔" وجے نے سامنے رکھا ہوا کاغذ اپنے قریب کیا اور اس میں درج کوائف پڑھنے لگا۔ چند لمحے بعد اس نے نظریں اٹھائیں۔ "ہاں' تمہارے پاس تجربہ ہے تمہارا ریکارڈ بھی بہت اچھا ہے لیکن اب تم انوسٹی گیشن کے میدان میں آنا چاہتی ہو۔ جانتی ہو کہ یہ کام خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔"

"میں بھی تو خطرناک رپورٹر ثابت ہو سکتی ہوں۔" پدمنی نے جلدی سے کہا۔ "میری فطرت میں استقلال بھی ہے اور مہم جوئی بھی۔"

"لڑکی صرف دیکھنے کی حد تک معصوم لگتی ہے۔" وجے نے بے حد خوش ہو کر سوچا۔ اس کا اندازہ تھا کہ یہ لڑکی اس کے اخبار کے لیے ایک اہم اثاثہ ثابت ہو سکتی ہے۔ "اسی لمحے سے تم روزنامہ سماچار کی رپورٹر ہو۔" اس نے کہا۔

"مذاق تو نہیں کر رہے آپ؟" وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا جی چاہا کہ وجے سے لپٹ جائے۔ وجے جو اس کے پاپا کا دوست تھا "میں آپ کی شکر گزار ہوں

جناب......... اور یقین کیجیے' آپ اپنے اس فیصلے پر کبھی نہیں پچھتائیں گے۔" اس کی آواز فرط مسرت سے چیختی جا رہی تھی۔

"اس بات کا مجھے پہلے سے یقین ہے۔ بس یہ خیال رکھنا کہ میں نے تم سے بہت زیادہ توقعات وابستہ کر لی ہیں' تمہیں ان پر پورا اترنا ہو گا۔" وجے اٹھ کھڑا ہوا۔ "میرا خیال ہے' اخبار کے لیے ایک اضافی انویسٹی گیٹنگ رپورٹر سودمند ثابت ہو گا' بلکہ ہو گی۔ ہمارے پاس تین انویسٹی گیٹنگ رپورٹر ہیں اور تنویر صدیقی ان میں سے بہترین ہے۔"

"میں ان کی رپورٹیں پڑھتی رہی ہوں۔ وہ واقعی بہت اچھے رپورٹر ہیں۔"

"ہاں' وہ اچھا رپورٹر ہے' بشرطیکہ نشے میں نہ ہو۔" وجے نے ہنستے ہوئے کہا "کچھ یہ بھی ہے کہ اسے اپنی ٹکر کا کوئی رپورٹر نہیں ملا ہے' جو مسابقت کے ذریعے اسے مہمیز کر سکے۔ میرا خیال ہے' تمہاری وجہ سے اسے وہ مسابقت بھی میسر آ جائے گی۔ تمہیں کل نو بجے یہاں آنا ہے۔ آتے ہی آتمارام سے مل لینا' جو ہمارا پرسنل ڈائریکٹر ہے۔ وہ تمہیں تمہاری تنخواہ کے متعلق بتا دے گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس سلسلے میں تمہیں کوئی شکایت نہیں ہو گی۔ آتمارام تمہیں ہمارے مینجنگ ایڈیٹر اجیت سے ملوائے گا۔ اجیت تمہیں بتائے گا کہ تمہاری سیٹ کہاں ہے۔ اس وقت میں میٹنگ میں شرکت کے لیے جا رہا ہوں۔ اس میٹنگ میں اجیت بھی ہو گا۔ اور سنو پدمنی! میں تم میں خصوصی دلچسپی لوں گا کیونکہ میں نے سماچار' کے پبلشر کی حیثیت سے جو پہلی تقرری کی ہے' وہ تمہاری ہے۔ کل تمہارے لیے اس کے سوا کوئی کام نہیں ہو گا کہ پورا دن تنویر کے ساتھ گزارو۔ وہ تمہیں سب سے ملوا بھی دے گا اور کام کے بارے میں پوری طرح سمجھا بھی دے گا۔"

وہ دونوں آفس سے نکل آئے۔ وجے کانفرنس روم کے دروازے پر رکا۔ "میں ایک بات جاننا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔ "تم اپنے پاس ریوالور بھی رکھتی ہو؟"

پدمنی بری طرح بوکھلا گئی "مم......... میں......... آپ کا مطلب سمجھی نہیں۔"

"میرا خیال ہے' اب تم جس فیلڈ میں قدم رکھ رہی ہو' اس میں تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی۔ اس سلسلے میں تنویر سے بات کر لینا۔"

☆-------------☆-------------☆

پدمنی کے لیے اگلی صبح کامیابی کی سنسنی اور ہیجان کا ہر احساس دفتری کارروائیوں کے بوجھ تلے دب گیا۔ پہلے تو وہ آتمارام سے الجھی رہی۔ تنخواہ اور دیگر مراعات کی جزئیات طے ہوتی رہیں۔ بارہ بجنے میں بیس منٹ تھے' جب وہ مینجنگ ایڈیٹر اجیت کے کمرے میں پہنچی۔ اجیت کی عمر ۵۰ سال سے متجاوز تھی۔ اس کی شخصیت کی خاص بات یہ تھی کہ وہ اپنی صورت سے ہمیشہ ہی پریشان نظر آتا تھا۔

اجیت نے اسے سامنے والی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ "کہیے' سارے معاملات نمٹ گئے؟" اس نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ مجھے تنویر صدیقی سے ملنے کی ہدایت کی گئی تھی۔" پدمنی نے کہا۔

"میں ابھی تنویر سے بات کرتا ہوں۔" اجیت نے فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا لیکن متعدد جگہ فون کرنے کے بعد بھی وہ تنویر صدیقی کا سراغ نہ لگا سکا۔ پھر اس نے وال کلاک پر نظر ڈالی اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ "بارہ بج چکے ہیں۔ وہ یقیناً چلا گیا ہوگا۔ اب تین بجے سے پہلے اس کی واپسی نہیں ہوگی۔"

"تو ان دنوں ان کے سپرد کوئی کام نہیں ہے؟"

"نہیں۔ ویسے تنویر عجیب آدمی ہے۔ جب کام کرتا ہے تو بے حد محنت سے۔ نہیں کرتا تو سرے سے کام ہی نہیں کرتا۔"

"بہرطور...... تنویر صاحب کی واپسی تک آپ مجھے کوئی کام سونپنا چاہتے ہیں؟"

"یہ لنچ کا وقت ہے' پہلے لنچ کر لو۔ اس کے بعد میرا خیال ہے کہ دہلی دیکھ ڈالو۔ ایک رپورٹر کے لیے اس بات کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔"

"ٹھیک ہے اجیت صاحب' شکریہ۔" پدمنی نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ "میں تین بجے تک واپس آجاؤں گی اور ہاں میں بیٹھوں گی کہاں؟"

"ابھی بتاتا ہوں۔" اجیت نے کہا اور اس کے ساتھ ہی دفتر سے نکل آیا۔ وہاں سے وہ اسے نیوزروم میں لے آیا۔ اس نیوزروم کو دیکھ کر کسی بہت بڑے ائرپورٹ کے رن وے کا خیال آتا تھا۔ وہاں میزیں ہی میزیں تھیں' جن میں سے آدھی پر اس وقت لوگ مصروف کار تھے۔

"اف' اتنی میزیں!" پدمنی نے ہیجانی لہجے میں کہا۔ "میں نے اس سے پہلے کبھی

ایک جگہ اتنی میزیں کبھی نہیں دیکھیں۔"

"صرف دو سو میزیں ہیں۔" اجیت نے منکسرانہ انداز میں کہا پھر اس نے ایک سمت اشارہ کیا۔ "وہ بائیں جانب والی قطار دیکھو۔ اس میں دسویں میز۔ تم اسے ہزاروں میں بھی ڈھونڈ لو گی۔ وہ واحد میز ہے جس پر کوئی کباڑا نہیں۔ وہ تمہاری میز ہے۔ بس اب تم لنچ کے لیے نکل جاؤ۔"

پدمنی کو محسوس ہوا جیسے وہ برسوں سے سماچار سے متعلق ہے اور اس نیوزروم میں بیٹھی رہی ہے۔ وہ عجیب سا احساس تھا۔ وہ اپنا بیگ ہلاتی ہوئی اپنی میز کی طرف بڑھ گئی۔ وہاں کام کرنے والے اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔ وہ سب اس کے ساتھی تھے۔ کچھ نے اسے مسکراہٹ سے نوازا' اور کچھ اسے متجسس نگاہوں سے دیکھتے رہے۔ وہ جواباً مسکراتی ہوئی' آگے بڑھتی رہی۔ اپنی میز کے پاس پہنچ کر وہ رکی اور اس نے میز کا بغور جائزہ لیا۔ وہ براؤن رنگ کی اسٹیل کی میز تھی۔ ایک جانب ٹیلی فون انسٹرومنٹ رکھا تھا۔ انسٹرومنٹ کے نیچے ٹیلی فون ڈائریکٹری تھی۔ دوسری طرف لکڑی کی دو ٹرے تھیں۔ ایک پر ان اور دوسری پر آؤٹ کا کاغذی لیبل لگا ہوا تھا۔

اس کے وجود میں طمانیت سی تیر گئی۔ اسے اپنا مقام مل گیا تھا۔ اب ایک ہی اہم کام باقی رہ گیا تھا' تنویر صدیقی سے ملنا جس کے متعلق وہ بہت کچھ سن چکی تھی۔ یہ سوچ کر وہ اور زیادہ مطمئن ہوگئی کہ تین بجے یہ کام بھی ہوجائے گا' وہ پلٹی' اور نیوزروم سے نکل آئی۔ پہلا کام لنچ تھا۔ بھوک کے شدید احساس نے اس کے قدم تیز کر دیے۔

☆------------☆------------☆

وہ ڈھائی بجے واپس آگئی' یہ سوچ کر کہ شاید تنویر صدیقی جلدی واپس آگیا ہو لیکن وہ واپس نہیں آیا تھا۔ وہ اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ لنچ سے واپس آتے ہوئے اس نے اس روز کا سماچار' خرید لیا تھا۔ وہ اس کے مطالعے میں مستغرق ہوگئی۔ اخبار کے مطابق شہر میں قتل کی وارداتیں کثرت سے ہو رہی تھیں۔

وہ خبروں میں بری طرح الجھی ہوئی تھی کہ کسی کے ہاتھ کے لمس نے اسے چونکا دیا۔ کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ اس نے پلٹ کر' سر اٹھا کر دیکھا۔

"میں...... تنویر صدیقی آپ کی خدمت میں' آپ کی خدمت کے لیے حاضر

ہوں۔" اجنبی شخص نے اس کے کندھے سے اپنا ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔

پدمنی جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ کچھ حیران تھی۔ اسے نہ تو یہ توقع تھی کہ تنویر صدیقی جوان العمر ہوگا اور نہ یہ امید تھی کہ وہ خوبرو ہوگا حالانکہ یہ اس کی حماقت تھی۔ تنویر کی عمر ۳۰ یا ۳۲ سے زیادہ نہیں ہوگی۔ دیکھنے میں وہ اور کم عمر لگتا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ ابھی ابھی کالج سے فارغ التحصیل ہو کر آیا ہے۔ اس کا قد کم از کم چھ فٹ اور بدن کسرتی تھا۔ چہرے پر عجیب سی معصومیت تھی اور آنکھوں میں چھائی ہوئی دھند اور سرخ ڈورے اس کی مے نوشی کی چغلی کھاتے تھے۔ وہ جینز اور چیک کی شرٹ پہنے ہوئے تھا۔

"میں......... میں......... میرا نام پدمنی ٹھاکر ہے۔" پدمنی نے سنبھل کر کہا۔

"اوہ......... مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا۔" تنویر نے شگفتہ لہجے میں کہا۔ اس کی آواز میں کرختگی اور شیرینی کا عجیب امتزاج تھا۔ "اور آپ کے پاس ریوالور بھی نہیں ہے۔"

"جی!" پدمنی اور گڑبڑائی۔

"لیکن ریوالور آپ صرف اسی صورت میں رکھ سکتی ہیں جب آپ کو آوارہ کتوں کو شوٹ کرنے کا شوق ہو۔" اس کا لہجہ اب بھی شگفتہ تھا۔ "اس پیشے میں لوگوں کو شوٹ کرنے کا موقع تو نہیں ملتا۔"

اب پدمنی کو وجے کمار سے اپنی گفتگو یاد آئی۔ ریوالور کی گفتگو اسی گفتگو کے حوالے سے ہو رہی تھی۔

"مجھے پتا چلا ہے کہ آپ سماچار کی نئی انویسٹی گیٹنگ رپورٹر ہیں۔ اس فیلڈ میں آپ کو ریوالور کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ہم لوگ جو ہتھیار استعمال کرتے ہیں، وہ ہے ٹیلی فون۔"

"میری آواز خاصی خوب صورت ہے۔ اس سے مجھے اس فیلڈ میں کوئی فائدہ پہنچے گا مسٹر صدیقی؟" پدمنی نے پوچھا۔ اب وہ پوری طرح سنبھل چکی تھی۔

"ہاں، جس سے بھی بات کریں گی، وہ کمبل ہو جائے گا، ممکن ہے، اس کے نتیجے میں شادی ہو جائے۔" تنویر صدیقی نے سنجیدگی سے کہا۔ "فی الحال میرے ذمے پہلا کام،

آپ کو یہاں کے ماحول سے روشناس کرانا ہے چنانچہ میں آپ کو بتادوں، میرا نام تنویر ہے......... یہاں کے لوگوں کے لیے صرف تنویر۔"

"ٹھیک ہے، صرف تنویر۔" پدمنی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ویسے پورا نام لینا بھی تکلف کی علامت ہے۔ کیوں نہ میں تمہیں "صرف" کہہ کر پکاروں۔"

تنویر نے زوردار قہقہہ لگایا۔ "زندہ دل بھی ہو اور تیز بھی۔ میرا خیال ہے، ہماری خوب نبھے گی۔"

نہ جانے کیوں پدمنی کے رخسار تمتما اٹھے حالانکہ وہ جانتی تھی کہ نبھے گی سے مراد، وہ نبھے گی نہیں، جو سمجھ کر اس کا چہرہ تمتما اٹھا تھا۔

"اب تم مجھ سے واقف ہوگئی ہو۔" تنویر نے بے تکلفی سے کہا۔ "آج ہمارے پاس دو گھنٹے ہیں۔ میرا خیال ہے، میں تمہیں یہاں کام کرنے والوں سے اور اس جگہ سے متعارف کرادوں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ لیڈیز ٹائلٹ کس طرف ہے اور بہت زیادہ نشے کے عالم میں، دوسروں کی نظر میں آئے بغیر اپنی سیٹ تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے۔"

"بہت خوب۔"

"اور تمہارے لیے بہتر ہوگا کہ مجھ سے ذرا ہٹ کر چلو۔ میں سخت بدبودار آدمی ہوں۔" اس کے لہجے میں شرمندگی کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ "میں لوگوں سے کھل کر ملنا پسند کرتا ہوں، چنانچہ یہ بتا دینا بہت ضروری ہے کہ میں شراب پیتا ہوں بلکہ بہت زیادہ پیتا ہوں۔"

پدمنی کو وہ صاف گو شخص اچھا لگا۔ "لیکن آپ کے انداز........." اس نے کہنا چاہا۔

"یہ آپ واپ کا تکلف میرے لیے ناقابل برداشت ہے۔ یوں تو ہماری چند منٹ بھی نہیں نبھے گی۔" تنویر نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ٹھیک ہے، آئندہ خیال رکھوں گی۔" پدمنی نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ہاں، تو تم کچھ کہہ رہی تھیں؟"

"میں یہ کہہ رہی تھی کہ تمہارے انداز سے پتا چلتا ہے کہ تمہیں اپنی مے نوشی خود بھی پسند نہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ اس سلسلے میں تم خود سے شاکی ہو پھر اسے چھوڑ کیوں

نہیں دیتے۔"

"بہت درست اندازہ ہے اور بہت اچھا سوال ہے۔ جواب یہ ہے کہ مجھے ا سلسلے میں خود سے شکایت ہے لیکن یہ شکایت دور کرنا میرے بس میں نہیں۔"

پدمنی نے مزید بڑھنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ وہ پہلا دن تھا۔ "اس وقت تمہار کیفیت کیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"نشے میں ہوں لیکن تمہاری سردنگاہوں نے مجھے سوبر کر دیا ہے۔ چلو، م تمہیں اس نیوزروم سے متعارف کرادوں، جہاں بھارت کے دارالحکومت کی نبضیں دھڑکتی ہیں۔ تیار ہو؟"

"ہاں تنویر، میں تیار ہوں۔"

اس نے بڑی بے تکلفی سے پدمنی کا ہاتھ تھام لیا۔ پدمنی کی دھڑکنیں بے ر سی ہوگئیں۔ اس نے غور سے تنویر کے چہرے کو دیکھا لیکن وہاں کوئی تاثر نہیں تھا۔ اس کا ہاتھ تھامے آگے بڑھتا رہا اور مختلف میزوں پر رک کر اسے وہاں کام کرنے وا تمام لوگوں سے متعارف کراتا رہا۔ وہاں سب ایڈیٹرز بھی تھے اور رپورٹرز بھی۔ ان بیشتر مرد تھے۔ تعارف کے مرحلے کے بعد وہ اسے کام کی نوعیت، طریقے اور تنظیم بارے میں بتاتا رہا۔ وہ سب کچھ ڈیلی نیوز جیسا ہی تھا، بس یہاں پھیلاؤ زیادہ تھا۔

پھر وہ اسے وائرلیس روم میں لے گیا، جہاں ۲۵ ٹیلی پرنٹر مشینیں دنیا بھر کی خبر سے دھڑک رہی تھیں۔ پہلی بار پدمنی کو سماچار کے پھیلاؤ کا صحیح اندازہ ہوا۔ سماچار نمائندے دنیا کے ہر بڑے شہر میں موجود تھے۔ اخباری ایجنسیوں کے ذرائع اس کے علا تھے۔ لیکن سماچار درحقیقت اپنے نمائندوں پر زیادہ انحصار کرتا تھا۔

پدمنی سحرزدہ سی مشینوں کو کاغذ اگلتے دیکھتی رہی۔ "اندازاً یہاں روزانہ الفاظ نازل ہوتے ہوں گے؟" اس نے تنویر سے پوچھا۔

"تمہارا مطلب ہے، صرف ٹیلی پرنٹر کے ذریعے یا مقامی رپورٹرز کی کارکردگ کر؟"

"صرف ٹیلی پرنٹر کے ذریعے۔"

"اوسطاً دس لاکھ الفاظ یومیہ موصول ہوتے ہیں۔ سب ملا کر اٹھارہ لاکھ سمجھ

اور ہم ان میں سے اوسطاً سوا لاکھ الفاظ یومیہ چھاپتے ہیں۔"

"سخت مقابلہ ہوتا ہے، گویا سولہ لاکھ الفاظ مسترد ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں میرے لیے اپنی جگہ بنانا بے حد مشکل کام ہوگا۔" پدمنی کے لہجے میں قدرے مایوسی تھی۔

"بات لفظوں کی تعداد کی نہیں ہے۔ مواد کی اہمیت کی ہے۔ اگر تم اچھی انویسٹی گیٹنگ رپورٹر ثابت ہوئیں تو تمہارے الفاظ چھپیں گے، بہت چھپیں گے۔ اس کی تو فکر ہی نہ کرو۔" تنویر نے اسے دلاسا دیا۔

اس کے بعد دفاتر کی باری آئی۔ تنویر بڑی خوش اسلوبی سے گائیڈ کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ اس نے پدمنی کو خبروں کا قبرستان دکھایا، جہاں تراشوں کا انبار لگا ہوا تھا۔ وہ اسے ریفرنس لائبریری میں لے گیا، جہاں ہزاروں کتابیں تھیں، سماچار کا پریس بھی اسی بلڈنگ میں تھا۔ پدمنی نے پریس بھی دیکھا۔ وہاں پرنٹنگ کی جدید ترین سہولتیں موجود تھیں۔

کمپوزنگ روم سے نکلنے کے بعد تنویر نے پدمنی کو بغور دیکھا اور بولا۔ "چھ بج چکے ہیں، تم تھک گئی ہوگی، بہتر ہے، اب میں تمہارا پیچھا چھوڑ دوں۔ ویسے مجھے بھی کسی سے ملنا ہے۔"

"سماچار سے اس بھرپور تعارف کا شکریہ تنویر۔"

تنویر نے پیکٹ سے سگریٹ نکال کر سلگایا اور ہچکچاتے ہوئے بولا "تمہاری کیا مصروفیات ہیں آج؟"

"میں کچھ شاپنگ کروں گی، پھر گھر جاؤں گی۔"

"اگر مناسب سمجھو تو رات کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ۔" وہ اب بھی ہچکچا رہا تھا۔

"میرے نزدیک تو یہ بات......." پدمنی نے اس کے چہرے پر نظریں جما کر کہا۔

اس نے جملہ نامکمل چھوڑ دیا تاکہ تنویر کا ردعمل دیکھ سکے۔ وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب رہی۔ تنویر کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے ایک سایہ سا لہرا گیا لیکن اس نے بڑی تیزی سے خود کو سنبھال لیا...... "نامناسب نہیں ہے۔" پدمنی نے جملہ پورا کیا۔ "کہاں چلو گے؟"

"اس کی فکر نہ کرو۔ وہ ریسٹورنٹ تمہیں پسند آئے گا کیونکہ میرا پینے کا ارادہ

ہے۔ اس لیے مناسب ہوگا کہ یہ دعوت دفتری کھاتے میں ڈال دی جائے۔ تم ساڑھے آٹھ بجے پلازہ ہوٹل پہنچ جانا اور ہاں' اپنی نوٹ بک نہ لے آنا رپورٹرز کی طرح......"

☆------------☆------------☆

اس رات پدمنی کو پتا چل گیا کہ تنویر کسی ریسٹورنٹ میں کسی لڑکی کا ہاتھ کبھ نہیں تھام سکتا۔ اس کی سادہ سی وجہ یہ تھی کہ جب تک وہ ریسٹورنٹ میں رہا' اس کے دونوں ہاتھ مصروف رہے۔ سیدھے ہاتھ میں جام مستقلاً موجود رہا اور الٹے ہاتھ میں سگریٹ۔ جام اس وقت رکھا جاتا تھا' جب سگریٹ سے سگریٹ سلگانے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ بھی ایک بات معلوم ہوئی۔ تنویر کے مزاج میں حاکمیت بھی تھی۔ اس کا اندازہ پدمنی کو اس وقت ہوا' جب تنویر نے اس سے کچھ پوچھے بغیر مینو کھولا اور ویٹر کو کھانے کا آرڈر نوٹ کرادیا۔ پدمنی کو یہ بات بری نہیں بلکہ اچھی لگی لیکن جب تنویر نے اپنے لیے چوتھا جام طلب کیا تو وہ پریشان ہوگئی۔

وہ کچھ نروس تھی لیکن اس پرکشش اجنبی کی قربت بہت اچھی لگ رہی تھی۔ اسے احساس تھا کہ تنویر زندگی کی تلخیوں سے لبالب بھرا ہوا ہے۔ دوسری طرف یہ سو کر اس کے اعصاب کشیدہ ہو رہے تھے کہ وہ اس سے یقیناً کوئی غلط توقع رکھے گا۔ ا توقع' جو وہ پوری نہیں کرسکے گی' چاہنے کے باوجود بلکہ وہ یقین سے نہیں کہہ سکتی تھی تنویر کی کسی قسم کی پیش قدمی پر اس کا ردعمل کیا ہوگا۔ لیکن اس کی نوبت ہی نہیں آ تنویر نے تو اس کے قریب بیٹھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ پدمنی کو احساس تھا کہ اسے ا بات سے مایوسی ہوئی ہے۔ دیر تک وہ اپنی اس مایوسی پر دل ہی دل میں شرمندہ ہ رہی۔ لیکن دل کو اس شرمندگی سے کیا غرض' وہ تو صرف خواہش کرنا چاہتا ہے۔

شاید یہی وجہ تھی کہ وہ معمول سے زیادہ بول رہی تھی۔ وہ اسے اپنے متع ادھر ادھر کی غیر اہم باتیں بتاتی رہی پھر سیاست اور معیشت پر بولتی رہی۔ تنویر نے خو صرف سامع کی حد تک رکھا۔ وہ اس کی باتیں بڑی توجہ سے سنتا رہا' اور پیتا رہا' شرا بھی اور سگریٹ بھی لیکن اس نے اسے موضوع گفتگو بنانے کی کوشش بالکل نہیں کی پدمنی نے اسے اپنے باپ کے متعلق بتایا۔

''اوہ' تو تم اپنے والد جیسی بننا چاہتی ہو۔ اسی لیے جرنلزم میں آئی ہو؟''

نے کہا۔

''ہاں' اور اس میں حرج بھی کیا ہے؟''

''حرج تو ہے۔'' تنویر نے جلدی سے کہا۔ ''یہ فیلڈ بے حد تکلیف دہ ہے' کم از کم خوبصورت اور نازک اندام خواتین کے لیے۔ اس میں انسان کو انسان کی نہیں بلکہ ایک چٹپٹی خبر کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے اور اہمیت دی جاتی ہے۔ اس میں انسانی محسوسات کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ تم اس جنگل میں کہاں نکل آئیں۔''

اس بات پر پدمنی کو غصہ تو بہت آیا لیکن اس نے خود پر قابو رکھا۔ اس نے گفتگو کا رخ بدل دیا مگر تنویر گھما پھرا کر وہی موضوع نکال لاتا۔ بالآخر پدمنی بھی اس موضوع پر گفتگو کرنے پر مجبور ہوگئی۔ اس نے بتایا کہ اسے صحافی شروع ہی سے اچھے لگتے تھے اور اب خود صحافی ہے تو اسے رپورٹنگ کرنا بے حد رومینٹک معلوم ہوتا ہے۔ وہ اسے جرنلزم کی تعلیم کے متعلق بتاتی رہی۔

''تم نے کبھی کسی سے محبت بھی کی؟''

''اس کا تم سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے' ویسے میں نے محبت کی ہے۔''

''کسی صحافی سے؟''

''نہیں لیکن......''

''بس' تب تو تم محفوظ ہو۔'' اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

''کیا مطلب۔ تمہارے خیال میں کسی لڑکی کو صحافی سے محبت کا رشتہ قائم نہیں کرنا چاہیے؟''

''ہرگز نہیں......بھولے سے بھی نہیں۔''

''اس کی کوئی معقول وجہ؟''

''اداکاروں اور ڈاکٹروں کی طرح صحافی بھی بہت مصروف رہتے ہیں۔ خود میں اس طرح مگن رہتے ہیں کہ انہیں کسی اور کے لیے وقت ہی نہیں ملتا۔ ان کے بارے میں کسی نے کہا ہے کہ صحافیوں کے رومان عموماً یک طرفہ ہوتے ہیں......یک طرفہ یوں کہ خود انہیں اس کا علم نہیں ہو پاتا۔''

پدمنی کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔ وہ دیر تک ہنستی رہی۔ پھر وہ سوچنے لگی کہ کسی صحافی سے، اور خصوصاً ایسے صحافی سے، جس کے ساتھ اس کی ذہنی ہم آہنگی بھی ہو، عشق ہو جائے تو کیسا رہے گا........ مثلاً........ مثلاً........ فوراً ہی اسے تنویر کا خیال آگیا۔ محبت اس کے لیے کوئی نئی چیز نہیں تھی۔ وہ یہ چوٹ کھائے ہوئے تھی۔ لیکن محبت کی خوبی یہی ہے کہ آدمی اس کے مآل کی پروا نہیں کرتا اور نتیجتاً محبت پر اس کا یقین بھی کم نہیں ہوتا۔ پچھلے تجربے کے پیش نظر وہ کہہ سکتی تھی کہ تنویر کا تجزیہ غلط ہے۔ کسی صحافی سے محبت کرنا اتنا ناخوشگوار نہیں ہو سکتا، جتنی کہ اس کی ایک وکیل سے محبت ثابت ہوئی ہے۔

وہ دیکھتی رہی تھی کہ تنویر نے کھانے میں ذرا بھی دلچسپی نہیں لی تھی۔ بس وہ جام پر جام خالی کرتا رہا تھا۔

"تم نے ایک ذاتی سوال کیا اور میں نے اس کا جواب دیا۔" پدمنی نے کہا۔ "اب میری باری ہے۔ میں بھی وہی سوال کروں گی۔ میں تمہاری لو لائف کے متعلق جاننا چاہتی ہوں۔"

"میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گا۔" تنویر نے کسی سیاستداں کے سے انداز میں منہ پھلا کر کہا۔

"یہ تو زیادتی ہے۔" پدمنی نے احتجاج کیا۔

"میری کوئی لو لائف نہیں ہے۔" تنویر جھنجلا کر بولا۔ "لیکن میری زندگی میں متعدد عورتیں آچکی ہیں۔ جہاں تک میرے اذیت ناک ماضی کا تعلق ہے، میں اسے کریدنا پسند نہیں کروں گا۔"

"میں کچھ نہیں پوچھوں گی۔" پدمنی نے جلدی سے کہا۔ "میں نہیں چاہتی کہ تمہیں کچھ تکلیف ہو۔"

"بہت بہت شکریہ۔" تنویر نے اپنا جام اٹھاتے ہوئے کہا۔

پدمنی کن انکھیوں سے اسے دیکھتی رہی "اگر تم صحافت کو اتنا ہی ناپسند کرتے ہو تو تم صحافی کیوں بنے؟" اس نے پوچھا۔

"کتنا عجیب سوال ہے، اگر میں کسی طوائف سے پوچھوں کہ تم طوائف کیوں بنیں، تو اس کا کیا ردعمل ہوگا۔" تنویر نے بھنا کر کہا۔

"یہ تو کوئی جواب نہ ہوا۔"

"تم نے جو پوچھا ہے میں اسے سوال ہی تسلیم نہیں کرتا۔"

"میرا مطلب ہے، تم کو ناپسندیدگی کے باوجود کون سی چیز صحافت میں لے آئی؟"

"ہاں، یہ ہوا نا سوال۔" اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "بات یہ ہے کہ مجھ میں لکھنے کی صلاحیت تھی۔ میں بہت بڑا رائٹر بننا چاہتا تھا۔ لیکن کالج والوں نے مجھے اسکالرشپ کے ساتھ جرنلزم میں داخلہ دے دیا۔ میں نے اسکالرشپ کے لالچ میں قبول کرلیا۔ بس وہیں سے میرے زوال کا آغاز ہوا۔"

"یہ زوال ہے تمہارے خیال میں؟"

"تو اور کیا........ میں بہت بڑا رائٹر بننے سے رہ گیا۔"

"چچ، چچ........ یہ تو قومی نقصان ہے لیکن تم بڑے رائٹر اب بھی بن سکتے ہو، جرنلزم تمہارے راستے کی رکاوٹ تو نہیں ہے۔"

"رکاوٹ تو نہیں ہے لیکن لکھنے کے لیے وقت بالکل نہیں دیتا۔ میرا مطلب ہے، کہانیاں لکھنے کے لیے۔ ویسے صحافت میں معاوضہ اچھا ملتا ہے۔"

"تو پھر صحافت سے بے زاری کیسی؟"

"میں ناول لکھنا چاہتا ہوں........ کوئی کتاب لکھنا چاہتا ہوں۔"

"تو لکھ لو۔"

"میں نے لکھی تھی ایک کتاب۔"

"اوہ۔" پدمنی کے لہجے میں حیرت تھی۔ "اور وہ کتاب چھپی بھی؟"

"ہاں۔ اس کتاب کا موضوع، جنگ آزادی تھا، جھانسی کی رانی کے حوالے سے۔"

"کتاب کا نام کیا تھا؟"

"چھوڑو نام کو۔ نام میں کیا رکھا ہے۔"

"نہیں۔ میں وہ کتاب پڑھنا چاہتی ہوں۔"

"ملے گی ہی نہیں۔ پہلے اور آخری ایڈیشن کی صرف ۳۴۴ کاپیاں فروخت ہوئی تھیں۔ بہرحال کتاب کا نام بھی سن لو۔ نام تھا، "گھر ہونے تک۔""

“تم نے دوسری کتاب کیوں نہیں لکھی؟”

“اتنی زبردست قدرافزائی کے بعد یہ مجال ہی نہیں ہوسکی۔”

“میں نہیں مانتی۔” پدمنی نے شدت سے سرہلاتے ہوئے کہا۔ “اگر مجھے کتاب لکھنے کا شوق ہوتا تو میں تو ہرگز باز نہ رہتی۔”

“تم ایسا کرسکتی ہو۔” تنویر کے لہجے میں تلخی تھی “تم رومان پسند ہو‘ تمہارے نزدیک تو اخبار کی ملازمت بھی رومان ہے۔ تمہارے خیال میں تو ہر قدم پر خبریں دھڑک رہی ہیں‘ ایسی خبریں‘ جو شائع ہو جائیں تو ساری دنیا میں زلزلے کی سی کیفیت پیدا ہو جائے۔ بس تمہیں اتنا کرنا ہے کہ ہاتھ بڑھایا اور خبر پکڑلی۔ یہی خیال ہے نا تمہارا؟”

“ہاں......... میں اس بات پر یقین رکھتی ہوں اور میں سمجھتی ہوں کہ اخبار کی جاب سے بڑھ کر کوئی کام میری رومان پسندی کی تشفی نہیں کرسکتا۔”

“جلد ہی تمہارا یہ غلط تصور درست ہو جائے گا۔” تنویر زہریلے انداز میں ہنسا۔ “شاید کسی زمانے میں صحافتی زندگی رومانوی ہوا کرتی تھی‘ اب ایسا نہیں ہے۔ اب اخبار کیا چیز ہے......... ایسی چیز‘ اس وقت پڑھی جاتی ہے‘ جب ٹی وی پر کوئی اچھا پروگرام نہ آرہا ہو۔ اب اس میں نہ کوئی دلچسپی ہے‘ نہ اس کا کوئی مستقبل ہے۔ میری بات مانو اور خود کو بہت بڑی مایوسی سے بچالو۔”

“میرے خیال میں تم بہت قنوطی آدمی ہو۔”

“کاش‘ ایسا ہی ہو۔” تنویر نے کہا اور ویٹر کو ایک اور جام لانے کا اشارہ کیا۔ پھر وہ پدمنی کی طرف پلٹا تو اسے پدمنی کی سخت نگاہیں وجود میں اترتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

“تنویر......... تم اتنی زیادہ کیوں پیتے ہو؟”

وہ بڑی عیاری سے مسکرایا۔ “مجھے تو معلوم نہیں‘ تم تحقیقاتی رپورٹر ہو۔ تحقیق کرو اس پر۔”

☆-----------☆-----------☆

اگلی صبح پدمنی اپنی سیٹ پر بیٹھی تنویر کے بارے میں غور کررہی تھی کہ نیوزروم کے لاؤڈاسپیکر پر اس کا نام پکارا گیا۔ یہ مینجنگ ایڈیٹر کے کمرے میں اس کا بلاوا تھا۔ اس نے نوٹ پیڈ اور بال پوائنٹ سنبھالا اور اجیت کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اجیت ایک

ر میں رکھے ہوئے کاغذات دیکھ رہا تھا۔ اس نے پدمنی کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

“تمہارا پہلا اسائنمنٹ۔” اجیت نے کہا۔

“میں تیار ہوں۔” پدمنی نے نوٹ پیڈ لہراتے ہوئے کہا۔ وہ متجسس تھی کہ اسے ا کام کون سا ملے گا۔

“وجے صاحب نے ابھی حال ہی میں چارج سنبھالا ہے۔ اس لیے ابھی تک کوئی ہی واضح نہیں ہوسکی ہے۔” اجیت نے فولڈر پر سے نظریں اٹھاتے ہوئے کہا “تاہم یں فرصت کی بوریت سے بچانا بھی ضروری ہے۔ تمہیں ایک ایسے فیچر پر کام کرنا ہے‘ ہم فوری طور پر چھاپنا چاہتے ہیں۔ تم نے کبھی کچھمن کا نام سنا ہے؟”

“ہر شخص نے سنا ہے۔ وہی نا‘ جس نے سات بچوں کو قتل کیا تھا؟”

“دو دن بعد اسے پھانسی دی جانے والی ہے۔” اجیت نے کہا۔ “اس کا جرم ایت سنگین اور سفاکانہ تھا چنانچہ اس کا نام لوگوں کے ذہنوں پر نقش ہوگیا ہے‘ لوگ یقیناً ں بات میں دلچسپی لیں گے کہ وہ اپنی زندگی کا آخری دن کیسے گزارتا ہے۔ میں اس سلسلے ں ایک زوردار فیچر چاہتا ہوں۔ فرض کرلو کہ سزائے موت کی کوٹھری میں اس کی جگہ تم ۔ تمہیں معلوم ہے کہ کچھ گھنٹوں کے بعد تمہاری زندگی کا چراغ بجھا دیا جائے گا‘ اب تم ا آخری کچھ گھنٹے کیسے گزاروگی......... کیا سوچوگی......... تمہارے محسوسات کیا ہوں گے‘ جھ رہی ہو نا؟”

“سمجھ رہی ہوں۔” پدمنی نے آہستہ سے کہا۔

“سوال یہ ہے کہ کچھمن جیسا درندہ صفت آدمی موت سے ڈرے گا یا نہیں۔ ں کا جواب کسی کو معلوم نہیں۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ کچھمن نے کسی بھی اخباری نمائندے سے ملنے سے صاف انکار کردیا ہے چنانچہ کچھمن کی کیفیات اواسطہ جاننے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ لیکن ہم نے اسے بالواسطہ سمجھنے کا بندوبست کرلیا ہے۔”

“میں سمجھی نہیں۔”

“سمجھ جاؤ گی۔” اجیت نے کہا۔ “ہم نے اہم معلومات حاصل کرنے کے لیے ندگی کے ہر شعبے سے تنخواہ دار نمائندے رکھے ہیں۔ ان میں سرکاری محکموں سے تعلق

رکھنے والے لوگ بھی ہیں۔ پولیس میں بھی ہمارے ذرائع ہیں اور مجرموں سے
رہنے والے مجرم بھی۔"

پدمنی کو اس بات پر کوئی حیرت نہیں ہوئی لیکن اجیت اظہار حیرت کی
تھا۔ چنانچہ وہ حیرت سے بولی "اچھا! لیکن مجرم اپنے دوستوں کی مخبری کرکے خود
میں کیوں کرڈال سکتے ہیں؟"

"یہ بات درست ہے لیکن ایسے لوگوں کا ہاتھ عموماً تنگ رہتا ہے۔
زیادہ اہم اطلاعات فراہم نہیں کرتے۔ چھوٹی چھوٹی باتیں بتاتے ہیں' اپنے تحفظ
رکھتے ہوئے۔ خیر...... مجرموں کی دنیا میں ہمارا ایک نمائندہ ہے۔ رگھبیر سنگھ'
یہ نام؟"

"نہیں۔"

"یقیناً نہیں سنا ہوگا بلکہ اہمیت نہیں دی ہوگی اسے۔" اجیت نے
ہوئے کہا۔ "جس وقت وہ خبروں میں آیا' تم بمبئی میں تھیں۔ ویسے بھی وہ چھوٹے
جرائم کرتا ہے۔ قاتل نہیں ہے' البتہ چوریاں کرتا ہے۔ دو سال پہلے ایک
واردات کے دوران میں ڈاکوؤں نے دو پولیس والوں کو شوٹ کر دیا۔ تم جانتی
پولیس والے اپنے ساتھیوں کے قتل کے سلسلے میں بہت حساس ہوتے ہیں۔
سرگرمیاں تیز ہوگئیں۔ شہر کے ہر مشتبہ شخص کو حراست میں لے لیا گیا۔ ان میں
رگھبیر سنگھ بھی تھا۔ شناختی پریڈ کے دوران میں تین عینی شاہدوں نے رگھبیر کی طرف
کردیا۔ رگھبیر شور مچاتا رہا...... اپنی بے گناہی کا اعلان کرتا رہا لیکن اس کی کون سنتا
مجرم اپنے جرم سے انکار کرتا ہے۔ مجرم کی تو تعریف ہی یہی ہے۔ بہرحال' مقدمہ
رگھبیر کو پھانسی کی سزا سنادی گئی۔ وہ مسلسل اپنی بے گناہی پر اصرار کرتا رہا۔ اس
اپیلیں کیں لیکن ہر اپیل مسترد کر دی گئی۔ اس نے اخبارات کو خطوط بھی لکھے۔ ان
خطوط نے ہمیں بہت متاثر کیا۔ ہم نے اس کی اپیل کے لیے اپنا وکیل مقرر کیا۔ اس
معاملہ کچھ دنوں کے لیے التوا میں تو پڑ گیا لیکن اس کی سزا برقرار رہی بالآخر سزائے
کی تاریخ مقرر کردی گئی۔ اسے موت کی کوٹھری میں پہنچا دیا گیا لیکن سزائے موت
درآمد سے پہلے ایک شخص قتل کرنے کے بعد رنگے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ وہ تقریباً

کل تھا۔ ہم نے یہ نکتہ اٹھایا۔ پھر اس شخص نے ڈکیتی اور پولیس والوں کے قتل کا
ف کرلیا۔ یوں رگھبیر کی جان بچی۔ جب وہ آزاد کیا گیا تو وہ موت سے محض چند گھنٹوں
فاصلے پر تھا۔"

"اور اب وہ "سماچار" کے لیے کام کر رہا ہے؟"

"ہاں' جیل سے رہا ہونے کے بعد وہ ہمارا شکریہ ادا کرنے کے لیے آیا تھا۔ اس
علاوہ اسے رقم کی ضرورت بھی تھی۔ اس نے یہ اعتراف کیا کہ وہ پھر اپنے پرانے
ے سے لگ جائے گا اور اس کا مجرموں کی دنیا سے تعلق برقرار رہے گا۔ لیکن اس کا
زہ تھا کہ اس کا ہاتھ ہمیشہ تنگ رہے گا۔ اسی نے ہمارے لیے مخبری کرنے کی پیش کش
ہم لوگ سوچ میں پڑ گئے لیکن شنکر کا کہنا تھا کہ وہ بہت تیز و طرار آدمی ہے اور اس
کے لیے بے حد مناسب رہے گا۔ چنانچہ ہم نے اسے رکھ لیا لیکن مخبری کے معاملے
وہ بہت محتاط رہتا ہے۔ اس لیے اب تک ہمیں اس سے کوئی بڑا فائدہ نہیں پہنچا ہے۔
وہ اب بھی ہمارے ساتھ ہے۔"

"تو کچھمن سے اس کا کیا تعلق ہے؟" پدمنی نے پوچھا۔

"رگھبیر' کچھمن کو جانتا ہے۔ وہ دونوں ایک ہی جیل میں رہے ہیں۔ کچھمن اس
۔ اسی کوٹھری میں ہے جس میں کچھ عرصہ پہلے رگھبیر رہا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ رگھبیر
بے گناہی عین موقع پر ثابت ہوگئی تھی اور وہ اس کوٹھری سے تختہ دار تک نہیں پہنچایا
۔ جبکہ کچھمن کا سفر تختہ دار ہی پر ختم ہوگا۔"

"میں سمجھ گئی۔" پدمنی نے تیزی سے کہا۔ "ہم کچھمن سے انٹرویو نہیں کرسکتے
کچھمن پر جو گزری ہوگی' اس سے کسی حد تک رگھبیر کے ذریعے واقف ہوسکتے ہیں۔
نکہ رگھبیر اس کوٹھری میں موت سے پہلے کا وقت گزار چکا ہے۔ یہ الگ بات کہ وہ
ت کی گرفت سے بچ نکلا۔"

"تم ٹھیک سمجھی ہو۔" اجیت نے اثبات میں سرہلاتے ہوئے کہا۔ "رگھبیر سے
کرکے اس کی کیفیت معلوم کرو اور رنگ آمیزی کے ساتھ کچھمن کی کیفیت تحریر
"

"میں رگھبیر سے کب مل سکوں گی؟"

"وہ کسی بھی وقت یہاں پہنچ جائے گا۔ اسے یہ علم نہیں کہ ہم اس
چاہتے ہیں۔ تم کانفرنس روم میں اس سے گفتگو کرو گی۔ یہ کچھمن کے جرم
تراشوں کی فائل ہے' اسے پڑھ ڈالو۔ پھر رگھبیر سے گفتگو کے بعد کچھمن پر فیچر لکھ
کردو۔ اختصار سے کام لینا لیکن اس طرح کہ تاثر بھرپور آئے۔ شام تک فیچر مجھے
تو اچھا رہے گا۔ گڈ لک۔"

☆------------☆------------☆

رگھبیر کی عمر ۳۵ کے لگ بھگ ہو گی۔ اپنے چہرے مہرے اور وضع قطع
کسی گینگسٹر فلم کا کردار معلوم ہو رہا تھا۔ اس کا قد پانچ فٹ' گیارہ انچ کے قریب
چست پتلون اور دھاری دار ٹی شرٹ میں ملبوس تھا۔ لانگ بوٹس کی وجہ سے
شخصیت میں ایک عجیب طرح کی جارحیت پیدا ہو گئی تھی۔

اس نے پدمنی کو بہت غور سے دیکھا اور بولا۔ "میرا نام رگھبیر سنگھ ہے
اخبار میں تم پہلی خوب صورت لڑکی ہو' جسے میں نے دیکھا ہے۔"

"اس تعریف کا شکریہ۔" پدمنی نے جلدی سے کہا۔ صحافت کے تج
اسے اپنی خوب صورتی سے فائدہ اٹھانا سکھا دیا تھا۔

"تو تم کچھمن پر فیچر لکھ رہی ہو اور اس میں یہ بتاؤ گی کہ لوگ موت کا
کس طرح کرتے ہیں۔" رگھبیر نے پدمنی کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"میں ان محسوسات کے متعلق لکھنا چاہتی ہوں جو موت کے لمس سے
موت کو بہت قریب پا کر انسان پر طاری ہوتے ہیں۔ موت کی کوٹھری میں موت
انسان پر کیا گزرتی ہے' میں وہ سب کچھ لکھنا چاہتی ہوں۔"

"تم لوگ کچھمن سے نہیں مل سکتے چنانچہ میرے تاثرات اور کیفیات
چلانا چاہتے ہو؟"

"یہی بات ہے۔"

"تمہیں معلوم ہے' کچھمن بھی اسی کوٹھری میں ہے' جس میں مجھے رکھا گیا

"مجھے معلوم ہے۔"

"لیکن میں یہ نہیں بتا سکتا کہ کچھمن کیا محسوس کر رہا ہو گا۔ میرا معاملہ

مختلف تھا' مجھے اس جرم کی پاداش میں موت کی سزا دی گئی تھی جو میں نے نہیں کیا تھا۔ میں بے قصور تھا چنانچہ میں بہت زیادہ تلخ ہو گیا تھا۔ مجھے پولیس سے......... قانون سے......... عدالتوں سے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ مجھے خود پر ترس آ رہا تھا کیونکہ میرے ساتھ بدترین ظلم ہونے والا تھا۔ کچھمن کا معاملہ مختلف ہے' وہ مجرم ہے اور اپنے جرم کا اعتراف کر چکا ہے۔"

پدمنی نے اپنی گود میں رکھی ہوئی فائل کو تھپتھپایا "میں اس کیس کے متعلق سب کچھ پڑھ چکی ہوں' مقدمے کی کارروائی بھی۔"

"کچھمن دیوانہ ہے۔ ذرا سوچو تو' وہ اس لڑکی سے محبت کرتا تھا......... کیا نام تھا اس کا؟"

"پشپا۔"

"ہاں' پشپا۔ وہ اسکول میں پڑھاتی تھی۔ وہ بھی کچھمن کو پسند کرتی تھی لیکن پھر اسے اندازہ ہو گیا کہ کچھمن کی ذہنی کیفیت مشکوک ہے چنانچہ اس نے کچھمن سے ملنا چھوڑ دیا۔ پھر کچھمن نے اسے کسی اور کے ساتھ گھومتے پھرتے دیکھ لیا۔ اگلی صبح وہ اس کے اسکول جا پہنچا۔ اس وقت کلاس میں صرف سات بچے تھے' جن کی عمریں ۸ اور ۱۰ سال کے درمیان تھیں۔ اس نے پہلے پشپا کو اور پھر ان تمام بچوں کو قتل کر دیا۔"

"یہ سب کچھ مجھے معلوم ہے۔" پدمنی نے کہا۔

رگھبیر نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ وہ بولتا رہا۔ "پھر وہ نکل کر بھاگ لیا' چند روز بعد اسے گرفتار کر لیا گیا۔ میں جیل ہی میں تھا' جب اسے جیل بھیجا گیا۔ تین چار دن بعد مجھے رہا کر دیا گیا۔ اب وہ اسی کوٹھری میں ہے' جس میں مجھے بے قصور بند کیا گیا تھا' جس کوٹھری کا دروازہ صرف موت کی سرحد پر کھلتا ہے۔ مجھے کچھمن جیسے دیوانوں سے نفرت ہے۔ وہی ہم مجرموں کا نام بدنام کرتے ہیں۔ میں اس کے سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"

"یہ بتاؤ کہ وہ کوٹھری کیسی ہے' وہاں زندگی کس طرح کی ہے' وہ اپنا وقت کیسے گزارتا ہو گا' کیسے جیتا ہو گا وہاں۔"

"وہ ایک سرد' سیلن زدہ اور تاریک کوٹھری ہے۔ وہاں زندگی پالش کی طرح

ہے۔ موت پر کی جانے والی ایسی پالش کی طرح' جو جگہ جگہ سے اکھڑ رہی ہو۔" رگھبیر کے لہجے میں خوف تھا۔ "وہاں موت کی بو رچی ہوئی ہے۔ اوپر ایک چھوٹا سا سوراخ ہے جس میں گشت پر موجود پہرے دار کسی بھی وقت دیکھ سکتا ہے کہ قیدی کیا کر رہا ہے۔ وہاں وہ سہولتیں نہیں' جو عام قیدیوں کو ملتی ہیں۔"

"کیسی سہولتیں؟" پدمنی نے پوچھا۔

"کھانا میس میں نہیں بلکہ اسی کوٹھری میں ملتا ہے۔ سگریٹ مل سکتی ہے' ماچس نہیں۔ پہرے دار سگریٹ سلگا دیتا ہے۔ جوتے' تسموں سے محروم ہوتے ہیں۔ شیو کی سہولت بھی نہیں ہوتی۔"

"پہرے داروں نے کبھی تمہیں کوٹھری سے نکلنے کی اجازت دی؟"

"دن میں ایک بار ایک گھنٹے کے لیے چہل قدمی کی اجازت ملتی تھی لیکن دو مسلح پہرے دار سائے کی طرح ساتھ ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ کوئی ملاقاتی آتا تھا تو کوٹھری سے نکلنا نصیب ہوتا تھا۔"

"ملاقات کی اجازت ملتی تھی؟"

"جب میری ماں' بہن' وکیل اور ڈاکٹر مجھ سے ملنے آتے تھے لیکن انہیں ہر بار عدالت سے اجازت نامہ لینا پڑتا تھا۔"

"تم وقت کیسے گزارتے تھے......... خصوصاً آخری دن تم نے کیسے گزارا تھا؟"

"میں ذرا مختلف آدمی ہوں۔" رگھبیر نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "میں کتابیں پڑھتا تھا' زیادہ تر قانونی کتابیں۔ اخبار پڑھتا تھا' اخباروں کے ایڈیٹروں کو خط لکھتا تھا' ان مصروفیات کے بعد قانون کو......... پہرے داروں کو گالیاں دینے کا وقت ہی نہیں بچتا تھا لیکن کچھمن آدمی بھی اور طرح کا ہے اور وہ مجرم بھی ہے۔ اس کی مصروفیات میری جیسی نہیں ہو سکتیں۔"

پدمنی کا قلم تیزی سے چلتا رہا۔ رگھبیر اسے پرستائش نظروں سے دیکھ رہا تھا بالآخر پدمنی کا ہاتھ رکا۔ اس نے نظریں اٹھائیں۔

رگھبیر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے مسکرایا۔ "میں نے تمہیں یہ تو بتایا ہی نہیں کہ میں فرصت کے اوقات میں کیا کرتا تھا۔" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"تم نے کہا تھا کہ تمہیں فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔" پدمنی نے اسے یاد دلایا۔

"فرصت تو ملتی تھی۔" رگھبیر کا لہجہ اب بھی معنی خیز تھا۔ پھر اس نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور ایک سگریٹ نکال کر سلگایا۔ پدمنی نے ایش ٹرے اس کی طرف بڑھا دی۔ رگھبیر نے ایک گہرا کش لیا۔ اور کچھ دیر سوچتا رہا۔ "تمہیں ایک عجیب بات بتاؤں؟" بالآخر اس نے لب کھولے۔ لہجہ پراسرار تھا۔ "عجیب بات یہ ہے کہ میں چاہوں تو وہ بچ سکتا ہے۔"

"کون بچ سکتا ہے؟" پدمنی بوکھلا گئی۔

"کچھمن! میں چاہوں تو اسے آخری لمحے میں بھی بچا سکتا ہوں لیکن میرے خیال میں اسے زندہ رہنے کا حق ہی نہیں ہے۔ جو شخص معصوم بچوں کو اتنی بے دردی سے قتل کر سکتا ہے' وہ دھرتی کا بوجھ ہے' اسے جینے کا حق نہیں۔ وہ بدترین موت کا مستحق ہے' بہرحال......... میں چاہتا تو اسے بچا سکتا تھا......... اب بھی بچا سکتا ہوں لیکن میں ایسا کروں گا نہیں۔"

"تم اسے کیسے بچا سکتے تھے۔ تمہیں معلوم ہے' تم کتنا بڑا دعوی کر رہے ہو؟"

رگھبیر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے ایک گہرا کش لے کر سر اٹھایا اور پدمنی کو آنکھ مارتے ہوئے بولا۔ "ایک بات کا وعدہ کرو اب جو کچھ میں کہوں گا' آف دی ریکارڈ ہوگا۔ بات میرے اور تمہارے درمیان رہے گی۔ بولو......... وعدہ کرتی ہو؟"

"وعدہ رہا۔" پدمنی نے متجسس لہجے میں کہا۔

"میں تمہیں صرف اس لیے بتا رہا ہوں کہ تم دیکھو' لوگ اپنے گردوپیش سے' اپنی ذمے داریوں سے کس طرح بے خبر ہو جاتے ہیں۔ جیل کے حکام بھی......... اور کچھمن بھی' سب بے خبر ہیں لیکن......... کیا میں تم پر اعتماد کر سکتا ہوں؟"

"میں وعدہ کر چکی ہوں۔" پدمنی کے لہجے میں تیزی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔" رگھبیر نے کہا۔

پدمنی نے جلدی سے قلم اور پیڈ سنبھال لیا۔ اس کے ہاتھوں میں خفیف سی لرزش تھی۔ اگلے ہی لمحے رگھبیر کی زبان اور اس کا قلم متحرک ہوگیا۔ کانفرنس روم کی فضا بہت سنگین محسوس ہونے لگی۔

☆-----------☆-----------☆

دو گھنٹے بعد پدمنی، اجیت کے سامنے بیٹھی تھی۔ اجیت اس کا لکھا ہوا فیچر پڑھ رہا تھا۔ اور وہ بیٹھی اس کے تاثرات دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہ یہ بات نہیں جانتی تھی کہ اجیت صحافت کے پیشے میں نووارد نہیں ہے بلکہ بہت تجربے کار آدمی ہے اور اپنے ردعمل کو نہایت کامیابی سے چھپانا جانتا ہے۔

کچھ دیر بعد اجیت نے فیچر کا مسودہ پڑھ کر ایک طرف رکھ دیا۔ "اچھا لکھا ہے۔" اس نے پرخیال انداز میں کہا "لیکن........"

پدمنی کو ایسا لگا، جیسے وہ لیکن، کسی تلوار کی طرح اس کے سر پر معلق ہو گیا ہے۔

"میں اس کے بارے میں فیصلہ نہیں کر سکتا۔ بنیادی طور پر یہ فیچر زیادہ جاندار نہیں ہے۔"

☆-----------☆-----------☆

"مجھے رگھبیر نے جو بتایا، اسے میں نے بہتر سے بہتر انداز میں استعمال کیا۔" پدمنی نے مدافعانہ انداز میں کہا۔ "لیکن جو کچھ مجھے اس سے ملا وہ زیادہ نہیں تھا۔ کچھمن کے جذبات اور محسوسات کے بارے میں وہ مجھے کیا بتاتا، جب کہ کچھمن کی شخصیت کے بارے میں بھی اس کی معلومات مجھ سے زیادہ نہیں تھیں، البتہ ایک اور کام کی بات اس نے بتائی، مگر ہم اسے استعمال نہیں کر سکتے؟"

"کیوں........ کیوں استعمال نہیں کر سکتے؟"

"رگھبیر نے کہا تھا کہ وہ آف دی ریکارڈ مجھے بتا رہا ہے۔ اس نے مجھ سے وعدہ لیا کہ وہ بات چھاپی نہیں جائے گی۔"

"کون سی بات؟"

"اس کوٹھری کے نیچے سرنگ والی بات، جس میں کچھمن موت کا منتظر ہے۔" پدمنی نے جواب دیا۔ "وہ سرنگ جیل کی چاردیواری کے باہر نکلتی ہے۔"

"کیا........ کیا کہا تم نے؟ وہاں سرنگ موجود ہے؟"

"جی ہاں، اس سرنگ کے ذریعے جیل سے فرار ہوا جا سکتا ہے۔"

"سچ مچ کی سرنگ ہے وہ؟" اجیت کے لہجے میں حیرانی تھی۔

"کم از کم رگھبیر نے مجھے یہی بتایا ہے۔ بقول اس کے سرنگ کا آغاز کانتی جیل کی تعمیر کے فوراً بعد اس جیل میں سزائے موت پانے والے مجرم نے کیا تھا۔ اسے یہ خیال اس گٹر لائن کو دیکھ کر آیا تھا جسے اس نے اتفاقاً دیکھ لیا تھا۔ وہ گٹر لائن کوٹھری کے عین نیچے سے گزر رہی ہے۔ لیکن قیدی کو یہ اندازہ بھی ہو گیا کہ وہ سرنگ کئی برس میں مکمل ہو گی، اس کے باوجود اس نے سرنگ پر کام شروع کر دیا۔ کام زیادہ آگے نہیں بڑھا تھا کہ اس کی سزائے موت کا دن آ گیا تاہم اس نے اپنی کوٹھری میں آنے والے نئے قیدی تک کسی نہ کسی طرح یہ راز پہنچا دیا۔ اس کے بعد یونہی ہوتا رہا۔ سرنگ کا کام آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔ قیدی سزائے موت پاتے رہے اور موت سے پہلے اس کوٹھری کے نئے مکینوں کو سرنگ کے متعلق بتاتے رہے۔ ہر قیدی اس امید پر سرنگ کو آگے بڑھاتا کہ شاید وہ اسے استعمال کر سکے گا۔ رگھبیر اس کوٹھری میں پہنچا تو سرنگ کا راز جو اب تک سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا تھا، اسے بھی معلوم ہو گیا۔ اس وقت تک سرنگ تقریباً مکمل ہو چکی تھی۔ بہت تھوڑا سا کام باقی تھا۔ اس نے کام مکمل کر لیا۔ کیونکہ مسلسل اپیلوں کی وجہ سے اسے اچھی خاصی مہلت مل گئی تھی۔ اس نے تہیہ کر لیا کہ اگر اسے انصاف نہ ملا تو وہ اس سرنگ کے ذریعے فرار ہو جائے گا۔ پھر وہ بری ہو گیا اور سرنگ کے استعمال کی نوبت ہی نہیں آئی۔ روایت کے مطابق اسے کچھمن کو سرنگ کے متعلق بتانا چاہیے تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا کیونکہ وہ کچھمن سے نفرت کرتا تھا۔ اسے دھرتی کا بوجھ سمجھتا ہے اور نہیں چاہتا کہ کچھمن زندہ رہے۔ اب ذرا سوچیں تو........" پدمنی نے گہری سانس لی، اور دوبارہ سلسلہ کلام جوڑا "کچھمن سزائے موت پانے والا ہے۔ اس کے پیروں کے نیچے وہ سرنگ موجود ہے جو اسے زندگی کی طرف واپس لے جا سکتی ہے لیکن وہ اس سے بے خبر ہے۔ کیسا زوردار فیچر لکھا جا سکتا ہے۔ کاش، میں نے اس سے وعدہ نہ کیا ہوتا۔"

"واقعی، یہ تو بہت جاندار فیچر ثابت ہو سکتا ہے۔" اس نے کہا۔ "اور تم نے وعدہ کر لیا۔"

"ہاں، نہایت سنجیدگی سے میں اپنے وعدے کا احترام کروں گی۔"

اجیت نے آہ بھر کر کہا۔ "چلو بات ختم ہو گئی۔ میں یہ فیچر شنکر کو دکھاؤں گا۔ ممکن ہے، ہم آف دی ریکارڈ بات کو کسی طرح استعمال کر سکیں۔ اتنی اچھی کاوش کا شکریہ،

کل میں تمہارے لیے کوئی اور کام نکالوں گا۔"

پدمنی کے جانے کے بعد اجیت نے انٹرکام کا بٹن دبایا۔ چند لمحے بعد دوسری طرف سے شنکر کی آواز سنائی دی۔

"میں اجیت بول رہا ہوں اور فوری طور پر تم سے ملنا چاہتا ہوں۔" اجیت نے شنکر کی آواز سن کر کہا۔

"میں بہت مصروف ہوں' کیا بہت اہم بات ہے؟" دوسری طرف سے شنکر نے پوچھا۔

"بہت زیادہ اہم ہے۔"

"ٹھیک ہے' میرے کمرے میں آجاؤ۔"

چند لمحے بعد اجیت' شنکر کے کمرے میں داخل ہوا۔

"ہاں اجیت۔ جلدی سے شروع ہو جاؤ۔ کیا بات ہے۔ میرے پاس وقت بالکل نہیں ہے۔"

اجیت نے پدمنی کا فیچر شنکر کی طرف بڑھایا۔ "یہ ہماری نئی رپورٹر پدمنی کا پہلا فیچر ہے۔ اس کے لیے مواد اسے رگھبیر سنگھ سے ملا ہے' میرا خیال ہے' تم پہلے اسے پڑھ لو۔"

شنکر نے اجیت کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر وہ فیچر پڑھنے میں مصروف ہوگیا۔ فیچر پڑھنے کے بعد اس نے فیچر اجیت کو واپس کیا۔ اس کے انداز میں جھلاہٹ تھی۔ "بالکل بکواس ہے۔" وہ غرایا۔ "لڑکی لکھنا جانتی ہے لیکن رگھبیر نے اسے کچھ مواد ہی نہیں دیا۔" پھر کسی خیال نے اسے چونکا دیا۔ "کیا اسی خرافات کے لیے تم نے مجھے ڈسٹرب کیا ہے؟"

"نہیں' میں تمہیں وہ بات بتانا چاہتا ہوں' جس کا اس فیچر میں تذکرہ ہی نہیں ہے۔" اجیت نے آہستہ سے کہا۔

شنکر کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک لہرائی۔ "ٹھیک ہے' کہتے رہو۔"

اجیت نے پدمنی کی بیان کردہ داستان دہرادی۔ شنکر بڑی دلچسپی سے سن رہا تھا۔ اس کا ردعمل صرف اس کی آنکھوں تک محدود تھا۔ "لیکن یہ سب کچھ آف دی ریکارڈ

ہے۔" اس نے آخر میں کہا۔

"مجھے تفصیل سناؤ۔" شنکر نے فرمائش کی۔

اجیت سرنگ سے متعلق جزئیات بیان کرنے میں مصروف ہوگیا۔ "بات ایسی تھی کہ میں نے اسے تمہارے علم میں لانا ضروری سمجھا۔" اس نے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

شنکر آگے کی طرف جھک آیا۔ "تم نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے؟ کوئی اہم بات رہ تو نہیں گئی؟" اس نے پوچھا۔

"جو کچھ مجھے معلوم تھا' میں تمہیں بتا چکا ہوں۔"

"بہت دلچسپ بات ہے۔" شنکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم نے میرے پاس آکر عقل مندی کا ثبوت دیا ہے۔"

"میرا خیال تھا کہ وجے صاحب اس میں دلچسپی لیں گے۔"

"یقیناً لیں گے اور تمہیں سراہیں گے بھی۔ تم نے خود کو اس ادارے کا وفادار ثابت کردیا ہے۔"

"میں جانتا ہوں کہ ان معلومات سے استفادہ نہیں کیا جاسکتا لیکن تمہیں باخبر رکھنا بھی ضروری تھا۔"

شنکر چند لمحے سوچتا رہا۔ "تم جانتے ہو کہ انتظامیہ کی تبدیلی کی وجہ سے ادارے کے تنظیمی ڈھانچے میں بھی تبدیلیاں آئیں گی۔ وجے صاحب ایسے نااہل ملازمین کو فارغ کرنا چاہتے ہیں جو محض اس لیے موجود ہیں کہ ان کے آنجہانی باپ کے منظور نظر تھے۔ ایسے کسی موقع پر تمہارا نام سامنے آیا تو میں وجے صاحب کو تمہاری مستعدی اور وفاداری کا یقین دلا سکوں گا۔ تمہارا آج کا عمل اس بات کا ثبوت ہے کہ تم ہمارے ساتھ ہو۔ بہرحال' تم اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھو۔ میں یہ خبر وجے صاحب تک پہنچادوں گا۔"

"شکریہ شنکر۔"

☆------------☆------------☆

وجے دس منٹ تک خاموشی سے سنتا رہا۔ بالآخر شنکر نے کہا۔ "بس چیف' اتنی بات ہے' میرے خیال میں یہ بات اہم بھی ہے۔"

وجے اپنے اور اپنی ماں کے پورٹریٹ کو گھورتا رہا۔ وہ اپنے ذہن میں ان تمام معلومات کو ترتیب دے رہا تھا جو شنکر نے اس تک پہنچائی تھیں۔ بالآخر وہ مسکرایا "بیوٹی فل شنکر........ ایکسٹرعلی بیوٹی فل۔" اس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"لیکن چیف' یہ بات ذہن میں رکھنا کہ رگھبیر نے یہ بات آف دی ریکارڈ بتائی ہے۔" شنکر نے یاد دہانی کرائی۔

وجے کی مسکراہٹ معدوم ہوگئی۔ اس نے اپنے معتمد کو بغور دیکھا کہ کہیں وہ مذاق تو نہیں کر رہا "رگھبیر نے کہا کہ یہ آف دی ریکارڈ ہے۔ مذاق کر رہے ہو کیا؟ آخر یہ رگھبیر ہے کیا چیز؟ ایک سڑک چھاپ لفنگا' جس پر ہمارے احسانات ہیں۔ اس کو اور اس کے آف دی ریکارڈ کو جہنم میں پھونکو۔ آج کے بعد ہم چھاپیں گے وہی کچھ جو آف دی ریکارڈ ہوگا۔"

شنکر نے اشارتاً رضامندی ظاہر کی "تو تم اسے فیچر میں شامل کرو گے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں' میں اسے اس سے بہتر طور پر استعمال کروں گا۔" وجے نے جواب دیا "وہ سرنگ کچھمن کے لیے آزادی کا پروانہ ہے۔ اگر کچھمن کو اس سرنگ کا راز معلوم ہو جائے تو کیا ہوگا۔" وہ کچھ دیر سوچتا رہا' پھر ہیجانی لہجے میں بولا "شنکر' وقت ضائع نہ کرو۔ فوری طور پر کچھمن کے وکیل سے رابطہ قائم کرو اور مجھ سے اس کی ملاقات کا بندوبست کرو۔ اگر وہ مصروفیت کا رونا روئے تو اسے بتا دینا کہ اسے ہر مصروفیت کو بالائے طاق رکھ دینا چاہیے۔ اس سے کہنا کہ یہ ملاقات بہت اہم ہے اور اس کے لیے اہم ترین۔"

وجے نگار ریسٹورنٹ میں پہنچا تو کچھمن کا وکیل سندرلال پہلے ہی سے وہاں موجود تھا۔ وہ بائیں جانب والے پہلے کیبن میں تنہا بیٹھا تھا۔ وہ متوسط آدمی تھا۔ آنکھوں پر دبیز شیشوں کی عینک تھی۔ لباس بیش قیمت اور فیشن کے مطابق تھا۔ وجے جانتا تھا کہ کچھمن کے کیس نے سندرلال کو شہرت سے مالامال کر دیا ہے۔ ورنہ پہلے اسے کوئی نہیں جانتا تھا۔

سندرلال نے کھڑے ہو کر وجے کا استقبال کیا۔ وجے نے مشروبات کا آرڈر دیا۔ "میں نے بہت سخت دن گزارا ہے۔" سندرلال نے شکوہ کرنے کے انداز میں

کہا۔ "میں جلدی جانا چاہتا ہوں۔"

"مجھے بھی جلدی ہی ہے۔" وجے نے سگار کا کونا دانتوں سے چباتے ہوئے کہا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ سندرلال اس کی قربت سے متاثر بھی ہے اور متجسس بھی ہے۔ "تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کس لیے بلایا ہے؟" وجے نے پوچھا۔

"میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اس ملاقات کا تعلق میرے موکل کچھمن سے ہے اور یہ بات میرے لیے اہم ہے۔"

ویٹر ان کے لیے مشروبات لے آیا۔ وجے نے اپنا جام اٹھا کر چھوٹا سا گھونٹ لیا' پھر سگار کا کش لیا۔ "درست ہے۔ میں ابھی تمہیں اس ملاقات کا سبب بتاتا ہوں۔ تم جانتے ہو کہ میں روزنامہ "سماچار" کا پبلشر ہوں۔"

"جی ہاں' میں جانتا ہوں۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ میرے ایک نمائندے کو سزائے موت سے پہلے تمہارے موکل سے انٹرویو کا موقع ملنا چاہیے تو تمہارا کیا ردعمل ہوگا؟"

سندرلال مایوس نظر آنے لگا۔ "مجھے ڈر ہے........ میں اسے ناممکن قرار دوں گا۔" اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"تمہیں یقین ہے کہ یہ ناممکن ہے؟"

"یقین کیجئے شری وجے کمار' یہ ممکن ہے ہی نہیں۔"

وجے پرسکون بیٹھا رہا۔ کیونکہ سندرلال کا جواب اس کے لیے غیر متوقع نہیں تھا۔ اس نے سگار کے ہلکے ہلکے تین چار کش لیے جو اب بجھنے لگا تھا۔ "ٹھیک ہے لیکن اس سلسلے میں کوئی قابل عمل ترکیب بھی تو سوچ سکتے ہو۔ یہ بتاؤ کہ تمہیں اپنے موکل کی آزادی میں کتنی دلچسپی ہے؟"

"آزادی؟" سندرلال گویا اچھل پڑا۔ "یہ بھی ناممکن ہے' رحم کی آخری اپیل بھی مسترد کی جا چکی ہے۔ سزائے موت کی تاریخ مقرر کی جا چکی ہے۔ میں نے سرتوڑ کوشش کی کہ کسی طرح سزائے موت عمر قید ہی میں تبدیل ہو جائے لیکن ناکام رہا' آپ آزادی کی بات کر رہے ہیں۔ اب اس کے لیے یہ قید ہے نہ آزادی۔"

وجے نے نپے تلے لفظوں میں کہا۔ "مسٹر سندرلال' میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ

تمہارے موکل کو آزادی مل جائے گی‘ میں صرف یہ پوچھ رہا ہوں کہ اس کی آزا
تمہارے لیے کتنی اہمیت رکھتی ہے؟؟"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔ میں وہ وکیل ہوں‘ جس نے اس کا دفا
ہے۔ میں نے اس کی آزادی کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ اب میں اور کیا کر سکتا ہوں؟"

"تم جو کچھ کر سکتے ہو‘ وہ تم نے کیا۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کیا تم اسے پھا
کے تختے پر دیکھنا پسند کرو گے؟" وجے نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔ میرے خیال میں وہ اس سزا کا مستحق نہیں ہے۔ وہ ایک اچھا آ
ہے...... لیکن شہادتوں کے شکنجے میں بری طرح جکڑا گیا ہے۔ اس نے جرم کیا......
حالت دیوانگی میں کیا۔ وہ نفسیاتی مریض ہے۔ میرے نزدیک اسے سزائے موت
غیرانسانی فعل ہے۔"

"گویا تم اسے آزاد دیکھنا چاہتے ہو؟"

"میں اسے سزائے موت پاتے نہیں دیکھنا چاہتا۔" سندرلال نے خالص دکھ
انداز میں کہا۔

"اور تم اسے سزائے موت سے بچانے کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہو؟"

"اصولی طور پر میرا جواب ہے‘ ہاں۔" سندرلال نے جواب دیا۔ اس کی نگا
سے الجھن جھانک رہی تھی۔ "میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں شری وجے کمار کہ آپ
کس طرف لے جا رہے ہیں۔"

"بات یہ ہے کہ تم کچھمن کی زندگی بچانا چاہتے ہو اور میں اس سلسلے میں تمہ
مدد کر سکتا ہوں۔ میں اسے سزائے موت سے بچا سکتا ہوں۔"

"یعنی آپ اس کی گردن سے پھانسی کا پھندا نکال سکتے ہیں۔"

"نہیں...... میں اسے جیل سے نکال سکتا ہوں۔" وجے کا لہجہ پُریقین تھا۔

سندرلال کے چہرے پر بے یقینی کا سایہ لہرا گیا۔ "آپ سنجیدہ ہیں؟"

"اتنا سنجیدہ میں کم ہی ہوتا ہوں۔"

"میں دہرا دوں کہ رحم کی آخری اپیل بھی مسترد کی جا چکی ہے۔ پرسوں صبح
پھانسی دے دی جائے گی۔ اب اس کی بچت کی کوئی صورت نہیں۔"

"میں بھی دہرا دوں کہ اس کی بچت کی صورت ہے۔" وجے نے زور دے کر کہا۔

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟"

"میں ابھی سمجھاتا ہوں۔ فرض کرو کہ میں تمہارے موکل کو جیل سے نکال سکتا ہوں۔ اس کے بدلے وہ میرے کسی نمائندے کو انٹرویو دے گا...... میرا مطلب ہے‘ جیل سے نکلنے سے پہلے۔"

سندرلال نے اثبات میں سر ہلایا "اس صورت میں تو انٹرویو کا بندوبست کیا جا سکتا ہے۔ جیلر کوئی مسئلہ نہیں بن سکتا۔ کچھمن کو میں قائل کر لوں گا۔"

"تم اس بات کا وعدہ کر سکتے ہو؟"

"صرف وعدہ نہیں‘ میں تو یہ وعدہ بھی پورا بھی کر لوں گا۔ لیکن جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں‘ وہ ناممکن ہے۔ سمجھ میں آنے والی بات ہی نہیں۔"

"صرف اس لیے کہ تم حقائق سے بے خبر ہو۔" وجے نے کہا۔ "مسٹر سندرلال...... اب ذرا قریب آکر غور سے سنو۔" اس کی آواز سرگوشی میں ڈھل گئی۔ "یہ ہیں حقائق...... تم انہیں کچھمن تک پہنچا سکتے ہو...... صرف کچھمن تک...... ورنہ یہ بہت بڑا راز ہے۔ بات ادھر ادھر ہوگئی تو ہم سب دشواری میں پڑیں گے۔ میں اپنے رپورٹر کو موت کی کوٹھری میں دیکھنا چاہتا ہوں...... اور تم اپنے موکل کو موت کی کوٹھری کے باہر۔ اب میں تمہیں بتاتا ہوں طریقہ‘ جس سے ہم دونوں مطلوبہ نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔ غور سے سنو۔ کچھمن جس کوٹھری میں قید ہے‘ اس کے نیچے ایک سرنگ موجود ہے‘ جو جیل کی چاردیواری کے باہر نکلتی ہے......" وجے دیر تک سرگوشیوں میں تفصیل بیان کرتا رہا۔ سندرلال نے اسے ایک بار بھی نہیں ٹوکا۔

☆------------☆------------☆

پدمنی سنسنی کے احساس سے دوچار تھی۔ وہ بے حد خوش تھی۔ شنکر نے خلاف توقع اسے براہ راست ایک اسائنمنٹ سونپا تھا۔ یعنی اسے ابتدا ہی میں اپنی صلاحیتیں ثابت کرنے کا موقع مل رہا تھا۔

کانتی جیل دہلی شہر سے ۸۰ میل دور تھی۔ یعنی کار کے ذریعے وہاں دو گھنٹے میں

پہنچا جاسکتا تھا۔ کار اخبار والوں نے فراہم کی تھی۔ کچھمن سے انٹرویو کے لیے شام تین
کا وقت طے پایا تھا۔ چنانچہ پدمنی نے لنچ آفس کینٹین میں کیا تھا...... اور سوا بارہ
کانتی جیل جانے کے لیے نکل کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ سفر کے دوران
انٹرویو کے لیے سوالات ترتیب دے لے گی۔ وہ انٹرویو اس کے اور اس کے کیریئر
لیے بے حد اہم تھا۔ قسمت نے اس انٹرویو کی صورت میں اسے سنہرا موقع فراہم کیا تھا
وہ تو ایسا انٹرویو ثابت ہوسکتا تھا کہ پڑھنے والے کی رگوں میں خون جم کر رہ جائے۔
وہ کام بھی تو لہو ٹھٹھرا دینے والا تھا۔ ایک ایسے جیتے جاگتے شخص سے گفتگو جسے بارہ
بعد مرجانا تھا۔ اور وہ شخص قاتل تھا...... سفاک قاتل...... سات پھول سے بچوں
ایک نرم ونازک عورت کا قاتل۔

لیکن راستہ بہت پیچیدہ تھا۔ اسے بار بار نقشے سے مدد لینا پڑ رہی تھی۔ اسی
اسے سوالات پر غور کرنے اور انہیں مرتب کرنے کی مہلت نہیں ملی۔ اس پر ستم یہ
کہ ایک دوراہے پر اس سے چوک ہوگئی اور وہ بھٹک گئی۔ اس کے باوجود جب وہ
کے مہیب دروازے پر پہنچی تو تین بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے۔

جیل کی دیواریں تیس فٹ بلند تھیں۔ اس نے کار باہر ہی پارک کی اور گیٹ
اپنا اجازت نامہ اور اخبار کا شناختی کارڈ دکھا کر اندر داخل ہوگئی۔ استقبالیہ روم میں اسے
شناختی مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ اس کے بعد کہیں اسے اصل جیل میں جانے کا موقع
ایک قوی الجثہ پہرے دار اس کے ساتھ تھا۔ ایک بار پھر اس کی جامہ تلاشی لی گئی......
کاغذات چیک کیے گئے۔ پھر گائیڈ کرنے والا پہرے دار اسے ایک نیم تاریک کوریڈور
لے آیا۔ ایک دروازے سے گزر کر وہ ایک کمرے میں پہنچی، جو شاید بطور وزیٹنگ
استعمال کیا جاتا تھا۔ وزیٹنگ روم کے حفاظتی انتظامات بہت سخت تھے۔ کسی ملاقاتی کے
ممکن نہیں تھا کہ وہ ان پہرے داروں کی نظروں سے بچا کر مجرم کو کچھ دے سکے، جو
کی اس دیوار کے دوسری طرف بیٹھے تھے، جو ملاقات کے کمرے کو دو حصوں میں تق
کرتی تھی۔

پہرے دار نے پدمنی کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود باہر چلا گیا۔ پدمنی
بیٹھتے ہی اپنا ہینڈ بیگ کھولا اور اس میں سے نوٹ پیڈ اور بال پوائنٹ نکال لیا۔ شیشے کی د

کے اس طرف بیٹھے ہوئے دونوں پہرے دار بڑی چوکنا نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔
وہ کچھ بے چینی محسوس کرنے لگی۔

چند لمحے بعد وہ پہرے دار لوٹ آیا۔ جس کے ساتھ وہ یہاں تک پہنچی تھی۔ اس
نے آتے ہی پدمنی کو مخاطب کیا۔ "ملاقات پھانسی کی کوٹھری میں نہیں بلکہ یہاں ہوگی۔
یہاں احتیاطی اقدامات مکمل ہیں۔ اس پارٹیشن میں بیٹھے ہوئے پہرے دار تم پر نظر رکھیں
گے۔ اسے کوئی چیز دینے کی کوشش نہ کرنا۔" وہ شیطانی انداز میں مسکرایا۔ "ویسے وہ نہ
جانے کب سے بھوکا ہے۔" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

پدمنی کے رخسار تمتما اٹھے۔ لیکن وہ مصلحتاً خاموش رہی۔ وہ کچھ خائف بھی
ہوئی۔ بہرحال، اس کا واسطہ ایک جنونی شخص سے پڑنے والا تھا۔ اور وہ جنونی شخص زندگی
سے مایوس بھی تھا۔

۵ منٹ بعد کچھمن کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، پیروں
میں بیڑیاں اور کمر میں ایک خصوصی بیلٹ تھی۔ اسے میز کی دوسری طرف کرسی پر بٹھا دیا
گیا۔ پدمنی نے اسے بغور دیکھا۔ اس کے تصور کے برعکس وہ دبلا پتلا اور اوسط قد کا تھا۔
وہ بالکل عام سا آدمی تھا۔ کسی اعتبار سے بھی وہ ایک سفاک قاتل نہیں لگتا تھا۔

لیکن پہرے دار کے ہٹتے ہی کچھمن بولا...... اور پدمنی کو اندازہ ہوگیا کہ وہ
ایسے برہم شخص سے ہم کلام ہے جس کے وجود میں وحشتیں سر ٹکرا رہی ہیں۔

"تم ہی وہ عورت ہو، جس کے ساتھ مجھے وقت برباد کرنا ہے؟" اس نے اپنی
کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

"میں پدمنی ٹھاکر ہوں اور میرا تعلق روزنامہ "ساچار" سے ہے۔ مجھے بتایا گیا
ہے کہ تم مجھے انٹرویو دینے پر رضامند ہو۔" پدمنی نے پوچھا۔

"رضامند تو نہیں ہوں۔ البتہ اپنے وکیل پر احسان ضرور کر رہا ہوں۔" کچھمن
غرایا۔ "مجھے نہیں معلوم کہ اس سے مجھے فائدہ کیا ہوگا۔ وہ انٹرویو کس کام کا، جسے انٹرویو
دینے والا خود نہ پڑھ سکے۔"

"ممکن ہے صبح سے پہلے کچھ ہو جائے۔"

"جھوٹ مت بولو۔ تم جانتی ہو کہ اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ میں اس وقت ایک

مردہ آدمی ہوں۔"

پدمنی الجھ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ انٹرویو کہاں سے شروع ک دوسری طرف وہ انٹرویو اس کے لیے بے حد اہم تھا "شری چھمن' آپ جانتے ہیں' شخص کو ایک نہ ایک دن مرنا ہے۔" بالآخر اس نے کہا۔ "یہ انٹرویو تمہیں موقع فر رہا ہے اپنی صفائی کا۔ میرے ذریعے تم اپنے خیالات دوسروں تک پہنچا سکو گے۔ تم گے کہ تم کیا محسوس کر رہے ہو۔ تم اپنے دوستوں اور رشتے داروں کو پیغام تمہارے دوست اور رشتے دار یقیناً ہوں گے۔"

"کوئی نہیں۔ باہر ایسی کوئی ہستی نہیں' جس کی مجھے پروا ہو۔"

"کوئی بھی نہیں؟"

"پشپا کے سوا میرا کوئی نہیں تھا...... پشپا مرچکی ہے۔"

"کیا تمہیں اس بات پر افسوس ہے کہ تم نے پشپا کو قتل کیا؟"

چھمن خاموش رہا۔ انداز سے پتا چلتا تھا کہ وہ جواب دینے کے موڈ میں ن ہے۔

پدمنی پھر خوف زدہ ہوگئی۔ اس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ "اور بچے...... تمہیں بچوں کو ہلاک کرنے پر بھی افسوس نہیں ہے؟"

"انہیں ہلاک کرنا ضروری تھا۔" چھمن نے بے حد معقولیت سے کہا۔

"کیوں...... ضروری تھا؟"

"وہ میرے جرم کے عینی شاہد تھے۔ اور پھر فرق کیا پڑتا ہے ان کی تو جان چھو گئی پڑھائی سے۔ اور پھر انہیں تکلیف بھی نہیں ہوئی۔ انہیں پتا بھی نہیں چلا ہوگا ک ہوا ہے۔"

"یہ بات تو ہے۔" پدمنی نے نیم دلی سے کہا۔ اس کی پنسل نوٹ پیڈ پر متح رہی۔

چھمن چند لمحے اسے گھورتا رہا۔ بالآخر پدمنی نے نظریں اٹھائیں۔ "میں تمہ ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔ بے شک' تم اسے چھاپ دینا لکھ دینا کہ چھمن نے یہ کہا تھ بات یہ ہے کہ مجھے موت کی کوئی پروا نہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ زندگی سے میرا پیچھا چھو

رہا ہے طویل زندگی' زیست کی کال کوٹھری میں گزارنے کے مقابلے میں موت اچھی۔ موت مجھے نیند کی طرح لگتی ہے۔ زندگی عذاب ہے...... اور موت ایسی' جیسے پلکیں جھپکیں اور سب کچھ تبدیل ہوگیا۔ موت تاریکی ہے۔ طویل نیند...... نہ کوئی خواب...... نہ کوئی سوچ...... بس آرام ہی آرام۔ مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا۔ تم لوگوں کو بتادو کہ چھمن موت سے ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہے۔"

"یہ تو فلسفہ ہے۔" پدمنی نے سر اٹھائے بغیر کہا۔ اس کی پنسل بدستور چلتی رہی۔

"ہاں۔" چھمن نے کہا اور کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ چند لمحے بعد اس نے سر اٹھایا اور بولا "موت سے بدترین چیزیں بھی تو ہیں۔ مثلاً زندگی ہے...... خصوصاً میری زندگی۔"

"تم اس سلسلے میں بات کرنا چاہتے ہو؟"

"پتا نہیں۔" چھمن نے کہا...... لیکن پھر خود ہی وہ اپنی زندگی کے بارے میں بتانے لگا۔ پدمنی لکھتی رہی۔ "والدین کو کبھی دیکھا ہی نہیں۔ پرورش آشرم میں ہوئی۔ بری صحبت میں پڑا۔ جرم کیے۔ پھر تعلیم کا خیال آیا تو نائٹ اسکول میں داخلہ لیا تاکہ تعلیم کے زور پر عزت حاصل کرسکوں۔ اس کے باوجود کوئی ڈھنگ کا کام نہیں ملا۔ بے رنگ' بے روپ' بے عزت زندگی' محبت سے محرومی...... صرف بکتے ہوئے جسم دیکھے۔ پھر محبت ملی...... پشپا کے روپ میں...... لیکن وہ دھوکے میں لپٹی ہوئی محبت تھی۔ ثابت ہوا کہ عورت کا صرف ایک ہی روپ ہے...... بے وفائی...... فریب......"

"یہ سب تو ماضی ہے۔" پدمنی نے کہا۔ "حال کی بات کرو' جیل کی کوٹھری میں کیسی گزر رہی ہے؟"

"اچھی گزر رہی ہے...... پہلے سے بہتر۔ بس تم جیسی کسی مخلوق کی ضرورت پریشان کرتی ہے۔" چھمن نے پدمنی کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر پدمنی کے چہرے پر زلزلے کا سا تاثر دیکھ کر وہ زور سے ہنسا...... شیطنت آمیز ہنسی۔ "کچھ اور پوچھنا چاہتی ہو؟"

"ہاں' ایک سوال اور ہے۔ ممکن ہے' کئی سوال نکل آئیں۔"

"پوچھ لو۔" کچھمن نے بے حد فیاضی کا مظاہرہ کیا۔

"میں سوچتی رہی ہوں کہ باہر کی دنیا کے بارے میں تم کیا سوچتے ہوگے۔ اگر باہر جانے کا موقع ملے تو کیا کرو گے؟"

"کچھ بھی نہیں...... کچھ بھی تو نہیں۔ اب تو عورت میں بھی کوئی ک[illegible] محسوس نہیں ہوتی۔"

پدمنی نے بڑی مشکل سے اپنے چہرے کو بے تاثر رکھا۔ اس بات کا اندازہ [illegible] کچھمن کی آنکھوں سے ہوا، جن میں مایوسی جھلکی تھی۔ یہ بات طے تھی کہ وہ اسے اذیت پہنچانے کی کوشش کر رہا ہے۔

"میں تمہاری توہین نہیں کر رہا ہوں۔" کچھمن نے مزید کہا۔ "تم بے حد [illegible] انگیز ہو۔ لیکن میرے دماغ پر تو پھانسی کا پھندا سوار ہے۔ ایسے میں، میں کچھ سوچ ہی [illegible] سکتا۔"

توہین کے احساس سے پدمنی کا چہرہ تمتما اٹھا۔ لیکن وہ کیا کر سکتی تھی۔ انٹرویو [illegible] کی ضرورت تھا، کچھمن کی نہیں۔ یوں بھی کسی مرنے والے کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ [illegible] تمہارے لیے باہر کی دنیا میں کچھ بھی نہیں ہے...... کوئی کشش نہیں ہے؟" اس[illegible] پوچھا۔

کچھمن سوچ میں ڈوب گیا۔ کچھ دیر بعد بولا۔ "نہیں...... ایک کشش بہر[illegible] ہے۔"

پدمنی نے چونک کر سر اٹھایا "مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔" اس نے کہا۔

"ایک ہی کشش ہے۔ میں باہر نکل کر اس برتاؤ کا انتقام لینا چاہتا ہوں، جو میر[illegible] ساتھ کیا گیا۔" کچھمن نے تند لہجے میں کہا۔ "مقدمے کے دوران میں مجھے ذلیل [illegible] گیا...... کیا نام ہے اس سرکاری وکیل کا؟"

"پریم ناتھ۔"

"ہاں، پریم ناتھ، وہ بہت ذلیل انسان ہے۔ اس نے مجھے کیا کچھ قرار نہیں دیا[illegible]" کچھمن نے اپنا ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "اس نے مجھے درندہ قرار دیا۔ میں اسے دکھانا چا[illegible] ہوں کہ درندگی کسے کہتے ہیں۔ بس...... یہی ایک خلش ہے مجھے۔ صرف اس بات[illegible]

لیے میں آرزو کرتا ہوں کہ ایک بار میں رہا ہو جاؤں۔ اس کے علاوہ مجھے کسی چیز کی تمنا نہیں...... زندگی کی بھی نہیں۔"

پدمنی لکھتی رہی...... لیکن اس کا ذہن مصروف تھا۔ وہ جس سے انٹرویو لے رہی تھی، وہ ایک ایسا بے حس انسان تھا، جس نے سات پھول جیسے بچوں کو قتل کیا تھا...... اور جسے اس پر نہ کوئی تاسف تھا اور نہ پشیمانی۔ اور اسے دکھ تھا تو صرف یہ کہ وکیل سرکار نے اسے بھری عدالت میں دائرہ انسانیت سے خارج کرتے ہوئے درندہ قرار دیا تھا۔

"اور کچھ پوچھنا ہے؟" کچھمن نے اسے چونکا دیا۔

پدمنی نے ہاتھ روک کر سر اٹھایا "ایک منٹ...... ذرا میں اپنے نوٹس کا جائزہ لے لوں......"

اسی وقت ایک گونج دار آواز سنائی دی۔ پدمنی نے چونک کر دیکھا۔ پارٹیشن کے اس طرف پہرے دار کچھمن سے مخاطب تھا۔

"کچھمن...... مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری زندگی کی آخری اور خوشگوار ترین ملاقات میں مداخلت کر رہا ہوں لیکن یہ بتانا ضروری ہے کہ تمہارا ایک ملاقاتی اور بھی ہے۔"

"اسے انتظار کرنے دو، خواہ وہ وزیراعظم ہو۔" کچھمن نے دانت نکال دیے۔

"تمہارا وکیل سندر لال تم سے ملنا چاہتا ہے۔"

"اوہ سندر لال۔ اس کا تو مجھے انتظار ہے۔" کچھمن نے کہا۔

پدمنی نے اپنا نوٹ پیڈ اور بال پوائنٹ ہینڈ بیگ میں ٹھونس لیا۔

"اور ہاں...... میں تمہیں سمجھا رہا ہوں۔ سیدھی سیدھی ہندی زبان میں گفتگو کرنا۔" پہرے دار غرایا۔

"جہنم میں جاؤ۔" کچھمن نے خوش دلی سے کہا۔ پھر اس نے پدمنی کی آنکھوں میں سوال دیکھ کر وضاحت کی۔ "دراصل میں اور سندر لال ملباری زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔"

پدمنی اٹھ کھڑی ہوئی۔ "ٹھیک ہے، شری کچھمن۔ آپ کے انٹرویو کا شکریہ۔ بہتر

ہے' آپ اپنے وکیل سے مل لیں۔"

پچھمن نے اخلاقاً بھی کھڑے ہونے کی زحمت نہیں کی۔ "اگر کل تک کچھ سوال ذہن میں آئیں تو مجھ سے ملنے بھگوان کے پاس چلی آنا۔" اس نے اوپر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے' ایک بار پھر شکریہ۔" پدمنی نے کہا اور کمرے سے نکل آئی۔

☆------------☆------------☆

پدمنی کے لیے کانتی جیل تک پہنچنا دشوار ثابت ہوا تھا...... لیکن دوبارہ شہر پہنچنا دشوار تر ثابت ہوا۔ کار اس کے لیے مسئلہ بن گئی۔ اس نے لاکھ کوشش کی لیکن کار کا انجن ٹس سے مس نہ ہوا۔ پہرے داروں میں سے ایک نے بونٹ اٹھا کر کار کا جائزہ لیا اور پھر اعلان کیا کہ اصل مسئلہ بیٹری ہے۔ قریب ہی کوئی گیراج بھی نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے فون کے ذریعے ایک قریبی قصبے سے رابطہ قائم کیا جو بیس میل دور تھا۔ اس وقت اس کا صحافی ہونا کام آیا ورنہ اس کے لیے مدد حاصل کرنا ناممکن ہو جاتا۔

خاصے طویل انتظار کے بعد مکینک آیا...... اور جس گاڑی میں آیا' اسے دیکھ کر پدمنی کو یقین ہوگیا کہ ہر وہ چیز جس میں ایک انجن اور چار پہیے ہوں' چل سکتی ہے۔ وہ یہ سوچ سوچ کر حیران ہوتی رہی کہ اگر مکینک کی کھٹارا گاڑی چل سکتی ہے تو اس کی ٹھیک ٹھاک گاڑی کھانسنے تک سے محروم کیوں ہوگئی۔

اسے دو گھنٹے انتظار کرنا پڑا تھا...... اور اس دوران میں تاریکی چھا گئی تھی۔ وقت گزاری کے لیے وہ پچھمن سے گفتگو کے نوٹس کا جائزہ لیتی رہی۔ کوئی آدھے گھنٹے بعد اس نے پچھمن کے وکیل سندر لال کو واپس جاتے دیکھا۔ ایک لمحے کو اس نے سوچا کہ اس کے ساتھ واپس چلی جائے لیکن پھر اس نے اس خیال کو مسترد کر دیا۔ کار بہرحال اس کی ذمے داری تھی...... اور کار چھوڑ کر جانا مناسب نہیں تھا۔ بہرحال' مکینک کا انتظار بے حد تکلیف دہ ثابت ہوا تھا۔

پھر مکینک آیا...... اور اس کی کار کے ساتھ الجھا رہا۔ کم از کم پدمنی کو تو ایسا لگا' جیسے کئی گھنٹے ہوگئے ہوں۔ بالآخر گاڑی اسٹارٹ ہوگئی۔

"گویا اب میں جاسکتی ہوں۔" پدمنی نے سکون کا سانس لیا۔

"میں آپ کو یہ مشورہ ہرگز نہیں دوں گا۔" مکینک نے جواب دیا۔ "اس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ یہ گاڑی آپ کو بغیر پریشان کیے دہلی پہنچا دے گی۔ بہتر یہ ہوگا کہ آپ میرے پیچھے پیچھے آئیں میرے گیراج تک۔ وہاں میں کار کو پوری طرح فٹ کردوں گا۔"

"کرنا کیا ہے؟ گاڑی میں خرابی کیا ہے؟"

"کوئی خرابی نہیں۔ بس میں بیٹری چارج کروں گا۔ آیئے' اب چل دیں۔"

چنانچہ پدمنی کو مکینک کی ہدایت پر عمل کرنا پڑا۔ مکینک اپنی گاڑی بہت کم رفتار سے چلا رہا تھا۔ پدمنی کی گاڑی کی رفتار بھی اس کی مناسبت سے آہستہ تھی۔ اور اس بات پر وہ اندر ہی اندر کڑھ رہی تھی۔ گیراج پہنچ کر اسے پتا چلا کہ بیٹری چارج ہونے میں کم از کم پون گھنٹا لگے گا۔ اس نے گھبرا کر نئی بیٹری کی قیمت دریافت کی۔ لیکن نئی بیٹری وہاں موجود نہیں تھی۔ چنانچہ وہ تن بہ تقدیر ہوگئی۔ البتہ اس نے اتنا ضرور کیا کہ اجیت کا نمبر ملا لیا۔

"انٹرویو کیسا ہے؟ پچھمن نے کوئی کام کی بات بھی کی؟" اجیت نے پوچھا۔

پدمنی جانتی تھی کہ کام کی بات سے اجیت کی کیا مراد ہے...... سنسنی خیزی...... ہیجان انگیزی۔ اس نے اپنا نوٹ پیڈ کھولا اور اہم نکات اسے بتادیے۔

"اچھا خاصا ہے...... لیکن دھانسو چیز نہیں ہے۔" اجیت نے تبصرہ کیا۔

"میرے خیال میں بے حد دلچسپ ہے۔"

"ہاں...... انسانی جذبات اور محسوسات ہوتے ہی دلچسپ ہیں۔"

"انسانی نہیں' ایک درندے کے......"

"کیا...... کیا کہہ رہی ہو!"

"کچھ نہیں۔ پچھمن اس بات پر برہم ہے کہ اسے درندہ قرار دیا گیا۔" پدمنی نے وضاحت کی۔ "آپ کہیں تو میں انٹرویو یہیں فائنل کرلوں۔ ورنہ دفتر پہنچ کر کرلوں گی۔"

"تم وہاں لکھ سکو گی؟" اجیت نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں عجیب سی بے تعلقی تھی۔

"میں یہاں ایک گیراج سے بول رہی ہوں۔ اردگرد پیٹرول کے ڈبوں کے سوا کچھ

بھی نہیں۔ تاہم اگر ضروری ہے تو میں........"

"کوئی جلدی نہیں ہے۔ میں ڈمی میں تمہارے لیے جگہ چھوڑ دوں گا۔ اگر گیارہ بجے تک بھی آگئیں تو........"

پدمنی نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی۔ "ارے نہیں........ اس سے تو پہلے ہی پہنچ جاؤں گی میں۔ اتنی دیر نہیں ہوگی۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔ تم اطمینان سے آجاؤ۔ ہم لوگ ویسے بھی کچھ زیادہ مصروف ہیں۔" اجیت کا لہجہ کچھ عجیب سا تھا۔ "بہرحال پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ زیادہ دیر ہونے کی صورت میں تم انٹرویو فون پر ڈکٹیٹ کراسکتی ہو۔ بس تم جلد از جلد آنے کی کوشش کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن چھمن کی تصویریں نکلوا لیجئے گا۔ کلوز اپ ہوں تو بہتر ہے۔ میرا خیال ہے........"

"سب کچھ میری میز پر موجود ہے۔"

"بس میں آرہی ہوں۔"

پدمنی کا اندازہ تھا کہ وہ دس بجے تک شہر پہنچ جائے گی لیکن اس روز شاید اس کے ستارے ہی گردش میں تھے۔ وہ سوا دس بجے شہر کی حدود میں داخل ہوئی۔ درمیان میں ایک بار پھر راستہ بھول گئی تھی۔ اگر اسے جلد ہی اس کا احساس نہ ہوگیا ہوتا تو اور دیر لگتی۔

اچانک اسے ایک نیوز اسٹینڈ پر غیر معمولی ہجوم نظر آیا۔ خواہ مخواہ کے تجسس نے اسے بریک لگانے پر مجبور کردیا۔ وہ گاڑی لاک کر کے نیچے اتری اور اسٹال کی طرف بڑھ گئی۔ اسٹال پر ایک بوڑھا آدمی بیٹھا تھا۔ شاید کوئی ضمیمہ تھا اور ہاتھوں ہاتھ بک رہا تھا۔ اسی وقت کسی نے چھمن کا نام لے کر کچھ کہا۔ پدمنی کی سمجھ میں تو کچھ نہ آیا لیکن اس کا تجسس اور بھڑک گیا۔ اس نے اپنے لیے جگہ بنائی۔ اسی لمحے اس کی نظر اخبار پر پڑی۔ وہ ضمیمہ تھا........ اور "سماچار" کا ضمیمہ تھا۔ شہ سرخی دیکھ کر وہ چکرا گئی۔

"سفاک قاتل سزائے موت سے چند گھنٹے پہلے جیل سے فرار۔"

اس نے آنکھیں مل مل کر دوبارہ شہ سرخی کو دیکھا۔ پھر اس نے جلدی سے

اخبار خریدا۔ اسٹال پر روزنامہ دہلی بھی موجود تھا........ لیکن اس میں چھمن کے فرار کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔ اس نے کچھ سوچ کر روزنامہ دہلی کی کاپی بھی خریدی۔ پھر وہ اپنی کار کی طرف بڑھ گئی۔ اسے احساس تھا کہ "سماچار" نے روزنامہ دہلی کو ایک اہم شکست دے دی ہے۔

کار میں بیٹھنے کے بعد پدمنی نے بے تابی سے اخبار کھولا۔ وہ ضمیمہ صرف اور صرف چھمن کے نام تھا۔ اس میں چھمن کے فرار کی تفصیلی خبر چھپی تھی۔ خبر کے مطابق اس کے فرار کا انکشاف اس وقت ہوا' جب پہرے دار اس کے لیے رات کا کھانا لے کر گیا۔ کوٹھری میں موت کے انتظار کے دوران میں اس نے فرار کے بارے میں سوچا تھا اور سیوریج لائن کا جائزہ لیا تھا۔ اس دوران میں اسے وہ سرنگ نظر آگئی' جو جیل کی چاردیواری کے باہر نکلتی تھی۔ سرنگ میں مٹی پر بنا ہوا نشان ظاہر کرتا تھا کہ کوٹھری کے کسی پرانے قیدی نے وہاں ریوالور چھپا رکھا تھا۔ اب وہ ریوالور غائب تھا۔ اور اس کا مطلب یہ تھا کہ چھمن مسلح ہے اور پہلے سے زیادہ خطرناک ہوگیا ہے۔ اس کے علاوہ قدموں کے نشانات سے پتا چلتا ہے کہ اس کا رخ دہلی کی طرف ہے۔ خبر میں محکمہ پولیس کی طرف سے عوام سے تعاون کی اپیل بھی تھی اور چھمن کی تصویر بھی۔ اس سے محتاط رہنے اور اس کی کہیں موجودگی کے متعلق پولیس کو مطلع کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔ ایس پی کی طرف سے پولیس کو ہدایت کی گئی تھی کہ چھمن کو دیکھتے ہی شوٹ کر دیا جائے۔

پدمنی کا سر چکرا رہا تھا۔ وہ دن بے حد پر اسرار واقعات ثابت ہوا تھا۔ اور واقعات بہت تیزی کے ساتھ پیش آئے تھے۔ وہ سوچ میں پڑ گئی۔ آخر چھمن کو سرنگ کی موجودگی کا علم کیسے ہوا؟ یہ بات طے تھی کہ چھمن کو سرنگ کے متعلق علم آج ہی ہوا تھا........ اگر پہلے ہوا ہوتا تو اس کے بعد وہ اس کوٹھری میں نہ ٹھہرتا۔ "سماچار" کے اسٹاف میں صرف دو افراد ایسے تھے' جنہیں سرنگ کے بارے میں معلوم تھا........ ایک وہ خود اور دوسرا اجیت۔ اجیت کو معلوم تھا کہ سرنگ والی بات آف دی ریکارڈ ہے۔ اس کے علاوہ اجیت کو چھمن کے فرار سے کیا دلچسپی ہوسکتی تھی۔ وہ چھمن کو سرنگ کے بارے میں کیوں بتاتا؟ پھر اچانک اسے خیال آیا کہ اسے اور اجیت کو سرنگ کا علم کس ذریعے سے ہوا

تھا...... ہاں، درمیان میں رگھبیر سنگھ بھی تو تھا۔ وہ سرنگ کے بارے میں جانتا تھا۔ پھر وہ ایک پیشہ ور مجرم تھا۔ اس کا دھرم تو پیسہ تھا۔ معقول معاوضے کی صورت میں وہ یہ راز کسی کو بھی بتا سکتا تھا۔ لیکن کیا وہ لچھمن کو بھی بتا سکتا تھا؟ یہ سوال بہت پیچیدہ تھا۔ لیکن پدمنی نے فیصلہ کیا کہ رگھبیر جیسے مجرموں سے کسی بھی بات کی توقع رکھی جاسکتی ہے۔

اس نے پھر اسٹال کی طرف دیکھا۔ وہاں کچھ اور لوگ اکٹھے ہوگئے تھے۔ اخبار ہاتھوں ہاتھ بک رہا تھا...... اور صرف "سماچار" بک رہا تھا۔ وہ دن ہی شاید "سماچار" کا دن تھا۔ پدمنی کو سماچار سے وابستگی پر فخر کا احساس ہونے لگا۔ پھر اسے لچھمن کے انٹرویو کا خیال آگیا۔ اس کے فرار کی خبر کے بعد اس انٹرویو کی اہمیت یقیناً کم ہوگئی تھی۔ خبروں کی دنیا میں یہی کچھ ہوتا ہے۔ اخبار خوانچے کی طرح ہوتا ہے۔ چٹ پٹی چیزیں زیادہ بکتی ہیں۔ اس دنیا میں اکثر خبریں چھپنے سے پہلے ہی باسی ہو جاتی ہیں۔ اسے احساس ہوگیا کہ اب اس کا انٹرویو باسی ہوگیا ہے۔ تازگی کھو بیٹھا ہے۔ تاہم اسے انٹرویو مکمل کرکے دینا تھا۔ یہ تو اس کا فرض تھا۔ اس نے جلدی سے کار اسٹارٹ کی اور آگے بڑھا دی۔

اس نے "سماچار" بلڈنگ کے سامنے گاڑی پارک کی۔ ساڑھے دس بجنے والے تھے۔ اجیت نے فون پر اس سے کہا تھا کہ وہ گیارہ بجے تک انٹرویو مکمل کرکے دے دے۔ اس نے کار کے دروازے لاک کیے اور باہر نکلنے ہی والی تھی کہ ایک خیال نے اسے ٹھٹکا دیا۔ اسے لچھمن کے انٹرویو کی ایک اہم بات یاد آگئی تھی۔ لچھمن نے کہا تھا کہ اب اس کی ایک ہی آرزو ہے۔ اس کے علاوہ اس کے نزدیک آزادی کی کوئی اہمیت نہیں۔ بس وہ انتقام لینا چاہتا ہے...... پریم ناتھ سے انتقام، جس نے اسے بھری عدالت میں درندہ قرار دیا تھا۔ وکیل استغاثہ سے انتقام۔ لچھمن نے کہا تھا...... میں اسے دکھانا چاہتا ہوں کہ درندگی کیسی ہوتی ہے۔ بس، اس ایک کام کے لیے میں رہا ہونا چاہتا ہوں......"

پدمنی کے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ لچھمن اس وقت آزاد تھا۔ اس کے پاس ریوالور بھی تھا...... اور وہ دہلی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اگر لچھمن نے جو کچھ کہا تھا، وہ سچ تھا تو اب اس کے پیشِ نظر ایک ہی مقصد ہوگا، قتل۔ گویا وکیل استغاثہ پریم ناتھ کی زندگی خطرے میں تھی۔ اور یہ بات صرف پدمنی کو معلوم تھی۔ کوئی اور شخص اس بارے میں نہیں جانتا تھا۔ بے چارے پریم ناتھ کو تو کچھ

بھی پتا نہیں ہوگا۔ اس بات کا ادراک ہونے کے بعد پدمنی خوف زدہ ہوگئی۔

پارکنگ لاٹ کے سامنے ہی ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ تھا۔ وہ دفتر پہنچ کر بھی فون کر سکتی تھی۔ لیکن اب ایک لمحہ بھی ضائع کرنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ وہ بوتھ کی طرف بڑھ گئی۔ ہک سے ریسیور اتارتے ہوئے اسے خیال آیا کہ پریم ناتھ کے گھر کا نمبر اس کے پاس نہیں ہے۔ اس نے تیزی سے انکوائری کا نمبر ڈائل کیا۔ "ہیلو...... مجھے وکیل پریم ناتھ کا فون نمبر درکار ہے۔" اس نے رابطہ ملتے ہی کہا۔ "پلیز...... یہ ایمرجنسی ہے۔ میں سماچار کی رپورٹر پدمنی ٹھاکر بول رہی ہوں۔"

چند لمحے بعد وہ پریم ناتھ کے گھر کا نمبر ڈائل کر رہی تھی۔ کچھ دیر گھنٹی بجتی رہی...... پھر کسی نے ریسیور اٹھایا۔ "ہیلو۔" آواز نسوانی تھی۔

"پریم ناتھ موجود ہیں؟" پدمنی نے اپنے ہیجانی لہجے پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"وہ تو موجود نہیں ہیں۔ کوئی پیغام ہو تو چھوڑ دیجیے۔"

"یہ بتائیے، وہ کہاں ہیں۔ پلیز...... یہ ایمرجنسی ہے۔ ان کی زندگی خطرے میں ہے۔"

دوسری طرف سناٹا چھا گیا۔

"ہیلو...... ہیلو......" وہ ماؤتھ پیس میں زور سے چیخی۔

"ج...... جی...... یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" دوسری طرف کمزور لہجے میں کہا گیا۔

"میں کیا کہہ رہی ہوں؟" پدمنی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ پھر اچانک اسے یاد آگیا کہ اس کی کسی بات نے مخاطب خاتون کو دہلایا ہے۔ "میں سچ کہہ رہی ہوں۔ شری پریم ناتھ کی زندگی خطرے میں ہے۔ پلیز مجھے بتائیے، اس وقت وہ کہاں ہیں؟"

"پلازا ہوٹل میں میئر کا استقبالیہ ہو رہا ہے۔ وہ اس میں مدعو ہیں۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

پدمنی نے ریسیور ہک پر لٹکایا اور تقریباً بھاگتی ہوئی اپنی کار کی طرف لپکی۔ ڈرائیونگ سیٹ والا دروازہ مقفل نہیں تھا۔ اس نے جلدی سے کار اسٹارٹ کی اور

پارکنگ ایریا سے نکال لی۔ اس وقت اسے اس کے سوا کچھ بھی یاد نہیں تھا کہ ایک بے قصور شخص کی زندگی خطرے میں ہے۔ وہ کچھمن کا انٹرویو بھی بھول گئی تھی' جو اسے شا کرکے دینا تھا۔ اسے اس انٹرویو کی صرف ایک بات یاد تھی......... کچھمن کا جملہ "میں اسے دکھانا چاہتا ہوں کہ درندگی کسے کہتے ہیں......... میں اس سے انتقام لوں گا' ا نے بھری عدالت میں مجھے درندہ قرار دیا تھا........." اس وقت پدمنی کے پیش نظر صر ایک کام تھا......... بے خبر پریم ناتھ کو کچھمن کے عزائم سے آگاہ کرنا۔ اس نے ایکسی لر پر دباؤ بڑھا دیا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اڑ کر پلازا ہوٹل پہنچ جائے۔

پلازا ہوٹل کی لابی میں غیر معمولی ہجوم تھا۔ وہ بمشکل راستہ بناتی ہوئی استقبا تک پہنچی۔ استقبالیہ کلرک نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"میئر کا استقبالیہ کہاں ہو رہا ہے؟"

"نیچے زمرد ہال میں۔" کلرک نے جواب دیا۔ "لیکن آپ وہاں نہیں جا سکتیں تقریب بھی شروع ہو چکی ہے۔"

لیکن اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی پدمنی زمرد ہال کی طرف لپک لی تھ ہال کے دروازے پر حفاظتی انتظامات بے حد سخت تھے۔ اسے ایک باوردی پولیس مین دروازے پر ہی روک لیا۔ اندر سے آنے والی آواز سے پتا چلتا تھا کہ کوئی تقریر کر ہے۔

"مجھے شری پریم ناتھ سے ملنا ہے۔" پدمنی نے ہیجانی لہجے میں کہا۔

"کون پریم ناتھ؟" پولیس مین نے حیرت سے پوچھا۔

"وکیل ہیں وہ۔ آٹھ افراد کے قتل کے مجرم کچھمن کو انہوں نے ہی سزا دلا تھی۔"

"اوہ......... وہ پریم ناتھ۔" پولیس مین نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "نام سنا ہوا رہا ہے......... لیکن میں نے انہیں کبھی دیکھا نہیں ہے۔ بہرحال' اس وقت تو آپ ان نہیں مل سکتیں۔"

"لیکن یہ بہت ضروری ہے۔"

"مجھے افسوس ہے۔ کیونکہ انہیں باہر بلانے کے لیے ہال میں اعلان کرنا ضرو

ہوگا۔ اور یہ ناممکن ہے۔ اس وقت میئر صاحب تقریر کر رہے ہیں۔"

"مجھے اپنے افسر سے ملاؤ۔" پدمنی نے جھلا کر کہا۔

"یہ بھی ناممکن ہے۔ آخر آپ ہیں کون؟"

پدمنی نے ہینڈبیگ سے اپنا کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ پولیس مین کا رویہ کچھ تبدیل ہوگیا۔ وہ اسے اپنے ساتھ ہال میں لے گیا۔ وہاں پدمنی نے اس کے افسر سے بات کی لیکن مسئلہ حل ہوتا نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ افسر بھی پریم ناتھ کو نہیں پہچانتا تھا۔

"آخر ایمرجنسی کیا ہے؟" پولیس افسر نے پوچھا۔

پدمنی نے ہینڈ بیگ سے "سماچار" کا ضمیمہ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ "خود پڑھ لیجیے۔" اس نے کہا۔

افسر نے شہ سرخی پر نظر ڈالی "اوہ......... یہ تو بری خبر ہے۔ لیکن اس سے شری پریم ناتھ کا کیا تعلق ہے؟"

"کچھمن کے کیس میں وکیل شری پریم ناتھ ہی تھے۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" پولیس افسر نے بے پروائی سے کہا۔

اب پدمنی کو خیال آیا کہ اس نے اہم ترین بات بتائی ہی نہیں ہے "بات یہ ہے جناب کہ میں نے کچھمن کے فرار سے پہلے اس کا انٹرویو کیا تھا۔" پدمنی نے کہا اور پولیس افسر کو روداد سنا دی۔ پولیس افسر کی نگاہوں سے تشویش جھانکنے لگی۔

"یہ معاملہ تو سنگین ہے۔ ٹھہریے......... میں ڈی آئی جی صاحب سے رابطے کی کوشش کرتا ہوں۔ وہ بھی اس تقریب میں شریک ہیں۔" پولیس افسر نے کہا اور ایک طرف چلا گیا۔

پدمنی کو ایک ایک پل برس جیسا لگ رہا تھا۔ نہ جانے کتنی دیر بعد اس نے اگلی نشستوں سے تین افراد کو اٹھ کر اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔ پولیس افسر اس کے ساتھ تھا۔ پولیس افسر نے ان تینوں کا پدمنی سے تعارف کروایا۔ پدمنی میئر کو تو پہلے ہی سے جانتی تھی۔ دوسرا ڈی آئی جی تھا جو حال ہی میں میرٹھ سے تبادلہ ہو کر آیا تھا۔ تیسرا پریم ناتھ تھا۔ وہ فارغ البال تھا۔ عمر ۵۰ کے لگ بھگ ہوگی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

ڈی آئی جی کے استفسار پر پدمنی نے اپنی بات دہرائی......... اور "سماچار" ضمیمہ بھی اسے دے دیا۔ ڈی آئی جی بڑی توجہ سے اس کی بات سنتا رہا۔ پھر اس نے جلدی جلدی خبر پڑھ ڈالی "میں آپ کا شکرگزار ہوں۔" اس نے بڑی شائستگی سے کہا۔ "آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب بے فکر ہو جایئے۔ ہم پریم ناتھ صاحب کی حفاظت کا انتظام کر رہے ہیں۔ یہ بھی فرض کی ادائیگی کی خاطر اس مصیبت میں پڑے ہیں۔ اور ہم فرض شناس لوگوں کی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔"

"میں ذاتی طور پر تمہارا شکرگزار ہوں بیٹی۔" میئر نے مشفقانہ لہجے میں کہا۔

لیکن پریم ناتھ بہت گھبرایا ہوا تھا۔ اس کے منہ سے آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔ اس نے بھی پدمنی کا شکریہ ادا کرنے کی کوشش کی......... لیکن اس کے محض ہونٹ ہل کر رہ گئے۔

"انسپکٹر' تم انہیں باہر چھوڑ آؤ۔" ڈی آئی جی نے پدمنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

☆-------------☆-------------☆

پدمنی پونے گیارہ بجے کے قریب نیوز روم میں داخل ہوئی اور اپنی میز کی طرف بڑھ گئی۔ تھکن کے مارے اس کا برا حال ہو رہا تھا۔ لیکن ابھی اسے انٹرویو مکمل کرنا تھا۔ میز کے قریب پہنچ کر اس نے دیکھا کہ تنویر اس کی کرسی پر بیٹھا ہے......... دونوں ٹانگیں میز پر پھیلائے۔

"تمہاری کرسی بہت آرام دہ ہے۔" اس نے تبصرہ کیا۔

"بہت بہت شکریہ۔" پدمنی نے خشک لہجے میں کہا۔ "لیکن اب اٹھ جاؤ۔ مجھے کام کرنا ہے۔"

"اس زحمت کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تمہارا انٹرویو اب آؤٹ آف ڈیٹ ہو چکا ہے۔ ایک چٹ پٹی اور گرما گرم خبر نے اس کی جگہ لے لی ہے۔"

"کچھن کا فرار اپنی جگہ......... لیکن میرے پاس اس کا آخری انٹرویو ہے۔ میں

وہ واحد رپورٹر ہوں' جس نے اس سے انٹرویو لیا ہے۔"

"موت کی خبریں انٹرویو سے زیادہ اہم ہوتی ہیں گڑیا......... اور کچھن مرچکا ہے"

"مرچکا ہے......... کچھن!" پدمنی کے لہجے میں بے یقینی تھی۔ "لیکن کب؟"

"ابھی.........پانچ منٹ پہلے۔ وہ پلازا ہوٹل میں گھسنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ایک پولیس مین نے اسے شوٹ کر دیا۔ اس کے سر اور سینے میں بارہ گولیاں پیوست ہوئیں......... اور اس نے موقع پر ہی دم توڑ دیا۔" تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور سرکاری وکیل پریم ناتھ زندہ ہے......... تمہاری مہربانی سے۔"

پدمنی کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں سرہلا کر رہ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کہے۔

"خبر میں تمہارا نام بھی ہے۔ میئر اور ڈی آئی جی نے بالخصوص تمہارا شکریہ ادا کیا ہے......... روزنامہ "سماچار" کی نامہ نگار کی حیثیت سے آج کی سرخی ہے......... روزنامہ "سماچار" کی خاتون رپورٹر مس پدمنی ٹھاکر کا جرات مندانہ کارنامہ........."

"لیکن میرا انٹرویو؟ میری اتنی محنت اور بھاگ دوڑ........."

"انٹرویو بہرحال اہم ہے۔ لیکن پرسوں کی اشاعت میں شامل ہوگا۔ لہٰذا کل لکھ لینا۔ آج آرام کرو۔"

اچانک ایک خیال نے پدمنی کو پریشان کر دیا "اوہ......... مجھے انٹرویو پہلے مکمل کر کے دینا چاہیے تھا۔ وجے صاحب ناراض ہوں گے؟"

"معلوم نہیں۔ لیکن میئر اور ڈی آئی جی کے خیال میں تم ہیروئن ہو۔ جہاں تک وجے کمار کے ردعمل کا تعلق ہے تو دو ہی باتیں ممکن ہیں۔ یا تو وہ تمہاری چھٹی کر دیں گے......... یا تمہاری تنخواہ میں اضافہ ہو جائے گا۔ فی الحال میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ تمہیں آرام کی سخت ضرورت ہے۔"

☆-----------☆-----------☆

شنکر نے وجے کو اتنا خوش کبھی نہیں دیکھا تھا' جتنا وہ اس صبح تھا۔ کھڑکیوں کے پردے اٹھے ہوئے تھے۔ اور صبح کی نرم دھوپ کمرے میں اتری ہوئی تھی۔ وجے نے

کرسی گھما کر شنکر کا سامنا کیا اور بولا۔ "شنکر اپنی بات دہراؤ۔ میں دوبارہ سننا چاہتا ہوں۔"

شنکر نے پھر سامنے رکھے ہوئے کاغذ پر نظریں جمادیں۔ "یہ اعداد و غیرسرکاری ہیں۔ لیکن ان میں زیادہ فرق نہیں پڑ سکتا۔ ہمارا کل رات کا ضمیمہ ۸ لاکھ ہزار چھپا......... اور آج کا اخبار ۹ لاکھ اور ۴۰ ہزار۔ اسٹال والوں کی ڈیمانڈ بڑھ ہے......... اور اخبار شارٹ ہوگیا ہے۔ اس وقت شاید ہی کسی اسٹال پر "ساچار" مل ہو۔ تم نے تمام پبلشرز کو میلوں پیچھے چھوڑ دیا ہے۔"

"شاندار......... دل خوش کر دیا تم نے۔ گویا پھمن کے فرار نے ناممکن کو ممکن ڈالا۔" وجے کے لہجے میں مسرت کی چہکار تھی۔

اسی وقت انٹرکام چیخ اٹھا۔ وجے نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف اس سیکریٹری تھی "سر......... وکیل حسان رضوی آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"شکریہ شیلا ملا دو۔" وجے نے شنکر کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے فون ریسیور اٹھایا "ہیلو......... رضوی صاحب!"

"وجے......... کیا حال ہے؟" دوسری طرف سے رضوی کی آواز سنائی دی۔

"آپ کو معلوم ہے' ساچار نے اشاعت کا ریکارڈ توڑ دیا ہے۔" وجے چہکا۔

"مجھے کچھ کچھ اندازہ ہے۔"

"کیسا اندازہ......... کیسے لگایا آپ نے؟"

"مجھے آج کا "ساچار" اب تک نہیں مل سکا ہے۔"

"اوہ......... میں بھجوادوں گا۔ آج کا ساچار پڑھنا تو بہت ضروری ہے۔ جو "ساچار" میں ہے' وہ آپ کو کہیں نہیں ملے گا۔" وجے نے کہا۔ پھر ماؤتھ پیس پر ہاتھ کر شنکر سے مخاطب ہوا۔" رضوی کو آج کا "ساچار" نہیں مل سکا ہے۔ اس کا مطلب تمہاری رپورٹ درست ہے۔"

"مجھے خوشی ہے۔" دوسری طرف حسان رضوی کہہ رہا تھا۔ "میری طرف دلی مبارک باد قبول کرو۔"

"شکریہ رضوی صاحب......... بہت بہت شکریہ۔"

"لیکن تم نے اتنی بڑی کامیابی حاصل کیسے کی؟"

"یہ مت پوچھو کہ میں نے یہ کامیابی کیسے حاصل کی۔ یہ پوچھو کہ کامیابی کتنی بڑی ہے۔" وجے نے ماؤتھ پیس میں کہا اور شنکر کے سامنے رکھے ہوئے اعداد و شمار اپنے سامنے گھسیٹ لیے۔ "ہم نے اشاعت کے حساب سے روزنامہ دہلی پر ۸۰ ہزار کی سبقت حاصل کر لی ہے۔ ہماری آج کی اشاعت' دہلی کی ۸ لاکھ ۶۰ ہزار کے مقابلے میں ۹ لاکھ چالیس ہزار ہے۔ کہو کیا خیال ہے؟"

"بہت خوب وجے۔ یہ واقعی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

"اور یوں میں نے اپنے باپ کی عائد کردہ شق کے زور پر ساچار ہمیشہ کے لیے حاصل کرلیا ہے۔ ٹھیک ہے نا؟"

"فی الوقت صرف غیرسرکاری طور پر۔ تم اعداد و شمار مجھے بھیج دینا۔ میں قانونی کارزوائی مکمل کرلوں گا۔"

"آڈٹ بیورو آف سرکولیشن سے اعداد و شمار آتے ہی میں تمہیں بھجوادوں گا لیکن اب وہ شق........."

"تم نے شرط پوری کر دی ہے۔ اب تو صرف رسمی کارروائی رہ گئی ہے۔ لیکن رسمی کارروائی کی اپنی اہمیت ہوتی ہے۔"

"ٹھیک ہے رضوی صاحب۔ مجھے خوشی ہوئی یہ سن کر۔ اس کا مطلب ہے کہ اب ساچار میری ملکیت ہے اور ہمیشہ رہے گا۔"

"یہ درست ہے وجے......... اور مجھے تمہاری اس کامیابی پر خوشی ہوئی ہے۔"

"شکریہ رضوی صاحب۔ لیکن یقین کیجئے' یہ صرف آغاز ہے۔ میں بہت دور تک جاؤں گا۔"

"مجھے یقین ہے ایسا ہی ہو گا۔ خداحافظ۔"

وجے نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ گھنٹی دوبارہ بج اٹھی۔ "سر......... فون پر فون آرہے ہیں۔" دوسری طرف سے شیلا نے کہا "میں پیغامات نوٹ کر رہی ہوں......... لیکن اہم کالوں کے لیے آپ سے پوچھنا ضروری ہے۔ میئر کی کال ہے۔ آپ ریسیو کریں گے؟"

"ضرور کروں گا۔" وجے ہنس دیا۔

"میں ملاتی ہوں سر۔"

وجے چند لمحے ریسیور کانوں سے لگائے رہا۔ پھر بولا "جی ہاں جناب....... بول رہا ہوں۔ آپ کی مہربانی سے جناب....... ہم بھی عوام کے خادم ہیں....... خوشی ہے....... میں یقیناً آؤں گا جناب بہت بہتر۔" اس نے منہ بنا کر ریسیور پٹخ دیا۔ شنکر سے مخاطب ہوا۔ "میئر صاحب مبارک باد دے رہے تھے۔ جانتے ہو کس بات کچھمن والی خبر پر نہیں بلکہ اس بات پر کہ میرے پاس پدمنی ٹھاکر جیسی فرض شناس ر موجود ہے، جس نے سرکاری وکیل کی جان بچانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ہاں....... پدمنی ٹھاکر کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" شنکر نے جواب دیا۔

"سمجھ میں تو میری بھی نہیں آتا لیکن میرا خیال ہے کہ میں اسے ہینڈل کر ہوں۔ تم فوراً اسے میرے پاس بھیج دو۔"

☆------------☆------------☆

وجے پدمنی کو بغور دیکھتا رہا۔ اس کے بارے میں اس کا اندازہ درست ث ہو چکا تھا۔ وہ بظاہر بہت معصوم تھی....... لیکن درحقیقت ایک اسمارٹ لڑکی تھی۔ کو نہ جانے کیوں اس کا یقین ہونے لگا کہ وہ ایک انتہائی کامیاب رپورٹر....... اور کے لیے ایک اہم اثاثہ ثابت ہوگی۔ تاہم اسے سختی سے ٹوکنا بھی ضروری تھا۔ یعنی وہ آئیڈیل رپورٹر کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کا پہلا دن تھا۔

"مبارک ہو سر!" پدمنی نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "سماچار اشاعت کے اعتبار سے ہر اخبار کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔"

"شکریہ پدمنی۔ اب ہم سب سے آگے ہیں....... اور ہمیں اپنی اس فوقیت برقرار رکھنا ہے۔"

"کچھمن کے کیس میں آپ نے کمال کر دیا۔ یہ آپ نے کیسے کیا جناب؟"

وجے کو احساس تھا کہ لڑکی کا یہ سوال خطرناک ہے۔ تاہم اس نے نہ اطمینان سے کہا۔ "تمہارا اشارہ سرنگ کی طرف ہے؟"

"جی ہاں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کچھمن کو سرنگ کے بارے میں کی

چلا؟" "تمہیں رگھبیر سنگھ کے ذریعے پتا چلا تھا۔ تم نے اسے وعدے کے مطابق آف دی ریکارڈ رکھا لیکن میرا خیال ہے کہ کچھمن کو اس سلسلے میں کسی قیدی کے ذریعے پتا چلا ہوگا۔ اسی وقت ایک مخبر کے ذریعے ہمیں علم ہوا کہ کچھمن اس سرنگ کے ذریعے فرار ہونے والا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ادھر کچھمن نکلا اور ادھر ہم پریس میں گئے۔ میں تمہیں مکمل تفصیلات فراہم نہیں کر سکتا۔"

"نہیں، مسٹر وجے....... میں غیر ضروری تجسّس میں مبتلا ہونے والی ہوں بھی نہیں۔" پدمنی نے جلدی سے کہا۔ "میں جانتی ہوں کہ یہ معاملات رازداری کے متقاضی ہیں۔"

"تجسّس بری چیز بھی نہیں ہے بے بی....... بشرطیکہ غیر متعلق معاملات میں ٹانگ نہ اڑائی جائے۔ مثلاً اخبار کے معاملات....... میں پسند نہیں کرتا کہ اس سلسلے میں کوئی تجسّس سے کام لے۔ بہرحال، تم قابل اعتماد ہو۔"

"درست ہے جناب!"

وجے نے اپنی دراز سے سگار نکالا اور چند لمحے اسے انگلیوں میں گھماتا رہا "مجھے پتا چلا ہے کہ کچھمن سے تمہارا انٹرویو بہت زوردار تھا۔" اس نے کہا۔

"جی....... جی ہاں....... دلچسپ تھا۔" پدمنی یک لخت چوکنا ہوگئی۔

"اس انٹرویو کے دوران میں تمہیں پتا چلا کہ کچھمن کی آرزو ہے کہ وہ کسی طرح پریم ناتھ کو قتل کرکے اپنی توہین کا انتقام لے۔ پھر جب تمہیں علم ہوا کہ کچھمن جیل سے فرار ہو چکا ہے تو تم نے پریم ناتھ کو صورت حال سے آگاہ کرنے اور اس کی زندگی بچانے کے سلسلے میں بھرپور کوششیں کیں۔" اس نے لائٹر اٹھا کر سگار سلگایا اور بات جاری رکھی۔ "یہ بھی سچ ہے کہ تم نے وکیل سرکار کی زندگی بچالی۔"

"شاید ایسا ہی ہے جناب!" پدمنی اب بھی محتاط تھی۔

"ہر شخص تمہاری انسان دوستی اور فرض شناسی کو سراہ رہا ہے۔" وجے نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ "میئر نے فون پر مجھے مبارک باد دی کہ میرے پاس اتنے اچھے کارکن موجود ہیں۔ لیکن اس دنیا میں ایک شخص ایسا بھی ہے، جو تمہارے اس عمل کو سراہ نہیں

سکتا........ اور وہ شخص میں ہوں۔ میں ایک ایسے کام پر تمہیں کیسے مبارک باد دوں؟ تمہیں نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔"

وجے جانتا تھا کہ وہ اس کا مطلب بخوبی سمجھ گئی ہے۔ اس نے سگار کا کش لگا کر دھواں اگلا اور چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ "اس پیشے میں سب سے زیادہ اہمیت خبر کی ہے۔ خبر کے سامنے انسان کی بھی اہمیت نہیں ہونا چاہیے۔ تمہیں جو کام سونپا گیا ہے' وہ سب سے اہم ہے۔ تمہاری وفاداریاں اخبار کے ساتھ ہونا چاہئیں کیونکہ یہ تمہاری ذمے داری ہے۔ وکیل سرکار پریم ناتھ تمہاری ذمے داری نہیں تھا۔ چھمن کا انٹرویو زیادہ اہم تھا۔ تمہیں پریم ناتھ کو مطلع کرنے کی کوشش سے پہلے انٹرویو مکمل کر کے ایڈیٹر کے حوالے کرنا چاہیے تھا۔"

"جی........ میں سمجھ گئی۔" پدمنی نے بچوں کے سے انداز میں دبے دبے لہجے میں کہا۔ وہ خفت محسوس کر رہی تھی۔

"اس اعتبار سے تم میرے اعتماد پر پوری نہیں اتریں۔"

"لیکن سر' یہ کیسے ممکن تھا کہ میں انہیں مرنے دیتی۔"

"بچی نہ بنو۔ یہ ناممکن تھا کہ چھمن' پریم ناتھ کو کوئی نقصان پہنچا سکے۔ چھمن کو دیکھتے ہی شوٹ کرنے کے احکامات جاری کیے جا چکے تھے۔"

"لیکن ڈی آئی جی اور میئر نے خود میرا شکریہ ادا کیا........۔" پدمنی نے کمزور لہجے میں کہا۔

"تم نہیں سمجھتیں۔ یہ محض پریس والوں کو مٹھی میں لینے کی کوششیں ہیں۔" وجے نے تند لہجے میں کہا۔ "اس کے علاوہ یہ بات سیاسی طور پر میئر کے حق میں جاتی ہے۔ لوگوں پر اچھا تاثر ڈالنا ہوتا ہے۔ نہیں بے بی........ تم نے ترجیحات کی فہرست مرتب کرتے ہوئے غلطی کی تھی۔ تمہیں یہ سب کچھ سیکھنا ہوگا۔ تم سیاست دانوں کے سیاسی ہتھکنڈوں سے ناواقف ہو۔ تم پبلک کی ملازم نہیں........ صحافی ہو........ اور صحافت میں مسابقت بہت زیادہ ہے۔ ایک لمحے کے لیے ہچکچانے والے بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔ تمہیں اولیت مجھے........ اور میرے اخبار والوں کو دینا چاہیے۔ تمہارے پاس ایک بے مثال

قیمتی انٹرویو تھا۔ اس وقت تم بہت قیمتی تھیں۔ تمہیں سب سے پہلے دفتر پہنچ کر انٹرویو فائنل کرنا چاہیے تھا........ لیکن تم نے نہ صرف انٹرویو کو........ بلکہ خود کو بھی خطرے میں ڈالا۔ چھمن جیسے سفاک قاتل کا کیا بھروسا........ اگر اسے تمہارے عزائم کا اندازہ ہوتا اور تم اسے نظر بھی آجاتیں تو وہ بلا جھجک تمہیں شوٹ کر دیتا۔ اور وہ اہم انٹرویو تمہارے ساتھ ہی ختم ہو جاتا' جس کے لیے میں نے تمہیں بھیجا تھا' اتنے بہت سے رپورٹرز میں سے صرف تم پر اعتماد کیا تھا۔ بتاؤ' کیا میں نے غلطی کی تھی؟"

پدمنی تھرا کر رہ گئی........ واقعی........ اس زاویے سے تو اس نے صورت حال کو دیکھا ہی نہیں تھا۔ چھمن کا خیال آتے ہی وہ لرز کر رہ گئی۔ وجے کی ہر بات معقول تھی۔ "مجھے افسوس ہے سر........ میں شرمندہ ہوں۔" اس نے پشیمان ہو کر کہا۔ "آئندہ ان باتوں کا خیال رکھوں گی۔"

"ممکن ہے' اس کارکردگی پر تمہیں شہر کی انتظامیہ کی طرف سے تمغا مل جائے........ لیکن وجے کمار تمہیں تمغا نہیں دے گا۔ ہاں........ کوئی اہم خبر........ کوئی اہم آرٹیکل جان پر کھیل کر اخبار تک پہنچاؤ گی تو وجے کمار تمہیں سراہے گا۔" وجے نے تند لہجے میں کہا۔ پھر پدمنی کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر اسے اندازہ ہو گیا کہ تیر نشانے پر بیٹھا ہے۔ اب لہجہ نرم کر لینا ضروری تھا۔ "خیر' چلو اب تم یقیناً میری بات سمجھ گئی ہوگی۔ جو ہوا سو ہوا۔ مجھے یقین ہے کہ آئندہ تم سے ایسی غلطی نہیں ہوگی۔"

پدمنی کے جانے کے بعد وہ دیر تک سوچتا رہا۔ شاید اس نے غیر ضروری حد تک لہجہ سخت رکھا تھا۔ لیکن پھر اس نے فیصلہ کیا کہ وہ سختی ضروری تھی۔ لڑکی کو سبق دینا بہت ضروری تھا۔ اسی میں لڑکی کی بھلائی تھی........ اور اسی میں اخبار کی بہتری تھی۔ آئندہ وہ یقیناً بہت اچھی رپورٹر ثابت ہوگی........ جیتنے والی ٹیم کی کارکن۔

☆------------☆------------☆

وجے کے لیے اس بات کی بہت زیادہ اہمیت تھی کہ اس کی ٹیم جیتنے والی ٹیم ہو۔ ایک آگے بڑھتے ہوئے اخبار کے لیے ایسی ٹیم اہم ترین ضرورت ہوتی ہے۔ اب وہ آئندہ کے لیے لائحہ عمل ترتیب دے رہا تھا۔

وہ مستقبل کی ایسی خبروں پر کام کر رہا تھا' جو ڈیولپ ہو سکتی تھیں۔ اسے

جلداز جلد کچھن کے فرار جیسی ایک خبردرکار تھی......... جو صرف اور صرف ساچار پر چھپے۔

پھراس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اس نے شنکر کو طلب کرکے اس سے تنویر صدیقی کے بارے میں دریافت کیا۔ اس کے بعد اس نے فون پر تنویر کا نمبر ملایا

"تنویر......... میں وجے بول رہا ہوں۔"

"جی جناب؟"

"تمہیں وہ اسپیشل پروجیکٹ یاد ہے' جس کے لیے میں نے تمہیں بیرون ملک بھیجا تھا......... جسے میرے باپ نے مسترد کردیا تھا؟"

"جی ہاں جناب۔ میں نے دہشت گردوں کی سرگرمیوں پر کام کیا تھا۔"

"درست......... اورتم نے اس پر اچھی خاصی تحقیق کی تھی اس کے نوٹس تمہارے پاس موجود ہیں؟"

"جی ہاں......... موجود ہیں۔"

"بہت خوب۔ وہ نوٹس میری سیکریٹری کو دے جاؤ۔ میں انہیں دوبارہ پڑھنا چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ اس سلسلے میں پھر تحقیقی کام کیا جائے۔"

"بہت اچھا آئیڈیا ہے جناب' میرا خیال ہے کہ اس وقت کا اہم ترین مسئلہ دہشت گردی ہے۔"

"دیکھیں گے۔ پہلے میں وہ نوٹس پڑھ لوں' پھرمیں تم سے بات کروں گا۔"

وجے نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ شیلا نے اسے بتایا' رگھبیر اس سے ملنا چاہتا ہے۔ وجے کو یاد ہی نہیں رہا تھا کہ وہ رگھبیر کو ملاقات کا وقت دے چکا ہے۔ "ٹھیک ہے۔ اسے بھیج دو۔" اس نے انٹرکام پر کہا۔

چند لمحے بعد اس کے کمرے کا دروازہ کھلا اور رگھبیر داخل ہوا۔ اس نے حیران آنکھوں سے کمرے کی آرائش کا جائزہ لیا اور بے ساختہ بولا۔ "بہت خوبصورت دفتر ہے آپ کا۔"

وجے نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس سے پہلے وہ رگھبیر سے کبھی نہیں ملا تھا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران تھا کہ رگھبیر ویسا ہی ہے' جیسا اس کے بارے میں اس نے سوچا تھا۔

نہ صرف لفنگا تھا بلکہ لفنگا نظر بھی آتا تھا۔ بس ایک کمی تھی۔ اس کی جیبیں ابھری ہوئی نہیں تھیں۔ گویا وہ مسلح نہیں تھا۔ نہ جانے کیوں' وجے کو اس بات سے مایوسی ہوئی۔

رگھبیر نے بیٹھتے ہی جیب سے پیکٹ نکالا اور اس میں سے ایک سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبالی۔ "اجازت ہے؟" اس نے پوچھا۔ لیکن وجے کے جواب سے پہلے ہی وہ سگریٹ سلگا چکا تھا۔

"مجھے تم سے ملاقات کا اشتیاق تھا رگھبیر!" وجے نے کہا۔

"یہی بات میں بھی کہنا چاہتا تھا لیکن آپ نے پہل کردی۔"

وجے وقت ضائع کرنے کا قائل ہی نہیں تھا۔ اس نے کہا "سرنگ والی اطلاع بڑی کارآمد ثابت ہوئی۔ اس کا شکریہ۔"

"تو آپ نے اس سے فائدہ اٹھایا؟"

"نہیں اٹھانا چاہیے تھا کیا؟"

"میرا تو یہی خیال ہے۔ میں نے وہ بات آف دی ریکارڈ بتائی تھی۔" رگھبیر نے بے حد سادگی سے کہا۔ اس کے انداز میں برہمی بالکل نہیں تھی۔ "وہ ایک راز تھا۔" اس نے مزید کہا۔

"یہ بات ذہن میں رکھو رگھبیر کہ جب کوئی راز کسی پر کھول دیا جائے تو وہ راز نہیں رہتا۔"

"لیکن وہ راز برائے اشاعت نہیں تھا۔"

"اور وہ چھاپا بھی نہیں گیا۔" وجے نے سادگی سے کہا۔ "جب تک کچھن فرار نہیں ہوا' ہم نے اسے شائع نہیں کیا۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر آپ منطق کے قائل ہیں تو یوں ہی سہی۔"

"رگھبیر سنگھ' اب میری بات غور سے سنو۔ میں تمہیں ایک کاروباری پیش کش کررہا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے میں واضح طور پر اپنی پالیسی کا اعلان کردوں۔ میرے خیال میں دنیا کا کوئی راز ایسا نہیں' جو ساچار میں شائع نہ ہوسکے۔ ہر راز خبر ہے......... اور ہر خبر اشاعت کے لیے ہے۔ جو کچھ مجھے معلوم ہے' وہ شائع ضرور ہوگا۔ اب یہ بتاؤ کہ تمہیں ہماری رپورٹر سے کچھن اور اس کوٹھری کے بارے میں گفتگو کا کیا معاوضہ ملا ہے؟"

"دو ہزار روپے۔"

"یہ تو کم ہے، تم اس سے زیادہ کے مستحق ہو۔" وجے نے پرخیال لہجے میں کہا۔ "بہرحال تمہیں اس گفتگو کے معاوضے کے طور پر چھ ہزار روپے مزید ملیں گے۔ اب آؤ میری پیش کش کی طرف۔ اگر تمہیں ہماری طرف سے دس ہزار روپے ماہانہ تنخواہ ملے تو........ بولو، کیا خیال ہے؟"

رگھبیر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ لیکن وہ بولا تو اس کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی۔ "مجھے کرنا کیا ہوگا؟" اس نے پوچھا۔

"جو کر رہے ہو، وہی کرتے رہنا ہوگا۔" وجے نے سرد لہجے میں کہا۔ "ظاہر ہے میں تمہیں شرافت سے زندگی بسر کرنے کے لیے تو ہر ماہ اتنی بڑی رقم نہیں دے سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارا مجرموں میں اٹھنا بیٹھنا بدستور رہے........ اور تم مجھے چھن چھن کر خبریں فراہم کرتے رہو۔"

"ایسی خبریں روز روز نہیں ملتیں۔"

"کوئی حرج نہیں۔ جب بھی ملیں، ہمارے پاس آجاؤ۔ میں تمہارے بارے میں اچھی خاصی معلومات رکھتا ہوں۔ تم ڈھنگ سے رہنا پسند کرتے ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تمہارا ہاتھ ہمیشہ تنگ رہتا ہے۔ وہ دس ہزار روپے تمہیں ڈھنگ سے رہنے کا موقع دیں گے۔ دوسری طرف میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ تم اپنے مجرم دوستوں سے ملنا جلنا ترک کر دو۔ بس یہ ہے کہ کسی سنگین واردات میں خود کو ملوث کرنے سے بچاؤ، دوستوں سے چپکے رہو لیکن کوئی خطرہ مول نہ لو۔ اپنے کان اور آنکھیں کھلی رکھو........ ہمارے لیے۔"

"اور جو کچھ دیکھوں اور سنوں، وہ آپ کو بتادوں؟"

"اگر وہ کوئی زوردار خبر بنتی ہے تو ضرور بتاؤ۔ تم اس وقت ہمارے لیے جو کچھ کر رہے ہو، میں اس سے بہتر کا مطالبہ کر رہا ہوں۔"

"لیکن میں اپنے دوستوں کو مصیبت میں پھنسوانا پسند نہیں کروں گا۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ تم ہمیں جو اطلاعات فراہم کرو گے، ان سے استفادہ کرتے ہوئے ہم اس بات کا خیال رکھیں گے کہ وہ براہ راست ملوث نہ ہونے پائیں۔"

رگھبیر نے اپنا سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دیا۔ وہ فکرمند نظر آرہا تھا۔ "ان

کے باوجود یہ خطرناک کھیل ہے۔" اس نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔ "اگر میرے دوستوں کو پتا چل گیا تو میری خیر نہیں۔"

"تم سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچے گی۔ تم سنو گے سب کچھ اور ہمارے لیے کام کی باتوں کا انتخاب بھی تم ہی کرو گے۔ چنانچہ تمہیں اپنے تحفظ اور بھرم کا خیال رکھنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔"

"دس ہزار روپے کم نہیں ہوتے رگھبیر........ اور پھر کسی خصوصی اطلاع پر انعام الگ۔"

"جی ہاں۔"

"بولو، کیا کہتے ہو؟" وجے نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

رگھبیر بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے وجے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ "مجھے منظور ہے جناب!"

وجے نے بڑی گرمجوشی سے اس سے ہاتھ ملایا۔ پھر اس نے اس کا ہاتھ چھوڑا اور میز کے عقب سے نکل آیا۔ اس کی باچھیں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ اس کے لیے بہت کامیاب دن ثابت ہوا تھا۔ اس نے رگھبیر کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ "آؤ تمہیں شنکر سے ملواؤں۔ اب وہ میرا اسسٹنٹ ہے۔ میرے اور تمہارے درمیان رابطے کا کام وہی کرے گا۔ ٹھیک ہے۔"

"میں سمجھ گیا جناب!"

☆------------☆------------☆

وجے دفتر سے نکلنے ہی والا تھا کہ لکشمی کا فون آگیا۔ "تم جلدی آرہے ہو نا؟ مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنا ہے۔" لکشمی نے کہا۔

"فی الحال میں گھر آرہا ہوں........ ذرا سی دیر کے لیے۔" وجے نے جواب دیا۔ "کھانا میں گھر میں نہیں کھا سکوں گا۔ مصروفیت اتنی زیادہ ہے........ لیکن لباس تبدیل کرنا بھی ضروری ہے اس لیے آنا تو پڑے گا۔ اسی دوران میں گفتگو بھی ہو جائے گی۔"

گھر پہنچ کر کپڑے بدلنے کے بعد اس نے آئینے میں اپنا جائزہ لیا۔ اپنا عکس دیکھ

کراس کی طبیعت خوش ہوگئی۔ وہ اپنی عمر سے کم اور اچھا دکھائی دے رہا تھا۔ پھر اسے بے صبری ہونے لگی۔ اس روز اس کی تین ملاقاتیں طے تھیں اور اس نے دوسری ملاقات کے لیے بطور خاص اہتمام کیا تھا۔ اسے شوبھا کے پاس جانا تھا لیکن ابھی اسے کم از کم پانچ منٹ لکشمی کو بھی دینے تھے جو ڈرائنگ روم میں اس کی منتظر تھی۔ وہ یہ سوچ کر پریشان ہوگیا کہ لکشمی یقیناً اس کے سامنے کوئی مسئلہ رکھنے والی ہے۔ لیکن مسئلہ کیا ہے' اس کے بارے میں وہ کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔

وہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ لکشمی اپنی وھیل چیئر میں نہیں تھی...... بلکہ ٹی وی سیٹ کے پاس آرام کرسی پر نیم دراز تھی۔ وجے کا جی چاہا کہ وہ بھی بیٹھ جائے...... لیکن وہ جانتا تھا کہ اس طرح گفتگو طول پکڑ جائے گی اور وہ جان نہیں چھڑا سکے گا۔ چنانچہ اس نے کھڑے رہنا ہی بہتر سمجھا۔

"تمہیں معلوم ہے' ہم نے روزنامہ دہلی کو اشاعت کے معاملے کراس کرایا ہے۔" اس نے لکشمی کو بتایا۔

"بھگوان کی کرپا ہے۔ مبارک ہو وجے...... مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔"

"سارا کریڈٹ بھگوان کو دے رہی ہو۔" وجے نے شوخ لہجے میں کہا۔ "حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ میں یہ کارنامہ انجام دے سکتا ہوں...... اور میں نے کارنامہ کر دکھایا۔ خیر...... یہ بتاؤ' تم مجھ سے کیا بات کرنا چاہتی ہو۔ خیریت تو ہے؟"

"میں سروپ کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"سروپ کے بارے میں' کیا بات ہے؟"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے اسی سے بات ہوئی ہے...... شملہ اسپتال سے۔"

"اسپتال سے...... کیوں؟ کیا ہوا اسے؟ تم نے مجھے فون پر کیوں نہیں بتایا؟"

"معاملہ سیریس نہیں ہے لیکن بہرحال وہ اسپتال میں ہے۔ وہ کوہ پیمائی کرتے ہوئے پھسل گیا تھا۔"

"کوہ پیمائی؟ وہ تو وہاں تعلیم حاصل کرنے گیا ہے۔"

"پتا نہیں۔ بہرحال' اس کی ٹانگ میں دو فریکچر ہوئے ہیں لیکن معاملہ سنگین نہیں ہے۔"

وجے کو غصہ آگیا...... شاید اس لیے کہ اتنے کامیاب دن اتنی نامعقول خبر سننا اچھا نہیں لگا تھا "آخر اسے کوہ پیمائی کی سوجھی کیوں؟" اس نے برہم ہو کر کہا۔

"بچہ ہی تو ہے۔" لکشمی نے بے حد رسان سے کہا۔

"احمق ہے۔ اچھا ہوا کہ اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ ایسے لوگوں کو سبق ملنا چاہیے۔" وجے نے تیز لہجے میں کہا لیکن درحقیقت وہ فخر بھی محسوس کر رہا تھا۔ اس کے خاندان میں کبھی کسی نے کوہ پیمائی نہیں کی تھی۔ چنانچہ اس کا لہجہ خوشگوار ہوگیا "ٹھیک ہے۔ تم کہتی ہو کہ معاملہ سنگین نہیں ہے۔ بہرحال' مجھے باخبر رکھنا۔ بس اور تو کوئی بات نہیں؟"

"میں چاہتی ہوں کہ تم میرے ساتھ شملہ چلو۔ سروپ ہماری ضرورت محسوس کر رہا ہوگا۔"

"کیا؟ دیکھو لکشمی اب وہ بچہ نہیں ہے۔ پھر وہاں اس کے دوست بھی ہیں۔ اچھے سے اچھا ڈاکٹر ہے......"

"لیکن ماں باپ تو نہیں ہیں وجے۔" لکشمی نے اس کی بات کاٹ دی۔ "ذرا سوچو تو وجے...... وہ بستر پر پڑا بے بسی محسوس کر رہا ہوگا۔ تم جانتے ہو کہ وہ تنہائی سے گھبراتا ہے۔ وہ ہمیں دیکھ کر خوش ہوگا۔"

"صرف اتنی سی بات کے لیے سارے کام چھوڑ دوں۔ نہیں لکشمی یہ ناممکن ہے۔ تم جانتی ہو' ابھی حال ہی میں تو میں نے کام سنبھالا ہے۔ آج مجھے پہلی کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ کامیابی حاصل کرنا اتنی بڑی بات نہیں' جتنا اپنا حاصل کردہ مقام برقرار رکھنا ہے۔ ان دنوں میں ویسے ہی بہت مصروف ہوں۔ بہت سے اہم کام رکے ہوئے ہیں۔"

"دو تین دن کے لیے ہی چلے چلو۔" لکشمی نے التجا کی۔

"نہیں لکشمی...... بھگوان کے لیے' ذرا سوچو میرے پاس وقت بالکل بھی نہیں ہے۔ اگر جانا ضروری ہے تو تم چلی جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ جانے کے لیے ایک نرس کا بندوبست کر دوں گا۔"

"لیکن وہ تم سے ملنے کے لیے بے چین ہے۔ اسے تمہاری کامیابی کا علم ہوگیا ہے۔ اس نے تمہیں مبارک باد بھی دی تھی۔ وہ تم پر فخر کرتا ہے وجے۔ وہ تمہارے

جانے سے بہت خوش ہو گا۔"

وجے بیک وقت حیران بھی ہوا اور خوش بھی "اچھا......... تو خبر وہاں تک گئی۔" اس نے کہا "سنو، تم اس کا فون نمبر میز پر چھوڑ دو۔ میں صبح ہی اسے فون کر اور تم اس کے پاپس چلی جاؤ۔ مجھے تمہاری کمی محسوس ہو گی لیکن میں کام چلا لوں گا سوچ کر کہ اسے تمہاری زیادہ ضرورت ہے۔ اچھا، اب میں چلتا ہوں۔ پہلے ہی لیٹ ہو ہوں۔"

باہر نکل کر وجے کے ذہن میں ایک عجیب سا خیال آیا۔ وہ اتنے طویل عر تک بیٹھا رہا اور باپ بننے کے باوجود باپ نہیں بن سکا تھا۔ اب اسے باپ بننے کے بھی وقت نکالنا ہو گا۔ لیکن پہلے تو خود کو منوانا ضروری تھا۔

☆-----------☆-----------☆

ڈاکٹر آنند لال خاموشی سے سنتا رہا۔ وجے ۴۰ منٹ تک مسلسل بولتا رہا۔ وہ ا کامیابی کی تفصیل بتا رہا تھا......... اور اسے اپنا بولنا بہت اچھا لگ رہا تھا۔

"واہ وجے......... واقعی تم نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔" اس خاموش ہونے کے بعد ڈاکٹر نے تبصرہ کیا۔ "لیکن تم نے اتنی بڑی خبر اتنی جلدی اور آ سے کیسے حاصل کر لی؟"

"یہ بزنس سیکرٹ ہے۔"

"میں تمہارا سائیکاٹرسٹ ہوں وجے۔ میرے لیے تمہارا کوئی راز، راز نہیں چاہیے۔ ورنہ میں تمہاری مدد کیسے........."

"آج مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔"

"بہرحال، مجھے تمہاری کامیابی پر فخر ہے۔ تم نے اپنی سب سے بڑی خواہش کر لی۔ تم نے اپنے باپ کے شکوک کو بے بنیاد ثابت کر دیا۔ تم نے وہ کام کر دکھا تمہارا باپ بھی نہیں کر سکتا تھا۔"

"اسی لیے تو میں خوش ہوں۔"

"اب تم آزاد ہو۔ جو چاہو کر سکتے ہو۔ جتنا چاہو، بلند ہو سکتے ہو۔"

"یہ تو محض آغاز ہے۔" وجے نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "جو کچھ میں نے

کیا، وہ محض اتفاقیہ نہیں ہے۔ میرے ذہن میں ہزاروں منصوبے ہیں۔ یقین کرو......... میں اخباری دنیا کو ہلا کر رکھ دوں گا۔ انہیں دکھا دوں گا کہ میں کیا ہوں؟"

"کیا اب بھی اس بات کی اہمیت ہے؟ خود کو ثابت کرنے کے باوجود۔"

"ہاں میں چاہتا ہوں کہ میرے سامنے میرے باپ کی شہرت ماند پڑ جائے۔ کیا یہ کوئی بری بات ہے؟"

"میں نے یہ کب کہا ہے۔" ڈاکٹر نے مدافعانہ انداز میں کہا۔

"اور ہاں ڈاکٹر، میں شوبھا کو بھی تسخیر کر چکا ہوں۔ اب وہ میری ہے......... اور میری رہے گی۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

"نہیں میں تمہارا محتسب نہیں ہوں۔ میں تو صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ شوبھا کو تسخیر کرنا تمہارے لیے اہم کیوں تھا۔ کیا تم اپنے باپ کی آتما پر اپنی مردانگی ثابت کرنا چاہتے تھے؟"

"شاید یہی بات ہے۔" وجے نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک گھنٹے کا سیشن پورا ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر اسے چھوڑنے دروازے تک آیا۔

☆-----------☆-----------☆

وجے شوبھا کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ وہ ایک بھرپور اور شاداب عورت تھی۔ اسے ایسی ہی کسی عورت کی ضرورت تھی، جو اسے جوان ہونے کا احساس دلا سکے۔ لکشمی تو اسے صرف تیزی سے قریب آتے ہوئے بڑھاپے اور تھکن کا احساس دلاتی تھی۔ اسے اب صرف سروپ کی فکر رہتی تھی......... گویا وہ اب صرف ماں تھی۔ اس نے وجے کا بیوی کا خانہ خالی کر دیا تھا۔ واقعی......... شوبھا اس کی ضرورت تھی۔ بات صرف اپنے باپ پر اپنی مردانگی ثابت کرنے کی نہیں تھی۔ وجے نے فیصلہ کیا کہ وہ اگلے سیشن میں ڈاکٹر کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کرے گا۔

"وجے!" شوبھا نے اسے پکارا۔

وجے نے چونک کر دیکھا......... اور اس کی آنکھوں میں حیرت نظر آئی۔ وہ وہسکی

کا جام لیے کھڑی تھی۔ وجے نے ہاتھ بڑھا کر جام لے لیا۔

شوبھا اس کی حیرت کا سبب سمجھ گئی تھی۔ "میں اب تمہیں سمجھنے لگی ہوں" اس نے آہستہ سے کہا "یہ وہسکی ہے......... پانی کی مناسب مقدار کے ساتھ۔" اس نے جام کی طرف اشارہ کیا۔ "وجے......... میں تمہیں خوش رکھنا چاہتی ہوں۔"

"میں خوش ہوں......... بہت خوش ہوں۔" وجے نے کہا پھر اسے خیال آیا "تم نہیں پی رہیں؟" اس نے پوچھا۔

"اب مجھے پینے کی کیا ضرورت ہے۔ تم جو مل گئے ہو۔" شوبھا نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔ "تم اب بھی اتنے ہی خوش ہو' جتنے صبح تھے' جب تم نے مجھے خوشخبری سنائی تھی؟" اس نے پوچھا۔

"میں جانتا ہوں' تم مجھے اور زیادہ خوش کر سکتی ہو۔ میں پہلے سے زیادہ خوش ہوں۔"

دو گھنٹے کے بعد وجے' شوبھا کے بنگلے سے نکلنے لگا تو شوبھا نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "وجے......... مجھے کبھی اپنی محبت سے محروم نہ رکھنا۔" اس نے التجائیہ لہجے میں کہا۔

"میں دنیا میں سب سے زیادہ اہمیت تمہی کو دیتا ہوں۔" وجے نے کہا اور باہر نکل آیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ اس کی زندگی میں اہمیت کے اعتبار سے پہلے نہیں بلکہ دوسرے نمبر پر تھی۔ اولیت قوت کو حاصل تھی۔ قوت' جس کے بل پر آدمی ساری دنیا پر چھا جاتا ہے......... لوگوں پر حکمرانی کرتا ہے......... جس کی وجہ سے ہر چیز اس کے بس میں ہوتی ہے۔

اچانک اس لمحے اسے پوری وضاحت کے ساتھ احساس ہو گیا کہ قوت کے حصول کے لیے اسے کیا کرنا ہے......... اور کیسے کرنا ہے۔ کام خطرناک تھا......... حد خطرناک......... لیکن اسے کوشش کرنا تھی کیونکہ کامیابی کی صورت میں نتائج بہت اچھے ثابت ہوتے۔ وہ ملنے والی طاقت کے نشے میں سرشار ہو گیا......... وہ طاقت' جو ابھی اسے ملی نہیں تھی......... جس کے حصول کی اسے کوشش کرنا تھی۔

☆-----------☆-----------☆

وہ بھی ایک چمکیلی صبح تھی۔ آفس میں اتری ہوئی دھوپ خوشگواریت کا احساس دلا رہی تھی۔ اس کے باوجود وجے نے کھڑکیوں کے پردے کھینچ کر دھوپ کو باہر ہی روک دیا تھا۔ اسے کچھ دیر بعد ایک اہم ملاقات کرنا تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ اس ملاقات کے دوران میں ماحول خوشگوار رہے۔ وہ ملاقات ماحول کے اعتبار سے کشیدگی کی متقاضی تھی۔

تنویر اور پدمنی دفتر میں داخل ہوئے تو وجے نے بڑی سردمہری سے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر اس نے اپنے سامنے رکھے ہوئے وہ نوٹس اٹھائے جو تنویر گزشتہ روز شیاما کو دے گیا تھا۔ وہ ان نوٹس کو دوبارہ پڑھ چکا تھا۔ اس کے باوجود اس نے ایک بار پھر نوٹس پر نظر ڈالی۔ "تم چاہو تو سگریٹ پی سکتے ہو۔" اس نے نظریں اٹھائے بغیر تنویر کو مخاطب کیا۔ تنویر نے فوری طور پر اس سہولت سے فائدہ اٹھایا اور ایک سگریٹ نکال کر سلگالیا۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر وجے نے نوٹس ایک طرف رکھے۔ اب وہ اس راستے پر پہلا قدم رکھنے کے لیے پوری طرح تیار تھا' جو کچھن والی خبر نے اسے سجھایا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ ایک خطرناک راستہ ہے۔ اسے ہر قدم پھونک کر رکھنا ہوگا۔ اس راستے میں جابجا اندھے کنوئیں تھے' جب کہ دیکھنے میں وہ ہموار راستہ تھا۔

پہلا قدم۔

"تنویر......... میں نے ان نوٹس کا مطالعہ کیا۔ میرے خیال میں ان کی اہمیت اب بھی مسلم ہے۔" اس نے کہا۔

"مجھے بھی اس کام کے دوران میں لطف آگیا تھا۔ کاش......... اس سے استفادہ بھی کیا گیا ہوتا۔" تنویر نے جواب دیا۔

"استفادہ تو اب بھی کیا جاسکتا ہے۔" وجے بولا۔ "میرے ذہن میں ایک آئیڈیا ہے۔ مجھے اس کے لیے تم دونوں کا تعاون درکار ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ میں ان نوٹس کے بارے میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ پدمنی صرف سنے گی۔ پھر اس کے بعد دیکھیں گے کہ کیا کیا جاسکتا ہے۔ تم تیار ہو تنویر!"

"جی ہاں۔" تنویر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "میں آپ کو بہت سی ایسی باتیں بھی بتاسکتا ہوں' جو ان نوٹس میں موجود نہیں ہیں۔"

"میں یہ سوچ رہا تھا کہ اس وقت دنیا بھر میں دہشت گردوں کے متعدد گروپ سرگرم عمل ہیں۔ ان میں اہم ترین کون سا ہے؟" وجے نے پوچھا۔

"کس اعتبار سے؟"

"طاقت اور اثر رسوخ کے اعتبار سے۔"

"آپ موجودہ گروپس کی بات کررہے ہیں نا۔ کیوں کہ بہت سے ایسے گروپ ختم ہو چکے ہیں' جن کا میرے نوٹس میں تذکرہ ہے۔"

"ہاں........ میں ان گروپس کی بات کر رہا ہوں' جو اس وقت بھی کام کر رہے ہیں۔"

"قوت اور اثر رسوخ کے اعتبار سے اہم ترین۔" تنویر نے پرخیال انداز میں دہرایا اور چند لمحے کسی گہری سوچ میں ڈوبا رہا۔ پھر اس نے سر اٹھایا۔ "بلاشبہ تنظیم آزادیٔ فلسطین اہم ترین گروپ ہے۔"

"اور کوئی اہم گروپ؟" وجے نے اسے اکسایا۔

"اور گروپ........ اب میں رینکنگ تو نہیں کر سکوں گا ان کی۔ بہرحال اٹلی کا ریڈ بریگیڈ گروپ بہت منظم ہے۔ جاپان کا ریڈ آرمی........ آئرش ری پبلکن آرمی........ ترکی کا محاذ آزادی........ اور بھی بہت سے گروپس ہیں۔"

"ان کے درمیان کوئی قدر مشترک؟"

"انقلاب........ اور سرمایہ دارانہ نظام سے نفرت۔ ان میں بیشتر کو اسلحے [illegible] اور سرمائے کی حد تک روس کی سرپرستی حاصل ہے۔ اور ہاں........ کارلوس بھی ہے۔"

"ہاں کارلوس........" وجے نے نوٹس کو ٹٹولا۔ "وینزویلا کا پلے بوائے قاتل بن گیا تھا۔ تمہارے فولڈر میں اس کی کئی تصویریں ہیں۔ موٹا پلپلا جوان العمر آدمی دیکھنے میں بے ضرور لگتا ہے۔"

"اسکے ظاہر پر نہ جائیں۔" تنویر نے جلدی سے کہا۔ "وہ بہت سفاک آدمی ہے۔ اس کے نزدیک انسانی زندگی کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ پیرس میں اسکے ایک لبنانی معتمد اسکے ساتھ غداری پر مجبور کر دیا گیا تھا۔ وہ لبنانی' فرانسیسی انٹیلی جنس کے تین افسران اس کے اپارٹمنٹ لے آیا۔ تفتیش کے دوران میں کارلوس نے باتھ روم جانے کی اجازت مانگی۔ وہ باتھ روم سے باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ۶۵ء۷ ایم ایم کی روسی آٹومیٹک

تھی۔ دو افسر تو وہیں ختم ہوگئے۔ تیسرا شدید زخمی ہوا۔ آخر میں کارلوس نے اپنے لبنانی معتمد کو شوٹ کیا اور فرار ہوگیا۔ یہ تمام کارروائی صرف دس سیکنڈ میں ہوئی۔ میرے نوٹس میں آپ کو مزید تفصیل بھی ملے گی۔"

"ہاں........ تمہارے نوٹس میں بہت کچھ ہے۔"

"جاپانی ریڈ آرمی نے اسرائیل کے لاڈ ائرپورٹ پر جو قتل عام کیا' اس کی منصوبہ بندی کارلوس نے کی تھی۔" تنویر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "پیرس میں اس نے دھماکا کیا' جس میں دو افراد ہلاک اور بارہ زخمی ہوئے۔ اور لی ائرپورٹ کے رن وے پر وہ کار لے کر چڑھ دوڑا۔ اس نے راکٹ لانچر کے ذریعے بوئنگ کو نشانہ بنانا چاہا' جس میں ۱۳۶ مسافر تھے۔ جہاز بچ گیا' پھر اس نے ایتھنز میں ائرفرانس کے جہاز کو ہائی جیک کیا جسے اسرائیلیوں نے بچایا۔ میرے خیال میں اسے سب سے بڑی کامیابی ۷۵ء میں اس وقت ہوئی جب اس کے پانچ ساتھی ٹیکساکو بلڈنگ میں اوپیک کے ہیڈکوارٹر پہنچے۔ انہوں نے تین سیکیورٹی گارڈز کو ہلاک کرکے گیارہ ملکوں کے وزرائے تیل کو یرغمال بنایا اور انہیں الجزائر لے گئے۔ تاوان وصول کرنے کے بعد اس نے تمام وزیروں کو چھوڑ دیا۔ وہ بہت اچھا منصوبہ ساز بھی ہے........ اور اس کے پاس حوصلے کی بھی کمی نہیں ہے۔"

"تم تو ایسے کہہ رہے ہو' جیسے وہ اب بھی موجود ہے۔"

"کچھ کہہ نہیں سکتا۔ ان نوٹس کی تیاری کے دوران میں جب میں پیرس میں تھا تو وہ موجود تھا۔ اس کے بعد سے اب تک میں نے اس کا تذکرہ نہیں سنا۔ لیکن عموماً دہشت گردی کی ہر کارروائی میں اسے ملوث کر دیا جاتا ہے۔ پی آئی اے کے طیارے کو اغوا کرکے کابل لے جایا گیا' تب بھی اس کا نام سننے میں آیا تھا۔"

"وہ زندہ ہے؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ وہ زندہ ہے۔ اس کی موت کی کوئی افواہ تک نہیں اڑی۔ ۸۲ء میں اس نے اپنے انگوٹھوں کے نشان فرانس کی وزارت داخلہ کے دفتر میں بھیج کر یہ دھمکی دی تھی کہ اسے مردہ نہ سمجھا جائے۔ وہ نشانات ہالینڈ سے بھیجے گئے تھے۔"

"اب وہ کہاں ہوگا؟"

"کہیں بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن عموماً وہ پیرس میں ہوتا ہے۔ پیرس اسے
ہے۔"

"کارلوس کمیونسٹ ہے؟" وجے نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

تنویر نے نفی میں سرہلایا۔ "میرے خیال میں ایسا نہیں ہے لیکن میں نے نوٹس میں اس کا جو پس منظر لکھوا ہے' اس کے تحت آپ یہ سمجھ سکتے ہیں۔ اس کا کولمبیئن تھا' جو وینزویلا آیا......... اور وہاں اس نے لاکھوں کمائے۔ وہ مارکسٹ اس نے اپنے تینوں بیٹوں کے نام لینن کے نام پر رکھے۔ کارلوس کے حصے میں لینن کا درمیانی نام الچ آیا۔ کارلوس کا پورا نام الچ رامریز سانچز ہے۔ وہ ۱۹۴۹ء میں پیدا ہوا۔ کے نواح میں کے جی بی کے ایک کرنل نے اسے کمیونسٹ ٹریننگ دی۔ اس نے تعلیم میں حاصل کی لیکن وہ کمیونسٹ نہیں ہے۔ نہ اسے کمیونزم سے دلچسپی ہے اور نہ کاز سے۔"

"تو پھر اس کی کارروائیوں کا کیا مطلب ہے؟" وجے کے لہجے میں الجھن تھی۔

"کیا کہا جاسکتا ہے۔ سنا ہے کہ وہ بین الاقوامی انقلاب پر یقین رکھتا ہے۔ ماؤزے تنگ طرز کے انقلاب پر۔ لیکن یہ مستند نہیں۔ ممکن ہے' اسے صرف مہم جوئی کا خبط ہو۔ ممکن ہے' دولت کا شوق ہو۔ ممکن ہے' طاقت کی خواہش ہو۔ اس کے گروپ میں ہر قومیت کے لوگ ہیں۔ دوسرے تمام گروپ سیاسی ہیں......... لیکن کارلوس گروپ کے بارے میں ہم یقین سے کوئی بات نہیں کہہ سکتے۔"

وجے نے سگار نکال کر دانتوں سے اس کا کونا کاٹا "تمہیں یہ معلومات کیسے حاصل ہوئیں؟" اس نے بے حد سرسری انداز میں پوچھا۔

"بہت سے ذرائع تھے۔ ان میں سب سے معتبر اس کے گینگ کا ہی ایک تھا۔ گروپ میں اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ ادھر ادھر کے کام کرتا تھا وہ۔ میں میں قیام کے دوران میں خوب خرچ کرتا رہتا تھا۔ درحقیقت وہ ایک لڑکی تھی' جس بوائے فرینڈ سے میرا رابطہ تھا۔ ان نوٹس میں جو معلومات ہیں' وہ میں نے ایک ہزار کے عوض حاصل کی تھیں۔"

"مجھے مزید معلومات درکار ہیں۔" وجے نے کہا۔

"کارلوس کے متعلق؟" تنویر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں کارلوس اور اس کے گروپ کے متعلق۔"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ یہ ممکن ہے۔"

"سب کچھ ممکن ہے۔" وجے نے زور دے کر کہا "اب میں سماچار کا مالک ہوں۔ میں دہشت گردوں کے متعلق سیریز شروع کرنا چاہتا ہوں۔ کارلوس سے ابتدا ہوگی۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اور پدمنی پیرس جاؤ اور وہاں اس سلسلے میں کام کرو۔ جس قسم کی مدد تمہیں درکار ہوئی' فراہم کی جائے گی۔"

تنویر نے پدمنی کو دیکھا اور اس کا منہ بن گیا۔ "جناب......... یہ کسی عورت کے بس کا کام نہیں.........."

"تنویر......... احمقانہ باتیں مت کرو۔" پدمنی نے اس کی بات کاٹ دی۔ "یہ مرد اور عورت کی برابری کا دور ہے۔ پھر میں نے فرانسیسی زبان سیکھی ہے......... میں فرانسیسی بول سکتی ہوں۔ پورا فرانس گھوم بھی چکی ہوں۔ میں وہاں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔ یہ بھی بتادوں کہ میں خوف زدہ بھی نہیں ہوں۔"

تنویر ایک لمحے کے لیے حیران نظر آیا......... لیکن فوراً ہی نارمل ہوگیا "لیکن میں تو خوف زدہ ہوں۔" اس نے سادگی سے کہا۔

"میں پدمنی سے متفق ہوں۔" وجے نے مداخلت کی۔ "دو وجوہات کے تحت میں پدمنی کو اس کام میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس کام کے دوران میں اس کی تربیت ہو جائے گی دوسری یہ ہے کہ میں اس معاملے کو نسوانی نرمی بھرا ٹچ دینا چاہتا ہوں۔ تاکہ وہ مضامین خواتین کے لیے بھی پرکشش ہو جائیں۔" اس نے تیسری وجہ نہیں بتائی۔ وہ وجہ اس نے شنکر کو بتائی تھی۔ وہ ٹھاکر رام داس کو خوش کرنا چاہتا تھا' جو وزیراعظم کا پریس سیکریٹری تھا......... اور جس کی مدد کی اسے کسی وقت بھی ضرورت پڑ سکتی تھی۔ پھر پدمنی باصلاحیت بھی تھی۔ بس اس کے پاس تجربے کی کمی تھی......... اور وہ کمی اسی طرح پوری کی جاسکتی تھی۔

"اس کے علاوہ بھی ایک وجہ ہے۔ شکوک سے بچنے کے لیے تم خود کو شادی شدہ ظاہر کرسکتے ہو۔" وجے نے مزید کہا۔ "اس طرح بڑی آفتوں سے بچے رہو گے لیکن

میں سماچار کو اس معاملے سے علیحدہ رکھنا چاہتا ہوں۔ وہاں تم لوگ صحافی کی حیثیت
کام نہیں کرو گے۔ تم شادی شدہ جوڑے کی حیثیت میں کام کرو گے جو سیاحت کی
سے آیا ہو۔ یوں تم اس شخص سے رابطہ قائم کرو گے' جس کی گرل فرینڈ کارلوس گ
میں ہے۔ کیا نام ہے اس کا؟"

"احمد۔"

"ٹھیک ہے۔ پہلے یہ معلوم کرو کہ کیا وہ ابھی پیرس میں ہے۔"

"معلوم کر لوں گا۔"

"میں کارلوس کے حالیہ عزائم کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"یہ مطالبہ بہت بڑا ہے۔"

"میں خرچ بھی تو بڑی رقم کروں گا۔ تم سودے بازی کے معاملے میں آزا
گے۔ بولو' کیا کہتے ہو؟"

تنویر کے چہرے پر الجھن کا تاثر تھا۔ "میرا خیال ہے' احمد کارلوس کے ن
زیادہ اور اہم معلومات فراہم نہیں کر سکتا۔" اس نے آہستہ سے کہا "دولت سے سب
نہیں خریدا جا سکتا...... خاص طور پر اس صورت میں' جب معاملہ دہشت گردوں
ہو۔ دہشت گردوں کو دولت سے اتنی دلچسپی نہیں ہوتی۔ وہ نظریاتی لوگ ہوتے ہیں۔

"دولت سے بڑا کوئی نظریہ نہیں۔" وجے نے اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے
"دولت ہی سب کچھ ہے۔ جب تم کھل کر خرچ کرو گے تو تمہیں اس کی اہمیت کا ا
ہو جائے گا۔ فی الحال تم احمد کی پیرس میں موجودگی کی تصدیق کرو۔ میں تم دونوں کی ر
کے انتظامات کرتا ہوں۔ اپنے پاسپورٹ شیلا کو دے دینا۔ لیکن نہیں۔ پدمنی ک
پاسپورٹ بنوانا پڑے گا...... شکیلہ کے نام سے۔"

پدمنی کو نام کی اس تبدیلی پر کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ وہ جانتی تھی کہ اسے
کی بیوی کا رول ادا کرنا ہے۔

تنویر اور پدمنی بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ "ہمیں کب روانہ ہونا چاہیے"
نے پوچھا۔

"کل۔" وجے نے جواب دیا۔ "ڈیگال ائیرپورٹ پر گاڑی تمہاری منتظر

پلازا ہوٹل میں تمہارے کمرے بک ہوں گے۔ تم فرسٹ کلاس میں جاؤ گے۔ جب بھ
کوئی خبر ملے' میرے ذاتی نمبر پر رِنگ کرنا۔ تمہارے معاملات صرف میرے اور شنکر
درمیان رہیں گے۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

☆=========☆=========☆

چیکنگ کے مرحلے سے گزرنے کے بعد انہوں نے اپنا سامان اٹھایا اور باہر نکل آئے۔ فرانسیسی شوفر مرسڈیز کے پاس ان کا منتظر تھا۔ مرسڈیز انہیں پلازا ہوٹل لے گئی' جہاں ان کے لیے کمرے پہلے ہی سے ریزرو تھے۔ رات ہو چکی تھی' تنویر نے سونے کا پروگرام بنایا۔ اگلے دن سے کام شروع ہونا تھا۔

صبح انہوں نے اپنے کمرے میں ناشتا کیا۔ پدمنی بہت ترو تازہ لگ رہی تھی۔ اس نے ناشتا بھی ڈٹ کر کیا۔ تنویر صرف ٹونگتا رہا۔ پھر وہ دونوں باہر نکل آئے۔ تنویر جان بوجھ کر ست روی کا مظاہرہ کر رہا تھا تاکہ بار کھل جائیں۔ جس شخص سے اسے احمد کے متعلق معلوم کرنا تھا' وہ ایک بار میں کام کرتا تھا۔

پیرس پدمنی کے لیے نیا نہیں تھا۔ لیکن وہ پانچ سال پہلے وہاں آئی تھی۔ وہ بہت ایکسائیٹڈ تھی اور گفتگو کرنا چاہتی تھی لیکن تنویر گفتگو کے موڈ میں نہیں تھا۔ اس کے اعصاب کشیدہ تھے اور سر پر کام کا بوجھ تھا...... پہلے کام کا۔ وہ جارج ففتھ ایونیو پر مڑے۔ سامنے ہی ایک بار تھا۔ ویٹر باہر میزیں اور کرسیاں لگانے میں مصروف تھا۔

تنویر نے بڑی نرمی سے پدمنی کا ہاتھ چھوا۔ "اب ہم اندر جائیں گے۔" اس نے سرگوشی میں کہا "گفتگو کا کام مجھ پر چھوڑ دو۔ بس تم خاموش رہنا...... اور کچھ پی لینا۔"

"کیا پیوں؟" پدمنی نے بچوں کے سے انداز میں پوچھا۔

"کچھ بھی پی لینا۔"

پدمنی اندر ہی اندر کھول کر رہ گئی۔ اسے تنویر کا رویہ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ کچھ وہ حسد بھی محسوس کر رہی تھی' اس بات پر کہ وہ پر اعتماد انداز میں کام کر رہا تھا۔

وہ دونوں بار میں داخل ہوگئے۔ بار میں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ وہ دونوں خالی میزوں کے درمیان چلتے ہوئے کاؤنٹر کی طرف بڑھے' جہاں دو افراد پہلے ہی موجود تھے۔ تنویر نے سگریٹ سلگایا اور اسکاچ کا آرڈر دیا۔

پدمنی نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ بھی وہی مشروب طلب کرے گی جو تنویر طلب کرے گا........ یہ ثابت کرنے کے لیے کہ وہ اس کی برابری کی اہلیت رکھتی ہے۔ لیکن سنہرے اسکاچ کا ایک گھونٹ لینے کا تصور بھی اس کے لیے ناقابل قبول تھا۔ چنانچہ اس نے عافیت اسی میں جانی کہ کوک طلب کر لے۔ اس نے خود کو سمجھایا کہ یہ اختیار ہی تو اس کی بالغ نظری اور خود مختاری کا ثبوت ہے۔

بارٹینڈر نے ان کے سامنے گلاس رکھ دیے۔

"موسیو........ پچھلی بار میں یہاں آیا تھا تو ہنری نامی بارٹینڈر سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ مل سکے گا؟" تنویر نے بارٹینڈر کو فرانسیسی میں مخاطب کیا۔

"جی ہاں' ہنری موجود ہے۔ لباس تبدیل کر رہا ہے۔" بارٹینڈر نے بے حد شائستگی سے جواب دیا۔

"اس سے کہو کہ اس کا ایک پرانا دوست اس سے ملنا چاہتا ہے۔"

بارٹینڈر عقبی دروازے سے اندر چلا گیا۔ چند منٹ بعد وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ سنہرے بالوں اور چوڑے چکلے شانوں والا ایک خوبرو شخص بھی تھا۔ وہ تنویر کو دیکھتے ہی اس کی طرف لپکا "ہیلو' موسیو تنویر۔ کیسے ہیں آپ؟" اس نے فرانسیسی میں کہا۔

"تم خود دیکھ لو۔ پہلے سے بہتر ہوں۔ نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ میری بیوی سے ملو۔ اس کا نام شکیلہ ہے۔"

ہنری نے پدمنی کے ہاتھ کو بوسہ دیا "میری نیک تمنائیں آپ کے نام........ لیکن آپ نے اتنے بڈھے آدمی سے شادی کیوں کی؟" اس نے شگفتہ لہجے میں پوچھا۔

"دولت میں بڑی کشش ہوتی ہے۔" پدمنی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور ہنری........ تم سناؤ۔ کیسے ہو؟" تنویر نے پوچھا۔

"میں دادا بن گیا ہوں۔" ہنری نے فخریہ لہجے میں کہا۔ پھر اس نے جیکٹ کی جیب سے بٹوا نکالا اور اس میں سے ایک تصویر نکال کر تنویر کی طرف بڑھادی۔ تنویر' پدمنی نے بڑے اشتیاق سے وہ تصویر دیکھی۔

"مبارک ہو دادا جی۔" تنویر نے تصویر ہنری کو واپس کرتے ہوئے کہا۔

"چھوڑو۔ وقت ضائع نہ کرو۔" ہنری بولا۔ "تم [illegible] آئے ہو؟"

"نہیں' بزنس۔"

ہنری سنجیدہ نظر آنے لگا۔ "وہی بزنس؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں........ کیا وہ اب بھی پیرس میں ہے؟"

"ہاں۔"

"میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"کب؟"

"جتنی جلدی ہو سکے۔"

"کہاں ٹھہرے ہو؟"

"پلازا ہوٹل۔ سوئٹ نمبر ۵۰۵۔"

"ایک گھنٹے بعد وہ تمہیں کال کرے گا۔"

"شکریہ ہنری۔" تنویر نے کہا۔ اس نے بل ادا کرنے کے بعد بارٹینڈر کو معقول ٹپ دی اور پدمنی کا ہاتھ تھام کر باہر نکل آیا۔

اس بار انہوں نے ہوٹل پہنچنے کے لیے مختصر راستہ اختیار کیا تاکہ جلدی ہوٹل پہنچ جائیں۔ ہوٹل پہنچ کر وہ احمد کے فون کا انتظار کرتے رہے۔ وہ دونوں ہی نروس تھے۔ کوئی ۵۰ منٹ کے انتظار کے بعد فون کی گھنٹی بجی۔ تنویر نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"تنویر صدیقی؟"

"ہاں........ بول رہا ہوں۔"

"میں احمد ہوں۔"

"اوہ احمد........ السلام علیکم۔ خوشی ہوئی کہ تم نے مجھے کال کیا۔ بات کر سکتے ہو؟" تنویر نے معنی خیز لہجے میں پوچھا۔

"نہیں' اس وقت نہیں۔ آج شام تین بجے مونٹی بیلو کی سیڑھیوں کے قریب میں مچھلی کا شکار کھیل رہا ہوں گا۔ وہاں بات ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔ تو تین بجے ملاقات ہوگی۔" تنویر نے ریسیور رکھ دیا۔

"بہت مختصر گفتگو ہوئی۔" پدمنی نے کہا۔ "کوئی بات بنی۔"

"وہ خوف زدہ معلوم ہو رہا تھا۔ بہرحال۔ اس نے مجھے تین بجے کا وقت دیا اور جگہ بتا دی ہے۔ وہ دریائے سین کے کنارے مچھلیاں پکڑ رہا ہوگا۔"

"یعنی مچھلیوں کا بہانہ ہوگا۔"

"وہ گفتگو کے لیے بہت اچھی جگہ ہے۔ وہاں الیکٹرونک آلات نصب کرنا ناممکن ہے۔ کارلوس اپنے آدمیوں پر یقیناً کڑی نظر رکھتا ہوگا۔" تنویر نے گھڑی پر نگاہ ڈالی "ہمارے پاس چند گھنٹے ہیں۔ میرا خیال ہے' میں سڈلوکاس سے مل لوں۔ وہ پیرس میں ساچار بیورو کا انچارج ہے۔" پھر اس نے پدمنی کو حیرت زدہ دیکھا تو وضاحت کی "تمہیں نہیں معلوم...... ساچار کوئی معمولی اخبار نہیں ہے۔ امریکا اور یورپ کے تمام بڑے شہروں میں ہمارے دفاتر موجود ہیں۔ بہرحال اب تم کیا کرو گی؟"

"میں سوؤں گی۔ جب احمد سے ملنے جاؤ تو مجھے جگا دینا۔"

☆==========☆==========☆

تنویر مونٹی بیلو کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پدمنی اس کے پیچھے تھی۔ کچھ خوف زدہ بھی تھی۔ تنویر نے رک کر گرد وپیش کا جائزہ لیا۔ دریا کے کنارے فاصلے پر چار پانچ شکاری معقول فاصلے سے بنسی ڈالے بیٹھے تھے۔ وہ بے ضرر سے معلوم ہوتے تھے۔ ان میں سے ایک خاص طور پر تنویر کی توجہ کا مرکز تھا۔ "وہ کاؤبوائے ہیٹ والا۔" تنویر نے اشارہ کیا اور اس کی طرف بڑھ گیا۔

احمد جوان العمر آدمی تھا۔ وہ پانی میں ڈور ڈالے بیٹھا تھا۔

تنویر نے سگریٹ سلگایا اور سرگوشی میں پدمنی سے کہا۔ "تم ساتھ آتو گئی لیکن خاموش رہنا۔ میں تمہیں اپنی بیوی کی حیثیت سے متعارف کراؤں گا ٹھیک ہے؟ سمجھ گئیں؟"

پدمنی نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ تنویر آگے بڑھ گیا۔ پدمنی اس کے پیچھے تھی۔ وہ دونوں جوان العمر شخص کے پاس جا پہنچے۔ تنویر نے دوسرے شکاریوں کی طرف دیکھا وہ خاصے دور تھے "کہو...... شکار کیسا جا رہا ہے احمد؟" تنویر نے اس ٹوکری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا' جو احمد کے پیروں کے قریب رکھی تھی۔

"خود دیکھ لو......" احمد نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

تنویر نے ٹوکری کا ڈھکنا اٹھا کر دیکھا۔ ٹوکری خالی تھی۔

"یہ عورت کون ہے؟" احمد نے پوچھا۔

"میری بیوی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ جو کچھ کہنا ہے جلدی سے کہہ دو۔"

"پہلے کی طرح اس بار بھی مجھے معلومات درکار ہیں۔ کارلوس پیرس ہی میں ہے نا؟" تنویر نے پوچھا۔

"ممکن ہے' ہو۔"

"میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ حال ہی میں وہ کوئی کارروائی تو نہیں کرنے والا ہے۔"

"یہ ناممکن ہے' اب تم یہاں سے چلے جاؤ۔"

تنویر اپنی جگہ ڈٹا رہا۔ "تمہیں دس ہزار ڈالر مل سکتے ہیں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

احمد نے پہلی بار نظریں اٹھائیں۔ چند لمحے وہ تنویر کو بغور دیکھتا رہا تھا۔ شاید اس نے جو کچھ سنا تھا' وہ اس کے لیے ناقابل یقین تھا۔

"دس ہزار ڈالر۔" تنویر نے دہرایا۔

احمد نے سر جھکا لیا۔ چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا "آج رات...... آدھی رات کے وقت میں تمہیں فون کروں گا' خدا حافظ۔"

تنویر سیدھا ہوا اور پلٹ کر پدمنی کی طرف چلا آیا۔ اس نے پدمنی کا ہاتھ تھاما...... اور وہ دونوں واپس چل دیے۔

"بات بنی؟" پدمنی نے پوچھا۔

"چارا ڈال دیا ہے۔" تنویر نے جواب دیا۔

اس شام کو تنویر بہت خوشگوار موڈ میں تھا۔ اس نے پدمنی کو بتایا کہ اس نے اپنے پسندیدہ ریسٹورنٹ ٹونگ ین میں میز مخصوص کرالی ہے۔ پدمنی کو وہ چینی ریسٹورنٹ اور اس کا ماحول بہت پسند آیا۔ ریسٹورنٹ کی چینی مالکہ نے ان کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ وہ انہیں ایک نچلے بوتھ میں لے گئی۔ تنویر نے اسکاچ پر چینی بیئر کو ترجیح دی۔ اس نے اپنے گلاس میں سے پدمنی کو بیئر چکھائی۔ اس کے بعد کھانے کی باری آئی۔

گیارہ بجے وہ اپنے ہوٹل واپس پہنچ گئے۔ اب انہیں پھر احمد کی کال کا انتظ تھا۔ بارہ بجنے میں آٹھ منٹ کم تھے کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ تنویر نے ریسیور اٹھایا۔ "تنو اسپیکنگ۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"میں احمد بول رہا ہوں۔"

"ہیلو احمد۔"

"میں اپنے اصل ذریعے سے کچھ معلوم نہیں کر سکا ہوں۔"

"ویری بیڈ' لیکن........"

"ایک بات اور ہے۔"

"بولو........ بولو........ کھل کر بات کرو۔"

"ایک اور ذریعے سے ایک دلچسپ بات معلوم ہوئی ہے لیکن میں فون پر نہیں بتاؤں گا۔"

"بہت خوب۔"

"کیلی فورنیا ہوٹل۔ کل شام پانچ بجے۔ کمرا نمبر ۱۱۰۔ دروازہ کھلا ملے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں پہنچ جاؤں گا۔"

"تم نہ آنا۔ اپنی بیوی کو بھیجنا۔ ہاں' دس ہزار ڈالر بھی ہونے چاہئیں۔ کیش۔"

"ٹھیک ہے۔ میری بیوی آجائے گی۔"

تنویر نے ریسیور رکھ کر پدمنی کی طرف دیکھا' جو سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ تنویر نے سگریٹ سلگایا اور پدمنی کو احمد سے اپنی گفتگو کے متعلق بتانے لگا۔

"لیکن اس نے تمہیں بلایا ہے۔" اس نے کہا۔ "صبح سماچار بیورو جا کر رقم لے آؤں گا۔ وجے کا اجازت نامہ ہے میرے پاس۔ تمہیں شام پانچ بجے کیلی فورنیا ہوٹل جانا ہوگا۔"

"معلومات کس قسم کی ہوں گی؟" پدمنی نے پرتجسّس لہجے میں کہا۔

"میرا اندازہ ہے کہ وہ کارلوس کی آئندہ کارروائی کے متعلق کچھ بتائے گا۔"

"میں........ میں نروس ہوں۔"

"کچھ پی لو۔"

"ممکن ہے........ یہ خبر ہمارے لیے سودمند ثابت ہو۔"

"یقیناً ہوگی۔"

وہ کیلی فورنیا ہوٹل کے صدر دروازے پر پہنچے تو ۵ بجنے میں ۵ منٹ کم تھے۔ پدمنی نے ہینڈ بیگ میں سے چھوٹا آئینہ نکال کر اپنے میک اپ کا جائزہ لیا۔ پھر اسے تنویر کی نظروں کی چبھن محسوس ہوئی۔ اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ وہ اسے ناقدانہ نظروں سے دیکھ تھا۔ "کیا بات ہے؟" اس نے تنویر سے پوچھا۔

"آئندہ بال بناتے وقت کم از کم جوڑا باندھ لیا کرو۔" تنویر نے کہا۔

"کیوں........ کھلے بال اچھے نہیں لگے تمہیں؟"

"اچھے لگتے ہیں۔ بس دشواری یہ ہے کہ انہیں جو دیکھ لے وہ یاد رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ تم بیوی بھی نہیں لگتیں۔"

"میں بیوی ہوں بھی نہیں۔" پدمنی نے بھنا کر کہا۔

وہ دونوں لابی میں چلے آئے اور لفٹ کی طرف بڑھ گئے۔ "اس کے کمرے کا دروازہ کھلا ملے گا۔ سیدھی اندر چلی جانا۔ رقم موجود ہے نا؟" تنویر نے پوچھا۔

پدمنی نے اپنا پھولا ہوا ہینڈ بیگ تھپتھپایا "موجود ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "لیکن تنویر........ اگر وہ موجود نہ ہو تو کیا میں انتظار کروں؟"

"نہیں........ فوری طور پر واپس آجانا۔ لیکن وہ موجود ہوگا۔ تم کوئی فکر نہ کرو۔"

"جو کچھ وہ کہے گا' میں لکھ لوں گی۔ پھر اسے رقم ادا کردوں گی۔" پدمنی نے اپنا سبق دہرایا۔

"بالکل ٹھیک........ تمہیں یہی کچھ کرنا ہے۔"

"اور اگر........ اگر معلومات غیراہم ثابت ہوں تو؟"

"تب بھی ادائیگی کر دینا۔ ہم رابطے ضائع کرنے کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ ویسے کم از کم احمد کی نظر میں وہ اطلاعات یقیناً اہم ہوں گی۔"

لفٹ کا دروازہ کھلا۔ پدمنی نے لفٹ میں قدم رکھا........ لیکن فوراً ہی پلٹ گئی۔ "تنویر' تم مجھے کہاں ملو گے؟" اس نے پوچھا۔

"میں بار میں ہوں گا۔ اور ہاں........ تمہیں فرسٹ فلور پر اترنا ہے۔"

"مجھے یاد ہے۔" پدمنی نے کہا اور تنویر کو بار کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھتی رہی۔ اس کی موجودگی سے ڈھارس رہتی تھی۔ اب وہ دور جا رہا تھا تو وہ گھبرا رہی تھی۔

لفٹ حرکت میں آگئی۔ چند لمحے بعد دھچکا لگا اور لفٹ رک گئی۔ دروازہ کھل گیا۔ وہ باہر نکلی اور راہداری میں آگے بڑھ گئی۔ وہ ہر کمرے کا نمبر دیکھتی جا رہی تھی۔ بالآخر اسے ۱۱۰ نمبر نظر آگیا۔ دروازہ بند تھا۔ وہ سوچ میں پڑ گئی کہ دستک دے یا نہ دے۔ اس نے دروازے کا لٹو تھام کر گھمایا۔ دروازہ کھل گیا۔ وہ اندر داخل ہوئی اور اس نے دروازہ بند کر دیا۔

وہ پرانے طرز کا کمرا تھا۔ وہاں ایک ہی کھڑکی تھی۔ اس پر بھی بھاری پردے گرے ہوئے تھے۔ کم روشنی کا ایک بلب آن تھا۔ اس کی وجہ سے کمرے کی تاریکی کا تاثر اور گہرا معلوم ہو رہا تھا۔ کمرا بالکل خالی لگ رہا تھا۔ چند لمحے بعد اس کی نظریں وہاں کی نیم تاریکی سے ہم آہنگ ہوئیں تو وہ اسے نظر آیا۔ وہ بیڈ کے اس طرف آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔ وہ آگے کی طرف جھکا ہوا تھا' جیسے جوتے اتار رہا ہو۔

"احمد!" پدمنی نے اسے پکارا۔ "یہ میں ہوں......... شکیلہ تنویر۔"

جواب میں خاموشی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ وہ بدستور اسی انداز میں بیٹھا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔

پھر پدمنی کو وہ سب کچھ واضح طور پر نظر آیا۔ اس کے کندھوں کے درمیان ایک چاقو پیوست تھا۔ صرف دستہ باہر رہ گیا تھا۔

پدمنی نے بڑی مشکل سے خود کو چیخنے سے باز رکھا۔ وہ اپنی جگہ جیسے ٹھٹھر کر رہ گئی۔ دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا اور اس کے دل کے دھڑکنے کی آواز کے سوا وہاں کوئی آواز نہیں تھی۔

"اوہ بھگوان۔" اس نے بے اختیار کہا۔

اب وہ بری طرف خوف زدہ تھی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ کمرے میں کوئی اور بھی موجود ہے۔ قاتل؟ پھر خوف کی انتہا دلیری میں ڈھل گئی۔ اس نے قاتل کی تلاش میں پورا کمرا چھان مارا۔ لیکن لاش کے سوا وہاں کوئی بھی تو نہیں تھا۔ اس نے لاش کا قریب سے جائزہ لیا۔ چاقو اس کے سوئیٹر کو چیرتا ہوا اندر گھس گیا تھا۔ وہ پیچھے ہٹی۔ وہ جھک کر اس کا چہرہ دیکھنا چاہتی تھی' جو نیچے کی طرف جھکا ہوا تھا۔ بڑی کوشش کر کے وہ جھکی۔ اس نے اس کا چہرہ دیکھا......... شاید وہ زندہ ہو۔ لیکن اس کی بے نور آنکھیں موت کی گواہی دے رہی تھیں۔ منہ کھلا ہوا تھا......... اور اس میں خون کی پتلی سی دھار ٹھوڑی تک چلی آئی تھی۔

وہ دہشت زدہ ہوگئی۔ اس نے سیدھا ہونے کی کوشش کی۔ اس کی ٹانگیں بری طرح لرز رہی تھیں۔ پھر اس کے پیروں سے کوئی چیز ٹکرائی۔ وہ کاؤبوائے ہیٹ تھا۔ اس کا خوف اور سوا ہوگیا۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف لپکی۔ بالکل آخری لمحے میں اسے کئی جاسوسی فلمیں اور ناول یاد آگئے۔ انگلیوں کے نشان۔ اس نے اپنا ہنڈبیگ کھول کر رومال نکالا اور دروازے کے ہینڈل کو صاف کر دیا۔ پھر اس نے دروازہ کھول کر راہداری میں دائیں بائیں جھانکا۔ راہداری سنسان تھی۔ وہ باہر نکل آئی۔ اس نے دروازہ بند کیا......... اور دروازے کے بیرونی لٹو کو بھی رومال سے صاف کر ڈالا۔ پھر وہ بڑے وقار سے راہداری میں چلتے ہوئے' لفٹ کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے بڑی مشکل سے خود کو بھاگنے کی خواہش پر عمل کرنے سے باز رکھا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ پلازا ہوٹل کے سوئٹ میں بیٹھی خود کو محفوظ تصور کر رہی تھی۔ اس کا بدن اب بھی لرز رہا تھا لیکن تنویر کا کمرا اسے پناہ گاہ محسوس ہو رہا تھا۔ تنویر فون پر وجے سے گفتگو کر رہا تھا۔ اس نے وجے کو سوتے سے اٹھایا۔ وہ وجے کو بتا چکا تھا کہ اس کا رابطہ قتل کیا جا چکا ہے۔ وہ چند لمحے دوسری طرف سے بات سنتا رہا' پھر بولا۔ "ٹھیک ہے جناب۔ ہم آپ کی آئندہ بات تک یہیں ٹھہریں گے۔ خدا حافظ۔" اس نے ریسیور رکھ دیا۔

"میں نے اس سے پہلے کوئی لاش نہیں دیکھی تھی۔" پدمنی نے لرزیدہ آواز میں کہا۔

تنویر چند لمحے قالین کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "میرا خیال ہے' کارلوس نے اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دے دیا ہے۔ وجے کا کہنا ہے کہ اب ہم کارلوس سے دور رہیں لیکن کسی اور دہشت گرد گروپ کو ٹٹولیں۔" اس نے نظریں اٹھا کر پدمنی کو دیکھا۔ "اور تم نے اس سے پہلے کوئی لاش نہیں دیکھی تھی لیکن ابھی تم اور لاشیں دیکھو گی۔" وہ صوفے سے اٹھ

کھڑا ہوا "میں کچھ پینے کے موڈ میں ہوں لہٰذا اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔ آئندہ بالوں کے معاملے میں خیال رکھنا۔ اگر انہیں کٹوا نہیں سکتے ہو تو مستقل طور پر باندھنے کی عادت ڈالو۔"

☆==========☆==========☆

پیرس جیسے دور دراز مقام پر قتل کی اہمیت کا احساس وجے کو بہت دیر میں ہوا۔ اس رات اس نے شنکر کو رات کے کھانے پر تاج محل ہوٹل میں مدعو کیا تھا۔ ہوٹل ہیڈ بلڈنگ کے قریب بھی تھا اور اہم گفتگو کے لیے مناسب ترین مقام بھی۔ گفتگو اتنی اہم تھی کہ اس کے سلسلے میں وجے، شنکر کے سوا اور کسی پر اعتبار بھی نہیں کر سکتا تھا۔

ویٹر میز پر کھانا لگاتا رہا...... اور وجے، شنکر کو محبت آمیز نگاہوں سے تکتا رہا۔ اس دور میں ایسے قابل اعتماد جاں نثار کہاں ملتے ہیں۔ وجے جانتا تھا کہ شنکر اس کے لیے اپنی جان بھی قربان کر سکتا ہے۔ اس کے باوجود اہم ترین گفتگو شروع کرنے سے پہلے اس نے شنکر کی وفاداری کو عقل اور منطق کی میزان پر تولا۔ وہ شنکر کی زندگی سے بخوبی واقف تھا۔ شنکر بھی زخم خوردہ آدمی تھا۔ اس کی ماں بے حد خودغرض اور خودپرست عورت تھی۔ اسے، نہ اپنے شوہر سے کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہی اولاد سے۔ شنکر کا باپ اس کی ماں سے دبتا تھا لیکن گھر کی فضا شنکر نے بہرحال کشیدہ ہی دیکھی۔ وہ محرومیوں کی آغوش میں پروان چڑھا۔ بالخصوص محبت اور شفقت جیسی نعمتیں اسے کبھی میسر نہیں آئیں۔ یوں وہ ماحول سے کٹ کر رہنے کا عادی ہوگیا۔ اسے محبت سے خوف آنے لگا۔ وہ کسی خودرو جھاڑی کی طرح پلا تھا۔ اس نے کبھی کسی کو دوست نہیں بنایا۔ لیکن پھر وہ وجے سے ملا۔ وجے خود بھی محرومیوں سے گزرا تھا...... اور محروم لوگوں کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اسے شنکر کی پوشیدہ صلاحیتوں نے بے حد متاثر کیا۔ اسپیشل پروجیکٹ میں وہ دونوں ساتھ رہے۔ دونوں ایک دوسرے کا احترام کرنے...... اور قریب آنے پر مجبور ہوگئے۔ محرومیوں کے حوالے سے قائم ہونے والے رشتے یوں بھی بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ اس سے پہلے شنکر کسی سے اتنا قریب کبھی نہیں ہوا تھا۔ وجے کو جلد ہی اندازہ ہوگیا کہ شنکر اس سے محبت کرتا ہے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ محبت پرستش کی حد کو پہنچ گئی۔ شنکر وجے کو خوش کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا...... وہ اپنی ماں کو بھی قتل کر سکتا تھا اس

لیے۔ وہ اپنی جان کی بھی پروا نہ کرتا۔ اور اب تو وجے نے اسے مرتبہ دیا تھا...... قوت دی تھی، جو کسی بھی شخص کے لیے خود کو منوانے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ اب وہ وجے کا ممنون تھا۔ درحقیقت وہ دونوں جانتے تھے کہ ان کے تعلق کی بنیاد بارٹر سسٹم پر ہے۔ اب جب کہ وجے کو قوت ملی تھی تو اس نے شنکر کو بھی اپنے ساتھ شریک کیا تھا۔

وجے خاموشی سے تجزیہ کرتا رہا۔ پھر اس نے فیصلہ کیا کہ شنکر مکمل رازداری سے کام کر سکتا ہے۔ وہ اسے اپنے اہم ترین راز میں شریک کر سکتا ہے۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وجے نے شنکر کو پیرس کی صورت حال سے آگاہ کیا "تنویر کا مخبر اسے کوئی اہم اطلاع دے کر دس ہزار ڈالر وصول کرنا چاہتا تھا۔" اس نے شنکر کو بتایا "اس نے پدمنی کو واسطہ بنانے کی شرط عائد کی تھی لیکن پدمنی اس کے کمرے میں پہنچی تو وہ قتل کیا جا چکا تھا۔"

"مذاق کر رہے ہو؟" شنکر نے نظریں اٹھا کر کہا۔

"اس کے کندھوں کے درمیان ایک چاقو دستے تک پیوست تھا...... اور وہ مر چکا تھا۔ پدمنی کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہاں سے تیزی کے ساتھ کھسک لے۔" وجے نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "یہ ہے دہشت گردوں کی مستعدی...... اور ہمیں انہی سے خبریں حاصل کرنا ہیں۔"

"وہ لوگ مستعد بھی ہوتے ہیں اور سفاک بھی۔" شنکر نے تبصرہ کیا۔

"مجھے ابتدا ہی سے اندازہ تھا کہ یہ معاملہ آسان ثابت نہیں ہوگا۔ تاہم میں نے تنویر اور پدمنی کو کسی امید پر ہی بھیجا تھا۔ اب یہی دیکھ لو کہ یہ قتل جس انداز میں ہوا ہے، اس سے اخبار کی گرما گرم خبر بنتی ہے۔ لیکن بعد میں مجھے احساس ہوا کہ جو شخص قتل ہوا، وہ بہرحال ایک انسان تھا۔"

"بے شک، چیف۔"

"مجھے یہ احساس بھی ہوا کہ یہ قتل کارلوس کی طرف سے میرے لیے ایک پیغام بھی ہے۔ اس نے مجھے تنبیہہ کی ہے کہ میں اس کے معاملات میں ٹانگ نہ اڑاؤں۔ ورنہ میں بھی مر سکتا ہوں۔"

"میرا اندازہ بھی یہی ہے۔"

"اس میں شک وشبے کی کوئی گنجائش نہیں۔ دوسری طرف میں بھی جانتا ہو
دہشت گردوں کے ہر گروہ کی طرف سے مجھے یہی پیغام ملے گا۔"

"یہ بھی درست ہے۔" شنکر نے کہا۔

"اس صورت حال پر غور کرتے ہوئے مجھے ایک خیال سوجھا ہے' اسی لیے
نے آج تمہیں بات کرنے کے لیے یہاں بلایا ہے۔"

"کیا آئیڈیا ہے چیف؟"

"دو باتیں ہیں۔ پہلی تو یہ کہ میں سماچار کا ہیڈکوارٹر نیویارک میں قائم ک
ہوں۔ تم جانتے ہو کہ نیویارک میں ہمارا دفتر پہلے ہی سے موجود ہے۔ مجھے ہندوستان
مسابقت میں لطف نہیں آتا۔ میرے عزائم بلند ہیں۔ میں صحافت کا اعلیٰ ترین معیار
کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں سماچار کا کام اجیت سنبھال لے گا۔ لکشمی کے شملہ سے واپس آ
ہی ہم نیویارک چلیں گے۔ میں سماچار کو امریکا میں دنیا کے تمام بڑے اخباروں سے
ثابت کرنا چاہتا ہوں۔"

"لیکن سماچار تو نیویارک میں پہلے ہی شائع ہو رہا ہے۔"

"ہو رہا ہے مگر ایک معمولی اخبار کی حیثیت سے جسے امریکا میں مقیم ہندوستانی
کے سوا کوئی نہیں پڑھتا۔ میں اسے بین الاقوامی اخبار بنانا چاہتا ہوں۔"

"یہ کام آسان تو نہیں ہے چیف۔"

"میں مشکل پسند آدمی ہوں شنکر........ اور تمہارے اس سوال کا جواب م
دوسرے آئیڈیے میں ہے۔"

"میں وہ آئیڈیا سننے کے لیے بے تاب ہوں۔"

"وہ آئیڈیا کچھن کے فرار والی خبر سے میرے ذہن میں آیا۔" وجے نے آ
سے کہا "اس خبر سے یہ ثابت ہوا کہ انوکھی اور اچھوتی خبریں' جو صرف ہمارے لیے
خودبخود واقع نہیں ہوتیں۔ انہیں تخلیق کیا جاتا ہے........ جیسے ہم نے کچھن وال
تخلیق کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہر اخبار ہم سے پیچھے رہ گیا۔ سمجھ رہے ہو میری بات؟ تنو
پدمنی کو پیرس بھیجنے سے پہلے ہی میں جانتا تھا کہ دہشت گردوں پر ان کے تحقیقی کا
کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ دہشت گردوں کا کوئی گروہ ہمیں خبر فراہم نہیں کرے گا لیکن

بات کا یقین ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے انہیں پیرس بھیجا۔ نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔"

"درست۔"

"دہشت گرد جو کچھ کرتے ہیں' اس کے پیچھے ان کا اپنا کاز ہوتا ہے۔ غلط ہو یا درست۔ انہیں ہم سے یا ہمارے مسائل سے کوئی دلچسپی نہیں۔ بلکہ وہ ہمیں اپنے راستے کی رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ وہ جو کارروائی کرتے ہیں' وہ خبر ہوتی ہے........ بڑی خبر لیکن وہ دنیا کے تمام پبلشرز کے لیے ہوتی ہے........ صرف ہمارے لیے نہیں۔"

"اور ایسی خبریں' جو سب کے لیے ہوں' ہمیں کوئی بڑا فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔" شنکر نے تبصرہ کیا۔

"یہی میں بھی کہہ رہا ہوں۔" وجے نے کہا۔ "آج میں ان ممکنہ خبروں کا جائزہ لے رہا تھا' جو مستقبل قریب میں چھپیں گی۔ اچھی خاصی خبریں ہیں۔ شاہ اسپین کا دورہ سان سبتین........ سوئٹزرلینڈ میں ایٹمی اسلحے میں تخفیف کے سلسلے میں ہونے والی کانفرنس........ اسرائیل کے وزیراعظم کی قاہرہ میں مصر کے صدر سے ملاقات........ پوپ کا دورہ لارڈز۔ یہ سب خبریں ہیں۔ لیکن ان میں کوئی خبر خصوصیت سے ہمارے لیے نہیں ہے۔ یہ خبریں تمام اخبارات میں چھپیں گی۔ میں انہیں خبریں قرار نہیں دے سکتا۔ خبریں تو تخلیق کرنا پڑتی ہیں۔"

"میں تمہاری بات سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں چیف۔"

"گزشتہ رات میں اسی سلسلہ میں غور کر رہا تھا کہ اچانک بات میری سمجھ میں آگئی۔ ہمیں خبریں تخلیق کرنا ہوں گی شنکر۔ ہم نے ایک خبر تخلیق کی کچھن والی........ اور اس کے نتائج تمہارے سامنے ہیں۔ اس نے ہماری اشاعت کو آسمان پر پہنچا دیا۔ چنانچہ بات میری سمجھ میں آگئی۔ میں نے سوچا کہ دہشت گردوں کے کسی گروپ کو اپنے ساتھ ملا لیا جائے۔ لیکن مجھے فوراً ہی احساس ہوگیا کہ یہ بے سود ثابت ہوگا۔ تنویر کی پیرس سے کال نے اس احساس کی تائید بھی کر دی۔ لیکن خبر تخلیق کرنے کا ایک طریقہ موجود ہے۔ اس صورت میں جب خبر والا واقعہ رونما ہوگا تو وہ صرف ہمارے علم میں ہوگا۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو شنکر؟"

"نہیں........ لیکن کچھ کچھ محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے تفصیل سے بتاؤ چیف۔"

شنکر کے لہجے میں سنسنی تھی۔

"ہمیں خبریں تخلیق کرنے کے لیے اپنا ذاتی گروہ بنانا ہو گا........ دہشت کی کارروائیوں کے لیے۔" وجے نے بڑی سادگی سے کہا۔

شنکر اپنی جگہ ٹھٹھر کر رہ گیا۔ وہ سناٹے کی سی کیفیت میں بیٹھا ہوا تھا........ وجے اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر اور آنکھوں میں شیطانی مسکراہٹ رہی تھی۔

وجے شنکر کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔ شنکر کے تاثرات آہستہ آہستہ تبدیل ہو رہے تھے۔ اس کے چہرے پر جوش کی سرخی جھلکی........ اور پھر آنکھیں چمکنے لگیں۔

"تم میری بات سمجھ رہے ہو نا؟" وجے نے پوچھا۔

"سمجھ رہا ہوں چیف۔" شنکر نے آہستہ سے کہا۔

"ہم دہشت گردی کے لیے اپنا گروہ ترتیب دیں گے۔ وہ گروہ ہماری مرضی کے مطابق کام کرے گا۔ اس گروہ کی سرگرمیوں کے نتیجے میں جو خبریں جنم لیں گی' وہ صرف اور صرف ہمارے لیے ہوں گی۔ وہ خبریں چھپنے کے بعد ہمارا اخبار' صرف دہلی اور نیویارک میں نہیں' پوری دنیا میں نمبر ایک اخبار کہلائے گا۔ کیا خیال ہے شنکر' پچھمن والی خبر کے نتائج یہی بات ثابت کرتے ہیں نا؟"

شنکر نے اثبات میں سر ہلایا۔ "یقینی طور پر چیف' آئیڈیا زبردست ہے۔ ایک مکمل تصور مگر........"

"مگر کیا؟"

"سوال یہ ہے کہ کیا یہ ممکن ہے؟"

"پچھمن والے معاملے میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔"

"لیکن چیف' امریکا میں ہمارے وسائل محدود ہوں گے۔"

"ہرگز نہیں' تم جانتے ہو کہ میرا باپ بین الاقوامی شخصیت تھا۔ اسے پلٹزر پرائز بھی ملا تھا۔ سماچار نیویارک سے بھی شائع ہوتا ہے۔ وہاں ہمارا باقاعدہ آفس ہے........ اپنی بلڈنگ ہے........ اسٹاف ہے۔ میرے باپ نے خسارے کے باوجود

نیویارک والے سماچار کو بند کرنے کے متعلق کبھی سوچا بھی نہیں۔ وہ وہاں جاتا پہنچ تھا' اس کی رسائی وہائٹ ہاؤس تک تھی۔ پھر امریکا ایسا ملک ہے' جہاں سرمائے کی ہے' وہاں دولت ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہے اور ہمارے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں۔ ہمارے وسائل یہاں کے مقابلے میں زیادہ ہوں گے۔"

"اور دہشت گردوں کے گروپ کی تشکیل؟ اس سلسلے میں ہم کیا کریں گے؟"

"رگھبیر سنگھ۔" وجے نے پرخیال لہجے میں کہا۔ "وہ سکھ ہے اور سکھ دہشت لندن میں بہت مضبوط ہیں' ہم اس سلسلے میں رگھبیر کو استعمال کریں گے۔"

"یہ آئیڈیا بھی اچھا ہے۔"

وجے مسکرایا۔ پھر اس نے سگار سلگا کر ایک گہرا کش لیا اور دھواں چھوڑ ہوئے بولا "گویا سب کچھ طے ہو گیا۔"

☆------------☆------------☆

اس رات وجے ٹھیک طور پر سو نہ سکا۔ اسے احساس تھا کہ اس کا زبردست ہے لیکن اس کی کامیابی کا انحصار رگھبیر پر ہے۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ کیا رگھ لندن کے دہشت گردوں سے کوئی تعلق نکل سکتا ہے؟ دوسرا سوال یہ تھا' کیا رگھبیر پر ا کیا جا سکتا ہے؟ شنکر نے وجے کو رگھبیر کے متعلق ایک فائل دی تھی اور اس فائل مطالعے کے بعد وجے اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ رگھبیر پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

اگلی صبح وجے نے رگھبیر کو اپنے آفس میں طلب کیا۔ اسے احساس تھا کہ ا رگھبیر سے کھل کر گفتگو کرنا ہوگی۔ لیکن اس میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ اس نے منگوائی۔ کافی پینے کے دوران میں وہ دونوں خاموش رہے۔ ان کے درمیان نہ موضوع گفتگو تھا اور نہ کوئی قدر مشترک......... سوائے اس کے کہ رگھبیر' وجے کا دار مخبر تھا۔ چنانچہ کافی کے بعد اسی موضوع پر گفتگو ہوئی لیکن وجے کو اس بے مقصد سے وحشت ہو رہی تھی۔ بالآخر اس نے فیصلہ کن گفتگو کا ارادہ کر لیا۔

"رگھبیر! میں تم سے بہت اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔ "لیکن مجھے تمہاری مکمل وفاداری کا یقین ہونا چاہیے۔"

"آپ بہت اچھا معاوضہ دیتے ہیں' جو کوئی اور نہیں دے سکتا۔ یہ میری

ے وفاداری کی سب سے بڑی دلیل ہے۔"

"میں اس سے زیادہ معاوضہ بھی دے سکتا ہوں......... بہت زیادہ.........؟"

"میں مکمل طور پر آپ کا وفادار ہوں۔ میں سمجھ گیا۔ آپ مجھ سے کوئی ایسی بات کہنا چاہتے ہیں' جو میرے اور آپ کے سوا کبھی کسی کے علم میں نہ آنے پائے۔ یہی بات ہے نا؟"

"بات صرف اتنی سی نہیں ہے۔ مجھے اس بات کا یقین درکار ہے کہ تم سو فی صد قابل اعتماد ہو۔"

رگھبیر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "کھل کر بات کیجئے۔" اس نے کہا۔

وجے نے رگھبیر سے متعلق معلومات والی فائل اپنے سامنے کھینچی اور اسے کھول لیا۔ "ہم جب کسی سے ڈیلنگ کرتے ہیں تو اس کے متعلق ہر ممکن معلومات جمع کرتے ہیں۔ میرے پاس تمہارے متعلق بھی یہ مکمل فائل موجود ہے۔ اور یہ فائل اپ ٹو ڈیٹ ہے۔" اس نے فائل پر نگاہ ڈالی اور چند وارداتوں کی تفصیل پڑھ کر سنائی۔ "کچھ یاد آتا ہے تمہیں؟" اس نے آخر میں پوچھا۔

رگھبیر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے وجے کو دیکھتا رہا۔ "بالآخر وہ بولا۔ "میں نے کبھی کسی کو قتل نہیں کیا۔"

"میں کب کہہ رہا ہوں کہ تم قاتل ہو۔" وجے نے بے حد معصومیت سے کہا۔ "میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ ڈکیتی کی واردات کے دوران میں فائرنگ ہوئی' ایک گارڈ قتل ہوا......... اور ایک ڈاکو بھی مارا گیا۔ ڈاکو کا ایک ساتھی بھی تھا' جو فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ آج تک پکڑا نہیں گیا لیکن سماچار کے ایک کرائم رپورٹر نے اس سلسلے میں تحقیق کی۔ اس نے لٹنے والے جوہری کو کئی تصویریں دکھائیں' جوہری نے ایک تصویر کو پہچان لیا۔ وہ تصویر رگھبیر نامی ایک شخص کی تھی۔"

رگھبیر پلکیں جھپکائے بغیر وجے کو تکتا رہا......... لیکن منہ سے کچھ نہ بولا۔

"ہم یہ اطلاعات پولیس کو بھی پہنچا سکتے تھے لیکن یہ کوئی اہم خبر نہ بنتی۔ البتہ ڈاکو کے ساتھی کو یقیناً لمبی سزا ہو جاتی۔ دوسری طرف مجرم ہمارے اخبار سے منسلک تھا۔ میرے باپ نے سوچا کہ اس طرح اخبار کی شہرت کو بھی بٹا لگے گا لہٰذا انہوں نے تمام

ثبوت محفوظ کر لیے جو اس فائل میں موجود ہیں۔" وجے نے فائل کی طرف اشارہ کیا۔

رگھبیر نے پیکٹ سے سگریٹ نکال کر سلگایا۔ وہ گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ سگریٹ کے دو تین کش لینے کے بعد وہ مسکرایا۔ "وجے صاحب! آپ یہ یقین چاہتے ہیں ناکہ میں سو فیصد قابل اعتماد آدمی ہوں؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تو یقین کر لیں میں دو سو فیصد قابل اعتماد آدمی ہوں۔"

وجے بھی مسکرا دیا۔ "خوب.......... بہت خوب۔" اس نے رگھبیر والی فائل ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔ "آئندہ اس موضوع پر کبھی گفتگو نہیں ہوگی۔" وہ بے مطمئن نظر آرہا تھا اور اب بلا ہچکچاہٹ اپنا منصوبہ رگھبیر کے سامنے رکھ دینا چاہتا تھا۔ "اب کام کی بات ہو جائے۔ لندن میں سکھ دہشت گردوں کے جو گروہ ہیں' ان میں کس سے تمہاری جان پہچان ہے؟" اس نے پوچھا۔

"دہشت گرد؟" رگھبیر نے حیرت آمیز لہجے میں کہا۔ "درجنوں ہیں جناب.......... اور ان سے میرا رابطہ بھی رہتا ہے لیکن وہ دہشت گرد نہیں ہیں' سیدھے سادے مجرم ہیں۔"

وجے کا دل ڈوبنے لگا۔ منصوبے کی بنیاد ہی نکلی جا رہی تھی۔

"لیکن وہ لوگ لندن میں اثر رسوخ رکھتے ہیں۔" رگھبیر نے مزید کہا۔

"گویا مجھے وہاں سے کام کے لوگ مل سکتے ہیں؟"

"پہلے کام کی نوعیت کا تو پتا چلے۔"

"فرض کرو' میں کہیں ڈاکا ڈلوانا چاہتا ہوں۔"

"معمولی واردات یا بڑی واردات؟" رگھبیر نے پوچھا۔

"بڑی واردات۔"

"دولت ہو تو ہر کام کرایا جا سکتا ہے۔" رگھبیر کے لہجے میں یقین تھا۔

وجے کی جان میں جان آئی۔

"میرا ایک دوست ایک ایسے گینگ میں شامل ہے' جو کم لیکن بڑی وارداتیں کرنے کا قائل ہے۔ وہ بہت منظم گروہ ہے' میرا دوست مجھے خط لکھتا رہتا ہے۔"

"تم وہاں جانا پسند کرو گے؟"

"نہیں.......... مجھے بے وطنی اچھی نہیں لگتی' اور پھر آپ مجھے معقول معاوضہ دے رہے ہیں' اسے چھوڑ کر میں پردیس کیوں جاؤں جہاں خطرات بھی زیادہ ہیں۔"

"اس گروہ میں کون لوگ شامل ہیں؟"

"گروہ قومیتوں کی بنیاد پر نہیں بنائے جاتے جناب.........." رگھبیر نے مربیانہ لہجے میں کہا۔ "پھر وہ لوگ برطانیہ تک محدود بھی نہیں ہیں۔ جہاں لمبا ہاتھ مارنے کا موقع نظر آئے کام دکھا دیتے ہیں۔ وہ پروفیشنل لوگ ہیں وجے صاحب۔ انہوں نے بوسٹن میں ڈاکازنی کی واردات کی' وہ سات تھے۔ وہاں سے انہوں نے تقریباً 30 لاکھ ڈالر کمائے۔ گلاسگو سے لندن جانے والی ڈاک کی ٹرین کو بھی انہوں نے ہی لوٹا تھا اس میں 19 افراد نے حصہ لیا تھا۔ ان میں سے ایک گرفتار بھی ہوا تھا' بعد میں وہ فرار ہوا اور برازیل چلا گیا۔ اس واردات میں 70 لاکھ ڈالر لوٹے گئے تھے۔"

"بہت خوب! اچھی کارکردگی ہے۔" وجے نے تبصرہ کیا۔ وہ متاثر بھی تھا اور خوش بھی۔

"سب سے بڑی واردات کے متعلق تو میں نے بتایا ہی نہیں۔" رگھبیر نے پرجوش لہجے میں کہا۔ "انہوں نے نیس میں ایک بینک لوٹا تھا۔ بینک کے نام کا صحیح تلفظ تو میرے بس کا نہیں' بہرحال وہ سیوریج لائن کے ذریعے بینک میں داخل ہوئے تھے۔ جمعے کی شام ہفتے اور اتوار کو بینک کی چھٹی ہوتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے بڑے سکون سے کام کیا اور 317 سیف ڈپازٹ باکس خالی کر دیے۔ اس واردات میں انہیں ایک کروڑ بیس لاکھ ڈالر ملے۔ فرانسیسی پولیس آج تک بھی ان کا سراغ نہیں لگا سکی۔"

اب وجے اور زیادہ متاثر نظر آرہا تھا۔ "اور تم کہتے ہو کہ تمہارا دوست بھی اس گینگ میں شامل ہے؟"

"جی ہاں۔ وہ تو مجھے بھی بلاتا ہے لیکن میں جانا نہیں چاہتا۔"

"کتنے افراد ہیں اس گینگ میں؟"

"بارہ کے قریب ہیں۔ گزشتہ سال کرتارا اپنی بیمار ماں کو دیکھنے کے لیے آیا تھا تو اس سے میری بات ہوئی تھی۔ گروہ کا سرغنہ کوپر نامی امریکی ہے' جو اب برطانوی شہری ہے۔ کرتارا بتا رہا تھا کہ کوپر بہت تیز آدمی ہے' اس کا گروہ کسی بھی قسم کا جرم کر سکتا

ہے۔ پوری منصوبہ بندی کے ساتھ.......... سائنٹیفک طریقے سے.......... لیکن انہیں
سیاست سے غرض نہیں' انہیں تو بس دولت چاہیے۔"

"اور میرے پاس دولت کی کمی نہیں۔" وجے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں.......... مجھے معلوم ہے۔" رگھبیر بھی مسکرا دیا۔

"اور مجھے بھی سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

رگھبیر نے وجے کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تو آپ کو کس چیز میں دلچسپی ہے؟"

"خبروں میں۔"

رگھبیر چند لمحے خود سے الجھا رہا' وہ اس بات کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"خبروں میں۔" اس نے دہرایا۔ "میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"میں خبریں بنانا چاہتا ہوں.......... ایسی خبریں جو کسی اور اخبار کو نہ مل سکیں۔ ایسی خبریں جو صرف میرے اخبار میں چھپیں۔" وجے نے کچھ توقف کیا' پھر بولا "ایسی خبریں تخلیق کرنے کے لیے مجھے مجرموں کا گروہ درکار ہے.......... تنخواہ دار گروہ۔"

رگھبیر سر ہلا کر رہ گیا۔ وہ بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ "یہ تو سمجھ میں آنے والی بات نہیں۔" اس نے کوشش کی تھی کہ اس کا جملہ توہین آمیز نہ ہو۔

"تمہارا مطلب ہے' میری یہ خواہش دیوانگی ہے؟"

"میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اس کا کاروباری پہلو تو میری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ میں بس اتنا جانتا ہوں کہ یہ ممکن نہیں۔" رگھبیر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

وجے نے فیصلہ کیا کہ اب پوری طرح کھل کر بات کرنے کا لمحہ آپہنچا ہے۔ "اس آئیڈیے کی بنیاد تمہی نے فراہم کی تھی۔" اس نے کہا۔ "تم نے سرنگ کے متعلق بتایا' پھر
چھمن اس سرنگ کے ذریعے فرار ہوا۔ یہ سب کچھ طے شدہ پروگرام کے تحت ہوا۔ گویا میں نے خبر تخلیق کی۔ وہ خبر کاروباری اعتبار سے بہت زیادہ سود مند ثابت ہوئی' اس کے زور پر میرے اخبار نے تمام حریف اخباروں کو پیٹ کر رکھ دیا۔ اس کے بعد مجھے خیال آیا کہ مجھے اور خبریں تخلیق کرنا چاہئیں۔ میری بات سمجھ میں آرہی ہے رگھبیر؟"

"جی ہاں۔" رگھبیر نے جواب دیا لیکن اس کے لہجے میں بے یقینی تھی۔ "تم

سمجھ رہا ہوں۔"

"میں تمہیں پوری طرح سمجھاتا ہوں' خبریں دھوپ کے مانند ہوتی ہیں۔ جیسے دھوپ.......... سب کے لیے ہوتی ہے' خبریں ہر اخبار کے لیے ہوتی ہیں۔ جب تمام لوگ ایک ہی چیز بیچیں گے تو سیل کم ہوگی۔ ہاں' وہ چیز بیچی جائے جو کسی اور کے پاس نہ ہو تو ہاتھوں ہاتھ بکے گی۔ اسے ہر شخص خریدنا چاہے گا اور میں یہ چاہتا ہوں۔ جو خبر میں چھاپوں' وہ کسی اور اخبار کو میسر نہ آئے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ میں خود خبریں تخلیق کروں' یہ ہے میرا آئیڈیا۔"

"اور اس کے لیے آپ کو گینگ کی ضرورت ہے۔"

"جو میرے کہنے پر ایسی وارداتیں کرے' جن کا احوال صرف سماچار میں چھپے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہو کہ میں مجرموں کی ایک تنظیم بنانا چاہتا ہوں۔ وہ فل ٹائم میرے لیے کام کریں گے اور میں ان کی مدد سے اپنے اخبار کے لیے خبریں تخلیق کروں گا۔ قتل کی کوئی واردات نہیں ہوگی۔ اغوا صرف ان لوگوں کو کیا جائے گا' جو مشہور و معروف ہوں۔ اس کے علاوہ ڈکیتی کی سنسنی خیز وارداتیں.......... سب کچھ اول درجے کا.......... جو سامنے والے صفحے کی جاندار خبر ثابت ہو۔"

اب بات پوری طرح رگھبیر کی سمجھ میں آچکی تھی۔ "لیکن یہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے جناب۔" اس نے کہا۔

"کام تو سب خطرناک ہوتے ہیں۔ چاند پر جانا بھی خطرناک ہے' پہاڑ کی چوٹی سر کرنے میں بھی خطرہ ہے۔"

"لیکن خبریں بنانے کے لئے کون اپنی جان جوکھوں میں ڈالے گا؟"

"خبروں کے لیے نہیں.......... دولت کے لیے.......... تم نے کہا تا کہ کوپر گینگ کو دولت سے سروکار ہے.......... اور دولت میرے پاس موجود ہے۔"

"آپ کتنی رقم کو دولت سمجھتے ہیں؟"

"کوپر گینگ سے تو ظاہر ہے' ڈالرز میں بات ہوگی .   ہیں . کہ ڈالر کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

رگھبیر بے ساختہ سیٹی بجا کر رہ گیا۔

"کیا خیال ہے.......... اتنی رقم میں وہ دلچسپی لیں گے؟" وجے نے پر تشویش لہجے میں پوچھا۔

"یقیناً دلچسپی لیں گے لیکن ہر بات کا انحصار اس بات پر ہو گا کہ آپ ان سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔" رگھبیر نے جواب دیا۔

"لیکن میں اپنی شخصیت کو ان کے سامنے ہرگز نہیں لاؤں گا۔ انہیں یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ وہ کس کے لیے کام کر رہے ہیں اور کام کا مقصد کیا ہے۔ میں ان سے کام تمہارے ذریعے لوں گا۔ وہ سوالات نہیں کریں گے۔ کام پیشہ ورانہ انداز میں صفائی کے ساتھ کیا جانا چاہیے.......... ہر کام کا معاوضہ الگ.......... کیا خیال ہے' وہ دلچسپی لیں گے؟"

"میں صرف اندازہ لگا سکتا ہوں.......... میرا خیال ہے' وہ دلچسپی لیں گے۔"

"تم یقینی طور پر یہ بات معلوم کر سکتے ہو؟"

"آپ چاہتے ہیں کہ میں کوپر سے رابطہ قائم کروں؟"

"ہاں۔ یاد رکھو' اس میں تمہارا حصہ بھی ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم آج ہی لندن روانہ ہو جاؤ اور کوپر سے خود بات کرو۔"

"اتنی جلدی!"

"ہاں.......... میں تمہاری روانگی کے انتظامات کر دوں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم تین دن کے اندر اندر مجھے کوئی خبر سناؤ۔"

☆----------☆----------☆

تین دن بعد رگھبیر نے لندن سے وجے کو فون کیا۔ فون لکشمی نے ریسیو کیا تھا۔

"تمہاری کال ہے وجے۔" اس نے وجے کو پکارا۔ "لندن سے۔"

"اسے کہو کہ میرے پرائیویٹ نمبر پر رنگ کرے.......... میں اپنی لائبریری میں کال ریسیو کروں گا۔" وجے نے کہا۔

وجے کی دھڑکنیں بے ربط ہو گئیں۔ وہ بے تابی سے لائبریری کی طرف لپکا اور فون کے سامنے بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد گھنٹی بجی' اس نے ریسیور اٹھالیا "وجے اسپیکنگ۔"

"لندن سے مسٹر رگھبیر سنگھ آپ سے بات کریں گے۔" خاتون آپریٹر نے انگریزی میں کہا۔

"او کے.......... ملایئے۔"

چند لمحے بعد رگھبیر کی آواز سنائی دی۔ "باس.......... میں رگھبیر بول رہا ہوں۔"

"ہاں' میں لائن پر موجود ہوں۔" وجے نے کہا۔ "کہو' کیا صورت حال ہے؟"

"یہاں گرین لائٹ ہے باس.......... سب کچھ طے سمجھیں۔"

"گرین لائٹ کا کیا مطلب ہے؟"

"کوپر رضامند ہے' بس ایک بات ہے.........."

"رضامند ہے.......... یہی کہہ رہے ہو نا تم.......... لیکن کیا؟"

"وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ آپ انہیں خود تفصیل سے سمجھائیں کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ آپ اس انداز میں مل سکتے ہیں کہ وہ آپ کو دیکھ نہ پائیں۔ بشرطیکہ آپ کو اس میں کوئی اعتراض نہ ہو لیکن میرا خیال ہے' اس ملاقات سے آپ کو بہت کچھ حاصل ہو گا.........."

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس طرح میں بھی انہیں دیکھ لوں گا' میں لندن پہنچ جاؤں گا۔"

"کل تک پہنچ سکتے ہیں آپ؟"

"یقیناً پہنچ جاؤں گا۔"

"اگر آپ مجھے اپنی آمد کا وقت بتا دیں تو میں ائرپورٹ پر آپ کو ریسیو کرنے آجاؤں.......... میں آپ کے لیے رٹز میں ایک سوئٹ بھی ریزرو کرا دوں گا۔"

"میں پہلے فلائٹس کی پوزیشن دیکھ لوں' پھر تمہیں اپنی آمد کے متعلق مطلع کر دوں گا۔ سوئٹ تم ریزرو کرالو۔" وجے نے کہا۔ اسے معلوم تھا کہ رگھبیر بھی رٹز میں ٹھہرا ہوا ہے۔

"آپ اکیلے آئیں گے نا؟"

"بالکل.......... میں اکیلا ہی آؤں گا۔ اچھا.......... پھر کل ملاقات ہو گی۔"

وجے نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ احساس فتح میں بھیگ رہا تھا.......... وہ دہشت

گردوں کا سرغنہ بننے والا تھا.......... طاقت.......... قوت.......... بھگوان۔

☆----------☆----------☆

سیارہ رولز رائس رٹز کے سامنے رکی تو رگھبیر گاڑی سے اترا۔

وجے اس کے پیچھے تھا۔ رگھبیر کے ہاتھوں میں وجے کے سوٹ کیس تھے۔ باہر خنکی تھی۔ ہوٹل کی لابی کے خوشگوار ماحول میں ان دونوں نے سکون کا سانس لیا۔ وہ لفٹ میں بیٹھ کر پانچویں منزل پر پہنچے۔ وجے کے لیے جو سوئٹ مخصوص تھا' اس کا نمبر 518 تھا۔ غسل سے فارغ ہوتے ہی وجے نے رگھبیر سے تفصیل کا مطالبہ کیا۔

"کوپر کس حد تک انٹرسٹڈ ہے؟" وجے نے پوچھا۔

"بہت زیادہ' اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے آپ کو بلانے پر اصرار کیا۔ تین لاکھ ڈالر کی پیش کش اس کے لیے بہت پرکشش ثابت ہوئی ہے۔"

"تم نے اسے بتایا کہ میں ہر کام کا معاوضہ اتنا ہی دوں گا؟"

"بتایا تھا.......... اور اسی چیز نے اسے ہماری پیش کش میں دلچسپی لینے پر مجبور کیا۔ اب وہ آپ سے ملنے کے لیے بے تاب ہے باس؟"

"میں تیار ہوں۔" وجے نے کہا۔ "ملاقات کب ہوگی؟"

"ابھی۔"

"کہاں ہوگی؟" وجے نے پوچھا۔

"یہیں.......... برابر والے کمرے میں۔" رگھبیر نے جواب دیا۔

"اس سوئٹ میں دو بیڈ روم ہیں' ملاقات دوسرے بیڈ روم میں ہوگی۔ وہ لوگ اس وقت اس بیڈ روم میں آپ کے منتظر ہیں۔"

وجے کے جسم میں سنسنی دوڑ گئی' گویا کچھ ہونے والا ہے' اس نے سوچا اور اس کا مرکزی کردار میں ہوں۔ اس کی وہی کیفیت تھی' جو ہاکی کے کسی کھلاڑی کی وہ پینالٹی اسٹروک لیتے وقت ہوتی ہے جس پر اس کی ٹیم کی فتح و شکست کا دارومدار ہو۔ اس کے علاوہ اس سنسنی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ زندگی میں پہلی بار خطرناک مجرموں کو دیکھنے والا تھا۔ اس سے پہلے اس نے ایسے لوگوں کی کارروائیوں کی صرف خبریں سنی' پڑھی اور چھاپی تھیں۔

"ان کی تعداد کتنی ہے؟" اس نے رگھبیر سے پوچھا۔

"کوپر کے ساتھ اس کے دو ساتھی بھی ہیں' انہیں یہاں چھوڑ کر میں آپ کو ریسیو کرنے گیا تھا۔" رگھبیر نے جواب دیا اور چند لمحے اسے بغور دیکھتا رہا۔ "کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ ملاقات سے پہلے کچھ دیر آرام کرلیں؟" اس نے پوچھا۔

"میں تھکا ہوا تو نہیں ہوں۔" وجے نے جلدی سے کہا۔

"تو آپ فوری طور پر ملنا چاہتے ہیں؟"

"یقیناً۔" وجے نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"ایک منٹ۔" رگھبیر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ پھر اس نے اپنی جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا' اور کوئی چیز نکال کر وجے کی طرف بڑھا دی۔

"یہ کیا ہے؟ اسکائی ماسک معلوم ہوتا ہے؟"

"جی ہاں۔" رگھبیر نے کہا۔ "اسے اپنے چہرے پر چڑھالیں تاکہ کوئی آپ کو شناخت نہ کرسکے۔ گھٹن کا احساس تو ہوگا لیکن آپ کے لیے خود کو ظاہر نہ کرنا زیادہ اہم ہے۔"

وجے نے اسے پرستائش نظروں سے دیکھا۔ "تم کام کے آدمی ثابت ہو رہے ہو۔ رگھبیر۔" اس نے کہا اور ماسک اپنے چہرے پر چڑھالیا' پھر اس نے دیوار گیر آئینے میں اپنا عکس دیکھا.......... "ذرا تھیٹریکل معلوم ہوتا ہے لیکن ہے موثر۔" اس نے تبصرہ کیا۔

"آیئے.......... اب چلیں۔" رگھبیر نے کہا۔

وہ دونوں دوسرے بیڈ روم کی طرف بڑھ گئے۔ رگھبیر نے جیب سے چابی نکال کر دروازہ کھولا۔ وجے بیڈ روم میں داخل ہوا' اسے یہ سب کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ لیکن اس کی کوشش تھی کہ اس کے انداز سے بے اعتمادی نہ جھلکے۔ کمرے میں نیم تاریکی تھی' بیڈ کے پاس دو خالی کرسیاں پڑی تھیں۔ صوفے پر تین افراد بیٹھے تھے۔ ان کے چہروں پر نقاب نہیں تھے۔ ان میں دو سفید فام تھے.......... اور ایک یقینی طور پر ہندوستانی تھا' شاید وہ رگھبیر کا دوست کرتارا تھا۔

بھورے بالوں اور بھوری آنکھوں والا انگریز صوفے سے اٹھا۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ وہ وجے کی طرف بڑھا اور اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔ "میں کوپر ہوں۔"

رگھبیر نے جلدی سے وجے کا تعارف کرایا۔ ”یہ میرے باس ہیں۔“

”والٹر زمبرگ۔“ وجے نے اپنا فرضی نام بتایا۔ یہ نام اس نے پہلے ہی سوچ ر تھا۔ اس نے کوپر سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ ”تم سے مل کر خوشی ہوئی۔“

کوپر نے اپنے ساتھیوں کا تعارف کرایا۔ ”مسٹر کرتار سنگھ......... اور مس کوسکی۔ گروہ کے باقی ممبرز سے آپ کو بعد میں متعارف کرایا جائے گا۔ ان میں ڈی سو اور لے‘ شیلڈ اور لافیر شامل ہیں۔ اب بہتر ہے کہ کام کی بات ہو جائے۔“ اس نے وجے خالی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا اور خود صوفے کی طرف چل دیا۔

وجے اور رگھبیر خالی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ وجے نے کھنکھار کر اپنا گلا صاف ک اور بولا۔ ”اس ملاقات کا سبب تو آپ لوگوں کو معلوم ہی ہے۔“

”ہم چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے سنا ہے‘ اس کی تصدیق ہو جائے۔“ کوپر نے کہا۔ ”آپ کو ایک تجربے کار گروہ کی ضرورت ہے جو آپ کے بتائے ہوئے کام آپ کی مرضی کے مطابق کر سکے۔ آپ ایسے ہر کام کا معاوضہ تین لاکھ ڈالر دیں گے۔“

”یہ درست ہے۔“ وجے نے کہا۔

”ہم کسی واردات کا سبب دریافت نہیں کریں گے‘ یہ آپ کا اپنا معاملہ ہے۔“

”سبب سیاسی بہرحال نہیں ہو گا۔“ وجے نے جلدی سے کہا۔

”ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بس یہ ہے کہ آپ ہمیں کام کے متعلق پوری تفصیل بتائیں گے۔ قتل وغیرہ کا بھی کوئی چکر ہو گا؟“

وجے کو شاک سا لگا۔ ”ہرگز نہیں۔“ اس نے تیز لہجے میں کہا۔ اب اسے اپ نقاب گراں محسوس ہو رہا تھا۔ ”میں خصوصیت سے اغوا کی وارداتوں میں دلچسپی رکھ ہوں۔ ممکن ہے‘ کسی موقع پر ڈکیتی کی بھی ضرورت پڑ جائے۔ بہرحال‘ اصل اہمیت اغ کی واردات ہی کی ہے۔ پہلا کام اغوا ہی کا ہے۔ تمہیں ایک مشہور و معروف شخص کو اغوا کرنا ہو گا اور اسے دو دن کہیں روپوش رکھنا ہو گا۔ اس دوران میں تاوان کا مطالبہ کرنا ہو گا لیکن تاوان زیادہ طلب نہ کرنا۔ میں پھر دہراؤں گا کہ اغوا کا سبب سیاسی نہیں ہو گا۔ لیکن اسے سیاسی واردات ظاہر کرنے میں ہمارا فائدہ ہے۔ مثلاً تاوان میں رقم کے بدلے سیاسی قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ زیادہ مناسب رہے گا‘ دو دن بعد تم اسے رہا کر دو گے۔

نہیں چاہتا کہ پولیس تم پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب ہو۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ تمہیں رگھبیر کو اپنے گروہ میں شامل کرنا ہو گا۔ میرے نمائندے کی حیثیت سے وہ تمہاری ہر ممکن مدد کرے گا......... لیکن جواب وہ صرف میرے سامنے ہو گا۔“

”پہلی واردات کہاں ہو گی؟“ کوپر نے پوچھا۔

”سان سبستین میں۔“

”اور کب ہو گی؟“

”ٹھیک دو ہفتے بعد‘ کل کے دن۔“

چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر کوپر نے پوچھا۔ ”ہمیں کس کو اغوا کرنا ہو گا۔“

وجے نے سانس روک لی‘ کھیل خطرناک مراحل میں داخل ہو رہا تھا۔ اس نے اپنی آواز پر حتی الامکان قابو رکھتے ہوئے جواب دیا۔ ”تمہیں اسپین کے بادشاہ کو اغوا کرنا ہو گا۔“

بیڈ روم میں خاموشی چھا گئی‘ جیسے وہاں موجود ہر شخص کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ پھر کوپر ہی نے اس سنگین خاموشی کو توڑا۔ ”اس پر بعد میں تفصیلی گفتگو ہو گی۔ آپ اپنے بیڈ روم میں چلے جائیں‘ ہم آپس میں مشورہ کرنے کے بعد آپ کو بلا لیں گے۔“

☆-----------☆-----------☆

ایک گھنٹے کا وہ انتظار وجے کے لیے طویل ترین انتظار تھا۔ اس نے نقاب اتار دیا تھا۔ وہ روم سروس کو فون کر کے اپنے لیے شراب منگوانا چاہتا تھا لیکن رگھبیر کا کہنا تھا کہ موجودہ صورت حال میں......... ویٹر کو طلب کرنا‘ نامناسب ہو گا۔ چنانچہ وجے خاموشی سے انتظار کرتا رہا۔ پھر اس نے سوٹ کیس کھول کر ایک فائل نکالی اور اس میں الجھ گیا۔ اس فائل میں ان متبادل وسائل کی تفصیل تھی جن پر کوپر گینگ سے مذاکرات میں ناکامی کی صورت میں غور کیا جانا تھا۔ وجے جانتا تھا کہ ان میں کوئی بھی کوپر گینگ جیسا موثر وسیلہ نہیں ہے۔ وہ دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ کوپر گینگ اس کی پیش کش قبول کر لے۔ وہ فائل پڑھتا رہا......... لیکن درحقیقت وہ کچھ بھی نہیں پڑھ رہا تھا‘ اس کا ذہن کہیں اور تھا۔ اکتا کر اس نے فائل دوبارہ سوٹ کیس میں رکھی......... اور میز پر رکھا ہوا ٹائمز کا تازہ شمارہ اٹھا کر اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد دوسرے بیڈ روم کے

دروازے پر دستک ہوئی۔

وجے بے تابانہ اٹھا‘ رگھبیر نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ”ماسک چڑھانا نہ بھولیے“ اس نے یاد دلایا۔ وجے نے تشکر آمیز نظروں سے اسے دیکھا اور چہرے پر ماسک چڑھا لیا۔ وہ دونوں دوبارہ نیم تاریک بیڈ روم میں داخل ہوئے اور کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

”میرا یہ ساتھی کوسکی‘ اغوا کا اسپیشلسٹ ہے۔“ کوپر نے اپنے سفید فام ساتھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”یہ آپ سے کچھ باتیں پوچھنا چاہتا ہے۔“

وجے نے اثبات میں سرہلا دیا۔

”یہ کام آسان نہیں ہے۔“ کوسکی نے کہا۔ وہ پہلی بار بولا تھا۔

”اسی لیے تو مجھے ایکسپرٹ لوگوں کی ضرورت پڑی ہے۔“ وجے نے نرم لہجے میں کہا۔

”آپ میرا مطلب نہیں سمجھے۔ شاہ اسپین کو اغوا کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔“ کوسکی کے لہجے میں پیشہ ور مجرموں والا اعتماد تھا۔ ”بات تیاری کی ہے...... منصوبہ بندی کی ہے‘ یہ کوئی مسئلہ نہیں لیکن بنیادی طور پر جو کام آپ ہمیں سونپ رہے ہیں‘ وہ بے حد خطرناک ہے۔“

”ہر کام خطرناک ہوتا ہے‘ ہر کام میں رسک بھی لینا پڑتا ہے۔“ وجے نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا۔

”مقام واردات نے اس کام کو اور خطرناک بنا دیا ہے۔“ کوسکی نے سرد لہجے میں کہا۔ ”باسک لوگوں کے علاقے میں علیحدگی پسندوں کا زور ہے چنانچہ شاہ کی سکیورٹی کے انتظامات بے حد سخت ہوں گے۔“

”یہ بات تو تمہارے حق میں جاتی ہے۔ پولیس اسے علیحدگی پسندوں کا کارنامہ سمجھے گی‘ تم پر کوئی شک بھی نہیں کرے گا۔ یوں بھی اس سلسلے میں برطانوی سیاحوں پر شک کرنے کا کوئی جواز ان کے پاس نہیں ہوگا۔“

”جی ہاں‘ اس پہلو پر ہم بھی غور کر چکے ہیں۔“ کوسکی نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ”آپ بلانکو افیئر کے متعلق جانتے ہیں؟“

”بلانکو افیئر؟“ وجے چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر اس نے نفی میں سرہلا دیا۔

”وہ باسک علیحدگی پسندوں کا کارنامہ تھا۔“ کوسکی نے کہا۔ ”ہمیں یہ آسانی حاصل ہے کہ ہمارا کام علیحدگی پسندوں کے کھاتے میں جائے گا چنانچہ میری تجویز یہ ہے کہ ہم اس متبادل طریقے پر عمل کریں جو نسبتاً بہت آسان اور یقینی ہے۔“

”پہلے تو مجھے بلانکو افیئر کے متعلق بتاؤ۔“ وجے نے کہا۔

”بلانکو اسپین کا وزیراعظم تھا۔ علیحدگی پسندوں نے اسے تاڑ رکھا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ بلانکو معمولات کا آدمی ہے۔ وہ ہمیشہ اپنی کار میں ایک مخصوص راستے سے گزرتا تھا۔ علیحدگی پسندوں نے اس راستے کے قریب ایک بیس منٹ کرائے پر حاصل کیا اور بڑے سکون سے اس سڑک کے نیچے سرنگ کھودنا شروع کر دی‘ جس پر سے بلانکو ہر روز گزرتا تھا......“

وجے کی دلچسپی بڑھ گئی۔ سرنگ اس کے نزدیک خوش بختی کی علامت تھی‘ پھن والے معاملے میں بھی ایک سرنگ ہی نے کام دکھایا تھا۔

”علیحدگی پسندوں نے آئی آر اے کے ذریعے سو پاؤنڈ ڈائنا مائٹ حاصل کیا اور اسے سرنگ میں لگا دیا۔ جب بلانکو اس سڑک پر سے گزرا تو انہوں نے ڈیٹونیٹر کے ذریعے ڈائنامائٹ اڑا دیا۔ دھماکا اتنا شدید تھا کہ وزیراعظم اپنی گاڑی سمیت ایک عمارت کی پانچویں منزل سے ٹکرایا‘ وہ کامیاب ترین آپریشن تھا۔ اغوا کے مقابلے میں آسان‘ زیادہ موثر اور زیادہ یقینی۔“

وجے چند لمحے کوسکی کو گھورتا رہا۔ ماسک کی وجہ سے اس کے چہرے کا تاثر ان لوگوں سے مخفی تھا۔ لیکن درحقیقت وہ دہل گیا تھا...... دہشت زدہ ہوگیا تھا۔ پہلی بار اسے اندازہ ہوا کہ اس کا سابقہ کوئی شوقیہ ڈکیتی کرنے والوں سے نہیں‘ بلکہ سفاک پیشہ ور مجرموں سے ہے‘ جن کے نزدیک انسانی جان کی کوئی اہمیت نہیں۔ ”ایک منٹ۔“ اس نے تیز لہجے میں کہا۔ ”کیا تم یہ تجویز پیش کر رہے ہو کہ شاہ اسپین کو اغوا کرنے کے بجائے قتل کر دیا جائے؟“

”میں نے تو ایک خیال پیش کیا ہے۔“ کوسکی نے بے حد معصومیت سے کہا۔

”نہیں...... ہرگز نہیں۔“ وجے نے تیز لہجے میں کہا۔ ”میں نے شروع ہی میں واضح کر دیا تھا کہ قتل نہیں ہوگا۔ میں تو اغوا کی بے ضرر واردات چاہتا ہوں۔“

"جو مرضی آپ کی۔" کوسکی نے خوش دلی سے کہا۔ "اغوا ہی سہی لیکن اس
پیچیدگیاں بھی ہیں اور خطرہ بھی ہے۔ ہمارے خیال میں اتنے خطرناک کام کے لیے
لاکھ ڈالر کی رقم کچھ بھی نہیں۔"

"اوہ......... تو تمہارے خیال میں معاوضہ کیا ہونا چاہیے؟"

کوسکی نے کوپر کی طرف دیکھا۔ کوپر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ "پچاس لاکھ
مناسب رہیں گے۔" کوسکی نے کہا۔

"ایک کام کے پچاس لاکھ ڈالر!" وجے نے حیرت سے کہا۔ اسے اپنی سماعت
یقین نہیں آ رہا تھا۔

"جی ہاں' لیکن کام شاندار ہوگا۔" کوسکی نے کہا۔ "اور ہاں......... یہ تو صرف
معاوضے کی بات ہے' اس کے علاوہ بھی ہماری کچھ شرائط ہیں۔"

"وہ بھی بتا دو۔" وجے نے کہا۔ وہ نروس ہو گیا تھا۔

کوسکی نے پھر کوپر کو دیکھا اور بولا۔ "بہتر ہے کہ اب تم سنبھالو۔"

کوپر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "لندن میں ہمارے گروہ کے بارہ افراد موجود ہیں"
اس نے کہا "لیکن اس کام کے لیے کم از کم بیس آدمی درکار ہوں گے۔ آٹھ مزید
ڈھونڈنے میں کم از کم پانچ لاکھ ڈالر کا مزید خرچ ہوگا' ایسا صرف ایک بار ہوگا' بعد کے
کام میں اس مد میں اخراجات نہیں ہوں گے۔"

"اور کچھ؟" وجے نے پوچھا۔

"اسلحے کی ضرورت ہوگی۔ کام کی نوعیت کے پیش نظر ہلکا اسلحہ بہتر رہے گا۔
اسلحہ ہمیں آپ فراہم کریں گے' یہ خرچ بھی صرف پہلی بار ہوگا۔"

وجے کو اندازہ ہو رہا تھا کہ کوپر گینگ واقعی کام کا ہے......... "ٹھیک ہے۔
بتا دو' تمہیں کیا کچھ چاہیے۔ شرط یہ ہے کہ آسانی سے مل جائے۔" اس نے کہا۔

"ہم ضروری اسلحے کی فہرست مسٹر گھمبیر کو دے دیں گے۔" کوپر بولا۔ "اس کے
علاوہ ہم انہیں یہ بھی بتا دیں گے کہ اسلحے کی خریداری کے لیے کس سے اور کیسے
قائم کیا جائے۔"

وجے کو تنویر کا خیال آ گیا۔ تنویر یقیناً جانتا ہوگا کہ اسلحہ کہاں سے مل سکتا

آخر اس نے دہشت گردوں پر تحقیق کی تھی۔ "بس' یا اور کچھ بھی ہے؟" اس نے کوپر
سے پوچھا۔

"ہمیں سان سبستین میں شاہ اسپین کے دورے کی مکمل تفصیلات درکار ہوں گی۔
اس طرح ہمیں یہ طے کرنے میں آسانی ہوگی کہ واردات کب' کہاں اور کیسے کی جائے۔
اس کے علاوہ حفاظتی انتظامات کے سلسلے میں جو معلومات بھی مل سکیں' سودمند ثابت ہوں
گی۔ اس سلسلے میں آپ کچھ کر سکتے ہیں؟"

"بالکل کر سکتا ہوں' تمہیں مطلوبہ معلومات مل جائیں گی۔" وجے نے پراعتماد
لہجے میں کہا۔

"اب آخری بات۔" کوپر نے کہا۔ "معاوضے کے پچاس لاکھ ڈالر کا نصف آپ
ہمیں ایڈوانس دیں گے۔"

"یہ بھی ہو جائے گا۔ تمہاری مطلوبہ معلومات اور رقم' یہ سب کچھ رگھبیر تم تک
پہنچا دے گا۔ یہی میرے اور تمہارے درمیان رابطے کا کام کرے گا' ٹھیک ہے؟"

کوپر مسکرا دیا۔ "ٹھیک ہے مسٹر زمبرگ......... بس......... اب کام شروع ہی
سمجھیں۔"

وجے اٹھ کھڑا ہوا "مجھے تم لوگوں سے بہت توقعات ہیں۔" اس نے آہستہ سے
کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

☆------------☆------------☆

پدمنی' پلازا ہوٹل کے سوئٹ میں داخل ہوئی تو تنویر کے کسی سے گفتگو کرنے
کی آواز آ رہی تھی۔ وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو پتا چلا کہ وہ فون پر گفتگو کر رہا
ہے۔ پدمنی کو دیکھ کر اس نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھا اور ایک کاغذ اس کی طرف بڑھاتے
ہوئے بولا۔ "وہ لندن میں ہے۔"

"کون لندن میں ہے؟" پدمنی نے بے ساختہ پوچھا۔ پھر اس کی نظر کاغذ پر پڑی۔
وہ وجے کی طرف سے پیغام تھا' جو اس نے ان کی عدم موجودگی میں چھوڑا تھا۔

"اب میں نے اس کا نمبر ملایا ہے۔" تنویر نے کہا۔

چند لمحے بعد وجے کی کھردری آواز سنائی دی۔ "ہیلو؟"

"مسٹر وجے! میں تنویر بول رہا ہوں پیرس سے.......... ہم ابھی ہوٹل آئے ہیں.........."

"میں تمہاری کال کا منتظر تھا.........."

"ہم دوسرے گروپس کے سلسلے میں تحقیقاتی کام میں مصروف تھے۔" تنویر کہا۔

"خیر.......... میں ایک ضروری کام کے سلسلے میں لندن آیا ہوا ہوں۔ میں دوران میں سوچتا رہا ہوں' تم بتا سکتے ہو کہ دہشت گرد اسلحہ کن ذرائع سے حاصل کر ہیں؟"

"کئی ذرائع ہیں ان کے۔ کچھ حکومتیں ان کی مدد کرتی ہیں' ان کے علاوہ مختلف ذرائع سے حاصل کرتے ہیں۔"

"تمہارا مطلب ہے' امریکا ان کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرتا ہے؟"

"نہیں.......... لیکن درحقیقت امریکا اسلحہ فروخت کرنے کے معاملے میں دنیا میں سب سے آگے ہے' اس کے بعد روس ہے' پھر فرانس' برطانیہ' اٹلی اور مغربی جر ہیں۔ ان ملکوں کی حکومتیں اسلحہ فروخت کرتی ہیں۔ زیادہ تر بھاری اسلحہ فروخت کیا جا ہے۔ جیسے طیارے' ٹینک' میزائل وغیرہ جبکہ دہشت گردوں کو ہلکا اسلحہ درکار ہوتا ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ وہ اسلحہ کیسے حاصل کرتے ہیں؟"

"بالواسطہ۔ بڑے ممالک چھوٹے ممالک کو اسلحہ فروخت کرتے ہیں' جیسے لیب ایتھوپیا' بیلجیم وغیرہ۔ وہ دہشت گردوں کو اسلحہ فراہم کرتے ہیں۔"

"یہ تو بھاری اسلحے کی بات ہوئی' ہلکا اسلحہ انہیں کہاں سے ملتا ہے؟"

"اسلحے کے پرائیویٹ ڈیلرز سے' جنہیں موت کے سوداگر کہا جاتا ہے۔"

"یعنی یہ باقاعدہ بزنس ہے جس میں افراد بھی ملوث ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"میں ان میں سے کسی ایک سے ملنا.......... اس سے انٹرویو کرنا چاہوں گا۔"

"آپ کو زحمت کی کیا ضرورت ہے' یہ کام میں اور پدمنی بھی کر سکتے ہیں۔"

"نہیں.......... میں یہ کام خود کرنا چاہتا ہوں۔" وجے نے فیصلہ کن لہجے

کہا۔ "یہ ایک بزنس مین کی دوسری بزنس مین سے گفتگو ہوگی۔ اس طرح میرے شوق صحافت کی تسکین بھی ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" تنویر نے پدمنی کو کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کب اور کہاں انٹرویو کرنا چاہیں گے؟"

"کب کا جواب ہے' جلد از جلد.......... اور کہاں کا جواب ہے' جہاں ممکن ہو۔ ہوسکے تو دو تین دن میں انٹرویو طے کرلو۔"

"میں اس سلسلے میں معلومات حاصل کروں گا تاکہ اسلحے کے اہم ترین ڈیلر سے آپ کی بات کرا سکوں۔"

"بہت خوب.......... لیکن اسے یہ نہ بتانا کہ میں پبلشر کی حیثیت سے اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ تم یہ ظاہر کرنا' جیسے میں اسلحہ خریدنے میں دلچسپی رکھتا ہوں۔ بہتر ہے کہ میرا اصلی نام بھی نہ بتاؤ' میرا خیال ہے.......... ہاں' والٹر زمبرگ مناسب رہے گا۔"

"ٹھیک ہے جناب! میں فوری طور پر کام شروع کر رہا ہوں۔ جیسے ہی بات بنی' آپ کو فون کردوں گا۔"

"نہیں.......... اس سلسلے میں فون کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ تم یہ معلومات حاصل کرکے لندن میرے پاس چلے آؤ.......... میں رٹز میں ٹھہرا ہوا ہوں۔"

"ٹھیک ہے جناب! پھر دو دن کے اندر ملاقات ہوگی۔" تنویر نے کہا اور ریسیور رکھ دیا پھر اس نے پدمنی کو تمام گفتگو سنا دی۔ "سو یہ ہے' ہمارا نیا اسائنمنٹ۔" اس نے کہا۔

"لیکن ہم اس کے لیے اسلحے کا ڈیلر کہاں تلاش کریں گے؟" پدمنی پریشان ہو گئی۔

"مجھے اس کی فکر نہیں' میرے پاس ایسے ذرائع ہیں جن سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ میں تو یہ سوچ کر پریشان ہو رہا ہوں کہ ابھی دہشت گردی پر سیریز شروع نہیں ہوئی ہے۔ اس صورت میں وجے صاحب کو اسلحے کے کسی ڈیلر سے انٹرویو کی کیا ضرورت پیش آگئی آخر ایسی جلدی کیا ہے؟"

لیکن اس سوال کا جواب ان دونوں میں سے کسی کے پاس بھی نہیں تھا۔

☆------------☆------------☆

معلومات توقع سے پہلے ہی حاصل ہو گئیں۔ اگلی شام تنویر اور پدمنی رہائش گاہ کے سوئٹ میں وجے کے پاس بیٹھے تھے۔ وجے بہت خوش دکھائی دے رہا تھا۔

"میں نے تم دونوں کے رات کے قیام کے لیے دو کمرے بک کرا دیے ہیں۔" وجے نے کہا۔ "کچھ پیو گے؟ اپنی مدد آپ کرو۔" اس نے کیبنٹ کی طرف اشارہ کیا۔

تنویر نے بلا تکلف اپنے لیے اسکاچ کا ڈبل پیگ بنایا اور اپنی جگہ آ بیٹھا۔ پدمنی نے معذرت کر لی کیونکہ اس کا کچھ بھی پینے کا موڈ نہیں تھا۔

"ہاں' اب بتاؤ۔ تمہاری آمد کا مطلب یہ ہے کہ تم نے انٹرویو طے کر لیا ہے۔" وجے نے اپنے جام سے ایک طویل گھونٹ لیا۔

"ہم نے اسلحے کے بہت سے ڈیلرز کے متعلق معلوم کیا ہے لیکن میرا خیال ہے پدمنی کا دریافت کردہ ڈیلر مناسب ترین ہے۔" تنویر نے جواب دیا۔

"ہر شخص کا یہی کہنا ہے کہ وہ سب سے بڑا اور انتہائی معتبر ڈیلر ہے۔" پدمنی نے بات آگے بڑھائی۔ "اس کا نام ہلمٹ ڈونڈرف ہے.......... تعلق فرینکفرٹ سے ہے۔ میں نے اس سے فون پر بات کی تھی۔ وہ آپ سے ملنے کے لیے آمادہ ہے.......... بشرطیکہ آپ خریداری کے معاملے میں سنجیدہ ہوں۔"

"اپنی سنجیدگی میں ثابت کس طرح کروں گا؟" وجے نے پوچھا۔

"یہ ثابت کر کے کہ سوئٹزر لینڈ کے کسی بینک میں آپ کا اکاؤنٹ موجود ہے۔" تنویر نے جلدی سے کہا۔

"میرا اکاؤنٹ موجود ہے۔" وجے نے انکشاف کیا۔

"آپ کے نام سے؟"

"والٹر زمبرگ کے نام سے۔"

"یعنی اس نام سے جس سے پدمنی نے آپ کو ہلمٹ سے متعارف کرایا؟ بہت خوب.......... تب تو پکا کام ہو گیا۔" تنویر نے کہا۔

"مجھے فرینکفرٹ کب جانا ہے؟" وجے نے پوچھا۔

"اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ مسٹر ہلمٹ ان دنوں بہ غرض تفریح اتی

گئے ہوئے ہیں۔ وہ وہاں ہوٹل ڈوکیپ میں مقیم ہیں۔ آپ کو ان سے وہاں ملنا ہو گا۔" پدمنی نے بتایا۔

"کس دن؟ کس وقت؟"

"پرسوں صبح گیارہ بجے آپ کو ہوٹل ڈوکیپ پہنچنا ہو گا۔"

"میں وہاں پہلے بھی جا چکا ہوں۔"

"اگر اس دن دھوپ ہوئی تو وہ پول کے کنارے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے ساتھ ایک لڑکی ہو گی' جس نے سفید ستاروں والا سرخ ہیٹ پہن رکھا ہو گا۔ مسٹر ہلمٹ نے بتایا ہے کہ ان کا سر بالوں سے یکسر محروم ہے۔ یعنی وہ گنجے' اوسط العمر اور فربہ اندام ہیں۔ انہوں نے نیلے رنگ کے سوئمنگ ٹرنکس پہنے ہوں گے۔ وہ پائپ پی رہے ہوں گے.......... اور کسی سوئس میگزین کا مطالعہ کر رہے ہوں گے۔ آپ ان کے پاس جائیے گا۔ ان کے پاس بیٹھی ہوئی لڑکی آپ کے لیے جگہ بنا دے گی۔ آپ کو سب سے پہلے اپنی اکاؤنٹ بک دکھانا ہو گی' اس کے بعد کام شروع لیکن یہ یاد رکھیے گا کہ آپ کی حیثیت ایک خریدار کی ہو گی۔"

"بہت خوب پدمنی' تم نے بہت اچھا کام کیا ہے۔" وجے نے پدمنی کو داد دی۔

"آخری بات.......... اگر پرسوں بارش ہوئی تو وہ آپ کو پول کے کنارے نہیں ملیں گے۔ اس صورت میں وہ آپ سے اپنے سوئٹ میں ملیں گے۔"

"ٹھیک ہے پدمنی۔" وجے نے کہا۔

"اور وجے صاحب' آپ کہیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں۔ ممکن ہے' آپ کو ہماری ضرورت پڑ جائے۔" تنویر بولا۔

"نہیں تنویر.......... شکریہ۔" وجے کے لہجے میں قطعیت تھی۔ "تمہارے اور پدمنی کے لیے ایک اور کام ہے' میں چاہتا ہوں کہ تم سان سبستین جاؤ۔ دو ہفتے بعد شاہ اسپین وہاں کا دورہ کرے گا۔ خبر گرم ہے کہ علیحدگی پسند اسے کسی نہ کسی طور ضرر پہنچانے کی کوشش کریں گے۔"

"میرے خیال میں یہ ناممکن ہے۔" تنویر نے اظہار خیال کیا۔

"لیکن ان سے یہ توقع کی جا سکتی ہے۔" وجے نے اصرار کیا۔

"ناممکن........ سکیورٹی والے ہر مشتبہ باسک پر نظر رکھیں گے۔ شاہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

"بہرحال‘ میں اس امکان کو نظرانداز نہیں کر سکتا۔" وجے نے سخت لہجے میں کہا۔ "کم از کم ہم لوگوں کو یہ بتا سکیں گے کہ اسپین کا شاہ خطرے میں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں سان سبستین جاؤ۔ تنویر‘ تمہیں شاہ کے لیے کیے جانے والے حفاظتی انتظامات کی مکمل رپورٹ دینا ہوگی۔ یہ سن گن لینے کی کوشش بھی کرنا کہ علیحدگی پسند کس موڈ میں ہیں اور پدمنی تمہیں شاہ کے دورے کا مکمل پروگرام فراہم کرنا ہوگا۔ وہ کب پہنچے گا........ کہاں کہاں اور کب جائے گا۔ کس کس سے ملے گا۔ اگر سان سبستین میں دشواری ہو تو میڈرڈ کے حکام سے رابطہ قائم کر لینا۔"

"میں پوری پوری کوشش کروں گا۔" تنویر نے کہا۔

"میں بھی کسی نہ کسی طرح دورے کا پروگرام حاصل کر لوں گی۔" پدمنی کے لہجے میں یقین تھا۔

"اسلحے کے ڈیلر سے انٹرویو کے بعد میں لندن واپس آؤں گا‘ میں پورے ہفتے یہاں رہوں گا۔ تم لوگ اپنی اپنی رپورٹ بذریعہ فون جمعے تک پہنچا دینا۔ میں شاہ کے دورہ اسپین کو بطور نیوز اسٹوری چھاپنا چاہتا ہوں‘ تم دونوں سمجھ گئے ہو نا؟"

"اور جمعے کے بعد ہم کیا کریں گے؟" پدمنی نے سر کو تفہیمی جنبش دیتے ہوئے کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ شاہ کی واپسی تک تم دونوں سان سبستین ہی میں رکے رہو۔ ممکن ہے‘ کچھ ہو ہی جائے۔ اس کے بعد میں یا شنکر تمہیں فون پر آئندہ کے لیے ہدایات دیں گے۔"

ان دونوں کو رخصت کر کے وجے واپس آیا۔ اس نے رگھبیر کے کمرے کا نمبر ملایا۔ "رگھبیر........ سب کچھ سیٹ ہے۔" اس نے رابطہ ملتے ہی ماؤتھ پیس میں کہا۔ "تم کل کی فلائٹ میں نیس کے لیے دو نشستیں بک کرا لو‘ اس کے علاوہ ہوٹل ڈوکیپ میں والٹر زمبرگ کے نام سے سوئٹ بھی بک کرانا ہے۔ نام یاد رکھنا........ والٹر زمبرگ!"

☆------------☆------------☆

انٹی بس کے آسمان پر بادلوں کا دور دور تک نام نہیں تھا۔ سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ گیارہ بجنے میں دس منٹ پر وجے لابی سے نکلا اور ہوٹل کے سوئمنگ پول کی طرف بڑھ گیا۔ رگھبیر اس کے ساتھ تھا لیکن وہ دونوں اجنبیوں کی طرح ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ پھر وجے نے ایک بینچ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے زیر لب کہا۔ "تم وہاں میرا انتظار کرو۔" یہ کہہ کر وہ سوئمنگ پول کی طرف بڑھ گیا۔ پول کے پاس دس بارہ جوڑے غسل آفتابی سے محظوظ ہو رہے تھے۔ اس نے ایک تفصیلی نظر ان پر ڈالی۔ ہلمٹ کو پہچاننے میں اسے کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ ایک خوب صورت نوجوان لڑکی اس کے پاس بیٹھی تھی۔ اس کے سر پر سفید ستاروں والا سرخ ہیٹ تھا۔ وجے ان کی طرف بڑھ گیا۔

وہ قریب پہنچا تو لڑکی اٹھی اور ایک طرف چلی گئی۔ وجے بڑی بے تکلفی سے ہلمٹ کے برابر بیٹھ گیا۔ ہلمٹ نے وہ سوئس میگزین بند کر کے ایک طرف رکھ دیا‘ جسے وہ پڑھ رہا تھا۔

"مسٹر ہلمٹ؟" وجے نے پوچھا۔

"آپ مسٹر زمبرگ ہیں‘ والٹر زمبرگ؟" ہلمٹ نے کہا۔

وجے نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس نے سگار نکال کر سلگایا۔

"کہیے........ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟" ہلمٹ نے پوچھا۔

"مجھے گوریلا طرز کا ہلکا اسلحہ درکار ہے۔ معاملہ ارجنٹ ہے۔" وجے نے سرگوشی میں کہا۔

"ایسا ہر کام ارجنٹ ہی ہوتا ہے۔" ہلمٹ نے بڑی سادگی سے کہا۔ "آپ کو کتنی جلدی چاہیے؟"

"ایک ہفتے بعد........ زیادہ سے زیادہ۔"

"اور ڈلیوری کہاں چاہیے؟"

"دو مختلف مقامات پر۔" وجے نے جواب دیا۔ "ایک فرانس میں........ لائنز کے باہر........ اور دوسری لندن کے باہر‘ ویلز میں۔"

"ہو جائے گا لیکن تمہارے آرڈر کی تفصیل معلوم ہونے پر ہی حتمی بات کی جا

سکتی ہے۔ آرڈر کی تفصیل ہے تمہارے پاس؟"

وجے نے جیب سے مطلوبہ اسلحے کی فہرست نکال کر ہلمٹ کی طرف بڑھا دی۔ ہلمٹ نے فہرست کا جائزہ لیا۔ "بہت خوب۔" اس نے تبصرہ کیا۔ "357 میگنم ہینڈ گن 50 عدد بمع ایمونیشن...... یہ گن بہت ہلکی اور نتائج کے اعتبار سے بے حد خوفناک ہے۔ چیکوسلواکیہ کی اسکارپین وی زیڈ 61...... یہ بھی شاندار چیز ہے۔ روسی ساخت کی اے کے 47 بھی بہت اچھی ہے۔ اس کے علاوہ روسی ساخت کے دستی بم' سام میزائل...... زمین سے فضا میں مار کرنے والے پورٹیبل میزائل' یہ سب کچھ ہمارے اسٹاک میں موجود ہے۔ بزوکا' ریڈیو فیوزڈ بم...... اوہ' یہ کیا...... دو عدد ہیلی کاپٹر...... ان کی فراہمی میں تو وقت لگے گا۔ کیا یہ ضروری ہیں؟"

وجے کو کوپر کی وضاحت یاد آگئی۔ تاوان کی رقم اسپین میں وصول کرنے کا پروگرام تھا' اس کے لیے ہیلی کاپٹرز درکار تھے۔ "بہت ضروری ہیں۔" اس نے جواب دیا۔ "وہ لائنز میں ڈلیور کرنا ہوں گے۔"

ہلمٹ چند لمحے امکانات کا جائزہ لیتا رہا پھر بولا۔ "ٹھیک ہے' آپ کو تمام چیزیں مل جائیں گی۔"

"ایک ہفتے میں؟"

"آج سے ٹھیک ایک ہفتے بعد۔" ہلمٹ نے وجے کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "ان کی قیمت کے بارے میں نہیں جاننا چاہو گے؟"

"کیوں نہیں...... لیکن مجھے یقین ہے کہ اتنے بڑے آرڈر میں تم رعایت دو گے مجھے......"

"دیکھو دوست' میرے لیے یہ بہت معمولی آرڈر ہے۔" ہلمٹ نے بے نیازی سے کہا۔ "اس کے علاوہ اس بزنس میں کٹوتی نہیں ملتی۔ لاؤ...... میں قیمتیں لکھ دوں۔" یہ کہہ کر اس نے قلم نکالا اور ہر چیز کی الگ الگ قیمت لکھنے میں مصروف ہو گیا۔ پھر اس نے فہرست وجے کی طرف بڑھا دی۔ "یہ ہے کل قیمت' اس میں ڈلیوری کے اخراجات شامل ہیں۔"

وجے کو احساس تھا کہ اب وہ ارب پتی ہے۔ اس کے باوجود کل قیمت نے اسے

دہلا دیا۔ تاہم اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے۔" لیکن اس کی آواز کراہ سے مشابہ تھی۔

ہلمٹ نے ہاتھ بڑھا کر فہرست وجے سے لی اور اپنے لباس کی جیب میں ڈال لی۔

"اب مجھے ڈلیوری کے مقامات کی تفصیل درکار ہے۔" اس نے کہا۔

"وہ میرا ساتھی بتائے گا' میں اتنا جانتا ہوں کہ لندن والا اسلحہ ویلز میں کتابوں کے ایک گودام پر پہنچانا ہے۔"

"بہت خوب...... گویا مجھے کتابیں ایکسپورٹ کرنا ہوں گی۔"

"اور کسٹم والے؟" وجے نے تفکر آمیز لہجے میں یاد دلایا۔

"یہ سب کچھ تم مجھ پر چھوڑ دو۔" ہلمٹ نے بے پروائی سے کہا۔ "اب تم مجھے اپنے ساتھی سے ملوا دو۔"

وجے نے بینچ پر بیٹھے ہوئے رگھبیر کو دیکھا۔ وہ اس کی ہی طرف متوجہ تھا۔ وجے نے اسے آنے کا اشارہ کیا اور خود اٹھ کھڑا ہوا۔ "اب میں چلتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے' ادائیگی کے متعلق میں تمہارے ساتھی کو سمجھا دوں گا۔"

وجے وہاں سے چل دیا۔ وہ یہ سوچ کر حیران ہو رہا تھا کہ اسلحے کی خریداری کس قدر آسان ثابت ہوئی ہے۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ...... وجے کمار اب دہشت گردوں کے ایک گروہ کا سرغنہ بن چکا ہے۔

☆------------☆------------☆

وہ سان سبستین پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔ بارش نہ جانے کب سے ہو رہی تھی۔ سڑکیں سنسان اور تاریک تھیں۔ پدمنی کو وہ شہر کسی بھی اعتبار سے شہر معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ لیکن صبح بہت مختلف تھی۔ جس ہوٹل میں وہ ٹھہرے تھے' وہ معیاری ہوٹل تھا۔ اس نے ناشتا تنویر کے ساتھ کیا۔ پھر اس نے اپنی گائیڈ بک نکالی۔ "اسپین سے مجھے عشق ہے۔" اس نے بے حد خوش ہو کر تنویر کو بتایا۔

"بہت اچھی بات ہے۔" تنویر نے کہا۔ "لیکن یہ یاد رکھنا کہ تم اس وقت باسکوں کے علاقے میں ہو۔ یہاں سطح پر سکون ہے لیکن تہ میں آتش فشاں مچلتے ہیں۔ یہ لوگ اسپین میں شامل رہنا نہیں چاہتے' آزادی چاہتے ہیں۔ یہاں کے لوگ انقلابی

نظریات رکھتے ہیں اور شہنشاہیت کے سخت خلاف ہیں۔"

"شاہ یہاں کا دورہ کر کے حوصلہ مندی کا ثبوت دے رہا ہے۔" پدمنی نے تبصرہ کیا۔

"حوصلہ مندی کہہ لو یا حماقت.......... بات ایک ہی ہے۔" تنویر نے تلخ لہجے میں کہا۔ "لیکن میرا خیال اب بھی یہی ہے کہ ہوگا کچھ نہیں' وجے صاحب ہمارا وقت ضائع کرا رہے ہیں یہاں ہمارا دس روزہ قیام بہت بور ثابت ہوگا۔"

"بوریت تو اندر کی چیز ہوتی ہے۔" پدمنی چہکی۔ "چھوڑو ان باتوں کو' کام کہاں سے شروع کیا جائے؟"

"میں یہاں پہلے بھی آچکا ہوں لیکن تمہارے لیے یہ شہر نیا ہے۔ تمہارا کام یہ ہے کہ تمہیں شاہ کے دورے کے پروگرام کے متعلق معلوم کرنا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تم پہلے یہاں کے اہم مقامات دیکھ لو' جہاں شاہ یقیناً جائے گا۔ اس سلسلے میں تمہاری مدد کے لیے میں حاضر ہوں مگر تمہارا آج کا دن میری نذر ہو جائے گا۔"

"بہت خوب۔" پدمنی نے خوش ہو کر کہا۔ "چلو' میں نے آج کا دن تمہارے نام کیا۔"

سیاحت کا آغاز انہوں نے پیدل کیا۔ تنویر بہت اچھا گائیڈ ثابت ہوا۔ دوپہر تک وہ تھک گئے' پھر تنویر نے ایک ٹیکسی روک لی۔ سہ پہر تک اُس نے پدمنی کو شہر کا ہر قابل ذکر مقام دکھا دیا۔ وہ ساتھ ساتھ ہر جگہ کی اہمیت بھی تفصیل سے بتاتا رہا تھا۔ دوپہر کا کھانا انہوں نے ایک چینی ریستوران میں کھایا تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" پدمنی نے ٹیکسی سے اترنے کے بعد پوچھا۔

"اب اپنی تم جانو' میں اب ہوٹل کا رخ کروں گا۔ کچھ دیر سوؤں گا اور پھر فون پر کچھ لوگوں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہ بات ذہن میں رکھو کہ ہم دونوں ہی کے کام آسان نہیں ہیں۔ ظاہر ہے' کوئی بھی شخص مجھے آسانی سے شاہ کے حفاظتی انتظامات کے متعلق نہیں بتائے گا۔"

"گویا میرے لیے سان سبستین کے مقابلے میں میڈرڈ سے معلومات حاصل کرنا زیادہ آسان رہے گا؟"

"نہیں.......... دشواری تو یہاں بھی ہوگی اور وہاں بھی.........." تنویر نے جواب دیا۔

"اس دورے کی اتنی اہمیت تو نہیں۔ یہ کوئی غیر ملکی دورہ تو نہیں ہے۔ شاہ اپنے ہی ملک کی ایک ریاست کا دورہ کر رہا ہے۔" پدمنی نے اعتراض کیا۔

"پدما جی' یہ دورہ غیر ملکی دورے سے زیادہ خطرناک ہے۔ یہاں تم شاہ کا پروگرام دریافت کرو گی تو تمہیں تین ممکنہ جوابات میں سے ایک ملے گا۔ بتایا نہیں جا سکتا.......... معلوم نہیں.......... یا ابھی تک ترتیب نہیں دیا گیا۔"

"میں انہیں بتاؤں گی کہ میں رپورٹر ہوں۔"

"یہ اور برا ہوگا۔"

"میں ایک خوبصورت رپورٹر ہوں۔" پدمنی نے اصرار کیا۔

"اس صورت میں وہ تمہاری خوبصورتی سے استفادہ کرنا چاہیں گے۔ لیکن شاہ کا شیڈول پھر بھی نہیں بتائیں گے۔"

"تم حوصلہ شکنی کرنے کے معاملے میں زبردست آدمی ہو۔" پدمنی نے منہ بنا کر کہا۔ "تمہارے ان تبصروں سے میری حوصلہ شکنی نہیں ہوگی۔ میں شاہ کا پروگرام حاصل کر کے رہوں گی۔" اس نے پرس کھول کر گائیڈ بک نکالی۔ "شروعات ٹاؤن ہال سے ہوگی۔ سب سے پہلے میں میئر سے ملوں گی۔"

"گڈ لک۔" تنویر نے تپ کر کہا۔

"لیکن تم مجھے رات کے کھانے پر مدعو کرو گے تو میں یہ پروگرام چھوڑ سکتی ہوں۔"

"اور میں تمہیں مدعو کر رہا ہوں۔"

"پھر مجھے منظور ہے۔"

"رات نو بجے ہوٹل کی لابی میں ملنا۔" تنویر نے کہا اور پلٹ کر ہوٹل کی طرف چل دیا۔

☆----------☆----------☆

سو کر اٹھنے کے بعد تنویر نے باتھ روم میں جا کر چہرے پر پانی کے دو چار چھپکے

مارے۔ اس کا غنودہ ذہن کچھ کرنے کے قابل ہوا تو اس نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا جانتا تھا کہ محکمہ پولیس سے کوئی مدد نہیں مل سکے گی۔ چنانچہ اس نے اپنے باسک دوست یوزکاوی کو فون کرنے کا فیصلہ کیا۔ یوزکاوی کا اپنا میڈیکل اسٹور تھا۔ لیکن وہ علیحدگی پسندوں کی خفیہ تنظیم کا رکن بھی تھا۔ تنویر کو یقین تھا کہ یوزکاوی کو شاہ کے حفاظتی انتظامات کے متعلق علم ہوگا۔ پھر اس نے فون کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ یوزکاوی سے براہ راست ملنا زیادہ مناسب تھا۔ آدھے گھنٹے بعد وہ ماڈرن فارمیسی کے دروازے پر تھا۔ اس نے شیشے کے دروازے کو دھکیلا اور اندر داخل ہو گیا۔ یوزکاوی کاؤنٹر پر موجود تھا۔ اس کے قریب ہی ایک عورت کھڑی تھی' شاید وہ سیلز گرل تھی۔ تنویر نے سر کے اشارے سے اسے سلام کیا اور پھر یوزکاوی کو پکارا۔ یوزکاوی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور چند لمحے اسے پہچاننے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر ایک بے حد کشادہ مسکراہٹ طلوع ہوئی۔ وہ کاؤنٹر کا تختہ اٹھا کر باہر آیا اور اس نے تنویر کو دبوچ لیا۔ انداز کسی خونخوار ریچھ کا سا تھا لیکن گرفت دوستانہ تھی۔ "اوہ تنویر......... تم ہو۔" اس نے چہک کر کہا۔ "آہا......... آج تو میری آنکھوں کی دعوت ہو گئی' آؤ میرے ساتھ۔ میں نے عقبی کمرے میں کب سے بہت اچھی وہسکی بچا رکھی ہے تمہارے لیے۔"

تنویر نے ہاتھ چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے سر سے سیلز گرل کی طرف اشارہ کیا۔ "بہتر ہوگا کہ کہیں اور چلیں۔ مجھے تم سے نہایت اہم گفتگو کرنا ہے۔" اس نے کہا۔

"کوئی ضرورت نہیں کہیں اور جانے کی۔" یوزکاوی نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے سیلز گرل کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ انگریزی نہیں سمجھتی' تم آزادی سے گفتگو کر سکتے ہو۔"

وہ دونوں عقبی کمرے میں چلے گئے۔ وہاں متعدد کریٹ رکھے تھے' ان کے درمیان چار کرسیاں تھیں۔ "بیٹھو۔" یوزکاوی نے تنویر سے کہا۔ "میں تمہارے لیے شراب لاتا ہوں۔" اس نے کرسیوں کے درمیان ایک کریٹ رکھ دیا۔ گویا وہ میز تھی۔ وہ اسکاچ کی ایک بوتل اور دو گلاس لے آیا۔ یہ سب کچھ اس نے درمیان میں رکھے ہوئے کریٹ پر رکھ دیا' پھر اس نے گلاسوں میں شراب انڈیلی اور ایک گلاس تنویر کی

طرف بڑھا دیا۔

"شکریہ......... اس وقت تو میں اس کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔" تنویر نے کہا۔

"تم ان دنوں یہاں کیسے؟" یوزکاوی نے پوچھا۔

"شاہ اسپین کا یہاں کیا کام؟" تنویر نے مزاحیہ انداز میں کہا۔

"وہ یہاں دلوں کے سوراخ بھرنے کی کوشش میں آیا ہے۔"

"اور میں اس کی کارکردگی دیکھنے کے لیے آیا ہوں۔"

"تم کوئی اور کتاب لکھ رہے ہو کیا؟"

"نہیں......... میں ان دنوں ایک اخبار کے لیے رپورٹنگ کر رہا ہوں۔ یہ کام زیادہ منفعت بخش ہے۔ مجھے تجسس کا معاوضہ ملتا ہے......... معقول معاوضہ۔"

"اور تم ہمارے نام نہاد بادشاہ کے لئے متجسس ہو؟"

"اسپینی بادشاہ باسک علاقے میں' یہ ایک شاندار خبر بن سکتی ہے۔"

یوزکاوی اداس ہو گیا۔ اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "کوئی خبر نہیں بن سکتی' حفاظتی انتظامات بے حد سخت ہیں۔"

"کتنے سخت ہیں؟"

"یہ تو کوئی بھی نہیں بتا سکتا۔"

"لیکن تم اندازہ تو لگا سکتے ہو' تم جانتے ہو کہ میں تمہارا نام ظاہر نہیں کروں گا۔"

یوزکاوی نے جام سے ایک طویل گھونٹ لیا اور اپنی گھنی مونچھوں کو بڑے پیار سے سہلانے لگا۔ تنویر جانتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے' یہی کہ کس حد تک بتانا مناسب رہے گا۔ "تم جانتے ہو کہ میں تمہارا دوست ہوں۔" اس نے یوزکاوی کو یقین دلانے کی کوشش کی۔

"چھ باڈی گارڈز تو بادشاہ کے ساتھ ہی آئیں گے۔" یوزکاوی نے پرخیال لہجے میں کہا۔ "وہ ہمیشہ اس کے ساتھ چپکے رہتے ہیں۔ میڈرڈ میں بھی۔ وہ میئر سے ملاقات کرے گا تو مسلح فوجیوں کی تین گاڑیاں اس کے پیچھے ہوں گی۔ کیا یہ انتظام معقول نہیں

ہے؟"

"اضافی باڈی گارڈز نہیں ہوں گے؟"

"اس کے متعلق کچھ علم تو نہیں' دراصل شاہ کا سکیورٹی بجٹ زیادہ گارڈز متحمل نہیں ہو سکتا۔ حکومت کی پالیسی یہ ہے کہ اسپین کو جمہوری ملک ثابت کیا جائے اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ حفاظتی عملہ کم سے کم ہو تاکہ دنیا پر یہ ظاہر کیا جائے کہ حکمران عوام کے نزدیک محبوب ہیں' نیز یہ کہ انہیں عوام سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ یہ پولیس اسٹیٹ ثابت ہو۔ یہ الگ بات کہ شاہ کے دورہ سان سبستین کے موقع پر سادہ لباس والے محافظ چپے چپے پر بکھرے ہوئے ہوں گے۔"

"ان کی تعداد کتنی ہوگی اندازاً؟"

"یہ میں کیسے بتا سکتا ہوں' ویسے میرا اندازہ ہے کہ ان کی تعداد پچاس ساٹھ کے لگ بھگ ہوگی۔ ان کے علاوہ عمارتوں کی چھتوں پر فوجی چوکس ہوں گے۔"

"بس؟"

"اس کے علاوہ ہجوم پر نظر رکھنے اور بوقت ضرورت قابو پانے کے لیے متا... پولیس بھی ہوگی۔"

"میرے خیال میں یہ حفاظتی انتظامات ناقابل شکست تو نہیں ہیں۔" تنویر نے تبصرہ کیا۔

"تم نہیں سمجھتے....... یہ انتظامات بظاہر ناکافی ہیں۔ لیکن درحقیقت ناقابل شکست ہیں۔"

"میں اگر تمہاری ای ٹی اے کا لیڈر ہوتا تو شاہ کے متعلق اسے غیر محفوظ سمجھتے ہوئے سوچتا ضرور۔"

"نہیں تنویر....... ہم لوگ ناکامی کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ ہم جب بھی کریں گے' یقینی وار کریں گے۔"

"اس کا مطلب ہے' ای ٹی اے نے کچھ نہیں سوچا۔"

"میرا اندازہ تو یہی ہے۔" یوزکاوی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا

"مجھے دکان کا خیال بھی رکھنا ہے' تم بیٹھو اور بے تکلفی سے پیو۔ میں ابھی آتا ہوں۔" یہ

اور باتیں ہوں گی۔"

☆----------☆----------☆

اس رات تنویر' پدمنی کو ایک پرانے طرز کے ہسپانوی ریستوران میں لے گیا۔ میز پر سرخ رنگ کا میز پوش تھا۔ تنویر نے مینو دیکھنے کے بعد حسب سابق خود ہی کھانے کا آرڈر دے دیا۔ پدمنی بھی اب اس بات کی عادی ہو چکی تھی۔ پہلے ہی کی طرح اس بار بھی پدمنی کھانے پر ٹوٹ پڑی۔ تنویر کھانے میں برائے نام دلچسپی لے رہا تھا' اس کی توجہ اسکاچ پر تھی۔

میز پر شمعیں روشن تھیں۔ تنویر نے پدمنی کو بغور دیکھا۔ اس کے لیے پدمنی کی خوش خوراکی کوئی نئی چیز نہیں تھی لیکن اس نے محسوس کیا کہ اس رات پدمنی کے انداز میں جارحیت ہے....... جیسے وہ کھانے پر غصہ اتار رہی ہے۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ ناخوش ہے۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی' جو تنویر کو اچھی نہیں لگی۔ وہ سوچتا رہا کہ اسے کس طرح ہنسایا جائے....... خوش کیا جائے۔

"پدما ڈیئر! تم یہ توقع تو نہیں کر سکتیں کہ میئر کے آفس پہنچتے ہی تمہیں شاہ کا پروگرام بتا دیا جائے گا۔" اس نے بڑے پیار سے کہا۔

"مجھے یہ توقع تو نہیں تھی لیکن میرا خیال تھا کہ کچھ نہ کچھ معلوم ہو ہی جائے گا....... تھوڑا بہت....... لیکن ان لوگوں نے ذرا تعاون نہیں کیا بلکہ چند ایک کے تو لہجے بھی بہت خراب تھے۔" پدمنی نے سوگوار لہجے میں کہا۔

"ان کا نقطۂ نظر بھی تو سمجھنے کی کوشش کرو۔" تنویر نے کہا۔ "شاہ کے دورے کا مکمل پروگرام یوں کسی کے حوالے کر دینا شاہ کو قتل کرنے کی دعوت دینے کے مترادف ہے۔"

"میں جانتی ہوں لیکن بے ضرر نوعیت کی دو ایک باتیں تو بتائی جا سکتی تھیں۔ جو کچھ نہیں تو وہ مجھ سے جھوٹ ہی بول دیتے۔"

تنویر مسکرا دیا۔ "باسک لوگ جھوٹ کم ہی بولتے ہیں۔ خیر' یہ بتاؤ کہ ٹاؤن ہال کے بعد تم نے کہیں اور کوشش کی؟"

"ہاں....... میں پولیس ڈپارٹمنٹ بھی گئی تھی۔ ان لوگوں کا انداز ایسا تھا' جیسے

میں پاگل ہوں۔"

"تم نے مقامی اخبارات کے دفاتر میں بھی بات کی؟"

"بالکل کی........ ان کا انداز بہت بہتر تھا۔ دو ایک نے مجھے بڑی لگاوٹ سے دیکھا........ لیکن پروگرام کے بارے میں سب متفق تھے۔ سب نے یہی کہا کہ انہیں علم نہیں........ اب کیا ہوگا؟" پدمنی کے لہجے میں پریشانی تھی "وجے صاحب کو پرسوں تک مکمل رپورٹ دینا ہے۔" پھر اسے کچھ خیال آیا۔ "اور ہاں........ میں نے تم سے پوچھا ہی نہیں، بہت خود غرض ہوں میں........ تم سناؤ........ تمہارا کام بنا؟ مجھے یقین ہے کہ تمہارے ساتھ بھی کسی نے تعاون نہیں کیا ہوگا۔"

"میں کسی سرکاری آدمی کے پاس گیا ہی نہیں۔"

"اوہ!" پدمنی چونک گئی۔ "تمہارے انداز سے پتا چلتا ہے کہ تمہیں کچھ نہ کچھ کامیابی ہوئی ہے........ کیسے؟"

"معمولی سی کامیابی کہو۔" تنویر نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔ "میں شروع سے جانتا تھا کہ وجے صاحب نے ہمیں ایک فضول کام پر لگایا ہے اور یہ بات طے ہے کہ یہاں کوئی گڑ بڑ نہیں ہوگی۔"

"تم یقین سے کہہ رہے ہو یہ بات؟"

"بالکل۔ یہ اسائنمنٹ ناکام ثابت ہوگا۔"

"لیکن مجھے تو کامیابی کی ضرورت ہے، مجھے خبر درکار ہے۔ وجے صاحب نے مجھے کام سونپا ہے۔"

"مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔" تنویر نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔ "ابھی کل کا دن باقی ہے۔ ہمیں وجے صاحب کو پرسوں صبح فون کرنا ہوگا۔"

پدمنی تنویر کو ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہی۔ "تو تم نے حکام سے کوئی مدد نہیں لی" اس نے پرخیال لہجے میں کہا۔ "پھر تمہیں مطلوبہ معلومات کیسے حاصل ہوئیں؟"

"تم انہیں غیر سرکاری ذرائع کہہ سکتی ہو۔" تنویر نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے محتاط انداز میں کہا۔

پہلی بار پدمنی کے چہرے پر رونق اور آنکھوں میں چمک لہرائی۔ "کل میں

بھی کروں گی۔" اس نے پرجوش لہجے میں کہا۔ "اب میں سمجھ رہی ہوں کہ کام کیسے کیا جاتا ہے۔ تمہارا شکریہ تنویر........ تم نے مجھے راستہ دکھایا ہے۔"

☆-----------☆-----------☆

وہ جمعے کی صبح تھی۔ وہ دونوں تنویر کے کمرے میں بیٹھے تھے، پدمنی بیڈ پر بیٹھی سن رہی تھی۔ تنویر فون پر اسٹینوگرافر کو اپنی رپورٹ ڈکٹیٹ کرا رہا تھا۔ اس سے پہلے اس نے وجے سے بات کی تھی۔ باہر بارش ہو رہی تھی۔ پدمنی اضطراب آمیز انداز میں اپنے نوٹس الٹ پلٹ کر رہی تھی۔ اسے تنویر پر رشک آرہا تھا، جس نے رپورٹ کے نوٹس تیار نہیں کیے تھے۔ اس کے باوجود وہ بڑی روانی سے بول رہا تھا۔ پھر اس نے فون پر اسٹینوگرافر کو بتایا کہ رپورٹ مکمل ہو چکی ہے۔ اسٹینوگرافر نے شکریہ کہا........ اور پھر فون پر وجے کی آواز ابھری۔

"تنویر........ تمہیں اپنی رپورٹ کی درستی کا یقین ہے نا؟"

"جی ہاں، میں نے جو کچھ سنا تھا، سب دہرا دیا ہے، شاہ کو علیحدگی پسندوں کی طرف سے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔"

"یہ سب کچھ تمہیں مقامی لوگوں سے معلوم ہوا ہے؟"

"جی ہاں........ ای ٹی اے والوں نے اس موقع پر شاہ کو نظرانداز کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے تنویر........ شکریہ، اب ریسیور پدمنی کو دے دو۔"

تنویر اپنی کرسی سے اٹھا اور اس نے پدمنی کو بلایا۔ پھر وہ پدمنی کو ریسیور دے کر خود بیڈ پر جا بیٹھا۔ پدمنی نے ریسیور کان سے لگا لیا۔

"ہیلو پدمنی........ کوئی بات بنی؟" دوسری طرف سے وجے پوچھ رہا تھا۔

"شاہ کا سرکاری شیڈول تو نہیں مل سکا۔" پدمنی نے کہا "میں نے ہر ممکن کوشش کی لیکن سرکاری لوگ تعاون پر آمادہ نہیں ہیں، تاہم غیر سرکاری شیڈول میرے پاس موجود ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"جب کسی نے تعاون نہیں کیا تو میں اس سلسلے میں سوچتی رہی۔ یہ بات طے

ہے کہ اگر شاہ یہاں رکا تو وہ کہیں نہ کہیں جائے گا ضرور۔ یہ خیال آتے ہی میں نے تمام مقامات کی فہرست بنائی، جہاں جہاں شاہ کے جانے کے امکان موجود ہے۔ پھر میں ماری پھری.......... اور میں نے ایسے تمام مقامات سے متعلق چھوٹے اہلکاروں سے بات کی، ان سے گفتگو کرنا زیادہ دشوار ثابت نہیں ہوا۔ ان میں کچھ ایسے بھی تھے، جنہیں اوپر سے ہدایات موصول ہوئی تھیں کہ وہ تیار رہیں۔ شاہ کی آمد متوقع ہے۔ اس طرح میری فہرست میں سے کچھ مقامات کم ہو گئے اور.........."

"واہ.......... پدما، تم واقعی اسمارٹ لڑکی ہو۔" تنویر نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔

پدمنی خوش ہو گئی۔ "آپ کہیں تو میں متوقع معلومات کے متعلق آپ کو بتاؤں۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"تمہیں یقین ہے کہ تمہارا مرتب کردہ شیڈول مستند ہے؟" وجے نے پوچھا۔

پدمنی کو اس کے لہجے میں تشویش محسوس ہوئی۔

"مستند ہی سمجھئے.......... بشرطیکہ عین موقع پر شیڈول میں کوئی تبدیلی نہ کر دی جائے۔ بہرحال، میرا خیال ہے کہ یہ ترتیب بالکل درست ہے، سناؤں آپ کو؟"

"ایک منٹ۔" وجے کی آواز سنائی دی۔ "اسٹینو گرافر لائن پر موجود ہے، وہ نوٹس لے گی۔"

"ہیلو.......... تم تیار ہو؟" پدمنی نے اسٹینو گرافر سے پوچھا۔

"جی ہاں۔" دوسری طرف سے نسوانی آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے، اب تم نوٹس لے سکتی ہو۔" پدمنی نے کہا۔ پھر وہ شیڈول دہرانے لگی۔ "صبح نو بجے اس کی ائرپورٹ آمد۔ ساڑھے نو بجے ملٹری ہیلی کاپٹر کے ذریعے سان سبستین روانگی۔ دس بجے جنرل فرانکو کی سابقہ قیام گاہ پر آمد۔ ساڑھے گیارہ بجے میئر، ٹاؤن ہال میں شاہ کا استقبال کرے گا۔ بارہ بجے بادشاہ بذریعہ کاربون پیسٹر چرچ جائے گا، جہاں بشپ کے سامنے اعتراف کی رسم ادا کرے گا۔ اس کے بعد محل واپسی ہوگی، جہاں جنرل شاہ کے اعزاز میں ظہرانہ دے گا۔ ڈھائی بجے وہ محل کی گیلری سے عوام سے خطاب کرے گا.........."

☆------------☆------------☆

لندن میں رات ہو چکی تھی۔ رٹز کے سوئٹ میں وجے نے اپنے چہرے پر اسکائی ماسک لگاتے ہوئے رگھبیر سے پوچھا۔ "ان میں سے کتنے موجود ہیں؟"

"صرف دو ہیں.......... کوپر اور کوسکی۔" رگھبیر نے جواب دیا۔

وجے نے سر کو تفہیمی جنبش دی اور رگھبیر کے پیچھے دوسرے بیڈ روم کی طرف چل دیا۔ وہ بیڈ روم میں داخل ہوئے۔ پہلے کی طرح بیڈ روم اس بار بھی نیم تاریک تھا، فرق صرف اتنا تھا کہ اس بار وہاں ایک چھوٹا بلب روشن تھا۔ کوپر اور کوسکی صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وجے کو تشویش کا احساس ہوا کیونکہ کوپر کے چہرے پر سنگینی تھی۔ ایسا لگا جیسے کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ لیکن جلد ہی اس کی تشویش رفع ہو گئی۔

"ہم ایک گھنٹے بعد روانہ ہو رہے ہیں۔" کوپر نے بتایا۔ "میں نے سوچا، روانگی سے پہلے آپ کو رپورٹ دے دوں، اب تک سب کچھ منصوبے کے مطابق ہوا ہے۔"

وجے نے سکون کا سانس لیا۔

"ہماری ٹیم مکمل ہو چکی ہے اور مسلح بھی۔ ہیلی کاپٹر کے علاوہ تمام مطلوبہ اسلحہ مل چکا ہے۔ فی الحال ہمیں ہیلی کاپٹرز کی ضرورت بھی نہیں، وہ اگلے ہفتے درکار ہوں گے۔ اب ۴۸ گھنٹے کے اندر اندر ہم اسپین کی سرحد پار کریں گے، ہمیں وہاں کے تاریخی اہمیت کے مقامات دیکھنا ہوں گے.......... سڑکوں سے شناسائی کی ضرورت ہوگی تاکہ کسی بھی موقع پر اجنبیت کی وجہ سے مار نہ کھائیں۔"

"میری فراہم کردہ رپورٹس کے متعلق کیا خیال ہے؟" وجے نے پوچھا۔

"رپورٹ بہت جلدی مل گئی، بہت تفصیلی اور کارآمد رپورٹ ہے۔" کوپر نے جواب دیا۔

کوسکی نے اپنی کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "کاش.......... شاہ اپنے شیڈول میں کوئی تبدیلی نہ کرے۔"

"اس کی فکر نہ کرو، ہم آخری لمحے تک اس پر نظر رکھیں گے۔ تبدیلی ہوتے ہی میں تمہیں مطلع کر دوں گا تاکہ تم متبادل منصوبوں پر غور کر سکو۔" وجے نے اسے یقین دلایا۔ "اور سکیورٹی رپورٹس؟"

"ان سے تو بہت فائدہ ہوا' شاہ کے حفاظتی انتظامات کی تفصیل معلوم ہوتے ہی ہمیں اپنا اصل منصوبہ ترک کرنا پڑا۔"

"اب تمہارا طریق کار کیا ہوگا؟" وجے نے پوچھا۔

"اس کے بارے میں' میں آپ کو نہیں بتا سکوں گا۔" کوپر نے سخت لہجے میں کہا۔

"کوئی بات نہیں' میں اصرار نہیں کروں گا۔"

چند لمحے خاموشی رہی پھر کوپر نے نرم لہجے میں کہا۔ "بہرحال' آپ اسپانسر ہیں آپ کو کچھ نہ کچھ معلوم ہونا چاہیئے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وجے نے کہا۔

کوپر نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں' وہ اپنی دھن میں بولتا رہا۔ "اصل منصوبے کے متعلق بتانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ اس کے مطابق ہمیں شاہ کو اس وقت اغوا کرنا تھا' جب وہ اپنی کار میں ہوتا۔ اس سلسلے میں ہم گاڑیاں استعمال کرتے۔ ایک گاڑی شاہی کار کو سامنے سے بلاک کرتی اور دوسری عقب سے۔ ہم اسے کھینچ کر اگلی گاڑی میں ڈالتے اور فرار ہو جاتے۔ یہ تھا ہمارا اصل منصوبہ جسے ترک کرنا پڑا۔"

"کیوں ترک کرنا پڑا شاہ سان سبستین میں بیشتر سفر کار کے ذریعے ہی کرے گا۔"

"میں وجہ بتاتا ہوں۔ لندن میں دنیا کی سب سے بڑی انشورنس کمپنی ہے....... لائڈز....... وہ اغوا کے سلسلے میں بھی پالیسی دیتے ہیں۔ وہ ماہرین کی ایک ٹیم بھیجتے ہیں جو صورت حال کا جائزہ لے کر خطرات کم سے کم کرنے کے سلسلے میں مشورے دیتے ہیں۔ وہ اپنے موکل کو اغوا ہونے سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ ناکام ہو جائیں تو تاوان کی رقم ادا کرتے ہیں۔ لائڈز میں ہمارا ایک رابطہ موجود ہے۔ ایک عورت جو ہمارے گینگ کے ایک فرد سے محبت کرتی ہے' وہ ہمیں اہم معلومات فراہم کرتی رہتی ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ لائڈز کے موکلوں کو جب بھی کار میں موجودگی کے دوران میں اغوا کرنے کی کوشش کی گئی ہے' ناکام ہوگئی ہے۔ شاید انہوں نے اس سلسلے میں کوئی خاص حفاظتی بندوبست کر رکھا ہے۔ ہمیں پتا چلا ہے کہ شاہ نے بھی اغوا کی پالیسی لی ہے

ہم نے اپنا طریق کار منسوخ کر دیا' سمجھے آپ؟"

چنانچہ وجے سمجھ بھی گیا تھا اور بہت زیادہ متاثر بھی ہوا تھا۔ وہ نئے منصوبے کے سلسلے میں متجس تھا لیکن کوپر کے رویے کے پیش نظر پوچھنا مناسب نہ سمجھا' پھر اس کی اپنی جاننے کی خواہش بھی دم توڑ گئی۔ معلومات حاصل کر کے وہ شریک جرم کیوں بنے۔ اس نے خود کو یاد دلایا کہ وہ پبلشر ہے نہ کہ گینگسٹر۔ "تمہیں کامیابی کی توقع ہے؟" اس نے کوپر سے صرف اتنا پوچھا۔

"ہم توقع ہی کر سکتے ہیں' یقین سے نہیں کہہ سکتے۔" کوپر نے سرد لہجے میں کہا' پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "اب ہمیں جانا ہے' کیا مسٹر رگھبیر ہمارے ساتھ جائیں گے۔"

وجے بھی اٹھ گیا "یہ تو بہت ضروری ہے مسٹر کوپر! رگھبیر ہی تو میری نمائندگی کرے گا' میں آج لندن سے جا رہا ہوں' اب ہمارے درمیان رابطے کا کام رگھبیر ہی کرے گا۔" وہ رگھبیر سے مخاطب ہوا۔ "ٹھیک ہے نا؟"

"جی ہاں۔" رگھبیر نے اثبات میں سرہلاتے ہوئے کہا۔ "میں فوری طور پر آپ کو مطلع کروں گا۔"

"ٹھیک ہے گڈلک۔" وجے نے کہا پھر وہ ان تینوں کو دروازے تک چھوڑ کر واپس آیا۔ اب وہ اپنے سوئٹ میں تنہا تھا۔ سنسنی کا شدید احساس اسے بے حد خوشگوار محسوس ہو رہا تھا۔

☆------------☆------------☆

وہ ایک سرد صبح تھی۔ شاہ اسپین پروگرام کے مطابق سان سبستین پہنچ چکا تھا۔ تنویر نے کرائے پر رینالٹ کار حاصل کر لی تھی۔ وہ اور پدمنی اس کار میں شاہی قافلے کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ دس بجے بادشاہ شاہی محل پہنچا' تنویر اور پدمنی کار سے اترے اور تماشائیوں کے درمیان گھل مل گئے۔ تنویر بہت زیادہ بور ہو رہا تھا اور سگریٹ سے سگریٹ سلگا رہا تھا۔

اچانک تماشائی تالیاں بجانے لگے۔ پدمنی نے اپنی گھڑی میں وقت دیکھا اور بولی "واہ....... ٹھیک ساڑھے دس بجے....... شیڈول کے مطابق۔ اب شاہ ٹاؤن ہال جانے کے لئے آجاؤ۔"

وہ دونوں اپنی کار کی طرف بڑھ گئے۔ شاہ شیڈول پر پوری طرح عمل کر رہا تھا۔ تنویر نے گاڑی ایک سائڈ اسٹریٹ میں پارک کی۔ وہ دونوں ٹاؤن ہال کے سامنے موجود شہ پرستوں کے درمیان پہنچے تو شاہ اپنے محافظوں کے ساتھ ٹاؤن ہال میں داخل ہو رہا تھا۔

وہ تماشائیوں کے درمیان کھڑے رہے۔ بیس منٹ ہو گئے تھے، اب بوریت تنویر کے لئے ناقابل برداشت ہو گئی تھی۔ "یہاں کچھ نہیں ہو گا۔" اس نے پدمنی سے کہا۔ "میں ہوٹل واپس جا رہا ہوں، چند جام انڈیلوں گا اور پھر سو جاؤں گا۔ جب تم کوئی عظیم خبر تیار کر لو اور وجے تک پہنچانا چاہو تو مجھے جگا دینا۔" یہ کہہ کر اس نے کار کی چابی پدمنی کو دی اور پلٹ کر چل دیا۔

پدمنی کے لیے اس کا انداز مایوس کن تھا۔ وہ رومان پسند تھی اور توقع کر رہی تھی کہ کسی بھی وقت کچھ ہو جائے گا۔ وہ ٹاؤن ہال کے سامنے تماشائیوں کے درمیان جم کر کھڑی ہو گئی۔ سوا گیارہ بج گئے لیکن شاہ واپس نہ آیا۔ اس کا مطلب تھا کہ اب شیڈول میں تاخیر کا آغاز ہو گیا ہے۔ پدمنی نے ادھر ادھر دیکھا کہ شاید کہیں مظاہرین کا کوئی جلوس ہی نظر آ جائے لیکن اس سلسلے میں بھی اسے مایوسی ہی ہوئی۔

مزید دس منٹ گزر گئے پھر تماشائیوں کی تالیوں اور نعروں نے اسے چونکا دیا۔ اس نے اچک کر دیکھا، شاہ رخصت ہونے سے پہلے میئر سے ہاتھ ملا رہا تھا۔ وہ محافظوں میں گھرا ہوا تھا۔ پدمنی تیزی سے پلٹی اور اس سائڈ اسٹریٹ کی طرف بھاگی جہاں تنویر نے کار پارک کی تھی۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے سان سبستین کا نقشہ نکال کر کھول لیا۔ شاہ کو جہاں جہاں جانا تھا، وہاں اس نے کراس کے نشانات لگا رکھے تھے۔ اس نے ٹاؤن ہال پر لگے ہوئے کراس کے گرد دائرہ بنایا اور اگلے کراس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اب شاہ کو چرچ جانا تھا۔ پدمنی نے چرچ تک پہنچنے کا راستہ ذہن نشین کیا۔ پھر اس نے کار اسٹارٹ کی اور اپنی منزل کی طرف بڑھ گئی۔ چرچ کے قریب پہنچ کر اس نے پارکنگ کے لیے مناسب جگہ تلاش کی اور کار سے اتر آئی۔

وہاں بھی لوگوں کا اچھا خاصا ہجوم تھا۔ پولیس نے چرچ کو گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ پدمنی بھی ہجوم کی طرف بڑھ گئی، پھر اس نے شاہی قافلے کو نمودار ہوتے دیکھا۔ چرچ کے دروازے پر چرچ کے اہلکار نے بادشاہ کا خیر مقدم کیا۔ شاہ کے دو ذاتی محافظوں کے

علاوہ تمام محافظ ایک طرف کھڑے ہوگئے۔ شاہ صرف دو محافظوں کے ہمراہ چرچ میں داخل ہوا۔ یہ بات پدمنی کے لیے غیر متوقع تھی۔

☆------------☆------------☆

چرچ کو سیاحوں اور عام لوگوں سے پہلے ہی خالی کرا لیا گیا تھا۔ چرچ میں چند اہلکاروں کے سوا کوئی نہیں تھا۔ وہ بھی شاہ کے داخل ہوتے ہی نیم تاریک کونوں کھدروں میں سمٹ گئے تھے۔ جو اہلکار بادشاہ کے ساتھ تھا وہ اس کے گائیڈ کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ پھر شاہ نے اپنے محافظوں اور اہلکاروں کو وہیں ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور خود آگے بڑھ گیا۔ وہ خالی ہال سے گزرتا ہوا قریب ترین کنفیشن باکس کی طرف بڑھ رہا تھا، اس وقت اس کے ذہن میں مسائل مملکت کا کوئی تصور نہیں تھا۔ وہ تو اپنی روح دھلوانے کے لیے آیا تھا، وہ باکس میں داخل ہو گیا۔ اس نے بغور اس دیوار کو دیکھا جو اعتراف کرنے اور سننے والوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ دوسری طرف خود بشپ موجود ہو گا۔

"میں نے بہت گناہ کیے ہیں فادر۔" اس نے سرگوشی میں کہا۔

"یس مائی سن۔"

"میں اعتراف کرتا ہوں فادر۔"

اسی وقت درمیانی کھڑکی کا پردہ اٹھا۔ حیرت زدہ شاہ نے دیکھا کہ پردے کے عقب سے بشپ کے نورانی چہرے کے بجائے دستانے میں پوشیدہ ایک ہاتھ ظاہر ہوا جس کی گرفت میں ایک خوفناک پستول تھا۔ ہاتھ بڑھا اور پستول کی نال اس کی پیشانی سے آ ٹکی "خاموش رہو۔" کسی نے درشت آواز میں کہا۔ "جیسا کہا جائے ویسا کرو، ورنہ مارے جاؤ گے۔"

شاہ بدستور گھٹنوں کے بل جھکا رہا۔ عقب سے باکس کے دروازے کا پردہ اٹھا اور چرچ کا ایک اہلکار باکس میں داخل ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں بھی گن تھی۔ اسی وقت بادشاہ نے کھڑکی کی طرف سے حرکت ہوتی محسوس کی۔ کوئی ٹھوس چیز اس کے سر سے ٹکرائی، اسے یہ احساس بھی ہوا کہ اس پر کوئی لبادہ ڈال دیا گیا ہے۔ پھر اسے کسی بات کا ہوش نہیں رہا۔ کچھ دیر بعد اسے ہوش آیا تو کسی نے کہا "اٹھ جاؤ۔"

بادشاہ بڑی مشکل سے اٹھا۔ حجرہ اعتراف میں چرچ کا ایک اور اہلکار موجود تھا اس کے ہاتھ میں بھی گن تھی۔ اب یہ سمجھنا دشوار نہیں تھا کہ وہ اہلکار جعلی ہیں۔ وہ لوگ اسے باہر ہال میں لے آئے۔ وہاں اہلکاروں کے لباس میں دو مسلح افراد موجود تھے۔ ایک طرف شاہ کے محافظ اور چند اصلی اہلکار بندھے پڑے تھے۔ وہ لوگ بادشاہ کو قربان گاہ کی طرف لے گئے۔

"ہم تمہیں عقبی دروازے سے نکالیں گے۔" کسی نے سخت لہجے میں سرگوشی کی "تعاون کرو گے تو تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا' ورنہ خود کو مردہ ہی سمجھو۔"

بادشاہ نے اثبات میں سرہلایا اور خود کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔

☆-----------☆-----------☆

پدمنی تھک گئی تھی۔ بادشاہ ابھی تک باہر نہیں آیا تھا۔ اس کے محافظ اس کی واپسی کے منتظر تھے۔ اب پدمنی کو یقین ہو گیا تھا کہ تنویر کا کہنا درست ہے۔ یہاں کچھ نہیں ہوگا' کوئی خبر نہیں بنے گی۔ اس نے تسلیم کر لیا کہ وہ ایک مایوس کن دن ہے' صرف اس کے لیے نہیں' وجے کے لیے بھی۔ اس کا جی چاہا کہ کار میں بیٹھے اور سیدھی ہوٹل چلی جائے۔

اسی وقت اس نے ایک چیخ سنی' وہ چونکی۔ اس کا تجسس بیدار ہوا اور وہ بھیڑ میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگی۔ چند منٹ بعد سامنے کا منظر اس کے سامنے آیا تو وہ حیران رہ گئی۔ ایک گنجا اور معزز نظر آنے والا شخص چیخ چیخ کر محافظوں سے کچھ کہہ رہا تھا۔ شاید وہ بشپ تھا' اس کا انداز ہسٹریائی تھا۔ ایک محافظ اسے جھنجوڑ کر ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا پھر کچھ محافظ بشپ کو ساتھ لے کر چرچ میں داخل ہو گئے' کچھ محافظ گاڑیوں کی طرف لپکے۔

پدمنی کی سمجھ میں سوائے اس کے کچھ نہ آیا کہ کوئی گڑبڑ ہو چکی ہے۔ جتنا بھی شور ہوا تھا وہ ہسپانوی زبان میں تھا اور وہ ہسپانوی زبان نہیں سمجھتی تھی۔ اس نے چیخ چیخ کر اپنے ساتھ کھڑے ہوئے لوگوں سے پوچھنے کی کوشش کی۔ بیشتر نے اسے نظرانداز کر دیا لیکن قریب کھڑا ہوا ایک نوجوان بولا "میں انگریزی بول سکتا ہوں' بادشاہ کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ انہوں نے بشپ کو قابو میں کر کے باندھ دیا تھا اور اس کی جگہ اپنا آدمی بٹھا دیا تھا'

اغوا کرنے والے چرچ کے اہلکاروں کے بھیس میں تھے اور وہ مسلح تھے' یہ یقیناً دہشت گردوں کا کام ہے۔"

پدمنی نے نوجوان کا ہاتھ تھام کر اسے بھیڑ سے کھینچنے کی کوشش کی۔ اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آرہا تھا۔ "تمہیں یقین ہے کہ بادشاہ کو اغوا کر لیا گیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

نوجوان نے بڑی شدت سے سرہلاتے ہوئے کہا۔ "یہ سچ ہے کہ بادشاہ کو اغوا کر لیا گیا ہے۔"

"یہ پتا چلا کہ اغوا کرنے والے کون لوگ ہیں؟"

نوجوان نے نفی میں سرہلایا۔ "ابھی تک کچھ پتا نہیں لیکن یقیناً یہ ای ٹی اے والوں کا کام ہے' باسک علیحدگی پسند تحریک کا۔" اس نے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔

پدمنی تیزی سے باہر نکلنا چاہتی تھی۔ اب یہاں اس کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ بڑی مشکل سے وہ مجمع سے نکلی۔ وہ بری طرح ہانپ رہی تھی۔ اس نے چند لمحے رک کر اپنی سانسیں درست کیں۔ وہ سوچ رہی تھی کہ تنویر نے یہاں نہ رک کر غلطی کی۔ اس کا خیال غلط تھا کہ کچھ نہیں ہوگا۔ ہوا......... اور جو کچھ ہوا' وہ تقریباً اس کی عینی شاہد تھی' اسے بہت بڑی خبر مل گئی تھی۔

وہ اپنی کار کی طرف لپکی۔ سب سے پہلے اسے فون کرنا تھا' کہاں؟ یہ اسے یاد نہیں آرہا تھا' شاید دہلی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ کال کرنے کا کیا طریقہ ہے' پھر وہ ہسپانوی آپریٹر کو کیسے سمجھاتی۔ پھر اسے خیال آیا کہ اس مسئلے کا حل یہی ہے کہ وہ ہوٹل پہنچے۔ وہاں پہنچ کر وہ وجے کو فون کر سکے گی۔ اس نے کار اسٹارٹ کی اور پوری رفتار سے دوڑا دی۔ اس کے ذہن میں اگلے روز کے اخبار کی شہ سرخی گردش کر رہی تھی۔

"اسپین کے بادشاہ کا اغوا۔"

☆-----------☆-----------☆

اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے فون اٹھایا اور ہوٹل کی آپریٹر کو بتایا کہ وہ دہلی میں روزنامہ سماچار کے دفتر کال کرنا چاہتی ہے۔ اس نے اصرار کیا کہ کال جلد از جلد ملائی جائے۔ اب وہ رابطہ ملنے کا انتظار کر رہی تھی اور پوری خبر کو اپنے ذہن میں ترتیب دے

رہی تھی۔

فون کی گھنٹی بجی، اس نے ریسیور اٹھایا "یس؟"

"مس ٹھاکر، اس وقت تو آپ دہلی کال نہیں کر سکتیں۔ ممکن ہے، شام تک رابطہ مل جائے۔" دوسری طرف سے آپریٹر نے کہا۔

"کیوں، اس وقت رابطہ کیوں نہیں مل سکتا؟؟"

"پولیس ایمرجنسی ہے مس۔ سان سبستین سے باہر کال نہیں جا سکتی، جب ختم ہوا، میں کال ملا دوں گی۔"

پدمنی کو احساس ہو گیا کہ اب ہر کوشش بے سود رہے گی۔ وہ صورت حال پر غور کرتی رہی۔ ایک بات امید افزا تھی، سان سبستین سے باہر کال نہ جانے کا مطلب یہ تھا کہ کسی اور اخبار کا نمائندہ بھی کال نہیں کر سکتا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ خبر ریڈیو سے بھی نشر نہیں ہوگی۔ دوسری طرف یہ بھی تھا کہ اگر وہ کسی طرح یہ خبر وجے تک پہنچا دے تو بیڑا پار ہے۔ سوال یہ تھا کہ کیا کیا جائے پھر اسے تنویر کا خیال آیا، جو برابر والے کمرے میں سو رہا ہوگا۔ وہ اٹھی اور اس نے تنویر کے بیڈ روم کے دروازے پر دستک دی۔ دیر تک دستک دینے کے بعد اس نے دروازہ دھکیلا اور اندر چلی گئی۔

وہ بری طرح ٹھٹکی۔ اندر کا منظر اس کے لیے ناقابل یقین تھا، دروازے کے قریب ہی ایک مسلح باوردی فوجی کھڑا تھا۔ تنویر بیڈ پر دراز تھا اور دو فوجی اس پر رائفل تانے کھڑے تھے۔

"ہیلو پدما۔" تنویر نے خوش دلی سے کہا لیکن وہ خوش دلی بناوٹی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟" پدمنی نے تنویر کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔ فوجیوں نے ہسپانوی زبان میں کچھ کہا لیکن اس کے پلے کچھ نہیں پڑا پھر بھی وہ ٹھٹک گئی۔

"تنویر......... شاہ اسپین کو اغوا کر لیا گیا ہے۔"

"مجھے ابھی ابھی پتا چلا ہے۔" تنویر نے فوجیوں کی طرف اشارہ کیا۔ "ان لوگوں کا خیال ہے کہ شاہ کو میں نے اغوا کیا ہے۔"

"یہ تو احمقانہ بات ہے، تم اس دوران میں یہاں موجود رہے ہو۔"

"میرا تعاقب کیا جاتا رہا ہے۔ چند روز پہلے مجھے ایک میڈیکل اسٹور میں داخل

ہوتے دیکھا گیا۔ میڈیکل اسٹور کا مالک ای ٹی اے کے حامیوں میں سے ہے۔ میں آدھ گھنٹے بعد اسٹور سے نکلا تو میں نے کچھ خریدا بھی نہیں تھا۔ ان شواہد کی بنا پر ان لوگوں نے فیصلہ کیا ہے کہ واردات کا پلاٹ میں نے تیار کیا تھا۔" تنویر نے بے حد سادگی سے کہا۔

"یہ تو احمقانہ بات ہے۔"

"میرے بجائے تم انہیں قائل کرنے کی کوشش کرو۔" تنویر نے چہک کر کہا۔

"تنویر، مجھے تمہاری مدد کی ضرورت............"

"پہلے تو مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔" تنویر یک لخت سنجیدہ ہو گیا۔ "فوری طور پر وجے سے رابطہ قائم کرو، اس سے کہو کہ وہ بھارتی سفیر سے بات کرے اور میری جان چھڑائے۔"

"مسئلہ تو یہی ہے کہ میں وجے صاحب سے رابطہ کیسے قائم کروں۔" پدمنی نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا "یہاں سے کوئی کال باہر نہیں جا رہی ہے۔"

"بس خاموش ہو جاؤ۔" دروازے کے پاس کھڑا ہوا فوجی دہاڑا اور بیڈ کی طرف چلا آیا۔ "تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہے۔" اس نے تنویر سے کہا۔ "میرے افسران تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"لو......... اور لو۔" تنویر نے بے بسی سے کہا "میں تو چلا، خدا جانے، میرا کیا حشر ہونے والا ہے۔"

"سنو تنویر! میں سینٹ جین ڈی لز پہنچنے کی کوشش کرتی ہوں۔ یعنی فرانسیسی سرحد عبور کرنے کی۔" پدمنی نے اردو میں کہا۔ اس کے لہجے میں ہیجان جھلک رہا تھا۔ "وہ یہاں سے بیس میل دور ہے، میں وہاں پہلے بھی جا چکی ہوں۔ وہاں پہنچ کر وجے کو فون کرنا زیادہ دشوار نہیں ہوگا۔"

"یہ لوگ تمہیں وہاں پہنچنے ہی نہیں دیں گے۔"

"بہرحال، کوشش تو کرنا ہے۔ وہاں پہنچنے کی صورت میں، میں ہوٹل چشتا کو میں قیام کروں گی۔"

دونوں فوجی جارحانہ انداز میں پدمنی کی طرف بڑھے، تیسرے نے تنویر کو دروازے کی طرف دھکیلا۔ چند لمحے بعد کمرے میں پدمنی تنہا رہ گئی۔

☆-----------☆-----------☆

فاصلہ کم ہونے کے باوجود پدمنی کو سینٹ جین ڈی لز پہنچنے میں کافی دیر لگ گئی۔ اس نے ہوٹل کے بیرے کو تگڑی ٹپ دے کر اس کے ذریعے کرائے پر کار حاصل کی۔ کار کے ساتھ ڈرائیور بھی تھا جو انگریزی روانی سے بول سکتا تھا۔ ان تمام انتظامات ہی میں گھنٹے لگ گئے۔ اس دوران اس نے کئی بار وجے کو فون کرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار پتہ چلا کہ ابھی مواصلاتی رابطہ بحال نہیں کیا گیا ہے پھر کار اور ڈرائیور کے انتظار کے دوران میں وقت گزاری کے لیے وہ شاہ کے اغوا کی رپورٹ تیار کرنے بیٹھ گئی۔ وہ ہیجانی کیفیت سے دوچار تھی۔ اس کے پاس وجے کو فراہم کرنے کے لیے بہت بڑی خبر تھی۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ اپنا سامان پیک کر رہی تھی کہ مقامی پولیس والے آ گئے۔

وہ دو تھے' دونوں ہی سادہ لباس میں تھے اور دونوں ہی انگریزی بول سکتے تھے۔ ان میں سے ایک نے' جس کے انداز میں برتری تھی' پدمنی سے تصدیق کرائی کہ اس کا نام پدمنی ٹھاکر ہے اور وہ بھارت سے تعلق رکھتی ہے' پھر اس نے بتایا کہ شاہ اسپین کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ اس نے پوچھا کہ کیا اسے یہ بات معلوم ہے؟ پدمنی نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔

"آپ چرچ کیا کرنے گئی تھیں؟" پولیس افسر نے پوچھا "ایک سیاح کی حیثیت سے بادشاہ کو دیکھنے؟"

"نہیں۔ میں ایک صحافی کی حیثیت سے گئی تھی۔" پدمنی نے جواب دیا۔

"آپ اپنی یہ حیثیت ثابت کر سکتی ہیں؟"

پدمنی نے اپنا پریس کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

پولیس افسر نے چند لمحے کارڈ کا جائزہ لیا اور پھر کارڈ پدمنی کو واپس کر دیا۔ "یہ بھی تو ممکن ہے کہ یہ کارڈ جعلی ہو۔" اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آپ سماچار کے دفتر سے اور بھارتی سفارتخانے سے اس کی تصدیق کر سکتے ہیں۔"

"ہمیں معلوم ہے کہ بادشاہ کو جہاں جہاں جانا تھا' آپ وہاں جاتی رہی ہیں' آپ بادشاہ کے دورے کا شیڈول معلوم کرنے کی کوشش کرتی رہی ہیں' کیوں؟"

"مجھے بادشاہ کے دورے کی مکمل رپورٹ اپنے اخبار کو بھیجنا تھی اور میں نے بادشاہ کے دورے کا شیڈول معلوم کرنے کی کوششیں خفیہ طور پر نہیں کیں بلکہ کھلے عام کی ہیں۔"

"اور تنویر صدیقی سے آپ کا کیا تعلق ہے؟" پولیس افسر نے پوچھا۔

"وہ بھی اسی اخبار سے منسلک ہے جس سے میں ہوں۔" پدمنی نے جواب دیا۔

سوال و جواب کا یہ سلسلہ دیر تک چلتا رہا۔ پدمنی نے تنویر کے بارے میں معلوم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن اسے مایوسی ہوئی۔ بالآخر پولیس والے چلے گئے۔

کچھ دیر بعد ڈرائیور گاڑی لے آیا۔ یوں اس کا سینٹ جین ڈی لز کا سفر شروع ہوا۔ راستے میں انہیں تین جگہ روک کر پوچھ گچھ کی گئی۔ سرحد پر کسٹم والوں نے بھی اچھا خاصا وقت ضائع کیا۔ وہ اپنی منزل پر پہنچی تو شام ڈھل رہی تھی۔ چشتا کو ہوٹل میں اپنے کمرے میں پہنچتے ہی اس نے آپریٹر کو وجے کا دہلی کا نمبر ملانے کی ہدایت کی' پانچ منٹ بعد رابطہ مل گیا۔ فون شیلا نے ریسیو کیا اور بتایا کہ وجے موجود نہیں ہے۔ پدمنی نے شنکر کے بارے میں دریافت کیا' وہ بھی موجود نہیں تھا۔ پدمنی کو بے حد مایوسی ہوئی لیکن وہ خبر سنانے کے لئے بے قرار تھی۔ اب ایک ہی صورت تھی اور وہ یہ کہ اجیت سے بات کی جائے۔ چند لمحے بعد ریسیور پر اجیت کی آواز ابھری "ہیلو پدمنی' کیا حال ہے؟ تم ہو کہاں؟"

"میں سینٹ جین ڈی لز کے چشتا کو ہوٹل سے بول رہی ہوں۔"

"لیکن وجے صاحب نے تو کہا تھا کہ تم........."

"میرے پاس زبردست خبر ہے۔" پدمنی نے اس کی بات کاٹ دی۔ "میں بڑی مشکل سے سان سبستین سے نکلی ہوں' وہاں سے فون کرنا ممکن نہیں تھا۔ آج صبح اسپین کے شاہ کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب تک یہ خبر دنیا کے کسی اخبار کو میسر نہیں آئی ہوگی۔"

"تم درست کہہ رہی ہو۔ دنیا بھر میں سماچار واحد اخبار ہے جس نے یہ خبر چھاپی ہے۔" اجیت نے کہا۔ "ایک گھنٹا پہلے اخبار مارکیٹ میں آ چکا ہے اور ہاتھوں ہاتھ بکا ہے۔ نیویارک کا سماچار بھی۔ اس کی اشاعت کہیں کی کہیں پہنچ گئی ہے۔ شاہ کو چرچ سے اغوا کیا

گیا تھا، اغوا کرنے والے چرچ کے اہلکاروں کے بھیس میں تھے۔ انہوں نے بغیر ایک گولی چلائے نہایت صفائی سے کام دکھایا۔"

پدمنی ششدر رہ گئی تھی۔ چند لمحے تو وہ کچھ بول ہی نہ سکی، پھر اس نے کہا "مجھے یقین نہیں آتا، تمہیں اس اغوا کے متعلق کیسے پتا چل سکتا ہے۔ یہ خبر سان سبستین سے باہر نکلی ہی نہیں ہے۔"

"اور میں جو تمہیں بتا رہا ہوں، ہمارا اخبار یہ خبر چھاپ چکا ہے، ہمارے توسط سے یہ خبر ساری دنیا کو معلوم ہو چکی ہے۔"

"لیکن اجیت صاحب! اب تک میرے سوا کوئی سان سبستین سے نکل ہی نہیں پایا ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو۔ ہو سکتا ہے تم سے پہلے ہی کچھ لوگ نکل چکے ہوں۔ ذرا سوچو تو...... یہ خیال کسی اور کے ذہن میں بھی آسکتا ہے، جیسے تمہارے ذہن میں آیا۔"

"سماچار کو یہ خبر کس نے فراہم کی ہے؟" پدمنی نے پوچھا۔ اس کی آواز ڈوب رہی تھی۔

"مارک شا نے لندن بیورو کے توسط سے...... اور شاید وہ تم سے بہت پہلے سان سبستین سے نکل آیا تھا۔ شاید شاہ کے اغوا ہوتے ہی......"

"وجے صاحب نے مجھے نہیں بتایا تھا کہ میرے اور تنویر کے علاوہ بھی وہاں ان کا کوئی نمائندہ موجود ہے۔"

"تم تو رپورٹر ہو، پبلشر بعض اوقات اپنے ایڈیٹر تک کو اعتماد میں نہیں لیتے۔"

"لیکن میں اور تنویر!" پدمنی نے احتجاج کرنا چاہا، پھر اچانک اسے تنویر کی گرفتاری کا خیال آگیا۔ "ارے ہاں اجیت صاحب! تنویر کو سان سبستین میں گرفتار کر لیا گیا ہے، اسے پوچھ گچھ کے لیے خدا جانے کہاں لے گئے ہیں۔ اسے ای ٹی اے کے حامیوں سے ملتے دیکھا گیا تھا۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ اغوا کا منصوبہ تنویر نے تیار کیا تھا۔"

"بے چارہ تنویر۔" دوسری طرف سے اجیت کی ہنسی سنائی دی۔ "یہ گرفتاری اس کے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے خیر، تم فکر نہ کرو، ہم بھارتی سفارت خانے سے رجوع

کریں گے۔"

"میں یہاں اس کی منتظر ہوں۔ نئے کام کے سلسلے میں ہدایت دینا ہو تو وجے صاحب کو بتا دینا کہ میں سینٹ جین ڈی لز کے چشاٹو ہوٹل میں مقیم ہوں۔"

"تم فکر نہ کرو، جلد ہی وجے صاحب تمہیں فون کریں گے۔"

پدمنی نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کی آنکھوں میں مایوسی کے آنسو تھے۔ اس نے اپنی دانست میں کارنامہ سرانجام دیا تھا لیکن اتنی بڑی خبر نہ جانے کیسے باسی ہو چکی تھی۔

☆------------☆------------☆

اگلے روز وہ اپنے کمرے سے نہیں نکلی، وہ فون کی منتظر تھی۔ تنویر کا فون بھی آسکتا تھا اور وجے کا بھی۔ پھر فون کی گھنٹی بجی لیکن اس کی خواہش کے برعکس وہ فون تنویر کا نہیں بلکہ وجے کا تھا۔

"کل تم نے مجھے فون کیا تھا بے بی؟" دوسری طرف سے وجے کی آواز سنائی دی، لہجہ مشفقانہ تھا۔ "تم نے بہت اچھی کوشش کی، میں اس کی قدر کرتا ہوں۔"

پدمنی اپنے ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔ "کامیابی مبارک ہو سر۔" اس نے نیم دلی سے کہا "آپ تو بہت خوش ہوں گے۔"

"ظاہر ہے، دہلی تو دہلی، ہم نے نیویارک تک میں ہر اخبار کو پیچھے چھوڑ دیا۔ میں نیویارک کے سماچار کو باقاعدہ آرگنائز کر رہا ہوں اور ہاں آج صبح پھر ہمیں ایک زوردار خبر ملی ہے، صرف ہمیں۔"

"کیسی خبر؟"

"مارک شا نے اغوا کنندگان کے مطالبات کی فہرست حاصل کر لی ہے اس نے ان کا خفیہ پیغام کیچ کر لیا تھا۔"

"بہت خوب۔"

"میں تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں۔ ہم باسک حریت پسند یعنی ای ٹی اے شاہ اسپین کے اغوا کی ذمے داری قبول کرتے ہیں۔ ہمارا مقصد کچلے ہوئے عوام کی آزادی اور سربلندی کا حصول ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ میڈرڈ کی جیل میں مقید ہمارے تمام اراکین کو فوری طور پر رہا کر دیا جائے۔ یہ مطالبہ پورا ہوتے ہی ہم شاہ کو بغیر کوئی ضرر پہنچائے رہا کر

دیں گے۔"

"اوہ! تو یہ ای ٹی اے والوں کا کام تھا!" پدمنی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اور کس کا ہو سکتا ہے؟"

"اور انہوں نے تاوان میں رقم طلب نہیں کی!"

"یہ خالصتاً سیاسی واردات تھی۔" وجے نے کہا۔ "اور ہاں' یاد آیا ابھی میں بھارتی سفیر سے میری بات ہوئی ہے۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ تنویر کو صبح تک لیا جائے گا' وہ کل تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔"

"مجھے خوشی ہوئی یہ سن کر۔"

"اس کے آنے کے بعد مجھے رنگ کرنا' پھر ہم آگے کی سوچیں گے۔"

☆------------☆------------☆

اگلی صبح پدمنی ناشتے کے بعد انٹرنیشنل ہیرالڈ میں شاہ کے اغوا کی تفصیلی خبر رہی تھی' جو سماچار' نیویارک کے حوالے سے شائع ہوئی تھی۔ لابی سنسان تھی' اچانک کسی نے اس کا نام پکارا۔ اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ وہ تنویر تھا۔ وہ اس کے پاس بیٹھ گیا۔ پدمنی اسے بغور دیکھتی رہی' پھر اس نے تشویش آمیز لہجے میں اس سے پو

"تنویر......... تم ٹھیک تو ہو؟"

تنویر نے اپنے ہاتھ اپنے سامنے پھیلا کر ان کا جائزہ لیا۔ "ہاں' ہر چیز اپنی جگہ موجود ہے۔ تمہیں میرے جسم پر تشدد کی کوئی علامت نظر نہیں آئے گی۔ بس وہ گھنٹوں تسلسل کے ساتھ' ہیر پھیر کر وہی سوالات کرتے رہے۔ میرے لیے یہ چیز تشدد سے بڑھ ثابت ہوئی۔"

"تمہیں جیل میں رکھا گیا تھا؟"

"اپنا ایسا نصیب کہاں۔" تنویر نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "ہوٹل ہی کے ایک کمرے میں پوچھ گچھ ہوتی رہی۔ مجھے رہا کرانے کا شکریہ اور ہاں......... تم نے اس خبر کے ذریعے دھوم مچا دی ہوگی؟"

پدمنی نے اخبار اس کی طرف بڑھا دیا "خود دیکھ لو۔"

تنویر خاموشی سے خبر پڑھتا رہا' پھر بولا۔ "اس پر تمہارا نام تو نہیں ہے' یہ مار

ن کون ہے؟"

"میرا خیال تھا کہ تم اسے جانتے ہوگے۔"

"میں نے تو زندگی میں کبھی یہ نام ہی نہیں سنا۔"

"اجیت کی باتوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کا تعلق لندن سے ہے۔"

"گویا تمہاری خبر ماری گئی؟"

"چلو میں نہ سہی' سماچار تو جیت ہی گیا۔" پدمنی نے خوش دلی سے کہا۔ "یہ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ مجھ سے زیادہ اسمارٹ ثابت ہوا۔ وہ قوت فیصلہ کے معاملے میں مجھ سے آگے ہے۔"

اسی وقت لاؤڈ اسپیکر پر اعلان ہوا کہ مس پدمنی ٹھاکر استقبالیہ ڈیسک پر آجائیں۔ پدمنی اٹھی اور استقبالیہ کی طرف لپکی۔ استقبالیہ کلرک نے فون کی طرف اشارہ کیا' پدمنی نے ریسیور اٹھایا۔ دہلی سے شنکر بات کر رہا تھا۔ "ہیلو پدمنی! تم اپنے کمرے میں نہیں تھیں؟"

"جی میں ناشتا کرنے کے بعد لابی میں بیٹھی تھی۔"

"وجے صاحب جاننا چاہتے ہیں کہ تنویر تمہارے پاس پہنچ گیا یا نہیں؟"

"جی ہاں' ابھی ابھی پہنچا ہے۔ وہ خیریت سے ہے۔"

"بہت خوب۔"

"آپ کی خبر نے تو دھوم مچا دی ہے۔" پدمنی نے کہا "پیرس کے تمام اخبارات نے یہ خبر بہ شکریہ سماچار شائع کی ہے۔"

"ہمیں ایک اور خبر ملی ہے۔" شنکر کے لہجے میں چہکار تھی۔ "اسپینی حکومت نے ای ٹی اے کے مطالبات مان لیے اور ای ٹی اے نے ڈرامائی طور پر شاہ کو رہا کر دیا۔ اسے ہیلی کاپٹر کے ذریعے سان سبستین کے باہر ایک ویران پہاڑی پر اتارا گیا۔ ہیلی کاپٹر کے جانے کے بعد حکام کو فون پر اطلاع ملی کہ شاہ کو رہا کر دیا گیا ہے' یہ خبر بھی صرف ہمیں ہی ملی ہے۔"

"مبارک ہو۔"

"اور ہاں' وجے صاحب کی ہدایت ہے کہ تم اور تنویر فوری طور پر پیرس جاؤ اور

حسب سابق پلازا میں قیام کرو۔ وہ کل تمہیں فون پر تمہارے نئے اسائنمنٹ کے بارے میں بتائیں گے۔"

"نئے کام کے بارے میں کچھ اندازہ ہے آپ کو؟" پدمنی نے پرشوق لہجے میں پوچھا۔

"نہیں بس تم پیرس جاؤ اور انتظار کرو۔"

ریسیور رکھنے کے بعد پدمنی کو خیال آیا کہ وہ شنکر سے مارک شا کے بارے میں پوچھنا تو بھول ہی گئی پھر اس نے سوچا کہ پیرس جا کر تو معلوم ہو ہی جائے گا۔

☆-----------☆-----------☆

ڈاکٹر آنندلال نے دونوں ہاتھ میز پر پھیلائے اور وجے کو بغور دیکھتے ہوئے بولا "وجے، تمہارا سیشن تقریباً ختم ہو چکا ہے اور کمال یہ ہے کہ تم نے ایک بار بھی اپنے باپ کا تذکرہ نہیں کیا۔"

وجے کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ڈاکٹر کا جملہ تعریفی ہے یا تنقیدی۔ پھر اس نے فیصلہ کیا کہ اسے تعریفی ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ "میرا باپ مر چکا ہے۔" اس نے کہا۔ "اب وہ میری زندگی کا حصہ نہیں ہے۔ ایک بات پر تو میں اس کی تعریف کروں گا۔ اس نے اپنے بیٹے کی قدر نہیں کی لیکن طاقت کا ہمیشہ احترام کیا۔ وہ کامیابی کی اہمیت سے واقف تھا اور اب میں بھی ہو گیا ہوں۔ کامیابی ہی سب سے سچی خوشی ہے۔"

"اور عورت؟"

"میں تو کامیابی ہی کو اولیت دوں گا' باقی سب کچھ ثانوی ہے۔"

ڈاکٹر نے اپنے پھیلے ہوئے ہاتھوں کو اور پھر اپنے مریض کو فخر آمیز نگاہوں سے دیکھا۔ "مجھے خوشی ہے وجے کہ تم خوش ہو۔" اس نے کہا۔

"یہ گھسا پٹا جملہ ہے جو سماچار میں کبھی نہیں چھپ سکتا۔ ویسے میں واقعی خوش ہوں۔ میں جانتا تھا کہ اگر مجھے موقع ملے تو میں بہت کچھ کر سکتا ہوں اور اب کر رہا ہوں سب کچھ تمہارے سامنے ہے ڈاکٹر! میں اپنی اہلیت ثابت کر رہا ہوں۔ یہ ثابت ہو گیا کہ میری پہلی کامیابی دھپل نہیں تھی۔ میں نے صرف بھارت ہی میں نہیں ساری دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں' تم نے خود کو جینئس ثابت کر دیا ہے۔"

"یہ محض آغاز ہے ڈاکٹر۔ یقین کرو........ یہ محض آغاز ہے' میں آگے بڑھتا رہوں گا۔ خبروں کے معاملے میں' میں ساری دنیا کو پیچھے چھوڑ دوں گا۔"

"اپنے وجدان کے بارے میں بتاؤ' جس کے زور پر تم کامیابی حاصل کر رہے ہو۔ تمہیں کیسے پتا چل جاتا ہے کہ کہاں اور کب کوئی خبر جنم لینے والی ہے؟"

"اسے خوش قسمتی کہہ لو میری۔" وجے نے پرخیال انداز میں کہا۔ پھر جلدی سے بولا "نہیں یہ خوش قسمتی سے آگے کی بات ہے۔ یہ محسوس کرنے کی صلاحیت ہے کہ کوئی اہم آدمی کس وقت غلط مقام پر موجود ہے۔ یہ محسوس کرنے کی صلاحیت ہے کہ کب کوئی اہم آدمی خود کو خطرے میں ڈال رہا ہے۔ یہ اندازہ لگانے کی صلاحیت ہے کہ کسی بڑے آدمی کے دشمن کس انداز میں سوچ رہے ہیں۔ ایک طرح سے یہ پرماتما ہونے کے مترادف ہے' جیسے میں بادلوں کے اوپر بیٹھا دیکھ رہا ہوں کہ فانی انسانوں پر کس لمحے کیا گزرنے والی ہے۔ میں ان سب فانی انسانوں سے آگے ہوں۔ میں حال کا لمحہ نہیں' مستقبل کی کل تک دیکھتا ہوں۔"

"یعنی تم خود کو بھگوان محسوس کرتے ہو؟"

"مجھے پھنسانے کی کوشش مت کرو ڈاکٹر۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔" وجے نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔ "یہ بات صرف اتنی ہے کہ مجھ میں پیش بینی کی صلاحیت ہے۔ مجھے اندازہ تھا کہ شاہ اسپین کسی مصیبت میں پھنسے گا اور ہوا بھی وہی۔ نتیجہ؟ میرا اخبار کہیں سے کہیں جا پہنچا۔ میں اپنی اس قوت سے محظوظ ہو رہا ہوں۔ اچھا ڈاکٹر اب میں چلوں گا۔" وجے نے گھڑی پر نظر ڈالی۔

"جلدی کیا ہے؟" ڈاکٹر نے کہا۔ "ابھی تمہارا وقت پورا نہیں ہوا ہے۔"

"میں بہت مصروف ہوں ڈاکٹر۔" وجے اٹھ کھڑا ہوا۔ "اب میں ہفتے میں تین بار تمہارے پاس نہیں آسکوں گا' ویسے بھی اب کوئی مسئلہ نہیں رہا۔ ہفتے میں ایک بار ملاقات مناسب رہے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" ڈاکٹر بھی اٹھ گیا۔ "جیسا مناسب سمجھو' ویسا ہی کرو اب آئندہ ہفتے اسی وقت آنا۔"

ڈاکٹر اسے دروازے تک چھوڑنے گیا۔ "مجھے خوشی ہے کہ اب تمہارا یہ تمہارے لئے مسئلہ نہیں رہا۔" اس نے کہا۔

"لعنت بھیجو اس پر۔" وجے نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

☆-----------☆-----------☆

وہ اپنے دفتر میں آکر بیٹھا ہی تھا کہ شنکر نے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔ "میں نے پدمنی اور تنویر سے بات کی ہے' وہ پیرس کے پلازا ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ انہیں تمہاری کال کا انتظار ہے۔"

"ان سے میری بات کراؤ' پہلے میں تنویر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" وجے نے کہا۔

"بہت بہتر۔" شنکر نے کہا اور اگلے ہی لمحے دروازہ بند ہو گیا۔

وجے نے اپنے سامنے رکھے ہوئے پیغامات پر نظر ڈالی' جو اس کی عدم موجودگی میں شیلا نے نوٹ کیے تھے۔ وہ سب مبارکباد کے پیغامات تھے۔ غیر ممالک سے آنے والے ٹیلی گرام علیحدہ رکھے تھے۔ اس نے چند ایک پر نظر ڈالی اور پھر بڑی بے نیازی سے وہ پلندا ایک طرف رکھ دیا۔

انٹر کام گنگنایا' شنکر نے اطلاع دی کہ پیرس سے تنویر صدیقی بات کرے گا۔

وجے نے ریسیور اٹھایا۔ "ہیلو تنویر۔"

"ہیلو مسٹر وجے' اسپین میں میری مدد کرنے کا شکریہ۔" دوسری طرف سے تنویر کی آواز سنائی دی۔

"وہ میرا فرض تھا' کیونکہ تم پر یہ مصیبت کام کے سلسلے میں نازل ہوئی تھی۔"

"اور مسلسل خبروں کے سلسلے میں مبارک باد۔ آپ نے ساری دنیا کے اخبارات کو آؤٹ کلاس کر دیا ہے۔"

"شکریہ تنویر' یہ سلسلہ جاری رہے گا۔" وجے نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "آئندہ ہفتے دو اہم معاملات سامنے آرہے ہیں۔ میں انہیں کور کرنا چاہتا ہوں۔ ایک کی کوریج تمہارے اور دوسرے کی پدمنی کے ذمے ہوگی۔ وقتی طور پر میں تم دونوں کو جدا کر رہا ہوں۔"

"جو حکم جناب!"

"میں چاہتا ہوں کہ تم تل ابیب جاؤ۔ قاہرہ میں اسرائیلی وزیراعظم اور مصری صدر کی ملاقات ہونے والی ہے۔ تمہیں اس سلسلے میں کام کرنا ہے۔"

"ملاقات دو ہفتے بعد ہو گی جناب؟"

"ہاں' اور بے حد اہم ملاقات ہو گی۔ ممکن ہے' اس سلسلے میں پر تشدد مظاہرے ہوں" وجے نے کہا۔ اسے توقع تھی کہ تنویر اس کی تردید کرے گا۔

لیکن تنویر نے آہستہ سے کہا۔ "ممکن ہے۔"

وجے زیر لب مسکرایا۔ تنویر جیسا خود سر آدمی اب اس کی بات تسلیم کرنا سیکھ رہا تھا۔ "اس کے علاوہ میں معمولات سے کچھ ہٹنا چاہتا ہوں۔ نیویارک والے سماچار کا مزاج ظاہر ہے' مختلف رکھنا ہو گا۔ مجھے آئندہ ویک اینڈ کے دو شماروں کے لیے فیچر درکار ہیں۔ کابینہ میں اسرائیلی وزیراعظم کے مخالفین کا نقطۂ نظر.......... رائے عامہ اور ان مسائل کی تفصیل جو اس ملاقات میں زیر بحث آئیں گے' سمجھ گئے؟"

"جی ہاں' میں سمجھ گیا۔"

"اسرائیلی وزیراعظم کے ساتھ تمہیں بھی قاہرہ کے لیے روانہ ہونا ہو گا۔ تم اس جہاز میں سفر کرو گے' جو صحافیوں کے لیے مخصوص ہو گا۔ قاہرہ میں ملاقات کے اثرات و نتائج پر نظر رکھنا۔ اس کے علاوہ دہشت گردوں پر ہماری مجوزہ سیریز کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنی آنکھیں کھلی رکھنا۔"

"جی' بہت بہتر۔"

"اس کے بعد میں تمہیں کہیں اور بھیجوں گا۔ پدمنی کو فی الحال جنیوا جانا ہے۔ اس سے میری بات کراؤ۔"

"بہتر جناب۔"

چند لمحے بعد ریسیور پر پدمنی کی آواز ابھری۔ "لیس سر۔"

"پدمنی! تمہارے لیے ایک اہم کام ہے' تمہیں کل جنیوا پہنچنا ہے۔ وہاں اقوام متحدہ کی کانفرنس ہونے والی ہے۔ ان ممالک کے سلسلے میں' جو ابھی تک ایٹمی ہتھیاروں سے محروم ہیں۔"

"جی ہاں' میں بنیادی باتوں کی حد تک کانفرنس کے مقصد سے واقف ہوں۔"

"جنیوا میں تم ہوٹل بیوریج میں قیام کرو گی۔" وجے نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "تم وہاں پہنچو گی تو اس اسائنمنٹ کے سلسلے میں تمام ضروری معلومات تمہیں موجود ملیں گی۔ کانفرنس چار روز بعد شروع ہو گی.......... اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل تین دن بعد جنیوا پہنچیں گے۔ کانفرنس میں پچیس ایسے ملکوں کے نمائندے شریک ہوں گے جو آئندہ دس سال کے اندر اندر ایٹمی دھماکا کر سکتے ہیں۔ تمہیں ملنے والی معلومات مکمل ہوں گی اور ان میں کانفرنس کا ایجنڈا بھی شامل ہو گا۔"

"بہت بہت شکریہ جناب۔"

"اب یہ بھی سن لو کہ مجھے تم سے کیا چاہیے ہو گا۔ اقوام متحدہ کے ذیلی دفتر میں کانفرنس ہو گی۔ مجھے اس دفتر کے متعلق مکمل معلومات درکار ہیں۔ اس سلسلے میں اپنی حاصل کردہ معلومات کل رات تک مجھے فون پر بتا دینا۔ یہ تو ہوا ایک فیچر کا مسالا۔ اس کے علاوہ پرسوں تمہیں ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل کا جائزہ لینا ہو گا' جہاں سیکرٹری جنرل قیام کریں گے۔ ان کے سوئٹ کے محل وقوع کے متعلق مکمل تفصیل پرسوں رات تک پہنچا دینا۔ اگر میں موجود نہ ہوں تو پھر تم یہ تفصیلات شنکر کو نوٹ کرا دینا۔ اس کے اگلے روز سیکرٹری جنرل وہاں پہنچے گا۔ اس کی آمد کو کور کرنے کی ضرورت نہیں' زیورچ میں ہمارا آفس اسے کور کرلے گا۔"

"زیورچ اسٹاف میں سے کسی سے مجھے ملنا ہو گا؟"

"نہیں۔ تمہیں اپنے طور پر کام کرنا ہو گا۔ جنیوا میں تمہارا تیسرا دن خالی ہو گا۔ اس دن تم مختلف وفود کے لوگوں سے مل سکتی ہو اور شہر کی سیاحت بھی کر سکتی ہو۔ چوتھے دن تمہیں پریس گیلری میں موجود رہنا ہو گا تاکہ ابتدائی کارروائی کی رپورٹ دے سکو پھر میں دیکھوں گا کہ ہمارے نیویارک کے قاری اس میں کس حد تک دلچسپی لیتے ہیں۔ بھارتی قارئین کو تو اور طرح کی خبریں چاہئیں۔ اسی لیے اب میں نیویارک کے سماچار پر زیادہ توجہ دے رہا ہوں۔ بس' تمہیں کل جنیوا پہنچ جانا ہے۔ تمہارا کمرا ہوٹل بیوریج میں بک کرا دیا گیا ہے۔"

☆-------------☆-------------☆

پیرس سے جنیوا کی فلائٹ مختصر تھی۔ ہوٹل بیوریج ائرپورٹ سے صرف تین میل دور تھا۔ پدمنی دوپہر سے کچھ پہلے ہوٹل پہنچ گئی۔ گزشتہ رات اس نے تنویر کے ساتھ کافی وقت گزارا تھا۔ وہ دونوں خاموش اور اداس بیٹھے رہے تھے۔ وہ خود تنویر سے جدائی کی وجہ سے اداس تھی اور اس کا خیال تھا کہ تنویر کی اداسی کا سبب یہ ہے کہ وہ تل ابیب اور قاہرہ دونوں کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ وہ سوچتی رہی تھی۔ اسے اندازہ ہی نہیں ہو سکا تھا کہ وہ تنویر کی نہ صرف عادی ہو چکی ہے بلکہ اسے پسند بھی کرنے لگی ہے۔ اگر جدائی کا مرحلہ نہ آتا تو شاید وہ اپنے محسوسات سے بے خبر ہی رہتی۔ وہ چاہتی تھی کہ تنویر پیش قدمی کرے۔ لیکن یہ بھی جانتی تھی کہ وہ پیش قدمی کرنے والوں میں سے نہیں ہے۔ وہ اب تک اس کی زندگی میں واحد آدمی تھا جسے اس کی قربت کی خواہش نہیں تھی بلکہ معاملہ الٹا تھا' وہ خود اس کی قربت کی خواہاں تھی۔ یہ زندگی میں پہلا موقع تھا کہ وہ کسی کی قربت کی آرزو کر رہی تھی۔ نسوانی جبلت نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ اسے پسند کرتا ہے لیکن خود سے لڑ رہا ہے' مزاحمت کر رہا ہے اور وہ اس کی مزاحمت کا سبب جاننا چاہتی تھی۔ اپنے بستر پر لیٹ کر وہ دیر تک اسی کے بارے میں سوچتی رہی۔ وہ اپنے بارے میں کچھ بتاتا بھی تو نہیں تھا۔

ہوٹل کی بالکونی سے باہر دیکھتے ہوئے اسے خوف کا احساس ہو گیا۔ اس بار ایک اجنبی شہر تھا اور وہ اکیلی تھی۔ اسے پھر تنویر کا خیال آ گیا لیکن اس نے اس کے خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ اسے کام کرنا تھا' کام کر کے دکھانا تھا۔ پہلی بار اسے مکمل آزادی کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا تھا۔ اس کے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی' ہر خوف جیسے دھل گیا۔

وہ کمرے میں واپس آئی اور اس نے کمرے کی آرائش کا جائزہ لیا۔ اس وقت اس کی نظر میز پر رکھے ہوئے لفافے پر پڑی اور اسے یاد آ گیا کہ وجے نے کہا تھا کہ تمام ضروری معلومات اس کے کمرے میں موجود ہوں گی۔ اس نے وہ پھولا ہوا لفافہ اٹھایا۔ لفافے پر لکھا ہوا تھا۔ برائے مس پدمنی ٹھاکر۔ اس نے لفافہ کھول کر اس میں موجود کاغذات کا جائزہ لیا۔ لفافے میں کئی فولڈرز تھے اور ہر فولڈر پر ایک لیبل موجود تھا۔ ایک فولڈر اقوام متحدہ کے دفتر سے متعلق تھا۔ دوسرا ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل کے سلسلے میں تھا۔

تیسرے میں ان ممالک کی فہرست تھی جن کے وفد کانفرنس میں شرکت کر رہے تھے۔ ایک اور فولڈر میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انٹون بائر کے متعلق معلومات تھیں۔ پانچویں میں جنیوا کا نقشہ تھا اور ایسے سرکاری افسروں کے فون نمبروں کی فہرست تھی جن سے مدد لی جاسکتی تھی۔

پدمنی نے اطمینان کی سانس لی۔ اسے مکمل معلومات فراہم کر دی گئی تھیں' اب اسے کام کرنا تھا۔ اس نے فون اٹھایا اور اقوام متحدہ کے دفتر کا نمبر ملانے کو کہا۔ چند لمحے بعد وہ دفتر کی انتظامیہ سیکرٹری سے بات کر رہی تھی۔ سیکرٹری سے اس نے دفتر دیکھنے کے لیے وقت مانگا' اسے دو بجے آنے کی ہدایت کی گئی۔

دو بجنے میں کافی وقت تھا' چنانچہ وہ باتھ روم میں گھس گئی۔ وہ نہا کر نکلی تو اس نے روم سروس کو فون کر کے کھانا طلب کر لیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر وہ فولڈرز میں رکھے ہوئے کاغذات کے تفصیلی مطالعے میں مصروف ہو گئی۔ وہ سوچتی رہی کہ یہاں سے کوئی زوردار خبر ملنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ سوئٹزرلینڈ ایسا ملک نہیں' جہاں سے کوئی دھماکا خیز خبر مل سکے۔ وہ تو علاقہ امن ہے۔

اس نے ویٹر سے اقوام متحدہ کے دفتر پہنچنے کا راستہ دریافت کیا پھر اس نے کرائے پر ایک کار حاصل کی اور کام کے سلسلے میں نکل کھڑی ہوئی۔ اسے اقوام متحدہ کے دفتر پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ اس نے اپنی کار پارک کی اور صدر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ وہاں بے شمار سیاح موجود تھے جو عمارت دیکھنے آئے تھے۔ اس نے دربان کو اپنا پریس کارڈ دکھایا۔ دربان نے استقبالیہ کاؤنٹر کی طرف اشارہ کر دیا۔ استقبالیہ کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی لڑکی نے صحافیوں کے گروپس کی طرف اشارہ کیا جو ہال میں جمع تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں نوٹ بک اور پنسل تھی' وہ ان کی طرف بڑھ گئی۔

کوئی پانچ منٹ کے انتظار کے بعد دو فرانسیسی عورتیں نمودار ہوئیں۔ وہ اخباری نمائندوں کے اس قافلے کی گائیڈ تھیں۔ وہ دونوں صحافیوں کی طرف چلی آئیں جو دو گروہوں کی صورت میں کھڑے ہوئے تھے۔

"میں فرانسیسی' انگریزی اور جرمن زبانوں میں گفتگو کروں گی تاکہ آپ سب یکساں طور پر سمجھ سکیں۔" ایک گائیڈ نے اعلان کیا۔ "اس وقت ہم پرانی عمارت کے

نئے ونگ میں موجود ہیں۔ یہ ونگ ۱۹۷۳ء میں تعمیر کیا گیا تھا' اس کے ذریعے عمارت میں دس کانفرنس رومز اور سات سو دفاتر کا اضافہ ہوا۔ اب میرے ساتھ آیئے۔"

پدمنی دوسرے صحافیوں کے ساتھ گائیڈ کے پیچھے چل دی۔ کئی راہداریوں سے گزر کر وہ لوگ ایک بڑے ہال وے میں پہنچے' جہاں ستونوں کے ساتھ صوفے لگائے گئے تھے۔ "یہاں سالانہ پانچ ہزار میٹنگز ہوتی ہیں۔" گائیڈ نے کہا۔ "اب تک یہ دنیا کی مصروف ترین ملاقات گاہ ہے۔" اب وہ انہیں ایک آراستہ گیلری میں لے آئی۔ نیچے انہوں نے ہال دیکھا جس کے فرش میں نصب آرام دہ سیاہ کرسیوں کی قطاریں تھیں۔ کرسیوں کے سامنے اسپیکر کی میز تھی جہاں سے سیکرٹری جنرل کو کانفرنس سے خطاب کرنا تھا۔ نشستوں کے عقب میں شیشے کا کمرا تھا جس کے بارے میں گائیڈ نے بتایا کہ مترجمین کے لیے ہے۔ اس کے اوپر پریس اینڈ وزیٹرز گیلری تھی جس کی دیواروں پر ہسپانوی آرٹسٹ جوزماریا نے نقوش ابھارے تھے۔ وہ نقوش جنگ کے خاتمے اور امن کی شروعات ظاہر کرتے تھے۔

گائیڈ نے ان لوگوں سے کہا کہ وہ تین دن بعد ہونے والی کانفرنس کے سلسلے میں سوالات کر سکتی ہیں۔ پدمنی نے ایک ہی سوال کیا۔ "اس کانفرنس کا مقصد کیا ہے؟"

"ترقی پذیر ممالک کو قائل کرنا کہ وہ اپنے ایٹمی پروگرام کو مثبت اور تعمیراتی رکھیں۔" گائیڈ نے پہلے سے تیار کردہ جواب دیا۔ "سیکرٹری جنرل جناب انٹون بائر چاہتے ہیں کہ اس سلسلے میں باقاعدہ کوئی معاہدہ وجود میں آئے' جس پر تمام متعلقہ ممالک متفق ہوں اور عمل کریں۔"

سوالات کا سلسلہ ختم ہوا اور گروپ منتشر ہو گیا۔ پندرہ منٹ بعد پدمنی اپنی کار کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کے کام کا ایک حصہ مکمل ہو چکا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ یہ کام بے حد بور اور بے سود ہے لیکن وجے خود کو ایک ذہین' ہوشیار اور پیش بین آدمی ثابت کر چکا تھا۔ اس کے باوجود اس تمام خواری کا حاصل کچھ بھی تو نہیں تھا...... کچھ بھی نہیں۔ بہرحال' اب اسے دہلی فون کر کے مکمل رپورٹ ڈکٹیٹ کرانا تھی۔ وہ اس توقع کے سوا اور کیا کر سکتی تھی کہ کل کا کام کچھ دلچسپ ہو گا۔ اس میں کچھ سنسنی ہو گی۔

لیکن آنے والے کل کا کام گزشتہ کل کے مقابلے میں زیادہ بور ثابت ہوا مگر

پدمنی کو اپنی اس اہلیت پر شروع سے فخر رہا تھا کہ وہ انتہائی بور موضوع پر اپنے زور قلم سے اچھے خاصے دلچسپ فیچر تحریر کر سکتی ہے لیکن انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل اور وہاں سیکرٹری جنرل انٹون بائر کے قیام جیسے خشک اور بور موضوع کا اس کا زور قلم بھی کچھ نہ بگاڑ سکا۔ انٹون بائر کے متعلق جو کچھ وہ جانتی تھی اس کے پیش نظر وہ ایک بہت اچھے فیچر کا ہیرو ثابت ہو سکتا تھا۔ وہ آسٹریا کے ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے خاندان میں متعدد موسیقار گزرے تھے' وہ بڑے نشیب و فراز سے گزر کر موجودہ مقام تک پہنچا تھا۔ بین الاقوامی ڈپلومیٹ کی حیثیت سے اس کی ساکھ بہت اچھی تھی۔ اس پر بہت کچھ لکھا جا سکتا تھا لیکن دشواری یہ تھی کہ پدمنی کو ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل میں اس کے قیام کے انتظامات پر لکھنا تھا' ایسے موضوع پر بھلا کیا لکھا جا سکتا ہے۔

اسسٹنٹ منیجر اسے اس صدارتی سوئٹ میں لے گیا جہاں اگلے روز انٹون بائر کو اپنی جنیوا آمد کے بعد قیام کرنا تھا۔ وہ اس تمام عرصے میں سوچتی رہی کہ فیچر کو کس انداز سے ترتیب دے۔ اس نے سیکرٹری جنرل کے ائرپورٹ سے ہوٹل پہنچنے کے راستے کی تفصیل اپنی ڈائری میں نوٹ کر لی تھی۔ اس نے ہوٹل کی خوبصورتی کے معاملے میں بڑی لفاظی سے کام لیا تھا۔ وہ تمام جزئیات نوٹ کرتی رہی تھی۔ اور اب وہ سیکرٹری جنرل کے سوئٹ میں موجود تھی۔ وہ بہت وسیع نشست کے کمرے میں ٹہل رہی تھی اور ہوٹل کا اسسٹنٹ منیجر فخر آمیز انداز میں اپنے ہوٹل کے متعلق بتا رہا تھا۔ پدمنی کے کان اس کی باتوں پر تھے اور نظریں کمرے کی آرائش کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کمرے سے نکلتے ہوئے دروازے پر پہنچ کر اس نے پلٹ کر دیکھا۔

اس نے اس کمرے میں زندگی اور زندگی کے ہیجان کا تصور کرنے کی کوشش کی' انٹون بائر کو دیکھنے کی کوشش کی' مختلف وفود کو اس سے ملاقات کرتے دیکھنے کی کوشش کی لیکن تصور محض خالی اسکرین کی طرح رہا۔ وہ کمرا تھا...... محض ایک کمرا...... خالی اور غیر اہم کمرا۔ وہ ہوٹل سے نکلی تو بے حد مایوس تھی۔ اس کی فراہم کردہ معلومات سے وجے کتنا مایوس ہوگا' یہ خیال اس کی مایوسی میں اضافہ کر رہا تھا۔

باہر نکلتے ہوئے اس نے باوردی دربان کو ٹپ دی پھر اس نے گھڑی دیکھی۔ وجے کو فون کرنے کا وقت ابھی دور تھا۔ اس کے پاس کم از کم تین چار گھنٹے کی فرصت

تھی۔ اس نے اگلے روز کے لیے شہر کی سیر کا پروگرام بنایا تھا لیکن یہ کام وہ اس وقت بھی کر سکتی تھی۔ اس نے ڈیش بورڈ سے سوئٹزرلینڈ کا نقشہ نکال کر اسے کھول لیا۔ اس نے جھیل کے ساتھ ہائی وے پر بڑھنے کا فیصلہ کیا جو جنیوا سے لوزین تک جاتا تھا۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد اس نے کار آگے بڑھا دی۔

وہ جنیوا سے نکل آئی۔ اطراف کے مناظر بے حد حسین تھے۔ وہ کھو سی گئی' اس نے کار کی رفتار کم کر دی۔ وہ تفریح کے موڈ میں تھی پھر نیون نامی قصبے کا موڑ آیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ آگے بڑھنے کے بجائے نیون کی سیر کرنا زیادہ بہتر ہے۔

اچانک اسے پرانے طرز کا ایک ریسٹورنٹ نظر آیا۔ فوراً ہی اسے چائے کا خیال آیا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ اس نے کچھ دیکھا...... کسی کو دیکھا۔ وہ حیرت سے پلکیں جھپکا کر رہ گئی۔ وہ شخص ایک عمارت میں داخل ہو رہا تھا' جو شاید کوئی ہوٹل تھا پھر اسے سائن بورڈ نظر آیا' وہ ہوٹل ہی تھا...... ہوٹل الپس۔ اس کی حیرت کی وجہ یہ خیال تھا کہ اس نے اس شخص کو کہیں دیکھا ہے لیکن کہیں اور' اسی لیے اس شخص کو یہاں دیکھ کر اسے حیرت ہو رہی تھی۔ وہ شخص سوئٹزرلینڈ کے اس چھوٹے سے قصبے میں کیا کر رہا تھا۔

اس نے اس شخص کی محض ایک جھلک دیکھی تھی۔ وہ فوراً ہی ہوٹل میں داخل ہو کر اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ اس نے یاد کرنے کی کوشش کی کہ وہ شخص کون ہے اور اس نے اسے کہاں دیکھا تھا۔ وہ دیکھنے میں کسی ویسٹرن فلم کا ولن لگتا تھا۔ اس حوالے کے ذہن میں آتے ہی اسے سب کچھ یاد آگیا۔ وہ رگھبیر سنگھ تھا...... معمولی سا مجرم...... جس سے اس نے سماچار کے دفتر میں انٹرویو لیا تھا۔ وہ سماچار میں اس کا پہلا اسائنمنٹ تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ رگھبیر سنگھ کا یہاں کیا کام اور اس کی یہاں موجودگی کی کیا وجہ تھی؟

عقب سے ہارن چیخنے لگے تھے۔ اس نے چونک کر دیکھا تو پتا چلا کہ اس نے بلا ارادہ بریک لگا دیے تھے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ وہ کار پارک کر کے رگھبیر سنگھ سے ملنا چاہتی تھی۔ شاید اس کی وجہ تجسّس تھی...... یا شاید وطن سے دور ایک ہم وطن کے ملنے کی خوشی...... خواہ وہ ہم وطن ایک گھٹیا مجرم ہی کیوں نہ ہو' یوں وہ تنہا چائے پینے

سے بچ سکتی تھی۔

ہارن مسلسل بج رہے تھے۔ بالآخر اسے گاڑی پارک کرنے کی جگہ نظر آگئی۔ اس نے گاڑی موڑی اور پارکنگ لاٹ میں لے آئی۔ گاڑی پارک کر کے وہ اتری اور اس نے گرد و پیش کا جائزہ لیا پھر وہ ہوٹل الپس کی طرف بڑھ گئی۔ لابی میں صرف تین لاؤنج چیئرز تھیں۔ عقب میں استقبالیہ میز تھی۔ لابی میں کوئی موجود نہیں تھا۔ وہ تیزی سے استقبالیہ ڈیسک کی طرف لپکی لیکن وہاں بھی کوئی موجود نہیں تھا۔ اسے کاؤنٹر پر گھنٹی کا بٹن نظر آیا۔ اس نے بٹن دبا دیا۔

فوراً ہی برابر والے ریسٹورنٹ سے ایک ویٹر نمودار ہوا۔ اس نے نظروں ہی نظروں میں پدمنی کو تولا پھر ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں بولا۔ ”معاف کیجیے‘ میں ریسٹورنٹ میں مصروف تھا۔ ویسے آج استقبالیہ پر بھی میری ہی ڈیوٹی ہے۔ کہیے‘ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں‘ کمرا چاہیے آپ کو؟“

”نہیں۔ میرا خیال ہے‘ میرا ایک دوست آپ کے ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہے۔“ پدمنی نے کہا۔ ”میں اس سے ملنا چاہتی ہوں‘ آپ مجھے اس کے کمرے کا نمبر بتا دیں۔“

”نام کیا ہے آپ کے دوست کا؟“ ویٹر نے رجسٹر اپنے سامنے گھسیٹتے ہوئے کہا۔

”رگھبیر سنگھ........ بھارتی ہے وہ‘ دہلی سے آیا ہے۔“ پدمنی نے جواب دیا۔

ویٹر نے رجسٹر کی ورق گردانی شروع کر دی۔ چند لمحے بعد اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”سوری‘ اس نام کا کوئی شخص اس ہوٹل میں نہیں ٹھہرا ہے۔“

”ذرا رجسٹر مجھے دکھاؤ۔“ پدمنی نے کہا۔

ویٹر نے خاموشی سے رجسٹر اس کی طرف بڑھا دیا۔ پدمنی نے پورا رجسٹر چھان مارا‘ اس میں واقعی کہیں رگھبیر سنگھ کا نام نہیں تھا۔ ”ابھی چند منٹ پہلے میں نے اسے ہوٹل میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔“ اس کے لہجے میں الجھن تھی۔

”رجسٹر‘ آپ خود دیکھ چکی ہیں۔“

”ممکن ہے‘ وہ ریسٹورنٹ میں ہو۔“

”نہیں۔ میں بہت دیر سے ریسٹورنٹ میں ہوں۔“ ویٹر نے کہا۔ ”آدھے گھنٹے سے کوئی ایک شخص بھی ریسٹورنٹ میں داخل نہیں ہوا۔ ممکن ہے‘ آپ کا دوست

ایسے شخص سے ملنے کے لیے آیا ہو‘ جو ہمارے ہوٹل میں ٹھہرا ہو۔ اس صورت میں ہمیں اس کا نام معلوم نہیں ہو سکتا۔“

اس بات کا قوی امکان تھا بلکہ بات یہی تھی۔ پدمنی نے ویٹر کا شکریہ ادا کیا اور ہوٹل سے نکل آئی۔ نہ جانے کیوں وہ مایوس ہوئی تھی حالانکہ اس کی رگھبیر سے شناسائی تھی اور نہ ہی پہلی اور آخری ملاقات میں اس نے اسے پسند کیا تھا۔

اس نے گھڑی پر نظر ڈالی اور فیصلہ کیا کہ اب اسے واپس چلنا چاہیے تاکہ وقت پر ہوٹل پہنچ کر وجے کو فون کے ذریعے رپورٹ دے سکے۔ حقیقت یہ تھی کہ وہ اپنی اس رپورٹ سے خائف تھی‘ اسے یقین تھا کہ وجے اس رپورٹ کو ناپسند کرے گا اور ناراض ہو گا۔ پھر اسے رگھبیر کا خیال آگیا۔ شاید وجے کے لیے یہ اطلاع سنسنی خیز ہو کہ اس کا ایک جز وقتی ملازم سوئٹزرلینڈ کے ایک چھوٹے سے قصبے میں دیکھا گیا ہے۔

☆-----------☆-----------☆

وہ رپورٹ کے نوٹس اپنے سامنے رکھے بیٹھی تھی۔ ریسیور اس نے کانوں سے لگایا ہوا تھا اور وجے سے رابطہ ملنے کی منتظر تھی۔ وہ نوٹس پر نظر ڈالتی رہی اور اس کی مایوسی اور خوف بڑھتا رہا۔

”ہیلو پدمنی!“ دوسری طرف سے وجے کی آواز سنائی دی۔

”یس سر!“ پدمنی نے مستعدی سے کہا۔ ”ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل میں نوٹس اس وقت میرے سامنے موجود ہیں۔“

”گڈ........ گویا اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ انٹون بائر وہیں قیام کرے گا؟“

”جی ہاں جناب۔ وہ کل پہنچیں گے اور سر‘ یقین کیجیے‘ میں نے بھرپور کوشش کی ہے۔ ہوٹل کے عملے نے بھی میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا لیکن سر‘ رپورٹ میں کوئی خاص مواد نہیں ہے۔“

”اس کا فیصلہ مجھ پر چھوڑ دو۔“

”بہتر جناب۔ میں یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ ہوٹل اچھا ہے‘ فائیو اسٹار ہوٹل ہے لیکن اس پر کچھ لکھا تو نہیں جا سکتا جسے قارئین شوق سے پڑھیں۔“

”اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے لیے کوئی خصوصی اہتمام نہیں؟“

"کم از کم میرا مشاہدہ تو یہی ہے۔"

"خیر' جو کچھ تم نے دیکھا اور سنا ڈکٹیٹ کرادو۔"

"یعنی آپ رپورٹ کا ایک ایک لفظ نوٹ کریں گے؟"

"اس کی فکر نہ کرو۔ شیلا لائن پر موجود ہے' تم بس بولتی جاؤ شیلا' تم تیار ہو؟"

"جی ہاں۔" پدمنی کو شیلا کی آواز سنائی دی۔

"ہاں پدمنی' اب تم شروع ہو جاؤ۔" یہ وجے کی آواز تھی۔

پدمنی نے اپنے نوٹس سنبھالے اور بولنا شروع کر دیا۔ وہ تقریباً دس منٹ تک بولتی رہی۔ آخر میں اس نے کہا "ویٹ از دی اینڈ آف دی نیوز۔"

"تھینک یو۔" شیلا نے کہا۔

"آپ موجود ہیں نا وجے صاحب؟" پدمنی نے پوچھا۔

"ہاں' میں موجود ہوں۔"

"میں نے کہا تھا نا جناب کہ اس میں قارئین کی دلچسپی کا کوئی پہلو نہیں ہے۔" پدمنی نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ "آئی ایم سوری سر۔"

"میں نے اس سے زیادہ کی توقع بھی نہیں کی تھی' میرا کام چل جائے گا۔" دوسری طرف سے وجے نے کہا۔ "ہم مختصر سا فیچر چھاپیں گے......... اقوام متحدہ سیکرٹری جنرل' تعیشات کی آغوش میں........."

پدمنی کہنا چاہتی تھی کہ وہ انتہائی بور فیچر ثابت ہو گا لیکن کچھ سوچ کر خاموش رہی۔ "مجھے خوشی ہو گی جناب!" اس نے صرف اتنا ہی کہا۔

"تم نے اپنا کام خوش اسلوبی سے کیا' کل آف کرو......... اور پرسوں کانفرنس کی رپورٹنگ کے لیے تیار رہنا۔"

"ایک بات اور ہے جناب۔" پدمنی نے اس کی بات کاٹ دی۔ "آپ کو کال کرنے سے پہلے میرے پاس خاصا وقت تھا چنانچہ میں نواحی علاقوں کی سیر کو نکل گئی۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ میں نے وہاں کسے دیکھا۔ آپ کے ایک ملازم کو......... جی ہاں تنخواہ لینے والے کو ملازم ہی کہنا چاہیے۔"

"کیا؟ کس ملازم کی بات کر رہی ہو؟"

"رگھبیر سنگھ کی بات کر رہی ہوں جناب۔"

"کون رگھبیر سنگھ؟"

"آپ کو سماچار میں میرا پہلا کام یاد ہے؟ مجھے ایک مخبر سے بات کرنا تھی' جس نے پھانسی کی اس کوٹھری میں وقت گزارا تھا جس میں کچھمن نامی قاتل قید تھا۔ وہی کوٹھری' جس میں سرنگ تھی۔ بعد میں کچھمن اسی سرنگ کے ذریعے فرار ہوا تھا' اس مخبر کا نام رگھبیر سنگھ تھا جناب۔"

"ہاں' مجھے یاد ہے' کیا ہوا اسے؟"

"میں نے نیون نامی چھوٹے سے قصبے میں اسے دیکھا' وہ ایک ہوٹل میں داخل ہوا تھا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے گئی لیکن پتا یہ چلا کہ وہ اس ہوٹل میں نہیں ٹھہرا ہے' شاید وہ کسی سے ملنے گیا تھا وہاں........."

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے' وہ رگھبیر سنگھ نہیں ہو سکتا۔ وہ تو اس وقت دہلی میں ہے' ابھی آدھا گھنٹا پہلے میں اس سے ملا ہوں۔"

"اوہ' گویا میں غلط آدمی کے پیچھے دوڑ رہی تھی۔ اس سے ملاقات ہوتی تو بڑی شرمندگی اٹھانا پڑتی خیر......... اس بات کی اہمیت ہی کیا ہے' مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو غیر ضروری بات میں الجھایا۔"

"کوئی بات نہیں پدمنی! کل چھٹی گزارو......... اور پھر کانفرنس کے لیے تیار ہو جاؤ' گڈ بائی۔"

☆------------☆------------☆

ریسیور رکھنے کے بعد وجے چند منٹ ساکت بیٹھا رہا۔ وہ اندر ہی اندر کھول رہا تھا' پھر اس نے انٹرکام کا بٹن دبا کر شنکر کو طلب کیا۔ کچھ ہی دیر بعد شنکر اس کے آفس میں داخل ہوا۔ اس نے وجے کے چہرے کو بغور دیکھا۔ "خیریت تو ہے چیف؟" اس نے پوچھا۔

"خیریت؟" وجے دہاڑا۔ "اس مردود رگھبیر نے بیڑا غرق کرانے میں کوئی کسر ہی نہیں چھوڑی۔"

"کیا......... ہوا کیا؟"

"میں نے کہا تھا کہ وہ سامنے نہ آئے لیکن نیون میں اسے دیکھ لیا گیا اور ہو' دیکھا کس نے؟ پدمنی ٹھاکر نے۔ اس نے اسے ہوٹل میں داخل ہوتے دیکھا' وہ جا ہے کہ وہ اس ہوٹل میں مقیم نہیں تھا۔"

"وہ فرگوسن ہوٹل میں مقیم ہے۔" شنکر نے کہا۔ "چیف! میرے خیال میں ان دونوں کی ایک جگہ موجودگی مناسب ہی نہیں ہے' کسی وقت بھی ان کا ٹکراؤ ہو ہے۔"

"پدمنی کی وہاں موجودگی ضروری ہے' وہ ہمیں قیمتی معلومات فراہم کر رہی ہے۔ جو کچھ ہوا' وہ محض اتفاق تھا۔ اگر رگھبیر نے میری ہدایت پر پوری طرح عمل ہوتا........." وجے نے میز پر زور سے ہاتھ مارا۔ "شنکر! تم فوری طور پر رگھبیر سے میز بات کراؤ لیکن ٹھہرو' پہلے شیلا سے کہو کہ وہ جلدی سے رپورٹ مکمل کرلے۔ وہ رپورٹ بھی تو رگھبیر کو دینا ہے۔"

شنکر دفتر سے نکل آیا۔ وجے کو رگھبیر سے بات کرنے کے لیے کوئی چالیس منٹ انتظار کرنا پڑا۔ اس کا غصہ لمحہ بہ لمحہ بڑھتا جا رہا تھا پھر جب رگھبیر سے رابطہ قائم ہوا وجے نقطۂ ابال تک پہنچ چکا تھا۔

"کیا حال ہے باس؟" دوسری طرف سے رگھبیر کی آواز سنائی دی۔

"احمق......... گدھے......... تمہیں معلوم ہے' تمہیں وہاں دیکھ لیا گیا ہے؟" وجے ماؤتھ پیس میں دہاڑا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" رگھبیر کے لہجے میں الجھن تھی۔

"کسی نے تمہیں وہاں دیکھ لیا ہے۔" وجے کی آواز بدستور بلند تھی۔ "تمہیں ہماری رپورٹر پدمنی ٹھاکر یاد ہے' جس نے تمہارا انٹرویو لیا تھا؟"

"وہ خوبصورت لڑکی' جس نے لچھمن کے سلسلے میں مجھ سے گفتگو کی تھی' اسے میں کیسے بھول سکتا ہوں۔"

"وہ ان دنوں سوئٹزر لینڈ ہی میں ہے۔ اس نے تمہیں الپس ہوٹل میں جاتے دیکھا........."

"اس لعنتی قصبے میں! وہ کیا کر رہی تھی وہاں؟"

"سیر کرنے نکلی تھی۔" وجے نے جواب دیا۔ "بہرحال میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ دن میں بلا ضرورت نہ نکلنا' میں نہیں چاہتا کہ تم پہچانے جاؤ۔"

"بات یہ تھی باس کہ کوپر نے جینوا سے فون کیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ میں احتیاطاً کوئی ہوٹل تلاش کرلوں۔ ممکن ہے' کوئی ہنگامی صورت حال پیش آجائے۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے نکلنا پڑا۔"

"کوپر جائے جہنم میں۔ آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔"

"لیکن باس......... میں بالکل بند ہو کر تو نہیں بیٹھ سکتا۔"

"تو پھر بہتر ہے کہ میک اپ کرالو' لیکن نہیں' اتنا وقت نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ کوئی فیس ماسک خرید لو۔"

"بہت بہتر باس لیکن مجھے یقین نہیں آتا کہ اس لڑکی نے مجھے دیکھا ہوگا۔" رگھبیر کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"اس نے نہ صرف تمہیں دیکھا بلکہ مجھے رپورٹ بھی دی۔ بہرحال' میں نے اسے یقین دلا دیا ہے کہ تم دہلی میں موجود ہو' وہ قائل ہوگئی کہ اسے غلط فہمی ہوئی تھی۔"

رگھبیر نے سکون کا سانس لیا۔ "آئندہ میں محتاط رہوں گا۔"

"اب انٹرکانٹی نینٹل کی رپورٹ سنو۔"

"ٹھیک ہے باس......... لیکن میرا خیال ہے' کوپر کو اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ وہ اور اس کے ساتھی انٹرکانٹی نینٹل کے کئی چکر لگا چکے ہیں۔ بہرحال' میں یہ معلومات بھی اس تک پہنچا دوں گا۔ بولیے........."

وجے نے شیلا کی ٹائپ کی ہوئی رپورٹ اپنے سامنے رکھ لی۔ "پنسل کاغذ ہے تمہارے پاس؟" اس نے رگھبیر سے پوچھا۔ اس طرف سے مطمئن ہونے کے بعد وہ بہت ٹھہر ٹھہر کر بولنے لگا۔ رپورٹ مکمل کرنے کے بعد اس نے رگھبیر سے پوچھا کہ اس نے تمام معلومات نوٹ کرلی ہیں یا نہیں؟ جواب اثبات میں ملا۔ "سب کچھ شیڈول کے مطابق ہے؟" اس نے سرگوشی میں پوچھا۔

"جی ہاں' پروگرام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے' پرسوں تیار رہیے گا۔" رگھبیر

نے جواب دیا۔

"کام بہت بڑا ہے' کوئی گڑ بڑ نہ ہو جائے۔"

"کوئی گڑ بڑ نہیں ہو گی باس' مطمئن رہیے۔ وہ لوگ ناکامی کے متحمل نہیں ہو سکتے اور یہ بات وہ خوب جانتے ہیں۔"

اس یقین دہانی کے باوجود وجے ریسیور رکھ کر خاموش بیٹھا رہا۔ وہ فکر مند دکھائی دے رہا تھا۔ عام خبریں رونما ہوں تو ان کی صرف رپورٹنگ کرنا ہوتی ہے' اس میں پلائر ملوث نہیں ہوتا لیکن خبریں تخلیق کرنا ایک بالکل مختلف بات ہے۔ وہ بوجھ ہوتا ہے.......... اس میں ذمے داری کندھے چٹخاتی ہے.......... فکر مند ہونا پڑتا ہے' بھگوان بنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

☆------------☆------------☆

جینوا میں صبح کا وقت تھا' نو بج کر پچیس منٹ ہوئے تھے۔ اقوام متحدہ کی عمارت میں پریس اینڈ وزیٹرز گیلری کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ پدمنی بہت پہلے چلی آئی تھی تاکہ کسی مناسب سیٹ پر قابض ہو سکے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اسے ریلنگ کے ساتھ پہلی قطار میں نشست مل گئی۔ اب وہ جھکی ہوئی نیچے دیکھ رہی تھی۔ بہت سے ممالک کے وفود آچکے تھے اور ابھی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔

ساڑھے نو بجے تک وہاں موجود ہر شخص کی نظریں اسپیکرز ٹیبل پر جمی ہوئی تھیں' اب کسی بھی لمحے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انٹون بائر کی آمد متوقع تھی۔ پدمنی نے اپنی پنسل اور نوٹ بک سنبھالی اور سنبھل کر بیٹھ گئی۔ پونے دس بج چکے تھے۔ سیکرٹری جنرل کی کرسی اب بھی خالی تھی۔ دس بج گئے.......... سیکرٹری جنرل ابھی تک نہیں آیا تھا۔ پدمنی نے محسوس کیا کہ کانفرنس میں شامل وفود کے انداز سے بے چینی نمایاں ہو گئی تھی۔ کچھ اپنی نشستوں سے کھڑے ہو گئے تھے اور کچھ ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ پدمنی کے نزدیک سیکرٹری جنرل کی آمد میں تاخیر غیر معمولی نہیں تھی۔ بڑے لوگوں کے ساتھ بہت سی رسمی باتیں بھی ہوتی ہیں۔ مزید پانچ منٹ گزر گئے۔ اب نیچے سرگوشیوں کا شور بلند ہو رہا تھا' پھر اعلان ہوا۔ "سیکرٹری جنرل جناب انٹون بائر اپنے سوئٹ سے کانفرنس ہال کے لیے روانہ ہو چکے ہیں۔"

ہال میں پھر خاموشی چھا گئی۔

وقت گزرتا رہا لیکن سیکرٹری جنرل نہ آیا۔ کسی انجانی قوت نے پدمنی کو اپنی نشست سے اٹھنے پر مجبور کر دیا۔ وہ اٹھی اور گیلری سے نکل آئی۔ ہال میں بہت سے باوردی پولیس مین موجود تھے۔ وہ ان میں سے قریب ترین کی طرف بڑھ گئی۔ "معاف کیجیے گا' آپ انگریزی بول سکتے ہیں؟" اس نے پولیس مین سے پوچھا۔

"جی مادام!"

"سیکرٹری جنرل ابھی تک نہیں پہنچے؟"

"جی نہیں' لیکن کسی بھی لمحے ان کی آمد متوقع ہے۔"

پدمنی سوچتی رہی۔ آخر اس تاخیر کا کوئی منطقی سبب تو ہو گا۔ وہ دوبارہ گیلری میں جانا چاہتی تھی لیکن اس کے قدم اس طرف اٹھے ہی نہیں۔ اس کے بجائے وہ صدر دروازے کی طرف جانے والی راہداری کی طرف چل دی۔ باہر نکل کر وہ اپنی کار میں جا بیٹھی۔ صحافیوں والی مخصوص حس اس کی رہنمائی کر رہی تھی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ سیکرٹری جنرل کی آمد میں تاخیر غیر معمولی ہے۔ کہیں نہ کہیں کوئی گڑ بڑ ضرور تھی۔ ممکن ہے' یہ کوئی بڑی خبر ہو۔ چنانچہ اس سلسلے میں چھان بین ضروری تھی۔ اس نے کار اسٹارٹ کی اور ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل کی طرف چل دی۔ ہوٹل وہاں سے محض چند بلاک کے فاصلے پر تھا۔

راستے میں وہ تجزیہ کرنے کی کوشش کرتی رہی کہ اس کے ذہن میں کیا ہے۔ ممکن ہے' سیکرٹری جنرل پر دل کا دورہ پڑا ہو.......... یا وہ اچانک بیمار ہو گیا ہو بہر حال' وجہ جو کچھ بھی تھی' چند منٹ بعد معلوم ہو جاتی۔

اس نے ہوٹل کے صدر دروازے کے سامنے کار روکی اور دربان کو ہدایت کی کہ وہ کار کا خیال رکھے پھر وہ اندر داخل ہوئی۔ استقبالیہ ڈیسک اور لفٹوں کے درمیانی راستے میں اچھا خاصا ہجوم تھا۔ ان میں سادہ لباس والے بھی تھے اور باوردی بھی۔ وہ سیکرٹری جنرل کے محافظ تھے اور شاید اس کی آمد کے منتظر تھے۔ اس نے استقبالیہ ڈیسک کی طرف دیکھا۔ وہاں وہ اسسٹنٹ منیجر موجود تھا' جس نے اسے سیکرٹری جنرل کا سوئٹ دکھایا تھا۔ وہ ڈیسک کی طرف بڑھ گئی۔ "ہیلو.......... مجھے پہچانا آپ نے؟" اس نے اسسٹنٹ

منیجر کو مخاطب کیا۔

اسسٹنٹ منیجر چند لمحے اسے خالی خالی نظروں سے دیکھتا رہا' پھر اس کی آنکھوں میں شناسائی کی چمک ابھری۔ "اوہ مس ٹھاکر........ کیا حال ہے؟" اس نے پوچھا۔

"یہ سیکرٹری جنرل کا حفاظتی عملہ ہے؟" اس نے محافظوں کی طرف اشارہ کیا۔

"جی ہاں۔"

"اور سیکرٹری جنرل کہاں ہیں؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ ہم کئی بار کال کر چکے ہیں لیکن ان کے کمرے سے کوئی جواب نہیں ملا ہے۔"

"ممکن ہے' وہ بیمار ہوں۔"

"نہیں مس ٹھاکر' ہم ان کے سوئٹ کا جائزہ لے چکے ہیں۔ وہ وہاں موجود نہیں ہیں۔" اسسٹنٹ منیجر چونکا اور خاموش ہوگیا۔ وہ پدمنی کے پیچھے کسی کو دیکھ رہا تھا۔ پدمنی نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ ایک خوش لباس اور خوش رو آدمی تھا۔ اس کی نگاہوں میں تنبیہہ تھی' نہ جانے کس کے لیے۔

"معاف کیجئے گا مس۔" اسسٹنٹ منیجر اب نروس دکھائی دے رہا تھا۔ "منیجر صاحب مجھ سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ منیجر کی طرف بڑھ گیا۔ منیجر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور اسے ایک ستون کی طرف لے گیا' جس کی ایک جانب متعدد کریٹ چنے ہوئے تھے۔ منیجر اس کی طرف جھک کر سرگوشی میں کچھ کہہ رہا تھا۔ پھر وہ دونوں ستون کی اوٹ میں اوجھل ہوگئے۔

پدمنی بھی اس ستون کی طرف بڑھ گئی۔ ممکن ہے' وہ دونوں ہوٹل کے معاملات پر گفتگو کر رہے ہوں لیکن وہ کوئی کام کی بات بھی تو ہو سکتی تھی۔ وہ ستون کے پاس رکھے ہوئے کریٹوں کے عقب میں چلی آئی۔ نہ وہ انہیں دیکھ سکتی تھی اور نہ وہ اسے دیکھ سکتے تھے لیکن اسے ان کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ گفتگو فرانسیسی میں ہو رہی تھی اور وہ لفظ بہ لفظ سمجھ رہی تھی۔

"ہاں' یہ سچ ہے پائرے۔" منیجر کہہ رہا تھا۔ "یہ باتیں خفیہ رکھی جا رہی ہیں۔ ہیڈ کوارٹر میں پولیس افسران باڈی گارڈ سے پوچھ گچھ کر رہے ہیں' جہاں تک مجھے پتا چلا

ہے' وہ یہ ہے کہ سیکرٹری جنرل اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ لفٹ تک آیا تھا لیکن میزنائن فلور پر لفٹ کو روک دیا گیا۔ وہ مسلح دہشت گرد تھے اور کارلوس کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے سیکرٹری جنرل اور باڈی گارڈ کی آنکھوں پر پٹیاں باندھیں اور عقبی دروازے سے انہیں باہر لے گئے' جہاں ایک کار ان کی منتظر تھی۔"

"لیکن یہ ناممکن ہے۔" اسسٹنٹ منیجر نے کہا۔ "جینوا میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کا اغوا کیسے ممکن ہے؟"

"یہ سچ ہے پائرے۔ یہ سب کچھ باڈی گارڈ نے بتایا ہے۔ کارلوس اسے صرف اس لیے ساتھ لے گیا تھا کہ اسے نکلنے کے لیے وقت مل جائے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اس کے ذریعے اپنا مطالبہ بھی پولیس تک پہنچایا ہے۔ کوئی آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد انہوں نے باڈی گارڈ کو دھکیل کر اتار دیا۔ باڈی گارڈ کے ہاتھ بھی بندھے ہوئے تھے لیکن انہوں نے دانستہ رسی کی گرفت ڈھیلی کر دی تھی۔ اس نے پہلے اپنے ہاتھ کھولے اور پھر آنکھوں کی پٹی........ لیکن اس دوران میں کارلوس کی کار اوجھل ہو چکی تھی۔ اس نے بڑی مشکل سے لفٹ لی اور سیدھا پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچا۔ اس کا کہنا ہے کہ اغوا کرنے والے کہہ رہے تھے کہ کارلوس بہت خوش ہوگا۔ اس سے صرف ایک بار گفتگو کی گئی' اسے اتارتے وقت' جب اسے مطالبے کے بارے میں بتایا گیا۔ اب پولیس چاہتی ہے کہ میں ان سے تعاون کروں۔"

"لیکن کیسے؟" اسسٹنٹ منیجر نے پوچھا۔

"وہ چاہتے ہیں کہ یہ خبر باہر نہ نکلے۔ مجھے حفاظتی قافلے کو ٹالنا ہے لیکن اس کے لیے کوئی وضاحت بھی تو کرنا ہوگی۔"

"ہم کہہ سکتے ہیں کہ سیکرٹری جنرل بیمار ہے اور ڈاکٹر نے اسے چند روز مکمل آرام کا مشورہ دیا ہے۔"

"بہت خوب پائرے' میں یہی کہوں گا پھر مجھے اقوام متحدہ فون کرکے آج کا اجلاس ملتوی کرانا ہے۔ ان سے بھی میں یہی کہوں گا۔ یہ حقیقت نہیں کھلنا چاہیے پائرے' ورنہ ہوٹل کی ساکھ کو نقصان پہنچے گا اور پولیس کا کام اور دشوار ہو جائے گا۔"

پدمنی یہ سب کچھ سن کر ساکت ہوگئی تھی۔ پہلی بار وہ حرکت میں آئی' اسے

احساس تھا کہ اگر وہ ان کی باتیں سنتے ہوئے دیکھ لی گئی تو کام خراب ہو جائے گا۔ اسے جلد از جلد یہ خبر وجے تک پہنچانا تھی۔ وہ چپکے سے کریٹوں کی اوٹ سے نکلی اور ڈیسک کی طرف چل دی۔ اندرونی ہیجان کی وجہ سے اس کے رخسار تمتما رہے تھے۔ یہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی خبر تھی۔

☆------------☆------------☆

اپنے کمرے میں پہنچ کر پدمنی نے وقت کے فرق کا اندازہ لگایا تو بے حد مایوس کن صورت حال سامنے آئی۔ اس وقت دہلی میں صبح کے پانچ بجے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ سماچار کے دفتر میں اس وقت نہ وجے ہوگا اور نہ شنکر۔ خبر اتنی بڑی تھی کہ کسی اور تک پہنچانا نامناسب تھا۔ وہ سوچتی رہی۔ وجے کے گھر کا نمبر اس کے پاس نہیں تھا۔ ایکس چینج سے بھی معلوم نہیں کیا جاسکتا تھا کیونکہ وہ نمبر ڈائریکٹری میں نہیں تھا پھر اچانک اسے یاد آیا کہ شنکر نے اسے اپنے گھر کا نمبر دیا تھا۔ اس ہدایت کے ساتھ کہ اسے صرف ایمرجنسی میں استعمال کیا جائے۔ چنانچہ اس نے ہوٹل کی آپریٹر کو وہ نمبر ملانے کو کہا اور خود بے چینی سے کمرے میں ٹہلتی رہی۔ رابطہ ملنے میں آدھا گھنٹا لگا۔

پدمنی نے ریسیور کان سے لگایا تو اس کا دل جیسے حلق میں دھڑک رہا تھا۔ ہتھیلیاں پسینے میں تر تھیں۔ اس نے خود پر اور اپنے لہجے پر قابو پانے کی کوشش کی۔

"شنکر صاحب! میں پدمنی بول رہی ہوں، جینوا سے۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ خود اسے اپنی آواز اجنبی لگ رہی تھی "مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو ناوقت جگایا! لیکن.........."

"تم نے مجھے جگایا نہیں ہے۔ میں رات بھر سو ہی نہیں سکا ہوں۔" شنکر نے کہا۔ "میں اور وجے رات بھر جاگتے رہے ہیں۔ میں ابھی ابھی پریس سے آیا ہوں۔ ایک دھماکا خیز خبر ہے کہ بس.......... اب اخبار آنے ہی والا ہے۔ ہم نے نیویارک سماچار سے بھی رابطہ رکھا ہے۔ میرا خیال ہے، وہاں بھی اخبار چھپ چکا ہوگا۔ اب کہیں مجھے سونا نصیب ہوگا۔"

"میری بات سنیں۔ میں.........."

"میرے خیال میں تو یہ خبر تمہارے لیے بھی دھماکا ہوگی۔" شنکر نے پھر اس کی

بات کاٹ دی۔ "سب کچھ تمہاری ناک کے نیچے ہی تو ہوا ہے۔ بہت بڑی خبر ہے اور صرف ہمیں ملی ہے۔ کیا خبر ہے۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انٹون بائر کا اغوا.......... اپنے ہوٹل سے نکلتے ہوئے انہیں اغوا کرلیا گیا۔ وہ گراؤنڈ فلور تک بھی نہیں پہنچ سکے تھے۔"

"اور انہیں اغوا کارلوس گینگ نے کیا ہے۔" اس بار پدمنی نے اس کی بات کاٹ دی۔ اس کا دل دکھ رہا تھا۔ وہ بے جان سے انداز میں بستر پر بیٹھ گئی۔

"ہاں.......... کارلوس گینگ نے.......... ہمیں مطالبات بھی معلوم ہوگئے ہیں۔ ضمیمہ بھی نکالنا پڑے گا۔"

"مطالبات کیا ہیں؟" پدمنی نے بجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"احمقانہ، لیکن ظاہر ہے، معاملہ کارلوس کا ہے۔ اس کا مطالبہ ہے کہ کانفرنس منسوخ کردی جائے اور وفود کو اپنے اپنے ملک واپس کر دیا جائے کیونکہ یہ بڑی طاقتوں کا کھیل ہے، جو نہیں چاہتیں کہ ترقی پذیر ممالک ان کے مقابلے پر آئیں۔ اس کا کہنا ہے کہ جب ایٹمی اسلحہ بن رہا ہے تو اس کے بنانے والوں میں تخصیص کیوں ہو۔ ہر ملک کو آزادی ہونا چاہیے۔ اس نے کہا ہے کہ وفود کو واپس ہوتے ہی سیکرٹری جنرل کو رہا کر دیا جائے گا۔"

"لیکن کانفرنس تو دوبارہ بھی ہو سکتی ہے۔"

"ہاں.......... لیکن کارلوس نے دھمکی دی ہے کہ جب بھی ایسا ہوا، وہ تباہی مچا دے گا۔ بہرحال، یہ مارک شا اور سماچار کی ایک اور بڑی فتح ہے اے لڑکی، اب میں سونا چاہتا ہوں، میری آنکھیں بند ہوئی جا رہی ہیں۔ کال کرنے کا شکریہ۔"

رابطہ منقطع ہوگیا۔ پدمنی نے ریسیور کریڈل پر ڈالا اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گئی۔ وہ ایک بار پھر محروم ہوگئی تھی.......... بہت بڑی کامیابی سے.......... اور محروم کرنے والا ایک بار پھر مارک شا تھا۔ وہ سوچتی رہی۔ اغوا کی واردات صرف تین گھنٹے پہلے ہوئی تھی۔ یہ بات طے تھی کہ خود اسے بھی اس کا علم محض اتفاقاً ہوا تھا اور اب دہلی اور نیویارک میں یہ خبر عام ہونے والی تھی۔ کیسے؟ جینوا میں تو ہر شخص بے خبر تھا، جہاں واردات ہوئی تھی۔ یہ سب کچھ کیا ہے.......... کیسے ہوا؟ ممکن ہے، ان سوالوں کا کوئی

معقول جواب تنویر صدیقی دے سکے۔ وہ ایک تجربہ کار صحافی تھا۔ تنویر' جو جون مائیکل کے نام سے تل ابیب ہلٹن میں مقیم ہو گا۔

☆------------☆------------☆

تنویر' بن گوریان ائرپورٹ کے ٹرمینل کی عمارت میں پریس آفیسر کے ائرکنڈیشنڈ دفتر میں بیٹھا تھا۔ وہاں بھی کئی غیرملکی اخباری نمائندے موجود تھے۔ ان سبھوں کے ہاتھ میں جام تھے۔ پریس آفیسران سے مخاطب تھا۔ "وزیراعظم سولومن اب سے ایک گھنٹے بعد قاہرہ کے لیے پرواز کرنے والے ہیں' جہاں وہ مصر کے صدر موسانی سے ملاقات کریں گے۔ ممکن ہے' آدھے گھنٹے کی تاخیر ہو جائے۔" اس نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ "اس وقت وزیراعظم' مصری سفیر ناصر البدر کے ساتھ ہیں۔ وہ معزز سفیر کو وہ عجائب گھر دکھانے لے جائیں گے' جہاں بحرمردار والی چرمی دستاویزات محفوظ ہیں۔ یہ پروگرام اچانک بنا ہے۔ اس میں پندرہ بیس منٹ لگیں گے۔ آپ جانتے ہیں کہ وزیراعظم جناب سولومن ان دستاویزات پر کس قدر فخر کرتے ہیں۔ ان کے والد نے ان دستاویزات کے حصول کے سلسلے میں بڑی جدوجہد کی تھی اور بہت اہم کردار ادا کیا تھا۔ عجائب گھر سے وزیراعظم اور معزز سفیر سیدھے ائرپورٹ جائیں گے' جہاں سرکاری طیارہ ان کا منتظر ہو گا۔" پریس آفیسر نے اپنا جام اٹھا کر اس میں سے ایک طویل گھونٹ لیا اور اپنا سلسلہ کلام جاری رکھا۔ "آپ لوگوں کا طیارہ پندرہ منٹ بعد لینڈ کرے گا۔ اس میں آپ کے لیے بار بھی موجود ہو گا لیکن میں درخواست کروں گا کہ آپ اعتدال سے کام لیں۔ صدر موسانی بنفس نفیس وزیراعظم کا استقبال کریں گے۔ آپ لوگ یقینی طور پر استقبالیہ تقریب کو کور کرنا چاہیں گے۔"

"یعنی ہمیں تقریب سے پہلے قاہرہ ائرپورٹ پر آدھا گھنٹا خوار ہونا پڑے گا۔" تنویر نے احتجاج کیا۔

"قاہرہ ائرپورٹ پر آپ لوگوں کا خصوصی خیال رکھا جائے گا۔" اسرائیلی پریس آفیسر نے کہا "بہترین کھانا ملے گا اور حسین ترین ویٹریس ہوں گی۔ یقین کریں' آپ کا وقت بہت اچھا گزرے گا۔"

تنویر نے اپنا جام خالی کر دیا اور ایک طویل انگڑائی لی۔ وہ بہت زیادہ بور ہو رہا

تھا۔ قاہرہ کے بجائے اگر اسے یروشلم دیکھنے کا موقع ملتا تو وہ زیادہ خوش رہتا۔ اسے قاہرہ کے پرہجوم بازار' گندی گلیاں اور وہاں کی غربت سخت ناپسند تھی۔ اس سے تو اسرائیل ہی بہتر تھا لیکن وہ خبروں کے اعتبار سے بنجر تھا' جب کہ وزیراعظم اسرائیل کی مصری صدر سے ملاقات بہرحال خبر تھی سنسنی خیز نہ سہی۔ گزشتہ چند برس میں ایسی کئی ملاقاتیں ہو چکی تھیں لیکن کوئی بڑی خبر نہیں بن سکی تھی۔

اچانک اس کے خیالات کی رو پدمنی کی طرف مڑ گئی۔ وہ اس کی کمی محسوس کر رہا تھا۔ جب سے وہ جدا ہوئی تھی' اس کے تصور پر چھا گئی تھی۔ کاش' وہ ساتھ ہوتی تو قاہرہ کسی حد تک تو قابل قبول ہو جاتا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا رویہ احمقانہ رہا ہے تاہم وہ یہ سوچ کر خود کو بہلا لیتا تھا کہ اگلی ملاقات پر اس کی تلافی کر دے گا پھر ان دونوں کے درمیان مذہب کی دیوار بھی تو حائل تھی لیکن پدمنی کوئی مذہبی رجحانات رکھنے والی لڑکی نہیں تھی۔

تنویر نے گزشتہ دس دن جس طرح گزارے تھے' انہوں نے اسے تھکا دیا تھا۔ تل ابیب پہنچتے ہی سماچار کے مینجنگ ایڈیٹر اجیت نے فون پر اسے مطلع کیا تھا کہ پروگرام تبدیل ہو گیا ہے اور اب اسے سب سے پہلے اسرائیلی وزیر دفاع کے متعلق رپورٹ دینا ہے' جو ملک بھر کا دورہ کر رہا تھا۔ چنانچہ اسے وزیر دفاع کے ساتھ رہنا تھا۔ یہ کام پانچ دن کا تھا۔ چھٹے روز اسے یروشلم میں بحرمردار کی چرمی دستاویزات والے میوزیم کا دورہ کرنا تھا' جہاں دنیا کے نامور ماہرین آثار قدیمہ آنے والے تھے۔

وزیر دفاع کے دورے نے اسے تھکا مارا تھا۔ صاف پتا چلتا تھا کہ اسرائیل خود کو ایک بڑی جنگ کے لیے تیار کر رہا ہے۔ یہ بہرحال' ایک دلچسپ خبر تھی لیکن تنویر اسرائیل سے نفرت کیے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ وہاں جعلی پاسپورٹ پر آیا تھا' جس پر اس کا نام جون مائیکل درج تھا۔ اپنے اصلی نام سے تو شاید اسے اسرائیل میں داخل ہونے کی اجازت بھی نہ ملتی۔ کم از کم وہ وزیر دفاع کے دورے میں اس کے ساتھ نہیں رہ سکتا تھا۔ چنانچہ وہ اندر ہی اندر کھولتا رہا اور اوپر سے اسرائیل کی جنگی تیاریوں کو سراہتا رہا۔ اس چیز نے اسے اور تھکا ڈالا۔ وہ کوئی اچھا مسلمان نہیں تھا لیکن بہرحال' مسلمان تھا۔ اس بات کا احساس اسے زندگی میں پہلی بار اسرائیل آ کر ہوا تھا۔

چھٹے روز وہ میوزیم کی تقریب میں شرکت کے لیے گیا۔ وہاں سات عدد انمول چرمی دستاویزات تھیں، جنہیں 47ء میں قمران غار سے برآمد کیا گیا تھا۔ میوزیم کی منفرد عمارت ایسے مرتبان کی شکل میں بنائی گئی تھی، جس میں قدیم زمانے میں چرمی دستاویزات محفوظ کی جاتی تھیں۔ ایک سیاہ چٹانی دیوار زمین دوز تہ خانے میں اترتی چلی گئی تھی۔ تنویر کے لیے وہاں دلچسپی کا خاصا سامان تھا لیکن اس کے خیال میں اس کی بنیاد پر ایک جاندار فیچر نہیں لکھا جاسکتا تھا۔ تاہم عمارت میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے ذہن سے تمام شکوک جھٹک دیے۔ میوزیم کی فضا نے اسے مسحور کرلیا تھا۔ اس نے دل نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے کام پر توجہ دی۔ اس نے نوٹس بنائے، پھر تقریب شروع ہوئی، جس میں ماہرین آثار قدیمہ کے علاوہ عیسائی اور یہودی علما بھی شامل تھے۔ وہ بڑی بے دلی سے ان کی تقریریں سنتا اور نوٹ کرتا رہا۔

اس رات کنگ ڈیوڈ ہوٹل میں، اپنے کمرے میں تنویر نے میوزیم کے سلسلے میں اپنے محسوسات کو فیچر کے روپ میں ڈھالا۔ فون کے ذریعے اپنا فیچر ڈکٹیٹ کراتے ہوئے وہ بے حد خوش تھا کیونکہ اس نے بڑی مہارت کا مظاہرہ کیا تھا لیکن اسے یہ احساس بھی تھا کہ فیچر بے جان ہے۔

آج صبح وہ بہت مصروف تھا۔ یروشلم سے تل ابیب پہنچنے میں اسے پون گھنٹا لگا تھا۔ اسے بہ مشکل نہا کر کپڑے بدلنے کا وقت ملا۔ کھانے کی جگہ اس نے بھگدڑ کے عالم میں ایک سینڈوچ حلق سے اتارا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ پدمنی کو جوابی کال نہ کرسکا۔ اسے یہ جان کر حیرت ہوئی تھی کہ پدمنی، جینوا میں نہیں بلکہ پیرس میں ہے۔ پدمنی نے اس کی عدم موجودگی میں اس کے لیے پیغام چھوڑا تھا کہ وہ اسے پیرس کے پلازا ہوٹل میں کال کرے لیکن تنویر کو فوری طور پر بن گوریان، ائیرپورٹ پہنچنا تھا۔ اس کے پاس ایک لمحے کی فرصت بھی نہیں تھی۔

وہ اپنے خیالات سے چونک پڑا۔ ائیرپورٹ کے پبلک ایڈریس سسٹم پر اس کا نام پکارا جا رہا تھا۔ اس کی کال تھی۔ اس نے پریس آفیسر سے پوچھا۔ "میری کال ہے؟ تو کہاں ریسیو کروں؟"

"برابر والے کمرے میں۔" آفیسر نے جواب دیا۔ "آیئے میرے ساتھ۔"

برابر والے کمرے میں لے گیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر عبرانی زبان میں کچھ کہا اور پھر ریسیور تنویر کی طرف بڑھا دیا "پیرس سے آپ کی کال ہے۔" اس نے کہا۔ "رابطہ ملایا جا رہا ہے، یہ ذہن میں رکھیے گا کہ آپ کی روانگی کسی بھی وقت ہوسکتی ہے۔ بہتر ہوگا کہ مختصر گفتگو کریں۔" یہ کہہ کر وہ کمرے سے چلا گیا۔

تنویر نے ریسیور کان سے لگایا۔ "ہیلو.......... میں جون مائیکل بول رہا ہوں۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"بھگوان کا شکر ہے کہ تم مل گئے۔" پدمنی کی آواز سنائی دی۔ "میں بہت فکرمند تھی۔ پتا ہے، ایک ہفتے سے تمہیں کال کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"پدما! مجھے تمہارا پیغام مل گیا ہلٹن میں.......... لیکن میرے پاس تمہیں کال کرنے کی مہلت نہیں تھی۔ تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں ائیرپورٹ پر ملوں گا؟"

"ہلٹن ہوٹل والوں نے بتایا تھا کہ تم ائیرپورٹ کے لیے روانہ ہوچکے ہو۔"

"میں کسی بھی وقت قاہرہ کے لیے روانہ ہونے والا ہوں۔ دراصل وجے نے مجھے ایک اور کام سونپ دیا تھا۔"

"دہشت گردوں والی سیریز کے سلسلے میں؟"

"کاش، ایسا ہی ہوتا۔" تنویر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "مجھے اسرائیلی وزیر دفاع کے ساتھ رہ کر اسرائیل کی دفاعی تیاریوں کا جائزہ لینا تھا، پھر اس کے بعد چرمی دستاویزات والے میوزیم کی تقریب میں شریک ہونا پڑا۔"

"کیا.......... چرمی دستاویزات؟"

"ہاں، مذہبی اہمیت کی حامل دستاویزات ہیں۔ آرامی زبان میں تحریر کی گئی ہیں۔ اچھا فیچر ہے لیکن ساجار کو اوپر نہیں لے جاسکتا، تم سناؤ کوئی خاص بات ہے کیا؟"

"ہاں.......... بہت خاص بات.......... ممکن ہے، غیر اہم ثابت ہو۔"

"اور تم پیرس میں کیا کر رہی ہو۔ میرا خیال تھا کہ تم.........."

"ہاں، میں جینوا میں تھی۔ میں اسی سلسلے میں تم سے بات کرنا چاہتی تھی۔ یہ تو تمہیں معلوم ہوگا کہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انتون بائر کو کارلوس گینگ نے اغوا کرلیا ہے۔ میں اس وقت وہیں تھی۔"

"میں نے مقامی اخبارات میں یہ خبر پڑھی تھی۔" تنویر نے کہا۔

"وہ خبر صرف اور صرف میرے پاس تھی لیکن جانتے ہو' سماچار کو وہ خبر کس کے ذریعے ملی؟"

"یہاں کے اخبارات نے تو صرف سماچار' نیویارک کے حوالے سے شائع کی ہے۔"

"یہ پوچھو کہ سماچار میں بائی لائن کس کی تھی' اندازہ لگا سکتے ہو؟"

"مارک شا تو نہیں.......... کیا دوبارہ..........؟"

"ہاں.......... ایک بار پھر مارک شا۔ میں نے شنکر صاحب کو اس یقین کے ساتھ فون کیا تھا کہ اس خبر سے میرے سوا کوئی واقف نہیں ہے۔ شنکر صاحب نے بتایا کہ خبر چھپ چکی ہے اور اخبار مارکیٹ میں آنے والا ہے۔ تنویر.......... یہ وجے صاحب کیا کر رہے ہیں۔ یہ ڈبل کورنگ کس لیے؟"

"یقینی نتائج حاصل کرنے کے لیے۔" تنویر نے جواب دیا۔ "ویسے یہ مارک شا بہت خوش قسمت آدمی ہے اور وجے کا بھی جواب نہیں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سیکرٹری جنرل کو اس قسم کا واقعہ پیش آسکتا ہے۔ وجے کی چھٹی حس قابل داد ہے۔ وہ خود کو جینئس ثابت کر رہا ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"ہمیں اور مارک شا کو ایسے مقامات پر بھیج کر' جہاں خبریں بننے کے امکانات ہوں لیکن اس بار وہ ناکام ہوگا۔ یہاں اسرائیل میں کوئی خبر ممکن نہیں اور ہاں' تم یہاں کس سلسلے میں ٹھہری ہو؟"

"انگلیاں چٹخانے کے لیے.......... میں کسی نئے اسائنمنٹ کی منتظر ہوں۔"

"مجھے یقین ہے کہ نہ وہاں کچھ ہوگا اور نہ یہاں۔ چلو اچھا ہے' یہ تو ثابت ہوگا کہ ہمارا پبلشر بھی انسان ہی ہے۔ اندازے کی غلطی اس سے بھی ہوتی ہے۔ بہرحال عنقریب ملاقات ہوگی۔"

"میں منتظر ہوں اس وقت کی۔" پدمنی کے لہجے میں جانے کیا کچھ تھا۔

"اچھا پدما.......... اب میں چلتا ہوں' مجھے پکارا جا رہا ہے۔"

"تنویر' قاہرہ پہنچتے ہی مجھے کال کرنا۔"

"یقیناً کروں گا.......... اچھا خداحافظ۔"

☆------------☆------------☆

اس نیلی منی بس کی رفتار خاصی کم تھی' جو دوپہر کے وقت یروشلم میں داخل ہوئی۔ کوپر ایک ایسا خوش لباس بزنس مین لگ رہا تھا' جو سیاحت کی غرض سے نکلا ہو۔ اس وقت منی بس یونیورسٹی کے قریب سے گزر رہی تھی۔ کوپر کی نظریں ونڈشیلڈ پر جمی ہوئی تھیں۔ "اب ہم پہنچنے ہی والے ہیں۔" اس نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ اس کی آواز خاصی بلند تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کی بات اس کے ساتوں ساتھیوں تک پہنچ جائے۔ "تم سب تیار ہو جاؤ۔ تم لوگ پہلے بھی میوزیم آچکے ہو۔ تم لوگ ہر راستہ پہچانتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔ ٹھیک ہے نا؟"

"ٹھیک ہے۔" عقبی نشست سے کرتارے نے کہا۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ یہاں تک کہ گاڑی میوزیم کے سامنے پہنچ گئی۔ "کوسکی گاڑی کو پارکنگ لاٹ میں لے جائے گا۔" کوپر نے کہا۔ "پھر وہ اس گاڑی کو چھوڑے گا اور رگھبیر کے ساتھ پارکنگ لاٹ میں کھڑی دو خالی فورڈز کی طرف جائے گا۔ وہ دونوں کچھ دیر وقت گزاری کریں گے اور پھر مناسب وقت پر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالیں گے۔ ہم چھ افراد اس بس سے اتریں گے۔ یاد رکھنا.......... ہم لیورپول سے سیاحت کی غرض سے آئے ہیں۔ ٹکٹ آفس پر قطار میں کھڑے ہونا۔ ٹکٹ لینے کے بعد ہم تنہا یا دو دو کی ٹکڑیوں کی صورت میں شیشے کے بوتھ میں داخل ہوں گے۔ وہاں سے نکل کر ہمارے سامنے سیاہ کنکریوں والا راستہ آئے گا جو میوزیم تک جاتا ہے۔ میوزیم تک پہنچنے سے پہلے دائیں جانب مڑنا' وہاں ایک بورڈ نصب ہوگا.......... مقدس کتب.......... وہی ہماری منزل ہے۔ نارمل انداز میں آگے بڑھنا' بھاگنے کی ضرورت نہیں۔ یاد رکھنا کہ تم سیاح ہو۔ مڑنے کے بعد چار سیڑھیاں چڑھنا ہوں گی' وہاں سے کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد مزید دو قدم چڑھنا ہوں گے پھر ڈھلوانی راستہ آئے گا' وہاں سے اترتے ہوئے ہمیں ایکشن میں آنا ہوگا۔"

لافیر نے ہاتھ بلند کیا۔ "اور اگر ہمارے ساتھ سچ مچ کے سیاح ہوئے تو کیا ہوگا؟"

"ایسا ہونا مشکل ہے لیکن ناممکن نہیں ہے۔" کوپر نے جواب دیا۔ "اس

صورت میں انہیں کور کر کے ان کی تلاشی لینا اور انہیں اپنے ساتھ ہنکا کر لے چلنا ہوگا۔
پھر وہ اپنے تمام ساتھیوں سے مخاطب ہوا' "بس' اب تیزی سے چل دو' میں میوزیم پر داخلے سے کام کی تکمیل تک صرف تین منٹ دوں گا' سمجھ گئے؟"

"سمجھ گئے۔" کرتارے نے نعرہ لگایا۔

"کسی کو کچھ پوچھنا ہے؟"

کسی کو کچھ نہیں پوچھنا تھا۔

"ایک آخری بات' رگھبیر کی فراہم کردہ اطلاعات کی روشنی میں۔" کوپر نے کہا۔ اس کے تمام ساتھی اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔ "تمہیں یاد ہوگا کہ ہال کے بعد وہ سرنگ آتی ہے' جس میں روشن شوکیس ہیں۔ انہیں نظرانداز کر دینا' ان میں رکھی ہوئی چیزیں زیادہ قیمتی نہیں ہیں۔ اس سے آگے جاؤ گے تو گول ہال آئے گا۔ وہاں درمیان میں اونچی گھومنے والی الماریاں ہیں' انہیں بھی نظرانداز کر دینا۔ ان میں موجود چرمی دستاویزات اصلی نہیں' نقلی ہیں۔ البتہ آگے رکھے ہوئے دس شوکیسوں میں اصلی دستاویزات ہیں' جو قمران غار سے برآمد کی گئی تھیں۔ شیشے توڑنے کی کوشش نہ کرنا۔ ہمیں ان شیشوں کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں۔ ممکن ہے' ان سے الارم منسلک ہوں۔ اس کے بجائے ڈپلی کیٹ چابیاں استعمال کرنا' جو ہمارے پاس موجود ہیں۔ اس کی وجہ سے چند سیکنڈ کا فرق پڑے گا لیکن یہ طریقہ زیادہ محفوظ ہے۔ ہر ڈسپلے کیس کے نچلے چوبی فریم میں کی ہول ہے۔ چابی ڈال کر گھماؤ اور ڈسپلے کیس کا ڈھکنا اوپر کی طرف اٹھاؤ۔ دستاویزات سمیٹو اور کام ختم۔"

منی بس اب پارکنگ لاٹ میں مڑ رہی تھی۔

کوپر نے کھڑکی سے جھانکتے ہوئے کہا۔ "تو ہم پہنچ گئے۔ یہ وہ دونوں فورڈ کاریں ہیں' جو ہم استعمال کریں گے۔ ہاں کوسکی......... یہاں پارک کردو۔"

بس رک گئی۔ وہ سب چوکنا نگاہوں سے گردوپیش کا جائزہ لے رہے تھے۔ ان کے انداز سے اعصابی کشیدگی نمایاں تھی۔ پارکنگ لاٹ میں تین خالی گاڑیاں موجود تھیں۔

"جہاں تک واپسی کا تعلق ہے' اگر سب کچھ ٹھیک ٹھاک نمٹ گیا تو ہم جیسے اندر داخل ہوئے تھے' ویسے ہی باہر نکلیں گے۔ تم میں سے چار افراد طے شدہ پروگرام کے

مطابق حیفہ میں شپ تک پہنچیں گے۔ دستاویزات کا بیگ میرے پاس ہوگا۔ میں اور رگھبیر یروشلم پہنچ کر فلائٹ پکڑنے سے پہلے اہم ترین کام سرانجام دیں گے۔ اگر گڑبڑ ہوئی اور ہم پر دباؤ پڑا تو ہمیں بھاگنا ہوگا۔ اس صورت میں متبادل منصوبے پر عمل ہوگا اور واپسی کا راستہ بھی مختلف ہوگا۔ تم لوگوں کو جوڑوں کی صورت میں طے شدہ مقام تک پہنچنا ہوگا' جہاں تم لباس تبدیل کر سکو گے۔ پھر ہم یہ ملک چھوڑ دیں گے۔" اب وہ خصوصیت سے رگھبیر اور کوسکی سے مخاطب ہوا "صورت کوئی بھی ہو' تمہیں نارمل ڈرائیونگ کرنا ہوگی۔ سگنل کا خیال رکھنا۔ یہاں سگنل میں کیمرے نصب ہیں' جو خلاف ورزی کرنے والوں کی تصویر کھینچ لیتے ہیں۔ اب ہماری ملاقات پیرس میں ہوگی' بس اب چل دو' ہمیں جلدی سے کام نمٹانا ہے۔"

بس کا دروازہ کھلا۔ سب سے پہلے کوسکی اور پھر رگھبیر نیچے اترے۔ دونوں فورڈ کاروں کی طرف بڑھ گئے۔ کوپر انہیں دیکھتا رہا پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو اترنے کا اشارہ کیا۔ سب سے آخر میں وہ اترا۔ وہ دو گروپس میں بٹ گئے اور ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے ٹکٹ آفس کی طرف بڑھ گئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے قطار بنائی' ٹکٹ لے کر وہ شیشے کے بوتھ کی طرف بڑھ گئے' جس پر برائے داخلہ' لکھا تھا۔ اب کوپر سب سے آگے تھا۔

بوتھ میں ایک باوردی شخص موجود تھا' جس کی جیکٹ پر میوزیم کا بیج لگا ہوا تھا۔ وہ بے حد بور دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے قریب ہی ایک یہودی لڑکی بیٹھی سیب کھا رہی تھی۔ میوزیم کے ملازم نے ان لوگوں پر پھسلتی ہوئی نظر ڈالی لیکن انہیں کوئی اہمیت نہ دی۔ وہ لڑکی سے باتوں میں مصروف ہوگیا۔

باہر نکل کر وہ پھر یکجا ہوگئے۔ کنکریٹ کا راستہ ان کے سامنے تھا' جس پر سیاہ کنکر بچھے ہوئے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ بڑھتے رہے پھر وہ دائیں جانب مڑ گئے۔ یہاں بک شاپ تھی' جس کے سائن بورڈ پر مقدس کتب تحریر تھا۔ اس طرف میوزیم سے باہر نکلنے والا دروازہ بھی تھا۔ وہاں سے بھی ایک راستہ میوزیم کو جاتا تھا۔

وہاں پہنچ کر وہ لمحہ بھر کو رکے اور پھر ایک اور راستے پر چل دیے۔ ان کی رفتار بڑھ گئی تھی۔ وہ تین قدمچے چڑھے اور بدستور آگے بڑھتے رہے۔ اب ان کی ایک جانب

میوزیم کی عمارت کی سفید دیوار تھی اور دوسری طرف ایک سیاہ چٹانی دیوار۔ موڑ مڑتے ہی انہیں ڈھلوانی راستہ نظر آیا۔ وہاں دور دور تک کوئی متنفس موجود نہیں تھا۔

کوپر نے گھڑی پر نگاہ ڈالی اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ ”وقت شروع ہو رہا ہے۔“ اس نے آہستہ سے کہا اور ڈھلوانی راستے پر چلنے لگا۔ یہ سنتے ہی اس کے تمام ساتھیوں نے اسکائی ماسک نکالے اور اپنے چہروں پر چڑھالیے۔ کوپر نے بھی اسکائی ماسک چڑھالیا۔ کرتارے نے اپنے شاپنگ بیگ میں سے سب مشین گن نکال لی۔

کوپر سب سے آگے تھا۔ اسے جو کچھ نظر آیا' وہ اس کی توقع کے عین مطابق تھا۔ آہنی دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اندر میوزیم کے دو ملازمین نظر آرہے تھے۔ ایک ٹکٹ وصول کرنے والا اور دوسرا محافظ۔ محافظ ڈھلتی عمر کا آدمی تھا۔ اس کے کندھے پر ہولسٹر جھول رہا تھا۔ ان دونوں کے پیچھے ایک سووینئر اسٹینڈ تھا' جہاں کتابچے رکھے تھے' وہاں ایک کلرک بیٹھا کوئی ناول پڑھ رہا تھا۔

کوپر اچانک ہی ان کے سامنے آیا تھا۔ چہرے پر موجود نقاب اور ہاتھ میں ہینڈ گن نے اسے خوفناک بنا دیا تھا۔ وہ تینوں بری طرح چونکے۔ ان کے سنبھلنے سے پہلے ہی پورا گروہ اندر پہنچ چکا تھا۔ وہ تینوں ساکت و صامت کھڑے انہیں گھورتے رہے۔ شیلڈ آگے بڑھا' اسی وقت کوپر نے اسے یاد دلایا۔ ”وہ الارم' جو کل تم نے دریافت کیا تھا' امکان ہے کہ آف ہوگا' پھر بھی احتیاطاً دیکھ لو۔“

ٹکٹ وصول کرنے والے اور دوسرے کلرک نے ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ البتہ محافظ نے مدافعت کی کوشش کی۔ کوپر تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے ہینڈ گن کو ڈنڈے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے اس کے سر کو نشانہ بنایا۔ بڈھا محافظ لڑکھڑایا۔ کوپر نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے رائفل چھین لی۔ کرتارے نے شاپنگ بیگ سے رسی نکالی اور باقی دونوں افراد کے ہاتھ پیر باندھ دیے' پھر انہیں فرش پر گرا کر اس نے اپنی جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اور رومال نکال کر ان دونوں کے منہ میں ٹھونس دیے۔ اتنی دیر میں کوپر بے ہوش محافظ کو باندھ کر اس کے منہ میں رومال ٹھونس چکا تھا۔ اس نے کرتارے کو وہیں موجود رہنے کا اشارہ کیا' پھر اس نے ایک شاپنگ بیگ اور لے کی طرف بڑھایا اور باقی تھیلے لافیر' ڈی سلوا اور شیلڈ کو تھمادیے۔ وہ دوڑتے ہوئے سرنگ میں داخل

ہوئے۔ اور لے سب سے آگے اور کوپر سب سے پیچھے تھا۔ وہ گول ہال تک پہنچے تھے کہ نہ جانے کہاں سے ایک پہرے دار نمودار ہوگیا۔ کوپر نے ہینڈ گن والا ہاتھ بلند کیا لیکن پہرے دار نہ صرف غیر مسلح تھا بلکہ اس نے ہاتھ اوپر اٹھا رکھے تھے۔ کوپر نے اس کے ہاتھ پیر باندھے' اور منہ میں کپڑا ٹھونس کر اسے ایک طرف ڈال دیا پھر اس نے نمائشی کمرے میں گھس کر اس کا جائزہ لیا۔ کمرا بظاہر خالی معلوم ہو رہا تھا لیکن وہ جوڑا اس کی تیز نگاہوں سے چھپا نہ رہ سکا' جو گھومنے والے شوکیس کے پیچھے چھپا ہوا تھا' وہ غالباً میاں بیوی تھے۔ دونوں کی عمریں ساٹھ سے متجاوز تھیں۔ ان کی نگاہوں سے خوف جھانک رہا تھا۔ اس نے انہیں بھی باندھ دیا۔

اس دوران میں اس کے ساتھیوں نے وقت ضائع نہیں کیا تھا۔ وہ اپنے کام میں مصروف ہوگئے تھے۔ ان پانچوں نے ڈپلی کیٹ چابیاں استعمال کیں۔ اگلے ہی لمحے پانچ ڈسپلے کیسوں کے ڈھکنے اٹھ چکے تھے۔ انہوں نے بوسیدہ چمڑے پر لکھے ہوئے وہ قدیم فرمان نکالے اور انہیں ایک شاپنگ بیگ میں ڈال لیا۔ اس کے بعد وہ باقی پانچ ڈسپلے کیسوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کے ساتھ بھی یہی عمل دہرایا گیا۔ وہ مطمئن تھے' ان کا کام مکمل ہوچکا تھا' اب انہیں وہاں سے نکلنا تھا۔

☆------------☆------------☆

اسرائیلی وزیراعظم سولومن اور مصری سفیر ناصرالبدر' لیموزین سے اتر کر اسرائیلی میوزیم کے داخلی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ انہوں نے عام لوگوں کے لیے استعمال ہونے والے داخلی دروازے کو نظرانداز کردیا تھا۔ اب وہ کنکریٹ کے راستے پر بڑھ رہے تھے۔ سولومن کی عمر 72 سال تھی لیکن اس وقت اسے اس کنکریلے راستے پر تیز تیز چلتے دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کوئی بوڑھا آدمی ہے۔ مصری سفیر کو اس کا ساتھ دینے میں خاصی دشواری ہو رہی تھی۔ ان کے ساتھ تین باڈی گارڈز تھے۔ دو اسرائیلی تھے اور تیسرا سفیر کا مصری باڈی گارڈ تھا۔

وزیراعظم سولومن وقت کی پابندی کرنے کا عادی تھا اور اسے اس بات پر ہمیشہ فخر رہا تھا لیکن اس وقت اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ لیٹ ہوگیا ہے۔ یہ احساس اس کے لیے ناخوشگوار تھا لیکن سفیر سے اس کی ملاقات اس کی توقع سے زیادہ طویل ہوگئی تھی۔ اسے

احساس تھا کہ اس کے ساتھ قاہرہ جانے والے وفد کے اراکین اس وقت سرکاری طیارے میں بیٹھ چکے ہوں گے۔

لیکن یہ تاخیر ناگزیر تھی۔ اس نے سفیر سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے قدیم چرمی دستاویزات کی ایک جھلک ضرور دکھائے گا۔ سولومن کے لیے یہ بات اہم تھی' باعث فخر تھی۔ وہ عجائب گھر درحقیقت اس کے باپ کی محنت شاقہ کے نتیجے میں آراستہ ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سولومن ہر معزز مہمان کو عجائب گھر لا کر فخر محسوس کرتا تھا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ یہ چرمی دستاویزات کیسے حاصل کی گئی تھیں؟" اس نے سفیر سے پوچھا۔

"ہاں' میں لوگوں سے سن چکا ہوں۔" سفیر نے جواب دیا۔

سولومن اسے اپنے باپ کے کارنامے کے بارے میں تفصیل سنانے لگا۔ وہ چرمی دستاویزات دو ہزار سال پرانی تھیں۔ "اب ہم شارٹ کٹ لگائیں گے۔" اس نے اپنے باڈی گارڈز کو مخاطب کیا۔ "اس طرح چند منٹ کی بچت ہو جائے گی۔"

کوپر سرنگ کی داخلی محراب کی طرف لپکا اور اس نے زوردار آواز میں تین بار سیٹی بجائی۔ جواباً اسے کرتارے کی طرف سے تین سیٹیاں سنائی دیں اور وہ مطمئن ہو گیا۔ وہ سگنل تھا اس بات کا کہ اب واپسی کا مرحلہ درپیش ہے۔ وہ چند لمحے انتظار کرتا رہا۔ بالآخر اسے کرتارا نظر آیا۔ اس کے ہاتھ میں اب بھی سب مشین گن تھی۔ کرتارے کے آنے کے بعد کوپر پلٹا اور بندھے ہوئے لوگوں کو سنانے کی غرض سے اپنے ساتھیوں سے چیخ کر کہا۔ "کارلوس کہہ رہا ہے کہ اب یہاں سے نکل لو۔" وہ سب اپنے تھیلے اٹھائے نمائش گاہ سے نکلے اور عقبی کوریڈور کی طرف جھپٹے۔ اچانک ڈور وے جیسے اجنبی لوگوں سے بھر گیا۔ یہ بات ان کے لیے قطعاً غیر متوقع تھی۔ ایک......... دو......... تین......... چار......... وہ پانچ افراد تھے۔ ان میں سے دو سوٹ پہنے ہوئے تھے' جبکہ تین وردی میں تھے اور وہ مسلح بھی تھے۔ ان کے چہروں پر زلزلے کا سا تاثر تھا۔ اس تاثر کو دیکھ کر کوپر کو خیال آیا کہ وہ اور اس کے ساتھی اب بھی اپنے چہروں پر اسکائی ماسک چڑھائے ہوئے ہیں۔ انہیں یقینی طور پر دہشت گرد سمجھا جائے گا۔

پھر ایک باوردی جوان نے اپنی گن بلند کی اور فائر کھول دیا۔

کوپر کے ساتھیوں میں شیلڈ سب سے آگے تھا۔ اس کے سینے میں متعدد گولیاں پیوست ہوئیں اور وہ لڑکھڑا کر ڈھیر ہو گیا لیکن اس فائرنگ نے وہ طلسم توڑ دیا جس میں کوپر اور اس کے ساتھی گرفتار تھے۔ کرتارا تیزی سے حرکت میں آیا۔ اس کی سب مشین گن نے موت اگلی۔ اس کی سب مشین گن نے آنے والوں کی طرف رخ کرتے ہوئے افقی حرکت کی اور پانچویں آدمی کی حد سے گزر کر معکوس سفر کیا۔ وہ دو راؤنڈ بہت کافی تھے۔ آنے والے پانچوں افراد اب میوزیم کے فرش پر مڑے تڑے پڑے تھے۔ لکڑی کے بے جان گڈوں کی طرح۔ ان کے جسم خون اگل رہے تھے۔

اس قتل عام میں محض چند سیکنڈ لگے تھے۔ کوپر دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ فائرنگ کی آواز باہر نہ سنی گئی ہو۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو تیزی سے نکلنے کا اشارہ کیا۔ وہ فرش پر بکھرے ہوئے جسموں کو پھلانگتے ہوئے آگے بڑھے۔ انہوں نے اپنے نقاب نوچ کر جیب میں رکھے اور ہلکا اسلحہ بھی جیبوں میں ٹھونس لیا' سب مشین گن شاپنگ بیگ میں ڈال دی گئی' پھر وہ باہر نکل آئے۔

اب وہ باہر جانے والے گیٹ کی طرف دوڑ رہے تھے۔ کوپر آگے آگے تھا۔ انہوں نے گیٹ کھولا اور شیشے کے بوتھ میں داخل ہو گئے۔ میوزیم کا ملازم اب بھی وہاں موجود تھا لیکن اس نے انہیں نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ باہر لیموزین کے پاس وزیراعظم کا ڈرائیور کھڑا تھا۔ اس نے بھی ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ انہوں نے سکون کا سانس لیا۔ اس کا مطلب تھا کہ فائرنگ کی آواز باہر نہیں سنی گئی تھی۔

انہوں نے پُرسکون انداز میں پارکنگ لاٹ عبور کیا اور فورڈ گاڑیوں کی طرف بڑھ گئے۔ کوسکی اور رگھبیر ڈرائیونگ سیٹ پر تیار بیٹھے تھے۔ وہ طے شدہ پروگرام کے

مطابق دو گروہوں میں بٹ گئے اور اپنی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔

"ہمیں فائرنگ کرنا پڑی۔" کوپر نے رگھبیر کو بتایا۔ "چنانچہ اب ہمیں تمہارا منصوبے پر عمل کرنا ہے۔ بس' اب چل دو۔"

رگھبیر نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

"ان مسلح محافظوں کے ساتھ وہ دو افراد کون تھے؟" کوپر عقبی نشست پر بیٹھے ہوئے اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹا۔

"ان میں سے ایک تو اسرائیلی وزیراعظم معلوم ہو رہا تھا۔" لافیر نے اظہار خیال کیا۔

"لعنت ہو۔" کوپر کراہا۔ "اس پر شیلڈ کا نقصان الگ' خیر......... رگھبیر' ذرا تیز چلاؤ گاڑی لیکن مقررہ رفتار سے تیز نہیں چلانا۔"

وہ پارکنگ لاٹ سے نکل آئے۔ میوزیم کی خونیں عمارت آہستہ آہستہ دور ہوتی گئی۔ کام مکمل ہو چکا تھا۔



قاہرہ ایئرپورٹ پر رات اتر آئی تھی۔ تنویر شدت سے بور ہو رہا تھا۔ اب تک متعدد طیارے لینڈ کر چکے تھے لیکن وہ تمام کے تمام مصری تھے۔ اسرائیلی طیارے کا اب تک کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ مصری صدر اپنی کابینہ کے کئی ارکان کے ساتھ اسرائیلی وزیراعظم کی آمد کا منتظر تھا۔ وہ بھی یقیناً بور ہو رہا ہو گا پھر تنویر نے صدر اور اس کے ساتھیوں کو اندر وی آئی پی روم کی طرف جاتے دیکھا۔

اسرائیلی وزیراعظم کی آمد میں اتنی تاخیر ناقابل فہم تھی۔ ویسے یہ بات تو شروع ہی میں بتا دی گئی تھی کہ وزیراعظم تل ابیب سے قدرے تاخیر سے روانہ ہوں گے پھر بتایا گیا کہ وہ ایک گھنٹے بعد قاہرہ پہنچ جائیں گے لیکن وہ ایک گھنٹا بھی گزر گیا پھر مزید ایک گھنٹا گزر گیا۔ لیکن اسرائیلی جمبوجیٹ نمودار نہیں ہوا۔ یہ تاخیر غیر معمولی تھی اور پھر اس سلسلے میں مزید کوئی وضاحت بھی نہیں کی گئی تھی۔

تنویر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ ایئرپورٹ سے نکلے یا نہ نکلے۔ قاہرہ کے ہلٹن ہوٹل میں اس کے لئے کمرا ریزرو تھا۔ اب تھکن کے مارے اس کا برا حال ہو رہا

تھا۔ وہ اسی الجھن میں تھا کہ کسی نے اسے پکارا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ برائن تھا' ٹائمز لندن کا رپورٹر۔ وہ دونوں پرانے شناسا تھے۔ اس نے بڑی گرم جوشی سے تنویر سے ہاتھ ملایا اور بولا۔ "مبارک ہو صدیقی' تمہارے اخبار نے ایک بار پھر تہلکہ مچا دیا۔"

"مبارک باد......... تہلکہ......... کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"ابھی چند لمحے پہلے مجھے وائرلیس پر اطلاع ملی ہے۔" برائن نے کہا۔ پھر وہ تنویر کو گھورنے لگا۔ "کیا مطلب؟ تمہیں کچھ پتا ہی نہیں!" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیا باتیں کر رہے ہو؟"

"تو تمہیں پتا نہیں' میں بتاتا ہوں۔" برائن نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔ "کارلوس گروپ کے دہشت گرد یروشلم میں بحر مردار کی چرمی دستاویزات والے میوزیم میں گھس گئے۔ انہوں نے تمام چرمی دستاویزات چرا لیں۔ یہ اس صدی کی سب سے جرات مندانہ چوری کی واردات ہے۔"

"کارلوس......... مجھے یقین نہیں آتا۔" تنویر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یقین کرنا پڑے گا۔" برائن نے ہنستے ہوئے کہا۔ "نیویارک کے سماچار کے صفحہ اول پر صرف یہی خبر چھپی ہے۔ سماچار کے سوا کسی اخبار کو کچھ پتا نہیں۔"

"ٹھیک ہے' تب تو اسرائیلی وزیراعظم کا نہ آنا سمجھ میں آتا ہے۔ اس نے یہ خبر سن کر اپنا دورہ ملتوی کر دیا ہو گا۔" تنویر نے کہا۔

"یہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں۔ مصری حکام کا کہنا ہے کہ وزیراعظم ایک گھنٹے تک یہاں پہنچ جائیں گے۔"

"ممکن ہے' یہ خبر وزیراعظم کو طیارے پر موصول ہوئی ہو اور وہ واپس ہو گیا ہو۔" تنویر نے اظہار خیال کیا۔

"معلوم نہیں۔"

"یقین سے تو میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔" تنویر نے کہا۔ "البتہ میں معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس کے بعد میں ہوٹل جاؤں گا۔ بہت تھک گیا ہوں۔ نیوز بتانے کا شکریہ۔"

باہر نکلتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ یہ دن ہی کچھ عجیب ہے۔ قدیم چرمی

دستاویزات چرالی گئیں اور اب اسرائیلی وزیراعظم غائب ہے۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ نہ جانے کیوں، اسے یقین تھا کہ وجے کو سب کچھ معلوم ہو گا۔

O-----O-----O

ہلٹن ہوٹل کی لابی میں اس نے انگریزی زبان کے اخبارات خریدے لیکن ان میں مقدس دستاویزات کی چوری کا کہیں تذکرہ نہیں تھا۔ وہ فکرمند تھا۔ وزیراعظم اسرائیل کی شخصیت معما بن کر رہ گئی تھی۔ وہ بن گوریان ائرپورٹ سے روانہ ہو چکا تھا مگر اب تک قاہرہ ائرپورٹ نہیں پہنچا تھا۔ وہ سوچتا رہا۔

وہ نہا کر باہر نکلا تو فیصلہ کر چکا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ ایک معمولی سا واقعہ بڑی خبر بن سکتا ہے۔ چنانچہ اسے وزیراعظم کی پراسرار گمشدگی کے متعلق وجے کو مطلع کرنا تھا۔ وہ فون اٹھانے ہی والا تھا کہ گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ اسے یقین تھا کہ یہ اس کی کال نہیں ہو گی، غلط نمبر مل گیا ہو گا لیکن ریسیور اٹھاتے ہی وہ حیران رہ گیا۔ پیرس سے پدمنی بول رہی تھی۔ "ہیلو جون۔"

"ہاں بول رہا ہوں۔ تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں یہاں ہوں؟"

"میرا اندازہ تھا کہ تم اتنی دیر ائرپورٹ پر نہیں ٹھہرے ہو گے۔"

"یعنی تمہیں معلوم ہے کہ اسرائیلی وزیراعظم ابھی تک قاہرہ نہیں پہنچا ہے، میں ابھی وجے کو اس سلسلے میں رپورٹ دینے والا تھا۔"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ تنویر کو ایسا لگا جیسے رابطہ منقطع ہو گیا ہے پھر پدمنی کی آواز سنائی دی۔ "تمہیں نہیں معلوم؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیا نہیں معلوم؟"

"کارلوس کے دہشت گردوں نے چرمی دستاویزات کی چوری کے دوران میں اسرائیلی وزیراعظم کو شوٹ کر دیا۔ اسرائیلی حکومت نے یہ خبر چھپا لی تھی۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟" تنویر نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔ یہ اس کے لئے چند گھنٹوں میں دوسرا دھماکا تھا۔

"میں نے یہ خبر خود اپنے کانوں سے سنی ہے۔ فرانسیسی ٹیلی وژن نے اسرائیلی حکومت کے حوالے سے یہ خبر نشر کی ہے۔"

"وزیراعظم کی حالت کیسی ہے؟" تنویر نے سنبھل کر پوچھا۔

"کچھ پتا نہیں، وہ یروشلم کے کسی ہسپتال میں ہے۔ تفصیلات نہیں بتائی گئیں۔"

"میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔" تنویر نے بے بسی سے کہا۔ "آخر میں یہاں کیوں جھک مار رہا ہوں؟"

"پرماتما جانے......... یا دوسرے لفظوں میں وجے جانے۔ پتا ہے، یہ خبر بھی صرف اور صرف سماچار کو نصیب ہوئی ہے۔ اب سماچار نیویارک کا نمبرایک اخبار ہے۔"

"اوہ وجے......... بہتر ہے میں رابطہ منقطع کر دوں۔ میرا خیال ہے وجے صاحب مجھے فون کریں گے۔ اچھا پدما خدا حافظ۔" تنویر نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

O-----O-----O

"کیا؟ کیا کیا انہوں نے؟" وجے عملاً کرسی سے اچھل پڑا۔ اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

شنکر نروس دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے لرزیدہ آواز میں کہا۔ "یہ درست ہے جناب۔ انہوں نے اسرائیلی وزیراعظم کو شوٹ کر دیا۔"

"اسرائیلی وزیراعظم کو شوٹ کر دیا! کیا وہ زخمی ہے یا.........؟"

"سرکاری اعلان میں کہا گیا ہے کہ وہ یروشلم کے ایک ہسپتال میں ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ زندہ ہے۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے وزیراعظم کی حالت نازک ہے۔"

"یہ اطلاع تمہیں رگھبیر نے دی ہے؟"

"جی ہاں! اس سے پوری واردات کی رپورٹ ملی ہے۔ وہ فائرنگ کے متعلق بتانا نہیں چاہ رہا تھا۔ کچھ اس وجہ سے کہ اس سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے کہ گینگ میں ہمارا کوئی آدمی شامل نہیں ہے۔ کچھ اس لئے کہ اسے معلوم نہیں تھا کہ فائرنگ کی زد میں کون لوگ آئے ہیں لیکن سرکاری طور پر اعلان ہوتے ہی اس نے فون کر کے کچھ تفصیلات فراہم کیں۔"

"کیسی جزئیات؟ یہ سب کچھ کیسے ہوا؟" وجے نے تند لہجے میں پوچھا۔

"وہ لوگ چرمی دستاویزات چرا کر نکلنے ہی والے تھے کہ اس دوران میں

اسرائیلی وزیراعظم اپنے کسی مہمان کے ساتھ میوزیم میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ بہ مسلح محافظ بھی تھے۔ ہمارے آدمیوں کے چہروں پر نقاب تھے۔ محافظ فوراً سمجھ گئے کہ ... ہے۔ انہوں نے فائرنگ شروع کر دی۔ کوپر کا ایک ساتھی موقع پر ہی ہلاک ہو گیا۔ اس کا نام شیلڈ تھا۔"

وجے بری طرح گھبرایا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "پھر کیا ہوا؟"

"دہشت گردوں نے جوابی کارروائی.........."

"مجھے ان کے لیے لفظ دہشت گرد سننا اچھا نہیں لگتا۔" وجے نے اس کی بات کاٹ دی۔ "خیر.......... بتاؤ' پھر کیا ہوا؟"

"کوپر کے ایک آدمی نے سب مشین گن سے فائر کھول دیا۔ اس نے ان پانچوں کو بھون ڈالا۔ کوپر اور اس کے ساتھی وہاں سے نکلے تو وہ پانچوں بکھرے پڑے تھے۔ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں سے کتنے مر چکے تھے۔ یہ سب کچھ آناً فاناً ہو گیا تھا۔"

"کوپر اور اس کے ساتھی بچ نکلے؟" وجے نے پر تشویش لہجے میں پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"بھگوان کا شکر ہے۔" وجے نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "لیکن وہ شیلڈ کی لاش چھوڑ آئے ہوں گے؟"

"ظاہر ہے اسے ساتھ لانا ناممکن تھا۔"

"شیلڈ کے پاس کوئی ایسی چیز تو نہیں تھی جس سے اس کی شناخت ممکن ہو؟"

"نہیں۔ وہ لوگ اپنے پاس ایسی کوئی چیز کبھی نہیں رکھتے۔"

وجے نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں سر جھٹکا۔ وہ بہت ناخوش دکھائی دے رہا تھا۔ "میں چاہتا تھا کہ خوں ریزی نہ ہو۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"جلد یا بہ دیر' یہ تو ہونا ہی تھا۔" شنکر نے حقیقت پسندی کا ثبوت دیا۔ "ہمارے آدمیوں کے پاس اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ انہیں اپنے دفاع میں گولی چلانا پڑی' ورنہ سب مارے جاتے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اچھا اس واردات کا الزام کس کے سر جائے گا؟"

"اسرائیلی حکومت نے کھل کر کارلوس کو مورد الزام ٹھہرایا ہے۔" شنکر نے

جواب دیا۔

"افسوس.......... فائرنگ کی خبر بھی صرف ہمیں ملتی تو مزہ آ جاتا۔" وجے نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "فائرنگ کی تفصیلات ہمارے سوا کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی تھیں۔"

"یہ درست ہے چیف۔"

"بہرحال' یہ خبر کب شائع ہو رہی ہے؟"

"ابھی تو خبر لکھی بھی نہیں گئی ہے۔ ابھی چند منٹ پہلے تو رگھبیر کا فون آیا تھا۔"

"جلدی کرو شنکر۔" وجے نے بے تابانہ کہا۔ "یہ خبر سب سے پہلے سماچار میں چھپنی چاہیے۔ اندر تفصیلات ہوں۔ یہ تو اس سال کی سب سے بڑی خبر ہے۔ بس تیزی سے حرکت میں آ جاؤ۔"

"فکر نہ کرو چیف' ہم بہت تیزی سے کام کریں گے۔" شنکر نے کہا۔ پھر کسی خیال نے اسے چونکا دیا۔ "اس خبر پر بھی مارک شا کا نام دیا جائے؟"

"بالکل.......... ہم مارک شا کو اسٹار رپورٹر بنا کر دم لیں گے۔" وجے نے خوش ہو کر کہا۔

شنکر اٹھ کھڑا ہوا۔ دروازے پر پہنچ کر وہ پلٹا۔ "ایک بات اور ہے چیف۔" اس نے کہا۔ "بہتر ہے کہ تنویر کو قاہرہ سے پیرس واپس بلوا لیں۔"

"ہاں' یہ ضروری ہے۔ اسے پدمنی کے ساتھ ہی رکھا جائے۔ میرے ذہن میں ایک اور اسکیم ہے۔" وجے نے کہا۔

شنکر ہچکچایا۔ "میرا خیال ہے چیف کہ ہمیں اپنی رفتار مناسب رکھنی چاہیے۔ اہم کاموں کے درمیان وقفہ بھی ضروری ہے۔"

"یہ تم محتاط کب سے ہو گئے شنکر؟"

"یہ بات نہیں چیف لیکن..........!"

"منصوبہ بندی کا کام مجھ پر چھوڑ دو۔" وجے نے کہا۔ "جب پرماتما کارخانہ چلا رہا ہو تو آرام کے وقفے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔"



چارلس ڈیگال ائرپورٹ پر تنویر نے کنویئر بیلٹ سے اپنا سوٹ کیس اٹھایا۔ اسی

وقت اس کی نظر پدمنی پر پڑی جو ہاتھ لہرا کر اسے اشارہ کر رہی تھی۔ وہ سوٹ کیس اٹھا کر اس کی طرف بڑھ گیا۔ وہ بے حد سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔ تنویر نے اسے بڑے غور سے دیکھا۔ "خیریت تو ہے؟" اس نے پوچھا۔

"اسرائیل کا وزیراعظم ہسپتال میں چل بسا۔"

تنویر کا سر گھوم گیا۔ واقعات اتنی تیز رفتاری سے پیش آ رہے تھے کہ اس کا سر چکرا گیا۔ "مر گیا وہ!" اس نے حیرت سے کہا۔

"ہاں، آپریشن کے فوراً بعد وہ ختم ہو گیا۔"

"تمہیں کیسے پتا چلا؟"

"فرانسیسی ٹیلی وژن سے بلیٹن نشر کیا گیا ہے۔ سولومن کو آپریشن کے بعد ہوش آ گیا تھا۔ اسے بتایا گیا کہ چرمی دستاویزات چرا لی گئی ہیں اور ان کے بدلے فلسطینی تنظیم کے پانچ افراد کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا ہے جو دہشت گردی کے الزام میں سزائے قید کاٹ رہے ہیں۔ اس نے سرگوشی میں کہا۔ یہ مطالبہ ہرگز نہ ماننا۔ وہ دستاویزات انمول ہیں لیکن انسانی جانیں ان کے مقابلے میں زیادہ قیمتی ہیں۔ ہمیں دہشت گردوں کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکنے چاہئیں! اس کے کچھ دیر بعد وہ مر گیا۔"

"سو یہ ہے مکمل کہانی۔"

"نہیں۔ میوزیم میں جو کچھ ہوا، فرانسیسی ٹیلی وژن نے اس کی کچھ تفصیل دی ہے۔ وہ تفصیل نیویارک کے ایک اخبار کے توسط سے دی گئی۔" پدمنی نے بتایا۔

"اور وہ اخبار سماچار ہو گا۔"

"بالکل۔"

"اور خبر مارک شا کی فراہم کردہ ہو گی؟"

"یہ بھی درست ہے۔"

"سمجھا۔" تنویر نے سر کھجاتے ہوئے کہا لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ کچھ بھی نہیں سمجھا تھا۔

"ہے نا بڑی عجیب سی بات۔" پدمنی نے کہا اور تنویر کا ہاتھ تھام کر اسے ٹیکسی کی طرف لے چلی۔

ٹیکسی میں پلازا ہوٹل کی طرف جاتے ہوئے پدمنی نے کہا۔ "وجے صاحب کی شہرت ہو گئی ہے۔ وہ تو ایک دیومالائی کردار کی سی حیثیت اختیار کر رہے ہیں۔"

"میرے خیال میں وہ اس کے حقدار بھی ہیں۔" تنویر نے جواب دیا۔

"اور مارک شا بھی مشہور ہو رہا ہے۔"

تنویر نے اس کے لہجے کی تلخی محسوس کی اور چونک کر اسے دیکھا لیکن خاموش رہا۔

"تنویر، میں تم سے اس سلسلے میں بات کرنا چاہتی ہوں، کر سکتی ہوں نا؟"

تنویر پوچھنا چاہتا تھا کہ اس سلسلے میں بات کرنے کو ہے ہی کیا لیکن وہ اب بھی خاموش رہا۔ مسلسل انتظار اور خبری دھماکوں نے اسے تھکا کر رکھ دیا تھا۔ "ٹھیک ہے ہم بات کریں گے لیکن پہلے میں قاہرہ کی گرد جھاڑ لوں۔" اس نے کہا۔

ٹیکسی ہوٹل کے صدر دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ وہ دونوں نیچے اتر گئے۔

"تنویر میں سنجیدہ ہوں۔" پدمنی نے کہا۔ اب وہ لابی سے گزر رہے تھے۔

"میں بھی سنجیدہ ہی ہوں پدما ڈیئر۔"

"اچھا سنو! میں سماچار کے ذیلی آفس جا رہی ہوں، ایک کام سے۔" پدمنی نے [illegible] کر کہا۔ "وہی پرانا سوئٹ ہے اپنا۔ تم نہا دھو کر کپڑے بدلو اور چیمپ ایلیسی کے کسی کیفے میں مجھ سے ملو۔"

"کون سے کیفے میں؟"

پدمنی چند لمحے سوچتی رہی۔ "کیفے میسن میں ایک گھنٹے بعد۔"

"میں پہنچ جاؤں گا۔"

"اور سنجیدگی سے بات کرو گے.......... سنجیدگی سے سنو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ سب کچھ سنجیدگی سے کروں گا۔" تنویر نے ہنستے ہوئے



پدمنی کیفے میں ایک سرخ چھتری کے نیچے بیٹھی کوکاکولا کی چسکیاں لے رہی

تھی۔ سامنے چیمپ ایلسی پر راہ گیروں کا ہجوم تھا۔ وہ تنویر کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ وہ مسلمان تھا اور شراب پیتا تھا جب کہ وہ خود شراب سے گریز کرتی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ تنویر کی مے نوشی کی یقیناً کوئی وجہ ہو گی پھر اس نے ان خیالات کو ذہن سے جھٹکا اور اپنی توجہ اس موضوع پر مرکوز کرنے کی کوشش کی جس پر وہ تنویر سے گفتگو کرنا چاہتی تھی۔ وہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس نے چونک کر گھڑی دیکھی۔ مقررہ وقت سے دس منٹ اوپر ہو چکے تھے اور تنویر ابھی تک نہیں آیا تھا۔ حالانکہ وہ پابندی وقت کا قائل تھا۔ وہ چیمپ ایلسی کی طرف متوجہ ہو گئی جہاں ہجوم اور بڑھ گیا تھا۔ اس کی نظریں لوگوں کے ہجوم میں تنویر کو تلاش کر رہی تھیں۔

وہ تنویر سے گفتگو کرنے اور اس کی رائے جاننے کے لئے بے چین ہو رہی تھی۔ اسے اندازہ تھا کہ وہ اس کا مضحکہ اڑائے گا۔ اس کے باوجود وہ اس سے بات کرنا چاہتی تھی۔ وہ اضطراب آمیز خاموشی کے ساتھ سڑک پر دیکھتی رہی پھر اچانک تنویر اسے نظر آیا۔ وہ کوئی آدھا بلاک کے فاصلے پر تھا لیکن اس کا لمبا قد اس کی شناخت بن گیا تھا۔ وہ بے ساختہ مسکرا دی۔ فرانسیسیوں کے ہجوم میں وہ کس قدر نمایاں اور مختلف دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے دل میں ایک بے نام خواہش مچلی لیکن اس نے اسے دبا دیا۔ ابھی اسے کام کی گفتگو کرنی تھی۔

ایک لمحے کو اس کی نگاہ بھٹکی اور تنویر اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا لیکن پھر وہ دوبارہ نظر آیا۔ پدمنی کی نگاہوں سے الجھن جھانکنے لگی۔ اب وہ چل نہیں رہا تھا......... بلکہ رک گیا تھا......... یا روک دیا گیا تھا۔ سیاہ سوٹ میں ملبوس ایک گٹھے ہوئے بدن کا شخص اس کا راستہ روکے کھڑا تھا۔ ایک پستہ قامت شخص جو سیاہ جیکٹ پہنے ہوئے تھا اور نقوش سے لبنانی معلوم ہوتا تھا' تنویر کے پہلو میں کھڑا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ تنویر کی پشت کی طرف ہو گیا اور اسے دھکیلنے لگا۔

پدمنی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

وہ دونوں تنویر کو دھکیلتے ہوئے سڑک کی طرف لے گئے۔ جو کچھ نظر آ رہا تھا وہ پوری طرح واضح نہیں تھا لیکن یہ بات طے تھی کہ تنویر کے ساتھ زبردستی کی جا رہی ہے۔ وہ اسے سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی سیڈان کار کی طرف لے جا رہے تھے۔

پدمنی نے جلدی سے پرس کھولا اور کچھ فرانک نکال کر میز پر ڈال دئے' پھر اس نے تنویر کی تلاش میں نظریں دوڑائیں۔ اب وہ تشویش میں مبتلا تھی۔

وہ تینوں سیڈان کے قریب پہنچ چکے تھے۔ تنویر دونوں اجنبیوں کے درمیان گھرا ہوا تھا۔ اب پورا منظر بالکل واضح تھا۔ وہ لوگ تنویر کو زبردستی سیڈان کی عقبی نشست پر بٹھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ پدمنی تیزی سے اٹھی۔ اسے حیرت تھی کہ تنویر مزاحمت نہیں کر رہا تھا۔ فوراً ہی اس کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ مزاحمت کر بھی نہیں سکتا تھا۔ شاید......... بلکہ یقیناً اسے ریوالور کے زور پر اغوا کیا جا رہا تھا۔

وہ تیزی سے اس طرف لپکی۔ راہ گیروں کے ہجوم میں بہ زور راستہ بناتی وہ سیڈان کی طرف دوڑتی رہی۔ وہ سیڈان کے خاصا قریب پہنچ گئی تھی۔ اگلی سیٹ پر ڈرائیور موجود تھا جب کہ عقبی سیٹ پر تنویر ان دونوں اجنبیوں کے درمیان پھنسا بیٹھا تھا۔ پدمنی نے چیخنے کی کوشش کی لیکن اس کے حلق سے آواز نہ نکلی۔ اسی وقت کار نے ٹرن لیا اور راستہ بنانے کی کوشش کی لیکن ٹریفک بہت زیادہ تھا۔ مسلسل ہارن بج رہے تھے۔ پدمنی نے ادھر ادھر نظر دوڑائی لیکن دور دور تک کوئی پولیس مین نظر نہیں آ رہا تھا۔ اسی وقت ایک ٹیکسی اس کے قریب آ کر رکی اور اس میں سے پسنجر اترا۔ پدمنی تیزی سے ٹیکسی کی طرف لپکی اور اس میں بیٹھ گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ "نہیں خاتون اب میں گاڑی بند کر رہا ہوں۔ میں نے کھانا نہیں کھایا ہے۔" اس نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

پدمنی نے اس کا بازو تھام کر اسے جھنجوڑ ڈالا۔ "موسیو پلیز......... یہ ایمرجنسی ہے۔ میں آپ کو پچاس فرانک ٹپ دوں گی۔" اس نے ونڈ شیلڈ کی طرف اشارہ کیا۔ "وہ دیکھ رہے ہیں آپ......... وہ نیلی سیڈان' میرے دوست کو تین آدمیوں نے اغوا کر لیا ہے۔ وہ اس نیلی سیڈان میں ہیں۔"

ڈرائیور نے نیلی سیڈان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "خاتون یہ تو پولیس کا معاملہ ہے۔"

"لیکن فی الوقت یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ وہ اسے کہاں لے جا رہے ہیں۔ میں تمہیں سو فرانک دوں گی۔" پدمنی کا لہجہ بکھرنے لگا۔

ڈرائیور نے ہتھیار ڈال دیے۔ "بہتر مادام.......... آپ کی خاطر میں اس گاڑی کا تعاقب کروں گا۔"

"شکریہ.......... بہت بہت شکریہ لیکن ان لوگوں کو اندازہ نہ ہونے دینا کہ ان کا تعاقب ہو رہا ہے۔"

ڈرائیور نے تیزی سے گاڑی آگے بڑھائی۔ چند ہی منٹ کے بعد وہ سیڈان کے قریب پہنچ گیا۔ اب ٹیکسی اور سیڈان کے درمیان صرف ایک کار حائل تھی۔ پھر ٹیکسی ڈرائیور نے وہ رکاوٹ بھی دور کر دی۔ ٹریفک چھٹ رہا تھا اور گاڑیوں کی رفتار بڑھ گئی تھی۔ پدمنی کے اعصاب کشیدہ ہو رہے تھے۔ وہ فکرمند تھی۔ تنویر کو کیوں اغوا کیا گیا۔ اغوا کرنے والے اس سے کیا چاہتے تھے۔ اس کے ذہن میں مسلسل یہی سوالات گردش کر رہے تھے۔ "انہیں پتا نہ چلے کہ ہم ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔" اس نے ڈرائیور کو پھر یاد دلایا۔

"آپ فکر نہ کریں مادام' میں ان معاملات میں بہت تیز ہوں۔ میرا ایک بھائی پولیس میں ہے۔"

پدمنی سوچنے لگی کہ اسے پولیس سے مدد طلب کرنا ہو گی.......... لیکن کب؟ اس سوال کا جواب واضح تھا۔ یہ معلوم کیے بغیر کہ وہ بدمعاش' تنویر کو کہاں لے جا رہے ہیں' پولیس سے رابطے کا سوال ہی نہیں تھا۔ ٹیکسی اب جن سڑکوں سے گزر رہی تھی' وہ اس کے لئے اجنبی تھیں۔ وہ کھڑکی سے جھانکتے ہوئے سڑکوں کو پہچاننے کی ناکام کوشش کرتی رہی۔ وہ صرف اتنا کر سکتی تھی کہ راستے میں نظر آنے والے ریسٹورنٹ اور اسٹورز کے نام یاد رکھنے کی کوشش کرے۔ ایک کار پھر ٹیکسی اور نیلی سیڈان کے درمیان حائل ہو گئی تھی۔

نیلی سیڈان زرد روشنی کے باوجود سگنل کراس کر گئی۔ درمیان میں حائل کار کے ڈرائیور نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس وقت تک سگنل کی بتی سرخ ہو چکی تھی۔ پدمنی دل ہی دل میں دعا کرتی رہی کہ ٹیکسی ڈرائیور سگنل کی خلاف ورزی کرنے سے نہ چوکے۔ پھر ہوا بھی یہی..........!

تعاقب کا سلسلہ پندرہ بیس منٹ تک چلتا رہا۔ اب وہ ایک ایسے ڈسٹرکٹ میں

تھے' جو پدمنی کے لئے بالکل اجنبی تھا۔ اچانک درمیان میں حائل کار پارکنگ لاٹ کی طرف بڑھ گئی۔ اب سیڈان کا ڈرائیور عقب نما آئینے میں ٹیکسی کو دیکھ سکتا تھا۔ پدمنی دعا کرتی رہی کہ کاش اسے ٹیکسی مشکوک محسوس نہ ہو۔ پھر اچانک سیڈان کی رفتار کم ہونے گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے بھی رفتار کم کر دی۔

"اس وقت ہم کہاں ہیں؟" پدمنی نے ٹیکسی ڈرائیور سے پوچھا۔

"یہ ٹیتھ اروونڈ سمنٹ کا علاقہ ہے۔ ہم پوسٹر میوزیم کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ میرا خیال ہے اگلی کار مڑنے والی ہے۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔

"کچھ بھی ہو' ان کا تعاقب کرتے رہو۔"

"نہیں' ہم پہلے دیکھیں گے کہ وہ کدھر جاتے ہیں۔"

نیلی سیڈان تقریباً رک چکی تھی۔ پدمنی نے حیرت سے دیکھا۔ نیلی سیڈان کے عقبی شیشے سے دونوں اغوا کرنے والے نظر آ رہے تھے۔ لیکن تنویر کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس الجھن کی ایک ہی منطقی وضاحت تھی اور وہ یہ کہ انہوں نے تنویر کو سیٹوں کے درمیان لیٹنے پر مجبور کر دیا ہو گا۔

نیلی سیڈان بالکل رک گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور بریک لگانے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے جھلا کر ہارن دیا۔ "اے.......... یہ کیا کر رہے ہو؟" پدمنی نے چیخ کر کہا۔ "اس طرح تو وہ ہماری طرف متوجہ ہو جائیں گے۔"

"میرا ردعمل فطری ہے۔ راستہ روکنے پر ہارن ہی بجایا جائے گا۔ آپ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دیں مادام۔ ان کی توقعات پر پورا اترنا ضروری ہے' ورنہ وہ ہماری طرف سے مشکوک ہو جائیں گے۔"

نیلی سیڈان ایک بار پھر چل پڑی۔ اس بار وہ ایک بغلی سڑک پر مڑ گئی۔

"میرے خیال میں یہی ان کی منزل ہے۔" ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔

پدمنی نے ادھر ادھر دیکھا۔ اس وقت وہ جس سڑک پر کھڑے تھے' اس کا نام ریوڈی پیراڈائز تھا۔ بغلی سڑک کا نام ریومارٹل تھا۔

ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھائی اور ریومارٹل کے قریب آہستہ کر دی۔

"کیا تم ان کا تعاقب نہیں کرو گے؟" پدمنی نے احتجاج کیا۔

”خطرناک ثابت ہو گا۔ وہ آسانی سے پہچان لیں گے کہ ہم ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔ ویسے بھی وہ بھاگیں گے نہیں۔ دیکھیں' کار کی رفتار کم ہو رہی ہے۔“ ڈرائیور نے گاڑی پارک کر دی۔ ”اب آپ اتریں اور نارمل انداز میں کارنر تک جائیں۔ دیکھیں کہ وہ پارک کر رہے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو پھر ہم ان کا تعاقب کریں گے۔“

پدمنی نے خاموشی سے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ وہ ٹہلتی ہوئی کارنر تک گئی اور اس نے ریومارٹل کی طرف دیکھا۔ سڑک سنسان تھی۔ سوائے نیلی سیڈان کے وہاں کوئی اور گاڑی نہیں تھی۔ نیلی سیڈان درمیان میں کسی بلڈنگ کے ڈرائیوے میں مڑ گئی۔ پدمنی کو یقین تھا کہ کسی نے اسے نہیں دیکھا ہے۔ وہ چند لمحے محتاط انداز میں کھڑی اس بلڈنگ کی طرف دیکھتی رہی جس کے ڈرائیوے میں نیلی سیڈان داخل ہوئی تھی۔ عمارت سے کوئی شخص باہر نہیں نکلا تو وہ بڑے نارمل انداز میں ریومارٹل کی طرف چل دی۔ اس عمارت کے قریب پہنچ کر اس نے اپنے قدموں کی رفتار کم کر دی۔ جس ڈرائیوے میں نیلی سیڈان مڑی تھی اس عمارت کے گیٹ پر نصب پلیٹ پر نمبر دس لکھا تھا۔ لیکن پدمنی جانتی تھی کہ سیڈان برابر والی عمارت میں مڑی تھی۔ وہ بڑھتی رہی۔ اس کی مطلوبہ عمارت کا نمبر بارہ تھا۔ اندر ڈرائیوے میں کئی کاریں کھڑی تھی لیکن ان میں نیلی سیڈان موجود نہیں تھی۔ اس کے باوجود پدمنی کو یقین تھا کہ وہی اس کی مطلوبہ عمارت ہے۔

وہ چند قدم آگے بڑھی اور پھر ریوڈی پیراڈائز کی طرف پلٹ گئی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ یہ معما کیا ہے۔ تنویر کو اغوا کیوں کیا گیا ہے؟ اس کے بدلے تو رقم بھی وصول نہیں کی جا سکتی۔ وہ کوئی مشہور آدمی بھی نہیں تھا اور دولت مند بھی نہیں تھا۔ پھر ایک الجھن یہ بھی تھی کہ اسے اغوا کرنے والے کون ہیں؟

ٹیکسی میں بیٹھ کر وہ سوچنے لگی کہ اب اسے کیا قدم اٹھانا ہے۔ اسے پولیس کو مطلع کرنا تھا لیکن وہ ہچکچا رہی تھی۔ اسے وجے کی پہلی نصیحت یاد تھی جو اس نے پچھلے والے کیس کے بعد اسے کی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ اسے ہر حال میں اپنے اخبار کو نوٹیفائی دینا تھی۔ اس کا فرض تھا کہ پہلے وجے کو اطلاع دے۔ لیکن اس تاخیر کی وجہ سے تنویر کو نقصان پہنچ گیا تو..........؟ پھر اس نے سوچا کہ محض چند منٹ کا فرق پڑے گا اور ان چند منٹوں میں تنویر کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ بالآخر اس نے فیصلہ کیا کہ پہلے وجے کو مطلع کرنا ضروری ہے۔

ٹیکسی ڈرائیور اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ ”مجھے جگہ کا پتا چل گیا ہے۔“ وہ بولی۔ ”اب مجھے پلازا ہوٹل لے چلو......... جلد از جلد۔ میں وہاں سے اس معاملے کی رپورٹ کروں گی لیکن جلدی کرو۔ یقین کرو' اب میں تمہیں ڈیڑھ سو فرانک ٹپ دوں گی۔“

”ابھی لیں مادام!“ ڈرائیور نے خوش دلی سے کہا۔ اس کی باچھیں کھلی جا رہی تھیں۔

O-----O-----O

اتنی دیر تک کچھ دیکھنے سے محروم رہنا ایک نیا اور عجیب تجربہ تھا۔ اغوا کے بعد سے اب تک تنویر ایک لمحے کے لئے بھی خوفزدہ نہیں ہوا تھا۔ البتہ وہ حیرت اور اس کے بعد الجھن سے ضرور دوچار ہوا تھا لیکن خوفزدہ ہونے کی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اسے کسی غلط فہمی کی بنا پر اغوا کیا گیا ہے۔ اسے یقین تھا کہ جلد ہی اغوا کرنے والوں کی غلط فہمی دور ہو جائے گی اور وہ اسے آزاد کر دیں گے۔

نیلی سیڈان کی عقبی سیٹ پر بیٹھتے ہی انہوں نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ دونوں سیٹوں کے درمیان جھک کر بیٹھے' اسے اس حکم کی تعمیل کرنا پڑی تھی۔ ریوالور کے زور پر تو کچھ بھی کرایا جا سکتا ہے۔ ریوالور ہی کے زور پر اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی گئی تھی اور یوں وہ آنکھوں سے استفادہ کرنے سے محروم کر دیا گیا تھا۔ سفر کے دوران میں اس نے کئی بار بولنے' انہیں سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن انہوں نے دھمکی آمیز انداز میں ریوالور دکھا کر اسے خاموش کرا دیا تھا۔ وہ لوگ خود بھی گفتگو سے گریز کر رہے تھے۔ وہ سفر کے دورانئے کے متعلق اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا تھا لیکن آنکھوں پر پٹی بندھی ہونے کی وجہ سے اس کے لئے تو دنیا ہی اندھیر ہو گئی تھی اور اس اندھیرے میں اس کے لئے کچھ سوچنا ممکن نہیں تھا۔ سفر کے دوران میں ٹریفک کا شور مسلسل سنائی دیتا رہا تھا۔ چنانچہ گاڑی کے رکنے کے بعد اس نے سمجھ لیا تھا کہ وہ پیرس شہر ہی کی حدود میں ہیں' مضافات میں نہیں۔ خود کار قسم کی سوچیں اندھیرے کے باوجود اس کے ذہن سے کھیلتی رہیں البتہ

وہ بلا ارادہ کچھ سوچنے کے قابل نہیں تھا۔ ان خود کار سوچوں میں پدمنی کا تصور بھی شامل تھا۔ نہ جانے وہ کتنی دیر انتظار کرے گی اور کب اسے احساس ہو گا کہ وہ غائب ہو گیا ہے اور وہ کیا قدم اٹھائے گی۔ اس نے خود کو پدمنی کی جگہ رکھ کر سوچنے کی کوشش کی۔ اس کا نتیجہ مایوس کن تھا۔ اغوا کے بارے میں سوچنے کا تو کوئی جواز ہی نہیں تھا پدمنی کے پاس۔ کوئی کسی غیر اہم صحافی کو کیوں اغوا کرے گا۔ نہیں' پدمنی کے ذہن میں یہ خیال نہیں آ سکتا تھا۔

گاڑی کے رکتے ہی اسے کھینچ کر اتارا گیا پھر اسے کسی طرف لے جایا گیا۔ درجہ حرارت کے فرق کی وجہ سے اسے اندازہ ہو گیا کہ اب وہ کسی عمارت میں ہے۔ کسی نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے تین قدمچے چڑھنے میں مدد دی۔ دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ قدموں کی چاپ معدوم ہونے کی وجہ سے اسے اندازہ ہو گیا کہ اب وہ کسی قالین پر چل رہا ہے۔ اپنے اندازے کے مطابق وہ کئی کمروں سے گزارا گیا پھر کسی نے اسے دھکیل کر ایک کرسی پر بٹھایا۔ اس کی آنکھوں سے پٹی ہٹا دی گئی۔ اس کی آنکھیں چندھیائیں.......... لیکن جلد ہی کمرے کی روشنی سے ہم آہنگ ہو گئیں کیونکہ وہاں روشنی بہت مدھم تھی۔

اس کے بالکل سامنے گھومنے والی کرسی پر کوئی بیٹھا تھا۔ اسے صرف اس کی پشت دکھائی دی پھر کرسی گھومی اور تنویر کو اس کا چہرہ نظر آیا۔ وہ شخص اسے دیکھ کر مسکرایا۔ وہاں تین افراد اور بھی تھے۔ دو کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص کے دائیں بائیں اور ایک پیچھے کھڑا تھا۔ پھر عقب میں چار پانچ آدمی اور دکھائی دیے.......... لیکن وہ محض سائے تھے.......... ہیولے..........!

تنویر نے کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص کو بغور دیکھا۔ اس کی عمر ۳۵ اور ۴۰ کے درمیان تھی۔ بڑی بڑی بھوری آنکھیں' کھڑی ناک' پچکے ہوئے رخسار اور موٹے موٹے ہونٹ.......... پھر وہ بولا۔ اس کی آواز جاندار تھی.......... لہجہ مہذب تھا۔ "خوش آمدید مسٹر تنویر صدیقی۔" اس نے شستہ انگریزی میں کہا۔ "میں نے کوشش کی ہے کہ آپ کو کم سے کم زحمت ہو۔"

"کیا مطلب.......... یہ کیسا مذاق ہے؟" تنویر نے اپنی حیرت کو چھپاتے ہوئے

خراب لہجے میں کہا۔ اسے اس کے منہ سے اپنا نام سن کر جھٹکا لگا تھا۔

"یہ مذاق ہرگز نہیں ہے۔" جواب ملا۔

"یہ چکر کیا ہے؟ تم کون ہو؟ میں کہاں ہوں؟ اور تم مجھ سے چاہتے کیا ہو؟"

"میں تمہارے سوالوں کا جواب ایک ایک کر کے دوں گا۔ پہلے میں اپنا تعارف کرا دوں۔ میں ایچ رامرز سانچز ہوں۔"

تنویر کے ذہن میں جھماکا سا ہوا' ہر الجھن دور ہو گئی۔ "اوہ کارلوس!" وہ بڑبڑایا۔

"ہاں لیکن تم اس میں دہشت گرد کا اضافہ کرنا بھول گئے۔ مجھے صحافی' کارلوس دہشت گرد کے نام سے پکارتے ہیں۔"

تنویر اسے استعجاب آمیز نظروں سے گھورتا رہا۔ "تو میرا یہاں کیا کام.......... ہمارے پاس؟" اس نے پوچھا۔

"بس' کچھ باتیں کرنی ہیں تم سے۔"

تنویر نے شاید اس کا جواب سنا ہی نہیں' وہ اپنی کہتا رہا۔ "میرے بدلے تم تاوان نہیں وصول کر سکتے۔ میں تو ایک صحافی ہوں.......... معمولی آدمی' تم نے غلط آدمی پر ہاتھ ڈال دیا۔"

"میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کون ہو اور کیا چیز ہو؟"

"تب تو بات اور زیادہ قابل فہم ہو جاتی ہے۔"

"میں تمہیں وجہ بتا چکا ہوں۔ وقت آ گیا ہے کہ تم سے کچھ گفتگو کر لی جائے۔ یہی تمہاری یہاں موجودگی کا سبب ہے۔"

"گفتگو.......... مجھ سے! لیکن کس سلسلے میں؟"

"تمہارے لعنتی کام کے.......... اور اس صحافتی چیتھڑے کے سلسلے میں جسے اپلر کہا جاتا ہے۔" کارلوس کی مسکراہٹ معدوم ہو گئی اور لہجہ سخت ہو گیا۔

"میرا کام؟" تنویر کے لہجے میں الجھن تھی۔

"کام نہیں' تمہارے جھوٹ مسٹر مارک شا۔" کارلوس غرایا۔

تنویر کا منہ کھل گیا۔ "کیا.......... کیا تم مجھے مارک شا سمجھ رہے ہو؟ تم غلطی پر

ہو' تم جانتے ہو کہ میرا نام تنویر صدیقی ہے' میں یہ بات ثابت کر سکتا ہوں۔"

"میں خود اپنے درجنوں نام ثابت کر سکتا ہوں۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ جس طرح تم ہمارے بارے میں تحقیق کرتے رہے ہو' میں تمہارے بارے میں تحقیق کرتا رہا ہوں۔ میں نے مسلسل تم پر نظر رکھی ہے۔ یہ یقین کرنے کی معقول وجوہات ہیں کہ تم ہی مارک شا ہو۔ تم نے دہشت گردوں کی تمام حالیہ سرگرمیاں مجھ سے منسوب کر دی ہیں۔ اب میں مزید برداشت نہیں کر سکتا۔"

تنویر سناٹے میں آگیا۔ "یقین کرو' وہ خبریں میری فراہم کردہ نہیں ہیں۔"

"وہ خبریں صرف تمہارے اخبار میں چھپیں اور ساری دنیا میں پھیل گئیں۔ کارلوس نے باسک حریت پسندوں کو اسلحہ فراہم کیا اور شاہ اسپین کے اغوا کے سلسلے میں ان کی مدد کی۔ کارلوس نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو اغوا کر لیا۔ کارلوس نے مقدس چرمی دستاویزات چرا لیں۔ حالانکہ میں نے کچھ نہیں کیا' نہ یہ میرا طریقہ کار ہے۔ ایک بار بھی تو زر تاوان طلب نہیں کیا گیا۔ کیا میں تمہیں اتنا احمق نظر آتا ہوں کہ بے فیض حماقتیں کروں گا؟"

"تم غلطی پر ہو کارلوس' میں مارک شا نہیں ہوں۔"

"تم ایک خاتون کے ساتھ مل کر سماچار کی نمائندگی کر رہے ہو۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ان تمام وارداتوں کے موقع پر تم یا وہ خاتون.......... دونوں میں سے کوئی ایک ضرور موجود رہا ہے۔ تم اس بات کی تردید کر سکتے ہو؟"

"میں صرف ایک بات کی تردید کر سکتا ہوں۔" تنویر نے زور دے کر کہا۔ "اور وہ یہ کہ میں مارک شا نہیں ہو۔ وہ خبریں میں نے فراہم نہیں کیں۔ میں نے کوئی واردات تم سے منسوب نہیں کی۔"

کارلوس چند لمحے خاموش رہا' پھر بولا۔ اگر تم مارک شا نہیں ہو تو پھر کون ہے؟ مجھے اس تک پہنچاؤ۔"

"میں کیسے پہنچا سکتا ہوں' میں تو اسے جانتا بھی نہیں۔"

"یہ بھلا سمجھ میں آنے والی بات ہے؟"

"لیکن یہ سچ ہے۔"

"میرے خیال میں تم جھوٹ بول رہے ہو۔" کارلوس نے سرد لہجے میں کہا۔ "میں تمہیں وارننگ دے رہا ہوں۔ اگر تم مارک شا نہیں ہو تو مارک شا کو تنبیہہ کر دو' اگر اب کوئی واردات مجھ سے منسوب ہوئی تو خود کو مردہ سمجھنا۔ میں تمہاری اور تمہاری خاتون ساتھی کی گردن اڑا دوں گا' سن لیا تم نے؟"

"سن لیا۔ لیکن میں مارک شا نہیں ہوں۔"

"اس صورت میں اسے تلاش کرو اور اسے میری طرف سے متنبہ کر دو۔"

"میں کوشش کروں گا اور کچھ؟"

"اور کچھ سے کیا مراد ہے تمہاری؟"

"اب میرا کیا کرو گے تم؟"

"تم میرے لئے بیکار ہو' صرف تمہیں پیغام دینا تھا' وہ میں نے دے دیا۔ اب تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھ کر تمہیں آزاد کر دیا جائے گا' میرا مشورہ ہے کہ اس واقعے کو خبر نہ بنا دینا۔"

"میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔" تنویر نے کہا۔ "تم بے شمار جرائم کر چکے ہو۔ اب اگر کچھ جرائم تم سے منسوب کئے جا رہے ہیں تو تم برہم کیوں ہو۔ تمہاری شہرت میں تو اضافہ ہو رہا ہے۔" وہ جانتا تھا کہ مسئلہ انا کا ہے۔

"وہ تمام جرائم میرے اسٹائل سے ہٹ کر کئے گئے ہیں۔ وہ میرے لئے توہین آمیز ہیں' میرے نام پر داغ ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میرے دور کی تاریخ رقم ہو تو اس میں میرے کام کا تذکرہ مکمل درستی کے ساتھ ہو۔"

تنویر نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ اس کے اندازے کی تائید ہو گئی تھی۔

"اور آخری بار سمجھا رہا ہوں' اپنے سر کو ایک یقینی سوراخ سے بچا لو۔ گڈبائی۔" کارلوس اٹھا اور پلٹ کر تاریکی کی طرف چلا گیا۔



پدمنی کو ہوٹل پہنچے ہوئے ایک گھنٹا ہو چکا تھا لیکن اب تک وہ وجے سے بات نہیں کر پائی تھی۔ نہ شیلا کو اس کے بارے میں کچھ معلوم تھا اور نہ ہی اجیت کو۔

"ممکن ہے' شنکر صاحب کو معلوم ہو۔" اجیت نے فون پر کہا۔ "میں نے وجے

صاحب کو ان کے ساتھ باہر نکلتے دیکھا تھا لیکن شنکر صاحب کو اپنے گھر جانا تھا۔ انہیں معلوم ہو گا کہ وجے صاحب کہاں ہیں۔"

پدمنی نے شنکر کے گھر فون کیا لیکن وہ وہاں پہنچا ہی نہیں تھا۔ وہ پریشان ہو گئی۔ اب وہ اپنے فیصلے پر پچھتا رہی تھی۔ ایک گھنٹا گزر چکا تھا۔ اگر تنویر کو کچھ ہو گیا تو......؟ اس نے فیصلہ کیا کہ شنکر سے آخری بار رابطے کی کوشش کرے گی اور اس کے بعد پولیس کو رپورٹ کر دے گی لیکن اس بار بات بن گئی۔ ریسیور شنکر نے اٹھایا تھا۔

"مجھے وجے صاحب سے بہت اہم بات کرنی ہے۔ آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ کہاں ملیں گے؟" پدمنی نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

شنکر کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی۔ "میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ بہرحال' مجھے بتاؤ' شاید میں کچھ مدد کر سکوں۔"

پدمنی چند لمحے سوچتی رہی۔ وہ یہ اطلاع صرف وجے کو دینا چاہتی تھی۔ "نہیں شنکر صاحب! مجھے وجے صاحب ہی سے بات کرنی ہے۔"

"اور معاملہ ارجنٹ ہے؟"

"یقین کیجئے' بہت زیادہ ارجنٹ۔"

"ٹھیک ہے' میں کوشش کرتا ہوں۔ تم پلازا ہوٹل ہی میں ہو نا؟"

"جی ہاں۔"

ریسیور رکھ کر وہ تنویر کے بارے میں سوچتی رہی۔ نہ جانے اس پر کیا گزر رہی ہو گی۔ چند منٹ گزر گئے پھر فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے جھپٹ کر ریسیور اٹھا لیا۔ "دہلی سے آپ کی کال ہے۔" آپریٹر نے بتایا۔

چند لمحے بعد فون پر وجے کی جھنجلائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "کیا بات ہے پدمنی؟ کیا ہو گیا؟"

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا سر! لیکن بات ہی ایسی تھی۔ تنویر کو اغوا کر لیا گیا ہے جناب۔"

"کیا........ کیا کہہ رہی ہو؟" جھنجلاہٹ کی جگہ اب اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں جناب! میری آنکھوں کے سامنے اسے اغوا کر لیا گیا ہے۔ یہ دو گھنٹے پہلے کی بات ہے۔" پدمنی نے کہا اور پھر وجے کو تفصیل سنا دی۔

"اغوا کرنے والوں کی طرف سے تمہیں اب تک کوئی کال موصول نہیں ہوئی؟" وجے نے اس کے خاموش ہونے کے بعد پوچھا۔

"نہیں جناب' میں نے اب تک پولیس کو بھی مطلع نہیں کیا' اب آپ کو مطلع کرنے کے بعد میں پولیس کو فون کروں گی۔ اغوا کرنے والوں کا ٹھکانا مجھے معلوم ہے۔ وہ لوگ تنویر کو بارہ ریومارٹل میں لے گئے ہیں.........!" وہ جملہ پورا بھی نہیں کر سکی۔ اسے تنویر کی آواز سنائی دی۔ پہلے تو وہ سمجھی کہ فون میں لیکن پھر اس نے چونک کر دیکھا' تنویر کمرے میں موجود تھا۔

"وجے صاحب ہیں تو انہیں بتا دو کہ میں نے اپنے اغوا کرنے والوں سے ایک کو کہتے سنا ہے کہ وہ ٹھکانا بدل رہے ہیں۔ یہ طے ہے کہ وہ بہت تیزی سے ٹھکانا بدلتے رہتے ہیں۔"

تنویر کی اچانک آمد پر پدمنی سحرزدہ سی ہو کر رہ گئی تھی۔ فون پر وجے کچھ کہہ رہا تھا لیکن اس نے ایک لفظ بھی نہیں سنا۔ اسے سنبھلنے میں کچھ دیر لگی پھر اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "تنویر آ گیا ہے جناب۔"

"آ گیا ہے؟"

"جی ہاں' اور آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

"اسے ریسیور دے دو۔"

تنویر نے ریسیور ہاتھ میں لیتے ہوئے پدمنی سے پوچھا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ وہ مجھے کہاں لے گئے تھے؟"

"ہاں' میں نے چیمپ ایلیسی پر تمہارے اغوا کا منظر دیکھا اور تمہارا پیچھا کرنے میں کامیاب ہو گئی۔" پدمنی نے جواب دیا۔

تنویر نے اسے ستائشی نظروں سے دیکھا۔ "تب تو تمہاری دعوت کرنی پڑے گی۔" اس نے کہا اور پھر فون پر وجے سے مخاطب ہو گیا۔ "کسی حد تک تو آپ کو پدمنی سے معلوم ہو چکا ہے۔"

"ہاں' لیکن میں تفصیل جاننا چاہتا ہوں' وہ کون تھے......... اور انہوں نے تمہیں اتنی جلدی آزاد کیوں کر دیا؟"

"آپ کو یقین نہیں آئے گا' مجھے کارلوس کے حکم پر اغوا کیا گیا تھا اور اسی کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔"

"کارلوس! اسے تم سے کیا کام ہو سکتا ہے؟"

"دراصل اسے یقین تھا کہ میں مارک شا ہوں۔ وہ مجھے وارننگ دینا چاہتا تھا کہ اب اگر میں نے ادھر ادھر کی وارداتیں اس سے منسوب کیں تو وہ میرا بھیجا اڑا دے گا۔"

"تمہارا مطلب ہے' اس نے حالیہ وارداتوں میں ملوث ہونے کی تردید کی؟" وجے کے لہجے میں لڑکھڑاہٹ تھی۔

"جی ہاں' اسے یہ بات بری لگی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ اس کا اسٹائل نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ میں اس سے ہونے والی گفتگو لفظ بہ لفظ دہرا دوں۔" تنویر نے ماؤتھ پیس میں کہا اور پدمنی کی طرف دیکھا جو منہ کھولے یہ سب کچھ سن رہی تھی۔ تنویر نے ساری تفصیل وجے کو سنا دی۔ اس دوران میں وجے نے ایک بار بھی مداخلت نہیں کی تھی۔

"زبردست خبر ہے۔" بالآخر وجے نے کہا۔ "خبر تیار کر کے ڈکٹیٹ کرا دو۔"

"اگر آپ میری کھوپڑی میں سوراخ دیکھنا چاہتے ہیں تو میں خبر تیار کر دیتا ہوں۔ کارلوس نے مجھے یہ نوید سنا دی تھی کہ اگر ایک لفظ بھی چھپا تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔" تنویر نے شگفتہ لہجے میں کہا۔

"نہیں......... بھول جاؤ۔ میں تمہاری زندگی خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا۔"

"البتہ پدمنی کی رپورٹ کے بعد اگر پورا گینگ گرفتار ہو گیا تو ہم اس کی مکمل رپورٹ دیں سکیں گے۔"

چند لمحوں کے توقف کے بعد وجے کی آواز سنائی دی۔ "نہیں......... ہرگز نہیں' یوں تو سب کو پتا چل جائے گا۔ ہمیں صرف اپنے لئے خبریں چاہئیں۔ تم یہ معاملہ مجھ پر چھوڑ دو۔"

"بہت بہتر لیکن آپ کو کارلوس کے حرکت میں آنے سے پہلے حرکت میں آنا ہو

گی آپ جانتے ہیں کہ وہ چھلاوا ہے۔" تنویر نے کہا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"ایک بات اور ہے' اگر کارلوس بچ نکلا تو میری عافیت اسی میں ہے کہ میں مارک شا کو تلاش کروں۔ آپ بتا دیں' وہ مجھے کہاں مل سکتا ہے؟"

چند لمحے خاموشی رہی پھر وجے نے کہا۔ "کارلوس کی طرح مارک شا کو بھی مجھ پر چھوڑ دو۔ اب تم جاؤ اور کچھ تفریح کرو لیکن تین چار گھنٹے میں لوٹ آنا۔ میں تمہیں تمہارے آئندہ اسائنمنٹ کے سلسلے میں تفصیلی ہدایات دوں گا۔"

تنویر نے برا سا منہ بناتے ہوئے ریسیور پٹخ دیا۔ پدمنی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ "وہ سب کچھ خود کرنے پر مصر ہے۔ میرا خیال ہے' فرانسیسی پولیس میں اس کا اثر رسوخ ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر ہم نے پولیس کو مطلع کیا تو ایک عام خبر ہو جائے گی۔ اسے سوائے خبر کے کسی چیز میں دلچسپی نہیں ہے۔"

"لیکن مجھے تمہاری فکر ہے۔" پدمنی نے تند لہجے میں کہا۔ "کارلوس سے اس طرح کھیلنا خطرناک ہے۔ میرا خیال ہے ہمیں پولیس کو مطلع کر دینا چاہئے۔"

"تاکہ اچھی بھلی ملازمت جاتی رہے۔" تنویر اٹھ کھڑا ہوا۔ "نہیں پدما جی۔ ہمیں وجے کی ہدایت پر عمل کرنا چاہئے' دیکھا جائے گا۔"

"مجھے یہ سب کچھ اچھا نہیں لگ رہا ہے۔" پدمنی نے احتجاج کیا۔

"وجے کو موقع ملنا چاہئے۔ وہ رات بارہ بجے ہمیں فون کرے گا۔" تنویر نے پدمنی کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ "اب تفریح ہو گی' وجے نے یہ حکم خصوصی طور پر دیا ہے۔"

پدمنی اس کے ساتھ چل دی۔ سوئٹ کے دروازے پر پہنچ کر اسے کچھ خیال آیا۔ "تم نے مجھے تو یہ بتایا ہی نہیں کہ وجے صاحب نے مارک شا کے بارے میں کیا کہا؟" اس نے چونک کر کہا۔

"انہوں نے صرف اتنا کہا ہے کہ یہ معاملہ بھی انہی پر چھوڑ دیا جائے۔"

انہوں نے سوئٹ کا دروازہ لاک کیا اور لفٹ کی طرف بڑھ گئے۔ "تنویر! میں تم سے مارک شا کے متعلق گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

لفٹ کا دروازہ کھل چکا تھا۔ تنویر نے پدمنی کو لفٹ میں داخل ہونے کا اشارہ

کیا۔ ”اس سلسلے میں گفتگو وجے کا فون آنے کے بعد ہو گی۔“ اس نے کہا۔ ”پہلے یہ دیکھا جائے کہ اس بار وہ ہمیں کیا کام دیتا ہے۔“

O-----O-----O

وجے ریسیور رکھ کر خاموشی سے انسٹرومنٹ کو گھورتا رہا۔ اس وقت وہ شوبھا کے مکان میں تھا۔ اس نے اپنے ذہن میں وہ گفتگو دہرائی جو پدمنی اور تنویر سے فون پر ہوئی تھی۔ وہ شوبھا کے ہاں کئی دن بعد آیا تھا۔ مسلسل کامیابیوں کے نشے نے اسے احساس دلایا تھا کہ ایک اور فتح کئی دن سے اس کی منتظر ہے.......... شوبھا! ان کامیابیوں میں مسلسل غیر معمولی خبروں کی اشاعت اور سماچار نیویارک کے بلندی پر پہنچنے کے علاوہ ٹائمز کے نمائندے بروس کی آمد بھی شامل تھی۔ بروس نے بتایا تھا کہ ٹائمز اسے سرورق کی شخصیت کے طور پر پیش کرنا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں وجے نے ٹائمز کے فوٹوگرافر کو وقت بھی دے دیا تھا۔ وہ خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا لیکن وہ شوبھا کے ہاں پہنچا تو شوبھا کو نشے میں دھت پایا۔ اس کے بال الجھے ہوئے تھے۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ اس نے کئی دن سے خود پر توجہ نہیں دی ہے۔ اسے غصہ تو بہت آیا تاہم اس نے بڑی مشکل سے شوبھا کو جگایا۔ شوبھا اسے دیکھتے ہی مارے خوشی کے رونے لگی۔ اس نے شوبھا کو باتھ روم کی طرف دھکیل دیا پھر شنکر کی کال آ گئی اور اسے پیرس فون کرنا پڑ گیا۔ شوبھا ابھی تک باتھ روم سے نہیں نکلی تھی۔ شاید وہ میک اپ میں مصروف ہو گی۔ وجے نے سوچا کہ اس دوران میں ایک اور فون کیا جا سکتا ہے۔

اس نے شنکر کے گھر کا نمبر ڈائل کیا۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔

”شنکر‘ میں نے پدمنی کو فون کیا تھا۔“ اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

”کیا واقعی کوئی اہم بات تھی؟“ شنکر نے پوچھا۔

”ہاں شنکر‘ بہت اہم تھی۔“ وجے نے سرگوشی میں کہا۔ ”تنویر کو کارلوس نے اغوا کر لیا تھا۔“

”مذاق کر رہے ہو؟“

”پدمنی نے وہ منظر دیکھا.......... اور ان کا تعاقب کیا۔ یوں اسے کارلوس کا معلوم ہو گیا۔“

”واہ کیا زوردار خبر ہے۔ اگر ہم پولیس کو مطلع کر دیں..........“

”تو یہ خبر دنیا بھر کے اخبارات میں شائع ہو گی۔“ وجے نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ ”اسی لئے میں نے تنویر کو منع کر دیا۔ پولیس کو مطلع کرنا غیر ضروری ہے۔“

”بات تو معقول ہے چیف‘ پھر تم نے کیا سوچا؟“

”ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا لیکن میرا خیال ہے اس پر نظر رکھی جائے۔ رگھبیر پیرس پہنچ گیا ہے؟“

”جی ہاں۔“

”اسے کال کرو اور بتاؤ کہ کارلوس ۱۲۔ ریو مارٹل میں چھپا ہوا ہے۔ آج رات بارہ بجے وہ ٹھکانا تبدیل کرنے والا ہے۔ رگھبیر سے کہو کہ اس پر نظر رکھے تاکہ اس کا نیا ٹھکانا بھی ہمارے علم میں رہے۔“

”تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ کارلوس نے تنویر کو اغوا کیوں کیا تھا؟“

”وہ اسے مارک شا سمجھ رہا ہے۔ وہ برہم ہے کہ ہم نے ہر واردات اس سے منسوب کر دی۔ اس کا کہنا ہے کہ اب اسے رسوا کیا گیا تو وہ تنویر کو ٹھکانے لگا دے گا۔ اب تنویر‘ مارک شا کے بارے میں جاننا چاہتا ہے تاکہ کارلوس کا پیغام اس تک پہنچا کر اپنی جان چھڑائے۔ وہ مجھ پر بھی دباؤ ڈال رہا تھا۔“

”پھر تم نے کیا کہا؟“

”میں نے اس سے کہا کہ میں مارک شا تک یہ پیغام پہنچا دوں گا۔ لیکن ایسا لگتا تھا کہ تنویر میرے جواب سے مطمئن نہیں ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ اپنے طور پر تفتیش نہ شروع کر دے‘ کیا خیال ہے؟“

”میرا خیال ہے اسے فوری طور پر واپس بلا لیا جائے۔“

”یہی میں بھی سوچ رہا تھا۔“ وجے نے کہا۔ ”اب تمہیں ایک کام کرنا ہے۔ تنویر پیرس کے وقت کے مطابق رات بارہ بجے میری کال کا انتظار کرے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ میری جگہ تم اسے فون کرو۔ اس سے کہنا کہ ہم نے فرانسیسی پولیس سے رابطہ قائم کیا تھا لیکن کارلوس اس سے پہلے ہی وہ ٹھکانا چھوڑ گیا تھا۔ گویا اب وہ آزاد ہے اور ہم اپنے آدمی کو خطرات میں دھکیلنا نہیں چاہتے۔ چنانچہ وہ فوری طور پر دہلی واپس آ جائے۔

دو ہفتے بعد صدر امریکا بھارت کا دورہ کرنے والے ہیں پھر صدر امریکا اور وزیراعظم بھارت ایک ساتھ برطانیہ کا دورہ کریں گے۔ تنویر سے کہنا کہ اسے ان کے ساتھ جانا ہو گا۔"

"اور پدمنی ٹھاکر کا کیا ہو گا؟" شنکر نے پوچھا۔ "رگھبیر بھی پیرس میں ہے۔ چنانچہ پدمنی کو بھی واپس بلا لینا بہتر ہے۔"

"نہیں' ابھی نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سے لورڈیز کے سلسلے میں تحقیقی کام کرایا جائے۔ پوپ' لورڈیز کی درگاہ کا دورہ کرنے والا ہے۔ رگھبیر سے پدمنی کے ٹکراؤ کا امکان نہیں کیونکہ رگھبیر' لورڈیز کے لئے روانہ ہونے والا ہے۔"

"سب سے پہلے مجھے رگھبیر کو کال کرنا ہے۔"

"ہاں' تاکہ وہ کسی کو کارلوس کی نگرانی پر لگا سکے' پھر اسے لورڈیز جانا ہو گا۔"

"اور پیرس کے وقت کے مطابق رات بارہ بجے مجھے تنویر کو کال کرنا.........."

"ایک منٹ۔ میرا خیال ہے' بہتر ہو گا کہ میں خود اسے کال کروں' بس تم رگھبیر کو سنبھال لو۔ میں بیس منٹ کے اندر آفس پہنچ رہا ہوں' تم مجھ سے وہاں ملو۔"

اس نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ شوبھا باتھ روم سے نکل آئی۔ اس نے اس کے استقبال کی زبردست تیاری کی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر ترغیبی انداز میں مسکرائی پھر وہ بیڈ روم کی طرف چلی گئی۔

اس تمام عرصے میں وجے اس کے وجود کو فراموش کر بیٹھا تھا۔ اسے یہ یاد ہی نہیں تھا کہ وہ یہاں کیوں آیا ہے۔ وہ بیڈ روم کی طرف چل دیا۔ شوبھا سنگار میز کے سامنے کھڑی تھی۔ "کیا بات ہے' آؤ نا۔" اس نے لرزیدہ آواز میں کہا۔

"مجھے افسوس ہے شوبھا۔" وجے نے نرم لہجے میں کہا۔ "لیکن مجھے فوری طور پر آفس پہنچنا ہے' بہت ضروری کام ہے۔"

"نہیں وجے.......... پلیز یہ ظلم نہ کرو۔ اتنے دنوں کے بعد تو آئے ہو۔ ابھی تو میں نے تمہیں ٹھیک طرح سے دیکھا بھی نہیں ہے' میں کب سے تمہیں یاد کر رہی تھی۔ پلیز وجے..........!"

"نہیں شوبھا' میں نہیں رک سکتا۔" وجے کا لہجہ سرد ہو گیا۔ وہ واپسی کے لئے

شوبھا اس کے پیچھے لپکی۔ "پلیز وجے.......... مجھے ایک بار پھر تنہا چھوڑ کر نہ جاؤ' میں بہت اکیلی ہوں۔"

وجے نے دروازہ کھولا پھر وہ ہچکچایا' جیسے شوبھا سے کچھ کہنا چاہ رہا ہو۔ شوبھا میز پر رکھی شراب کی بوتل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وجے کچھ بڑبڑایا' پھر اس نے باہر نکل کر اپنے عقب میں دروازہ بند کر دیا۔

O-----O-----O

تنویر اور پدمنی سے گفتگو کے بعد وجے نے ریسیور کریڈل پر رکھا اور تھکے تھکے انداز میں کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگا لی۔ اس وقت اسے شدت سے ایک جام کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ لیکور کیبنٹ کی طرف بڑھا۔ اسی وقت بزر چیخ اٹھا۔ وہ شیلا تھی۔

"سر! میں جا رہی ہوں' مسٹر بروس آئے ہوئے ہیں۔ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"کیا مصیبت ہے' وہ مجھ سے کل نہیں مل سکتا؟" وجے نے بیزاری سے کہا۔

شیلا نے بروس سے بات کی پھر انٹرکام پر اس نے وجے کو مخاطب کیا۔ "ان کا کہنا ہے کہ اسی وقت ملاقات بہتر ہو گی۔"

"ٹھیک ہے' بھیج دو اسے۔" وجے نے جھلا کر کہا۔

چند لمحے بعد بروس دفتر میں داخل ہوا۔ وہ کچھ پریشان نظر آ رہا تھا۔ "مجھے افسوس ہے کہ آپ کو بے وقت زحمت دے رہا ہوں مسٹر وجے۔ معاملہ وہی ٹائمز والا ہے۔" اس نے کہا۔

"وہ مجھ سے چاہتے کیا ہیں؟" وجے نے بھنا کر کہا۔ "میں انٹرویو دے چکا.......... تصویریں کھنچوا چکا.........."

"وہ جانتے ہیں کہ آپ نے بھرپور تعاون کیا ہے لیکن ان کا خیال ہے کہ آپ نے بعض اہم باتوں پر گفتگو نہیں کی ہے۔ خاص طور پر اپنے لندن کے نامہ نگار مارک شا کے بارے میں۔"

"مارک شا......... کیا میں پاگل ہو جاؤں" وجے کو غصہ آ گیا۔

"آپ جانتے ہیں کہ ہر شخص مارک شا کے بارے میں جاننا چاہتا ہے۔ آپ کے اور اس کے اشتراک نے کمال کر دکھایا ہے۔ یہ بات فطری ہے کہ لوگ آپ کے ساتھ ساتھ اس کے بارے میں بھی جاننا چاہتے ہیں۔ ٹائمز والے آپ سے ایک اور انٹرویو کرنا چاہتے ہیں۔ مارک شا کے بارے میں۔ وہ کون ہے' آپ نے اسے کیسے دریافت کیا' آپ لوگوں کا طریقہ کار کیا ہے' کیا آپ کے خیال میں.........؟"

"لعنت بھیجو ٹائمز پر........." اس بار وجے آپے سے باہر ہو گیا" میں اب انہیں مزید ایک سیکنڈ بھی نہیں دوں گا۔ وہ میرے متعلق چھاپیں یا نہ چھاپیں؟"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔" بروس نے بے حد تحمل سے کہا۔ "وہ آپ پر فیچر چھاپنا چاہتے ہیں لیکن ان کے خیال میں معلومات کی کمی سے فیچر بے تاثر رہ جائے گا۔ اس میں صرف ان کا ہی نہیں' آپ کا بھی نقصان ہے۔ مارک شا.........!"

"سوری بروس' اب میرے پاس وقت نہیں ہے۔ ویسے بھی مارک شا میرا بزنس سیکرٹ ہے۔ صحافت میں رازداری کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ میں مارک شا کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتاؤں گا۔"

لیکن بروس ایک اچھا اور تجربے کار پریس ایجنٹ تھا۔ "مسٹر وجے' ان کا منہ بند کرنے کے لیے مارک شا کے بارے میں دو ایک غیر اہم باتیں بتا دیجیے۔ اس میں آپ کا کیا بگڑتا ہے۔" اس نے کہا۔

"مثلاً؟"

"کچھ بھی......... کوئی غیر اہم بات جس سے رازداری پر اثر نہ پڑتا ہو' دیکھئے نا مجھے بھی تو کچھ نہ کچھ دینا ہے انہیں۔"

وجے جانتا تھا کہ بروس اس کے ساتھ مخلص ہے اور اس کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ معاملہ نازک ہے اور احتیاط کا متقاضی ہے۔ بروس کو

حقیقت تو نہیں بتائی جا سکتی تھی۔ حقیقت سے تو اندر کے لوگوں میں صرف شنکر اور رگھبیر ہی واقف تھے۔ ان کے علاوہ کسی کو اس راز میں شریک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ البتہ بروس کے سامنے ایک ہڈی پھینکی جا سکتی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہیں کام چلانے کو کچھ نہ کچھ دوں گا۔ لیکن کوئی اہم بات نہیں ہو گی۔" اس نے کہا۔

"شکریہ......... بہت بہت شکریہ۔" بروس نے کہا اور جیب سے نوٹ بک اور پنسل نکال لی۔ "بس اتنا ہو کہ میرا کام چل جائے۔"

وجے آنکھیں بند کر کے سوچنے لگا کہ کیا بتایا جائے۔ "مارک شا لیور پول میں پیدا ہوا' کیمبرج میں تعلیم حاصل کی۔ لندن کے دو روزناموں میں کام کیا اور تین تحقیقی کتابیں بھی لکھیں لیکن ان تمام باتوں کی تصدیق نہیں ہو سکے گی' کیونکہ مارک شا اس کا اصل نام نہیں ہے۔ میں اس کی صلاحیتوں سے متاثر ہوا اور یوں وہ ساچار سے منسلک ہو گیا۔ میرے مشورے پر اس نے اپنا قلمی نام مارک شا رکھا۔ وہ پورے ادارے میں صرف مجھے جواب دہ ہے۔"

وجے کے خاموش ہونے کے بعد بروس نے سر اٹھا کر پوچھا "بس؟"

"ہاں۔"

"یہ بتائیں کہ اس کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟"

"میں اسے ایک پتھر کے پیچھے چھپا کر رکھتا ہوں صرف رات کو اسے باہر نکالتا ہوں۔"

"مسٹر وجے........."

"بس بروس' اس سے زیادہ میں کچھ نہیں بتاؤں گا پھر کبھی ملاقات ہو گی۔"

بروس ناخوش دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کرسی سے اٹھا اور اس نے اپنی نوٹ بک جیب میں رکھ لی "بہرحال' آپ کا شکریہ۔" اس نے کہا "میں کوشش کروں گا کہ اس سے کام چل جائے پھر ملیں گے۔"

اس کے جانے کے بعد وجے نے سرد آہ بھری۔ وہ دن بے حد تھکا دینے والا ثابت ہوا تھا۔ پہلے پدمنی اور تنویر کے فون کا دھماکا اور اب بروس......... ہر چکر کے پیچھے

مارک شا موجود تھا۔ اب ایک بڑا جام اور ضروری ہوگیا تھا لیکن تنہا نہیں بلکہ شکریے کے ساتھ' وہ اٹھا اور اپنے دفتر سے نکل آیا۔

O-----O-----O

پیرس میں رات کے دو بجے تھے۔ پدمنی اپنے بستر پر لیٹی تنویر کے متعلق سوچ رہی تھی۔ وہ بے حد ناخوش تھی۔ اس نے تنویر کے ساتھ کھانا کھایا تھا......... لیکن نہیں' کھانا تو اس نے تنہا کھایا تھا۔ تنویر تو صرف پیتا رہا تھا بلکہ اس نے کچھ زیادہ ہی پی لی تھی۔ پدمنی نے کئی بار وہ موضوع چھیڑنے کی کوشش کی جس پر وہ اس سے بات کرنا چاہ رہی تھی یعنی وجے کمار کا طریقہ کار......... مارک شا کی پراسرار شخصیت......... اس کے سپرد کیے جانے والے عجیب اور بظاہر غیراہم کام جنہوں نے انہیں اہم واقعات میں بالواسطہ ملوث کر دیا تھا لیکن تنویر نے ہر بار اسے ٹال دیا تھا۔ وہ اسرائیل اور مصر کے متعلق باتیں کرتا رہا تھا' بے حد جذباتی انداز میں۔ پدمنی کو اس پر ترس آرہا تھا۔ آخر وہ اتنی زیادہ کیوں پیتا تھا۔ کیوں؟ اور وہ اس سے گریزاں کیوں تھا؟ یہ بات پدمنی نے واضح طور پر محسوس کی تھی کہ وہ اس سے گریز کرتا ہے۔

بارہ بجے انہوں نے اپنے سوئٹ میں وجے کی کال ریسیو کی تھی۔ وجے نے بتایا تھا کہ اس نے فرانسیسی پولیس کو کارلوس کے ٹھکانے کے متعلق بتا دیا تھا لیکن پولیس کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی کارلوس ٹھکانا بدل چکا تھا۔ یعنی ایک اہم اور چٹ پٹی خبر کا نقصان' وجے نے تنویر کو اس کی حفاظت کے پیش نظر دہلی واپس پہنچنے کی ہدایت بھی کی تھی پھر اس نے پدمنی سے بات کی تھی۔ اسے ہدایت کی گئی تھی کہ وہ لورڈیز کی درگاہ کے بارے میں معلومات حاصل کرلے کیوں اگلے ہفتے پوپ درگاہ کا دورہ کرنے والا ہے۔

"آپ نے مارک شا سے رابطہ قائم کیا ہے؟" پدمنی نے ہمت کرکے پوچھا تھا۔

"تم اس کی فکر مت کرو۔" وجے نے جواب دیا۔

وجے کی کال کے بعد پدمنی نے فیصلہ کیا تھا کہ اب مارک شا کے معمے پر تنویر سے بات کرنا نہایت ضروری ہے لیکن تنویر پھر پہلو بچا گیا تھا۔ صبح سویرے اس کی فلائٹ تھی۔ چنانچہ اسے تیاری بھی کرنا تھی۔ پھر وہ کسی کام سے باہر چلا گیا تھا۔ "تم میرا انتظار نہ کرنا۔" اس نے جاتے ہوئے کہا تھا۔

اب پدمنی کو نیند نہیں آرہی تھی۔ تنویر ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ وہ بری رح الجھی ہوئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وجے کیا کھیل کھیل رہا ہے' مارک کیا چیز ہے اور تنویر کن ذاتی مسائل سے دوچار ہے لیکن اس کے پاس کسی سوال کا بھی اب نہیں تھا۔ ایک الجھن اور تھی' لورڈیز کے سلسلے میں وجے نے اپنے پیرس بیورو وں سے کام کیوں نہیں لیا' یہ کام اسے کیوں سونپا گیا ہے؟

وہ سونا چاہتی تھی لیکن نیند آہی نہیں رہی تھی' پھر اس نے سوچا کہ خواب آور ولیاں استعمال کی جائیں۔ وہ اٹھنے ہی والی تھی کہ اسے سوئٹ کا دروازہ کھلنے کی آواز ائی دی پھر کوئی نشست کے کمرے میں فرنیچر سے ٹکراتا ہوا آگے بڑھا۔ اس کے بعد رے بیڈروم کا دروازہ بند ہونے کی آواز آئی اور اس نے جان لیا کہ تنویر واپس آگیا ہ۔ وہ اپنے بستر پر لیٹی دیر تک سوچتی رہی کہ تنویر کو اس وقت گھیرے یا صبح روانگی کے ت۔ بالآخر وہ کسی نتیجے پر پہنچ گئی۔ یہی وقت مناسب تھا' وہ نشے میں ہو یا نہ ہو' اسے نا پڑے گا۔

وہ بستر سے اٹھی اور تنویر کے بیڈروم کی طرف چل دی۔ بیڈروم کے دروازے وہ ہچکچائی اور چند لمحے سوچتی رہی۔ ممکن ہے' وہ بہت زیادہ نشے میں ہو پھر اس نے چا' ہوتا رہے......... اسے میری بات سننا پڑے گی۔ اس نے دروازے پر دستک دی' وئی جواب نہ ملا۔ شاید وہ سو گیا تھا۔ اس نے دوبارہ دستک دی' اس بار جواب ملا آجاؤ۔" تنویر کی آواز بوجھل تھی۔

اس نے دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہوگئی۔ اندر مدھم روشنی کا بلب دھیرا دور کرنے کی موہوم کوشش کر رہا تھا۔ تنویر لڑکھڑاتا ہوا لیکور کیبنٹ کی طرف بڑھا۔

"کچھ پیو گی؟" اس نے مخمور آواز میں پوچھا۔

"نہیں۔ مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ تم صبح کس وقت روانہ ہو رہے ہو؟" نی نے پوچھا۔

"گیارہ بجے۔" تنویر نے اپنے لیے جام بناتے ہوئے کہا۔

"باتیں صبح ہو جائیں گی' تم سو جاؤ۔" پدمنی نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"نہیں پدما......... مجھے تم سے جو بات کرنی ہے' وہ بہت اہم ہے۔" تنویر کا لہجہ

لڑکھڑا رہا تھا۔ "میں نہ جانے کب سے تم سے کچھ کہنے کو ترس رہا ہوں۔"

"اگر ایسی بات ہے تو ٹھیک ہے۔ میں تو تمہاری ہی وجہ سے کہہ رہی تھی۔"

"بہت اہم بات ہے۔" تنویر نے جام میز پر رکھ دیا اور بستر تھپتھپاتے ہوئے بولا۔ "آؤ' یہاں بیٹھو۔"

پدمنی بستر پر جابیٹھی۔ "لیکن پہلے میری بات۔" اس نے بچوں کے سے انداز میں کہا "تمہاری باری بعد میں آئے گی۔"

تنویر نے نفی میں سرہلایا۔ "نہیں' میری بات زیادہ اہم ہے۔"

پدمنی نے نظریں اٹھا کر اسے غور سے دیکھا۔ وہ حیران تھی کہ ایسی کون سی بات ہوسکتی ہے۔

"میں اپنے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں.......... اپنے اور تمہارے بارے میں۔" تنویر نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ "میں کب سے کہنا چاہتا تھا لیکن نہیں کہہ سکا میں تمہیں اس کی وجہ بتاؤں گا۔"

"اگر تم نہ بتانا چاہو تو یہ ضروری نہیں ہے۔" پدمنی نے نرم لہجے میں کہا۔

"نہیں' بتانا ضروری ہے۔ چھ سات سال پہلے میں نے محبت کی تھی کسی سے میرا خیال تھا کہ وہ بھی مجھے چاہتی ہے پھر ہماری شادی ہوگئی۔ بعد میں مجھے پتا چلا کہ وہ شروع ہی سے مجھ سے بے وفائی کر رہی تھی۔ وہ کسی اور کا گناہ مجھ پر تھوپنا چاہتی تھی' وہ کسی اور سے محبت کرتی تھی اور مجھ سے شادی کے بعد بھی کرتی رہی لیکن وہ پہلے ہی شادی شدہ تھا۔ وہ مجھے بے وقوف بنا رہی تھی' استعمال کر رہی تھی۔ میرا جی چاہا کہ اسے قتل کردوں' گلا گھونٹ دوں اس کا لیکن میں کچھ نہ کرسکا سوائے اس کے کہ میں نے اسے طلاق دے دی۔ اس کے بعد میں نے کبھی کسی عورت پر اعتبار نہیں کیا۔ مجھے بے وفائی سے خوف آتا تھا' اب تک آتا ہے۔ میں ماحول سے کٹ گیا' میں نے شراب کو اپنا ساتھی بنالیا۔ میں محبت سے ڈرتا تھا' اس کے بعد میں نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی لیکن پھر تم مل گئیں۔"

پدمنی کا دل بری طرح دھڑکنے لگا۔

"لیکن میں ڈرتا تھا.......... ڈرتا ہوں.......... کسی کو اہمیت دینے سے ڈر

ہوں۔"

"کیا میں تمہارے لیے بہت اہم ہوں؟" پدمنی نے شرمیلے لہجے میں پوچھا۔

"میں تم سے محبت کرتا ہوں' ہر خوف کے باوجود میں نے خود کو روکنے کی بہت کوشش کی لیکن سمندر پر بند کون باندھ سکتا ہے۔"

پدمنی کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ "تم احمق ہو' خود بھی تڑپتے رہے اور مجھے بھی تڑپاتے رہے۔ پاگل.......... دیوانے.......... مجھے تو تم نے پہلی ہی نظر میں جیت لیا تھا۔"

"بات صرف اتنی سی نہیں ہے پدما۔ میں کوئی اچھا مسلمان نہیں لیکن بہرحال مسلمان ہوں۔ مجھے اس بات کا احساس اسرائیل میں ہوا۔ مجھے خود سے نفرت ہوگئی۔ میں شرابی ہوں.......... شراب حرام ہے۔ میں کیا کروں میں تم سے محبت کرتا ہوں لیکن تم ہندو ہو' یہ بات.........."

"فضول بکواس۔" پدمنی نے پیار سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ "دس لاکھ دیوی دیوتاؤں کو پوجنا بھی میری سمجھ میں نہیں آیا۔ میں نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے اور یقین کرو' میں تمہاری وجہ سے نہیں' دل کی گہرائی سے مسلمان ہوں گی۔ میں تمہارے ہر زخم کا مرہم بنوں گی۔ تم بھول جاؤ گے کہ عورت بے وفا ہوتی ہے۔ میں تمہیں اتنی محبت دوں گی جس کا تم تصور بھی نہیں کرسکتے۔" یہ کہہ کر اس نے تنویر کے سینے پر سر رکھ دیا جولیٹ چکا تھا.......... لیکن وہ سوچکا تھا۔ وہ اس کے لیے لمحہ فکریہ تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ تنویر نے جو کچھ کہا ہو' نشے میں کہا ہو.......... اور صبح اسے کچھ یاد ہی نہ ہو۔ وہ مایوس ہوگئی لیکن وہ مایوسی بھی تنویر کے اظہار محبت کے نتیجے میں ملنے والی خوشی کو نہیں دبا سکی تھی۔ اب اسے نیند آرہی تھی۔ محبت نہ سہی' محبت کا خواب ہی سہی۔

O-----O-----O

پدمنی کو یاد تھا کہ تنویر صبح گیارہ بجے ہوٹل سے ائرپورٹ کے لیے روانہ ہوگا۔ وہ صبح نو بجے بیدار ہوئی۔ اٹھتے ہی اس نے تنویر کے کمرے کا رخ کیا۔ کئی بار زوردار دستک کے باوجود دروازہ نہیں کھلا تو اس نے دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ دروازہ کھل گیا۔ وہ کمرے میں داخل ہوئی۔ تنویر بستر پر موجود نہیں تھا۔ وہ باتھ روم میں بھی نہیں تھا۔

درحقیقت کمرے ہی میں موجود نہیں تھا۔ اس کا سامان پیک کیا ہوا ایک طرف رکھا تھا اور وہ شاید کسی کام سے باہر گیا ہوا تھا۔

پدمنی نے اپنے کمرے میں آکر غسل کیا اور جلدی جلدی کپڑے بدل کر باہر آگئی۔ ایک امکان کے پیش نظر اس نے ہوٹل کے بار روم کا جائزہ لیا لیکن تنویر وہاں بھی موجود نہیں تھا۔ اس نے جلدی جلدی ناشتا کیا اور اخبار لے کر لابی میں ایک ایسی نشست پر بیٹھ گئی جہاں سے وہ داخلی دروازے پر نظر رکھ سکتی تھی۔ اسے روانگی سے پہلے تنویر سے گفتگو کرنی تھی، خواہ کچھ بھی ہو۔

کافی دیر ہوگئی لیکن تنویر نہیں آیا۔ وہ یقینی طور پر کسی ذاتی کام کے سلسلے میں گیا ہوگا ممکن ہے، ساچار کی فرانسیسی شاخ کے سربراہ سڈلوکاس سے ملنے گیا ہو۔ کچھ بھی ہو، تنویر کو واپس تو آنا ہی تھا۔ اس کا سامان جو ہوٹل میں موجود تھا پھر اس نے ابھی ہوٹل کا بل بھی نہیں ادا کیا تھا۔

وہ اخبار پر نظریں جمائے گزشتہ رات کے بارے میں سوچتی رہی۔ تنویر نے اس سے اظہار محبت کیا تھا۔ یہ بات اس کے لیے خلاف توقع تھی۔ دوسری طرف یہ بھی طے تھا کہ اس وقت تنویر بری طرح دھت تھا۔ نشے میں آدمی کو پتا ہی نہیں چلتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ لہٰذا اظہار محبت کو سنجیدہ سمجھنا حماقت تھا۔ کیا پتا تنویر کو اب کچھ یاد ہی نہ ہو۔ اسے اس بات پر حیرت ہونے لگی کہ وہ اس لمحے کس قدر خوش ہوئی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اس کے اظہار محبت کی کتنی شدت سے تمنا کرتی رہی ہے۔ اب یہ تمنا پوری ہوئی تھی تو وہ بھی شکوک کے سائے میں۔ اس لیے یہ ضروری تھا کہ وہ تنویر سے مل کر یہ سمجھنے کی کوشش کرے کہ رات کی باتیں اسے یاد بھی ہیں یا نہیں۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ اس نے ساحل پر ریت کا گھروندا بنایا ہے جسے کسی بھی وقت کوئی موج بہا کر لے جائے گی۔

گیارہ بجنے میں دس منٹ باقی تھے کہ تنویر اوپر سے اترتا نظر آیا۔ اس کے پیچھے بیل بوائے تھا جس نے اس کا سامان اٹھا رکھا تھا۔ وہ دونوں باہر کھڑی ہوئی مرسیڈیز کی طرف بڑھ رہے تھے جو پدمنی نے کرائے پر حاصل کی تھی۔ تنویر نے سامان گاڑی میں رکھوا کر بیل بوائے کو ٹپ دی، پھر وہ ادائیگی کے لیے کاؤنٹر کی طرف آیا۔ وہ ادائیگی کے

بعد دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا کہ پدمنی نے اپنی نشست چھوڑ دی۔ شوفر نے تنویر کے لیے عقبی نشست کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ پدمنی بھی وہاں پہنچ گئی۔ وہ دونوں کار میں بیٹھ گئے۔ تنویر کچھ حیران نظر آرہا تھا۔

"دیکھا، میں تمہیں الوداع کہنے ائرپورٹ تک چل رہی ہوں۔" پدمنی نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

"مجھے خوشی ہوئی لیکن تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں اس وقت جانے والا ہوں؟" تنویر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں.......... مجھے الہام ہوتا ہے۔" پدمنی نے ڈرائیور کی طرف دیکھا، جس نے کار اسٹارٹ کر دی تھی۔ "بات یہ ہے کہ گزشتہ رات میں تمہارے پاس آئی تھی۔ ہم نے گفتگو کی تھی۔ اسی دوران میں تم نے بتایا تھا کہ تم گیارہ بجے روانہ ہو رہے ہو۔" اس نے سنجیدگی سے کہا اور پھر پوچھا۔ "کیا تمہیں یاد نہیں ہے؟" اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ دھڑکنیں خاموش التجا کر رہی تھیں کہ کاش، تنویر کو سب کچھ یاد ہو۔

لیکن تنویر یہ سن کر بری طرح چونکا تھا "کیا کہہ رہی ہو؟ مجھے تو کچھ بھی یاد نہیں۔ میں نے رات بہت پی تھی اور پھر اپنے کمرے میں آکر سو گیا تھا۔"

"اسی دوران میں ہم نے گفتگو کی تھی، تمہارے واپس آنے کے فوراً بعد۔" پدمنی نے ڈوبتے لہجے میں کہا۔ اسے ایک پرزور موج اپنے گھروندے کی طرف بڑھتی نظر آرہی تھی۔

"ممکن ہے، ایسا ہوا ہو۔" تنویر نے مسکرانے کی کوشش کی۔ "میرا خیال ہے، میں کچھ زیادہ ہی پی گیا تھا۔"

"ممکن ہے، ایسا ہی ہوا ہو۔" پدمنی نے بھی مسکرانے کی کوشش کی لیکن اس کی آنکھیں جلنے لگی تھیں۔ دل ڈوبا جا رہا تھا۔ زبردستی کی مسکراہٹ سے اس کے ہونٹ دکھنے لگے۔ تنویر کو کچھ یاد نہیں۔ اسے اس وقت کچھ ہوش نہیں تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ وہ سب سپنا تھا.......... جھوٹا سپنا.......... آنکھ کھلی اور ٹوٹ گیا۔ اہم باتیں تو آدمی کبھی نہیں بھولتا، خواہ وہ نشے میں ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں.......... غیر اہم باتیں کون یاد رکھتا ہے۔ انہیں بھولنے کے لیے تو نشے میں ہونا بھی ضروری نہیں۔ وہ مایوسی کے عالم میں سوچتی

رہی۔ شاید تاریخ کا یہ مختصر ترین دور محبت تھا لیکن کیا اسے محبت کہا جائے گا۔ اب اسے یاد دلایا جائے تو یہ نسوانیت کی توہین ہوگی اور پھر ممکن ہے کہ تنویر شرمندہ ہو۔ ممکن ہے ہوش کے عالم میں وہ اس سے محبت کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہو۔

پھر اس نے سوچا' لعنت بھیجو۔ جو نقصان ہو چکا' اسی پر اکتفا کرو۔ زخم کریدا جائے گا تو اذیت میں اضافہ ہی ہو گا۔

"تنویر......... مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا تھیں۔" اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "میں نے گزشتہ رات بھی کوشش کی لیکن تم کچھ سننے اور سمجھنے کے قابل ہی نہیں تھے۔"

"تمہارا اشارہ کارلوس کی طرف ہے یا میری دہلی واپسی کی ہدایت کی طرف ہے؟ ویسے یہ حقیقت ہے کہ میں کارلوس سے خوفزدہ ہوں۔"

"کچھ بھی ہو۔ تم مجھے ٹالتے رہے ہو بچوں کی طرح۔" پدمنی نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

"مجھے افسوس ہے۔"

"میرا خیال ہے' اس وقت موقع ہے کہ گفتگو کر لی جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ بولو' کیا بات ہے؟"

"تنویر......... یہ معاملہ بے حد عجیب ہے۔" پدمنی نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "میں بہت پریشان ہوں اور بات کی تہ تک پہنچنا چاہتی ہوں۔ مجھے تمہاری مدد اور رہنمائی اور تجربے کی ضرورت ہے۔"

"یہ بتاؤ کہ عجیب بات کون سی ہے' مجھے پتا تو چلے؟"

"دہشت گردی کی یہ تازہ ترین لہر یورپ میں ہماری آمد کے ساتھ ہی شروع ہوئی ہے۔"

"دہشت گردی تو یہاں برسوں سے ہو رہی ہے البتہ وقفے آتے رہتے ہیں۔" تنویر نے گویا اس کے اندیشے کو مسترد کر دیا۔

"نہیں......... ایسا کبھی نہیں ہوا۔" پدمنی کے لہجے میں اصرار تھا۔ "اتنے تواتر کے ساتھ متعدد واقعات کبھی نہیں ہوئے۔ ہر واقعے میں بڑے لوگ ملوث ہوئے۔ اقوام متحدہ کا سیکرٹری جنرل' اسرائیل کا وزیراعظم' اسپین کا بادشاہ اور پھر مقدس چرمی دستاویزات کی چوری۔ یہ بات ذہن میں رکھو کہ وہ دستاویزات عام پینٹنگز کی طرح کہیں فروخت نہیں کی جاسکتیں۔ نوادرات کا کوئی شوقین انہیں مفت لینے کو بھی تیار نہیں ہو گا۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"دیکھو نا' ہر واردات کارلوس سے منسوب تھی جبکہ کارلوس اس بات پر برہم ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کا ان میں سے کسی ایک واردات میں بھی ہاتھ نہیں' اس نے خود تم سے کہی ہے یہ بات۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے۔ کارلوس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ وہ کیوں اعتراف کرے گا کہ وہ وارداتیں کر رہا ہے۔"

"یعنی کارلوس تم سے جھوٹ بول رہا تھا۔"

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"میں بھی نہیں کہہ سکتی لیکن میری رائے یہ ہے کہ کارلوس نے تم سے جھوٹ نہیں بولا۔ ان وارداتوں میں اس کا کوئی ہاتھ نہیں' جو ہماری ناک کے عین نیچے ہوئی ہیں۔"

"تم اتنے یقین سے یہ بات کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"صورت حال کا تجزیہ کرنے کی وجہ سے۔" پدمنی نے کہا۔ "کارلوس کا کہنا ٹھیک ہے۔ یہ وارداتیں اس کے اسٹائل کی نہیں ہیں۔ انداز......... طریق کار' مطالبے' ان میں سے کوئی چیز بھی کارلوس کے مزاج کے مطابق نہیں ہے۔ یہ کوئی اور ہے' یہ وارداتیں کسی اور نے کی ہیں۔"

تنویر چند لمحے کھڑکی سے باہر جھانکتا رہا۔ اس کی آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں "تو تمہارے خیال میں وہ کون ہو سکتا ہے؟" بالآخر اس نے پدمنی سے پوچھا۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ اس سلسلے میں تو تم ہی کچھ بتا سکتے ہو۔"

"دیکھو' دہشت گردوں کے چھوٹے چھوٹے گروہ تو سو سے زیادہ ہیں' ان میں سے کوئی بھی ہو سکتا ہے۔"

"لیکن یہ طے ہے کہ یہ وارداتیں کسی ایک ہی گروپ نے کی ہیں۔"

"میں پھر تمہارے یقین کی وجہ دریافت کروں گا۔"

"اس یقین کی وجہ ہے مارک شا۔" پدمنی نے نہایت سادگی سے کہا۔ "جہاں بھی' جو کچھ بھی ہوا' مارک شا ہر جگہ موجود تھا۔ ہر واردات کی خبر اسی نے فراہم کی۔"

"لیکن ایسے ہر مقام پر ہم دونوں میں سے بھی کوئی ایک ضرور موجود رہا ہے۔" تنویر نے اعتراض کیا۔

"ہاں لیکن خبر ہر بار اسی نے دی۔ اتنی رازداری کے باوجود آخر اسے ہر واردات کا پہلے سے علم کیسے ہوا؟" پدمنی نے دلیل دی۔

"کوئی خاص بات نہیں۔ یہ بات تم بھی جانتی ہو کہ ہر اچھے صحافی میں وجدانی صلاحیت بھی ہوتی ہے۔"

"بات وجدانی صلاحیت سے آگے کی ہے۔ میں یہ کہہ رہی ہوں کہ میرے خیال میں مارک شا کا اس گروہ سے رابطہ ہے جس نے یہ تمام وارداتیں کی ہیں۔ ممکن ہے' وہ خود بھی گروہ میں شامل ہو۔ اگر ایسا نہیں تو کم از کم گروہ کے اندر کے کسی آدمی سے اس کا رابطہ ہے۔"

"میرے خیال میں تم ضرورت سے زیادہ وہمی ہو رہی ہو۔ مارک شا بھی ہماری طرح سماچار کا رپورٹر ہے' وجے کمار کا خصوصی نمائندہ۔"

"ثابت کرو۔" پدمنی نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"کیا ثابت کروں؟"

"یہی کہ مارک شا ہماری طرح سماچار کا رپورٹر ہے۔"

"لو......... اس میں ثابت کرنے کی کیا بات ہے۔" تنویر نے منہ بنا کر کہا۔ "خبر پر اس کا نام چھپتا ہے اور یہ اس کے وجود کا ثبوت ہے۔"

"اگر مارک شا حقیقت ہے تو بتاؤ' وہ کون ہے......... کہاں رہتا ہے......... کسی نے اسے دیکھا بھی ہے۔" پدمنی ہار ماننے کے لیے تیار نہیں تھی۔ اس نے اس سلسلے میں بہت سر کھپایا تھا۔ "تمہیں معلوم ہے' ان دنوں ہر اخبار مارک شا کے بارے میں تفصیلات چھاپنا چاہتا ہے لیکن ابھی تک کسی کو کچھ معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ میرے خیال میں ہر سوال

کا جواب صرف مارک شا دے سکتا ہے۔ وہ یقینی طور پر جانتا ہے کہ یہ وارداتیں کن لوگوں نے کی ہیں بشرطیکہ اس کا کوئی وجود ہو۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ ایسی کوئی بات ہے۔"

"میں سمجھتی ہوں' میرا خیال تھا کہ تم مجھ سے اتفاق کرو گے۔ بہرحال' اب تم واپس جا رہے ہو اور مجھے یہاں ٹھہرنا ہے۔ مجھے لورڈیز کی درگاہ کے پس منظر پر کام کرنا ہے۔ میں یہ کام کروں گی لیکن ساتھ ساتھ میں مارک شا کے پیچھے بھی پڑوں گی۔ میں اس کے سلسلے میں تحقیق کروں گی۔ مجھے امید ہے کہ تم مجھ سے اتفاق کرو گے۔"

تنویر سوچ میں ڈوبا' کار کی کھڑکی سے جھانکتا رہا۔ کار اب ائرپورٹ کی طرف مڑ رہی تھی۔ اس نے سگریٹ سلگالیا۔ کار رکی اور شوفر سامان اتارنے لگا۔ تب کہیں تنویر کی خاموشی ٹوٹی۔ اس نے پدمنی کا ہاتھ تھام کر اسے گرم جوشی سے دباتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے متفق ہوں۔ تم مارک شا کے بارے میں جاننے کی کوشش کرو' اگر دشواری ہو تو دہلی میں سماچار کے پرسنل ڈائریکٹر آتما رام سے بات کرو' وہ میرا پرانا دوست ہے' تمہاری ہر ممکن مدد کرے گا۔ تم اس سے کہہ دوگی تو وہ رازداری کا خیال بھی رکھے گا۔ مزید مدد درکار ہو تو روزنامہ دہلی کے محمود سے رابطہ قائم کرنا۔ وہ تحقیقی کام کے سلسلے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ میرا نام سن کر وہ سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہو جائے گا۔"

"ایک منٹ۔" پدمنی نے کہا اور پرس کھول کر اپنی نوٹ بک اور پین نکال لیا۔ "محمود......... روزنامہ دہلی........." اس نے لکھتے ہوئے دہرایا اور پھر نظریں اٹھا کر تنویر کو دیکھا۔ "تم اس طرح ملوث کیے جانے پر پچھتاؤ گے تو نہیں؟" اس نے پوچھا۔

"تم میری پروا مت کرو۔ جیسا میں کہتا ہوں' ویسا ہی کرو۔" تنویر نے دروازے کے ہینڈل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ "جانتی ہو' کل رات میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا تھا' خیر پھر کبھی۔ ہم جلد ہی ملیں گے' تب سہی۔"

پدمنی کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو گئیں۔ "ٹھیک ہے تنویر......... مجھے بھی کوئی جلدی نہیں ہے۔" اس نے کہا۔

تنویر باہر نکل کر دو قدم چلا اور پھر پلٹ آیا "دیکھو پدما رانی محتاط رہنا' ہر قدم پر پلٹ کر دیکھتی رہنا۔ یاد رکھنا میری یہ بات۔"

"ہمیشہ یاد رکھوں گی۔" پدمنی نے آہستہ سے کہا۔

"اور میری ضرورت پڑے تو........ تمہیں معلوم ہی ہے، میں کہاں ملوں گا۔"

"ہاں، مجھے معلوم ہے۔"

تنویر پلٹا اور اسے خداحافظ کہے بغیر ٹرمینل کی طرف بڑھ گیا۔ ٹرمینل کے دروازے پر پہنچ کر وہ پلٹا اور اس نے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلایا۔ پدمنی بھی ہاتھ ہلاتی رہی۔ اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔



پدمنی اب پیرس میں تنہا تھی۔ اس نے سوئٹ چھوڑ کر پلازا ہی میں سنگل روم لے لیا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ مارک شا کے سلسلے میں تحقیقی کام کرنے کے لیے تیار ہوگئی۔ اسے اس بات کی پروا نہیں تھی کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ اب وہ اپنا ارادہ ملتوی نہیں کر سکتی تھی۔ خاص طور پر تنویر کی تائید کے بعد یہ ممکن ہی نہیں تھا۔

دوسری طرف وجے کا سونپا ہوا کام زیادہ اہم تھا۔ پوپ چار دن بعد لورڈیز پہنچنے والا تھا۔ پدمنی کو لورڈیز کے پس منظر میں فیچر اسٹوری لکھ کر اگلی شام تک شنکر کو ڈکٹیٹ کرانا تھی۔ اب سوال یہ تھا کہ کام کا آغاز کہاں سے کیا جائے پھر اس نے فیصلہ کیا کہ سماچار کے پیرس آفس جا کر ریفرنس فائلز کھنگالے گی، اس طرح اسے بنیاد مل جائے گی۔ اس کے بعد، ممکن ہوا تو کچھ ذرائع تلاش کر کے مزید معلومات کے حصول کی کوشش کی جائے گی۔

سماچار کے آفس میں دو فرانسیسی لڑکیاں کام میں مصروف تھیں۔ اس نے ان سے سڈلوکاس کے متعلق دریافت کیا اور پھر سڈلوکاس کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ چھوٹے سے کمرے میں کچھ خبریں ترتیب دے رہا تھا، جو اسے نیویارک کے سماچار کے لیے بھیجنا تھیں۔ تنویر اسے سڈ سے متعارف کرا چکا تھا۔

"ہیلو سڈ!" پدمنی نے کہا۔ "مجھے لورڈیز کے پس منظر پر کام کرنا ہے، اجازت ہو تو تمہاری ریفرنس فائلز کھنگال لوں۔"

"اسے اپنا گھر ہی سمجھو اور جو جی چاہے کرو۔" سڈ نے سر اٹھا کر کہا۔ "لیکن تمہیں زیادہ مدد نہیں ملے گی۔"

"دیکھا جائے گا۔" پدمنی نے بے پروائی سے کہا۔

اس نے ریفرنس لائبریری سے لورڈیز والا فولڈر لیا اور ایک خالی میز پر آ بیٹھی۔ فولڈر کھنگالنے کے دوران میں یہ ثابت ہوگیا کہ سڈ نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ فولڈر بہت ضخیم تھا لیکن اس میں کارآمد معلومات نہ ہونے کے برابر تھیں۔ اس نے پچیس تیس تراشے نکال کر میز پر پھیلا لیے پھر انہیں ترتیب وار رکھ کر نوٹس بنانے میں مصروف ہوگئی۔

اس نے پہلے لورڈیز کے تاریخی پس منظر پر کام کیا۔ یہ چھوٹا سا قصبہ ۱۸۵۸ء میں وجود میں آیا تھا۔ وہاں ایک چودہ سالہ لڑکی تھی جس کا نام برناڈٹ تھا۔ وہ چرواہے کی بیٹی تھی اور دمے کی مریضہ تھی۔ ایک روز وہ اپنی بہن اور سہیلی کے ساتھ ایندھن کے لیے لکڑیاں اکٹھی کرنے گئی۔ بہن اور سہیلی آگے آگے تھیں اور وہ ان کے پیچھے چل رہی تھی۔ نہر عبور کرنے کے بعد غار کے قریب سے گزرتے ہوئے اسے ایک سرگوشی سی سنائی دی جسے اس نے ہوا پر محمول کیا۔ بعد میں اس نے اپنے تاثرات کچھ اس طرح بیان کیے۔ میں گنگ ہوگئی تھی۔ لگتا تھا، میں کبھی بول نہیں سکوں گی۔ میں نے سر گھما کر دیکھا۔ گلاب کی جھاڑی یوں ہل رہی تھی جیسے ہوا بہت تیز ہو۔ اسی وقت غار کے اندر سے ایک سنہرا بادل اور اس کے فوراً بعد ایک بے حد حسین نوجوان خاتون نمودار ہوئیں۔ میں نے اتنی خوبصورت عورت کبھی نہیں دیکھی۔ وہ آئیں اور غار کے دہانے پر گلاب کی جھاڑی کے پاس کھڑی ہوگئیں۔

وہ خاتون سفید لبادے میں تھیں۔ پیروں میں سفید چپلیں تھیں اور دونوں چپلوں پر ایک ایک زرد گلاب لگا ہوا تھا۔ برناڈٹ نے صلیب کا نشان بنانا چاہا تو اسے احساس ہوا کہ اس کا ہاتھ مفلوج ہو چکا تھا، پھر حسین خاتون نے خود صلیب کا نشان بنایا اور برناڈٹ کے ہاتھ میں جیسے جان پڑ گئی۔ وہ گھٹنوں کے بل جھک گئی۔ اس کی بہن اور سہیلی نے اسے اسی حال میں پایا۔ اس نے دونوں کو خاتون کے متعلق بتایا لیکن وہ دونوں اس کا مذاق اڑانے لگیں۔ برناڈٹ کی بہن نے یہ واقعہ اپنی ماں کو سنایا اور ماں نے برناڈٹ کے غار کی طرف جانے پر پابندی لگا دی۔

لیکن چودہ سالہ برناڈٹ کسی پابندی کو خاطر میں نہیں لائی۔ وہ آئندہ پانچ ماہ میں بارہا غار کی طرف گئی۔ جلد ہی یہ خبر گاؤں میں پھیل گئی۔ لوگ اس کے پیچھے پیچھے غار تک

جانے لگے۔ سفید پوش خاتون اٹھارہ بار نظر آئی۔ تیسری ملاقات میں خاتون نے برناڈٹ کو غار کے قریبی چشمے سے پانی پینے اور اس سے غسل کرنے کا حکم دیا۔ یوں غار کی تہ سے برآمد ہونے والا چشمہ دریافت ہوا۔ پندرھویں بار برناڈٹ غار کی طرف گئی تو بیس ہزار افراد اسے دیکھ رہے تھے۔ امن وامان برقرار رکھنے کے لیے فوجی بھی آگئے تھے۔ تین ہفتے بعد سفید پوش خاتون نے بتایا کہ وہ محض ایک مقدس تصور ہے۔ اس عرصے میں سات قریب المرگ افراد چشمے کے پانی کی بدولت شفایاب ہو چکے تھے۔

برناڈٹ اپنے ماحول سے کٹ گئی۔ زندگی کے آخری بارہ سال اس نے مقدس راہبہ کی حیثیت سے گزارے۔ آخری برس وہ بہت زیادہ بیمار رہی۔ اسے ٹی بی ہوگئی تھی۔ بالآخر ۱۸۷۹ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔ ۱۹۳۳ء میں روم کیتھولک چرچ نے اسے سینٹ کی حیثیت سے تسلیم کرلیا۔ یوں لورڈیز ایک جائے معجزہ کی حیثیت سے ساری دنیا میں مشہور ہوگیا۔ سفید پوش خاتون کی خواہش کے مطابق غار کے قریب گرجا تعمیر کیا گیا۔ آنے والے برسوں میں پانچ ہزار سے زائد افراد چشمے کے پانی کی وجہ سے شفایاب ہوئے۔

یہ فیچر کے لیے بہت زوردار مسالہ تھا لیکن اس سوال کا جواب کوئی تراشہ نہ دے سکا، جو وجے کو درکار تھا......... پوپ یہاں کیا کرنے آئے گا......... وہ کون سی جگہ دیکھے گا؟

پدمنی نے تراشوں کو دوبارہ فولڈر میں رکھ دیا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کا کام مکمل نہیں ہوا ہے، اگلے روز شام تک اسے مکمل رپورٹ دینا تھی۔ وہ پھر سڈ لوکاس کے کمرے میں چلی گئی۔ وہ بدستور کام میں مصروف تھا۔ کمرے میں سگریٹ کا دھواں بھرا ہوا تھا۔

"شکریہ سڈ!" پدمنی نے کہا۔

"یو آر آل ویز ویل کم۔" سڈ نے نظریں اٹھائے بغیر کہا۔

"تم نے ٹھیک کہا تھا، مجھے زیادہ مدد نہیں مل سکی۔"

"یہ کمپیوٹر کا زمانہ ہے، اب معجزوں کو کون اہمیت دیتا ہے۔"

"پوپ بہرحال اہمیت دیتا ہے۔" پدمنی نے کہا۔ "وہ چند روز میں لورڈیز کی درگاہ کا دورہ کرنے والا ہے۔"

"پوپ کا تو کام ہی یہی ہے، یہ کوئی خاص بات نہیں۔"

"میں بھی معجزوں کو اہمیت دیتی ہوں سڈ!" پدمنی نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا "مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔"

سڈ نے پہلی بار سر اٹھایا اور اسے بڑے غور سے دیکھا۔ "میں حاضر ہوں۔" اس نے کہا اور سگریٹ کا طویل کش لیا "بولو، میں تمہارے کس کام آسکتا ہوں؟"

"وجے صاحب یہ جاننا چاہتے ہیں کہ لورڈیز میں ایسی کون سی خصوصیت ہے جس کی وجہ سے پوپ وہاں جا رہا ہے۔ مجھے انسانی دلچسپی کے کسی پہلو کی تلاش ہے۔ مجھے کسی ایسے شخص سے ملنا ہے، جو لورڈیز کے بارے میں سب کچھ جانتا ہو۔"

"پیرس میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے۔"

"ایک تراشے پر میں نے ایک نوٹ لکھا دیکھا تھا، ڈاکٹر رینے سے رابطہ قائم کرو، یہ ڈاکٹر رینے کون ہے؟"

"اوہ، وہ بے شک تمہارے مطلب کا آدمی ہے۔" سڈ نے چونک کر کہا "خوب یاد آیا۔ تین چار سال پہلے ہم لورڈیز پر ایک فیچر تیار کر رہے تھے۔ ہمیں پتا چلا کہ ڈاکٹر رینے اس سلسلے میں اتھارٹی کی حیثیت رکھتا ہے۔ بدقسمتی سے ان دنوں ڈاکٹر رینے پیرس میں نہیں تھا۔ ہمارا اس سے رابطہ نہ ہوسکا اور فیچر بھی ادھورا رہ گیا۔ ان دنوں وہ پیرس ہی میں ہے۔ سوربون سیکشن میں اس کا اپارٹمنٹ ہے۔ اسے تلاش کرنے میں تمہیں کوئی دشواری نہیں ہوگی، وہ تمہارا مسئلہ حل کردے گا۔"

"شکریہ سڈ۔ تم بہت پیارے آدمی ہو۔"

"مجھے شرمندہ نہ کرو۔ بس اب چل دو۔" سڈ نے شرمیلے لہجے میں کہا۔

پدمنی دروازے کی طرف چل دی پھر کسی خیال کے زیراثر اس نے پلٹ کر دیکھا۔ اسے خیال آگیا تھا کہ اسے ایک اور کام بھی درپیش ہے۔ "اوہ سڈ، ایک بات اور ہے۔ مجھے شرمندگی ہے کہ تمہیں پریشان کر رہی ہوں لیکن ایک بات اور ہے۔"

"وہ بھی پوچھ لو۔" سڈ نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"مارک شا؟"

"کون......... کیا؟ اوہ تمہارا اشارہ وجے کمار کے نئے اسٹار رپورٹر کی طرف ہے؟"

"ہاں' تمہارے ریکارڈ میں مارک شا کی فراہم کی ہوئی کوئی خبر نہیں ہے۔ شاہ اسپین کا اغوا اس کی پہلی خبر تھی۔ تم کبھی اس سے ملے ہو؟"

"نہیں کبھی نہیں۔"

"تمہارے اسٹاف میں سے کوئی کبھی اس سے ملا ہے؟"

"نہیں مارک شا کو ہم میں سے کسی نے نہیں دیکھا۔"

"بات یہ ہے کہ میں مارک شا سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہیڈ آفس سے معلوم کرو۔ وہ بتا سکتے ہیں کہ مارک شا کہاں ملے گا؟"

"میں نے کوشش کی تھی لیکن اس سلسلے میں وہ بھی بے خبر ہیں۔ خیر' تم میرا ایک کام کرو۔ سماچار کے جتنے بھی غیر ملکی آفس ہیں' ان سے رابطہ قائم کرکے کسی ایسے شخص کا پتا کرو' جو کبھی مارک شا سے مل چکا ہو۔"

"کیا یہ بات اتنی ہی اہم ہے؟" سڈ نے پوچھا۔

"ہاں' میرے لیے یہ اتنی ہی اہم ہے۔"

"ٹھیک ہے' تم اس سلسلے میں پرسوں مجھے فون کرنا۔" سڈ چند لمحے کچھ سوچتا رہا' پھر بولا۔ "تمہیں بھی میرا ایک کام کرنا ہوگا۔"

"بولو' میں حاضر ہوں۔"

"مارک شا سے ملو تو میری طرف سے پوچھنا کہ اس کی کامیابی کا راز کیا ہے۔ یہ سب کچھ میرے لیے ناقابل فہم ہے۔"

"ٹھیک ہے سڈ۔" پدمنی نے کہا اور دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔



ڈاکٹر رینے کو تلاش کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ وہ سوربون کی درس گاہ میں لیکچرار تھا اور لورڈیز پر واقعتاً اتھارٹی کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس نے پدمنی کی کال خوش دلی سے ریسیو کی۔ اس نے بتایا کہ اس کا شیڈول بہت مصروفیت کا ہے۔ تاہم پبلسٹی کا امکان اس کے لیے پرکشش تھا' اس لیے اس نے کھینچ تان کر پدمنی کے لیے وقت نکال ہی دیا۔

اس صبح پدمنی نے اپنی کار سوربون یونیورسٹی سے دو بلاک دور پارک کی۔ ایک

ٹ گارڈ اسے ویٹنگ روم تک لے گیا۔ کمرے میں گھٹن اور نیم تاریکی تھی۔ وہ کوئی ش اور ہوادار کمرا نہیں تھا۔ اسے بیس منٹ ڈاکٹر رینے کا انتظار کرنا پڑا۔ اس دوران وہ سوالات کی اس فہرست پر نظرثانی کرتی رہی' جو اس نے ڈاکٹر رینے کے لیے تیار کی ی۔ بیس منٹ بعد اسے تشویش ہونے لگی کہ ڈاکٹر اپنا وعدہ نبھائے گا بھی یا نہیں۔ اسی ت ایک دبلا پتلا آدمی کمرے میں داخل ہوا' اس کی عمر ستر سے کم نہیں ہوگی۔ "میں ڈاکٹر رینے ہوں۔" اس نے انگریزی میں کہا۔ "تم مس ٹھاکر ہو نا؟ آؤ میرے ساتھ۔"

وہ اسے اپنے ساتھ آفس میں لے آیا۔ آفس میں چھوٹا سا کمرا تھا' جہاں ایک میز ر تین کرسیوں کے سوا کچھ موجود نہیں تھا۔ ڈاکٹر میز کے عقب میں موجود کرسی پر بیٹھا۔ پدمنی نے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے ڈاکٹر کو بغور دیکھا۔ ڈاکٹر کا چہرہ جھری دار تھا اور اس کے کانوں میں آلہ سماعت لگا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر سب سے نمایاں چیز اس کی شفاف گہری بھوری آنکھیں تھیں' جو اس کی ذہانت کی گواہی دے رہی تھیں۔

"میں تاخیر پر معذرت چاہتا ہوں" ڈاکٹر نے کہا "دراصل میں اس وقت پانچ سو طلبہ کو موازنہ مذاہب کے موضوع پر لیکچر دے رہا تھا۔ دو گھنٹے کی کلاس تھی لیکن بات ڈھائی گھنٹے تک پھیل گئی۔ دراصل ہم بڈھے لوگ باتونی ہو جاتے ہیں۔" اس نے شرمیلے لہجے میں کہا۔ "تمہارے ساتھ بھی یہی ہو سکتا ہے۔ مجھے یاد دلاتی رہنا ورنہ میرا پیریڈ نکل جائے گا۔"

پدمنی نے فوراً اپنا سوالنامہ نکالا۔ "پوپ درگاہ میں خصوصیت سے کہاں کہاں گئے؟" اس نے پوچھا۔

ابتدا ہی میں پدمنی کو اندازہ ہوگیا کہ ڈاکٹر رینے لورڈیز کی درگاہ کو اپنی ذاتی لکیت اور پوپ کے دورے کو خود پر احسان سمجھتا ہے۔ اس نے پرجوش لہجے میں نہایت صیلی جواب دیا۔ پدمنی تقریباً ایک گھنٹے تک نوٹس لیتی رہی۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ لورڈیز میں زائرین کے لیے...... بلکہ پوپ کے لیے بھی سب سے زیادہ کشش انگیز چیز معجزاتی پانی کا چشمہ ہے۔ اس نے درگاہ کا اور غار کا اندرونی نقشہ تفصیل سے بیان کیا۔ غار میں سفید پوش خاتون کا سفید مجسمہ تھا' جو اب شمعوں کے دھوئیں کی وجہ سے کالا پڑنے لگا تھا۔ اس کے عین نیچے معجزاتی پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا۔ شیشے کے پینل کے نیچے' درگاہ کے ساتھ

پارک تھا جو تیس ایکڑ پر پھیلا ہوا تھا۔

پھر وہ زیرزمین درگاہ کے متعلق بتانے لگا' جو درحقیقت دنیا کا سب سے بڑا عبادت خانہ تھا۔ "یہ درگاہ ۱۹۵۸ء میں مکمل ہوئی۔ اس کی لمبائی ۲۰۱ میٹر اور چوڑائی ۸۱ میٹر ہے۔ وہاں ۲۰ ہزار افراد کی گنجائش ہے یعنی لورڈیز کی پوری آبادی اس میں سما جائے گی اور جگہ پھر بھی بچ جائے گی۔ اس عبادت گاہ میں ان دنوں زیادہ ہجوم ہوتا ہے جب موسم خراب ہوتا ہے۔ تب لوگ یہاں جوق درجوق آتے ہیں اور موسم کی بہتری کی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ اب پوپ کی آمد پر بھی وہاں بہت زیادہ ہجوم ہوگا لیکن یہ یاد رکھو کہ بات صرف پوپ کی نہیں ہے۔ ہرسال چالیس لاکھ زائرین یہاں آتے ہیں' کچھ زیارت کرنے اور کچھ شفا پانے۔"

لکھتے لکھتے پدمنی کا ہاتھ سن ہوگیا تھا۔ بوڑھے لیکچرار کی گفتگو میں بلا کی روانی تھی۔

پھر ڈاکٹر رینے کو احساس ہوگیا کہ پدمنی تکلیف میں ہے۔ "معاف کرنا مادام' تمہارے پاس گھڑی ہے' ذرا وقت تو بتاؤ۔" اس نے اچانک کہا۔

پدمنی نے گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ "بارہ بج کر پینتیس منٹ ہوئے ہیں ڈاکٹر۔" اس نے بتایا۔

ڈاکٹر اٹھ کھڑا ہوا۔ "اب مجھے جانا ہے' بلکہ میں لیٹ ہوگیا ہوں۔" اس نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ "امید ہے' تمہیں خاصا مواد مل گیا ہوگا۔ کوئی چیز غیرواضح تو نہیں تھی؟"

پدمنی نے بھی کرسی چھوڑ دی۔ "نہیں ڈاکٹر' سب کچھ واضح تھا' میں بتا نہیں سکتی کہ میں آپ کی کتنی شکرگزار ہوں۔"

لیکن ڈاکٹر اب بھی غیرمطمئن تھا۔ "افسوس اس بات کا ہے کہ میرے پاس نقشہ نہیں تھا۔ وہ نقشہ ہوٹل ڈی ولا والوں نے کئی سال پہلے چھپوا کر تقسیم کیا تھا۔ میرے پاس اس نقشے کی ایک کاپی تھی لیکن کل ہی تمہارا ایک ہم وطن مجھ سے نقشہ لے گیا ہے۔"

"میرا ہم وطن؟" پدمنی چوکنا ہوگئی۔

"ہاں' لیکن پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ وہ کوئی تمہارا حریف صحافی تو نہیں ہے؟

"ایک تاریخ دان ہے اور اہم عبادت گاہوں پر تحقیقی کام کررہا ہے۔"

"اس نے آپ کو اپنا نام بتایا؟" پدمنی اب بھی مشکوک تھی۔ "کہیں اس کا نام مارک شا تو نہیں تھا؟" پھر اسے خیال آیا کہ بات اس کے ہم وطن کی ہو رہی ہے لیکن مارک شا کی قومیت کے بارے میں بھی تو کوئی یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

"نہیں' بھلا سا نام تھا اس کا......... ہاں یاد آیا......... بلوان سنگھ۔ دبلا پتلا' طویل القامت آدمی تھا وہ۔ کھڑی ناک' گھنگریالے بال اور داڑھی۔ بہت کم گو آدمی تھا۔ اگر تم اسے جانتی ہو تو اس نقشے سے تمہیں کافی مدد مل سکتی ہے۔"

"کاش میں جانتی ہوتی۔" پدمنی کے لہجے میں حیرت تھی۔

واپسی کے سفر میں وہ بلوان سنگھ کے بارے میں سوچتی رہی۔ یہ بلوان سنگھ کون تھا؟

O-----O-----O

لنچ کے بعد پدمنی نے اپنے نوٹس سنبھالے اور فیچر کی تیاری میں مصروف ہوگئی۔ کوئی ایک گھنٹے بعد فیچر مکمل ہوگیا۔ وہ مطمئن تھی کیونکہ فیچر بے حد جاندار تھا۔ فیچر مکمل کرکے اس نے دہلی سماچار کے دفتر فون کیا۔ اسے وجے یا شنکر سے بات کرنا تھی لیکن وہ دونوں ہی دفتر میں موجود نہیں تھے۔ چنانچہ اس نے سوچا کہ اجیت سے بات کرلی جائے۔ اجیت نے کہا کہ اس نے ٹیپ ریکارڈر تیار رکھا ہے۔ وہ جب چاہے فیچر ریکارڈ کراسکتی ہے۔

فیچر ریکارڈ کرانے کے بعد اس نے فون رکھا ہی تھا کہ گھنٹی بجی۔ وہ سڈلوکاس تھا۔ "زیرو۔" اس نے کہا۔

پدمنی فیچر میں الجھی ہوئی تھی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ "کیا کہہ رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"میں کہہ رہا ہوں کہ مارک شا کے سلسلے میں ہرجواب زیرو ہے۔"

"یعنی کچھ بھی معلوم نہ ہوسکا۔" پدمنی اپنی مایوسی چھپا نہ سکی۔

"میں نے سماچار کے ہر غیرملکی آفس والوں سے بات کی لیکن ان میں سے کوئی بھی مارک شا سے نہیں ملا بلکہ شاہ اسپین کے اغوا سے پہلے تو کسی نے اسکا نام بھی نہیں سنا

تھا۔ ہر شخص اس کے بارے میں تجسس میں مبتلا ہے۔ اسے کوئی نہیں جانتا تھا۔ شاید اس لیے وہ ایسی خبریں دینے میں کامیاب ہے جن کی دوسروں کو بھنک بھی نہیں ملتی۔"

"ہاں' یہ بھی ممکن ہے۔" پدمنی نے اعتراف کیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری مدد نہیں کر سکا۔"

"تمہاری کوششوں کا بہت بہت شکریہ سڈ!" پدمنی نے کہا۔

اس نے ریسیور کریڈل پر پٹخا اور انسٹرومنٹ کو گھورتی رہی۔ وہ مایوس ضرور تھی لیکن اس نے ابھی شکست نہیں تسلیم کی تھی۔ وہ اتنی آسانی سے ہار ماننے والی نہیں تھی اور اس بات کو تو اس نے یوں بھی چیلنج بنالیا تھا۔ وہ بیٹھی غور کرتی رہی کہ آئندہ کس انداز میں کوشش کی جائے۔ تنویر نے کہا تھا کہ آتمارام' سماچار کا پرسنل ڈائریکٹر اس کا دوست ہے اس سے مدد لی جاسکتی ہے' وہ قابل اعتماد ثابت ہو گا۔

کچھ سوچ کر اس نے ریسیور اٹھایا اور آپریٹر کو دہلی' سماچار کے دفتر فون ملانے کی ہدایت دی۔ رابطہ ملنے کے بعد اس نے سماچار کی آپریٹر سے کہا کہ اسے آتمارام سے بات کرنا ہے۔ چند ہی لمحوں کے بعد ریسیور پر آتمارام کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو' آتمارام اسپیکنگ۔"

"میں پدمنی ٹھاکر بول رہی ہوں جناب!" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا "میں سماچار سے منسلک ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے' تم مجھے یاد ہو اب تک۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"یاد رکھنے کا شکریہ جناب' میں پیرس سے بول رہی ہوں۔"

"کہو' کیسے یاد کیا۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں تمہاری؟"

"ایک ذاتی معاملہ ہے جناب' میں تنویر صدیقی کے ساتھ کام کرتی رہی ہوں۔ تنویر نے مجھے آپ کو فون کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ معاملہ رازداری کا ہے۔"

"تو رازداری ہی برتی جائے گی۔"

"میں اپنے ایک کولیگ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہوں' مارک شا کے بارے میں مجھے اس سے بات کرنا ہے' اگر آپ اس کا پتا پا......."

"عجیب اتفاق ہے۔" آتمارام نے اس کی بات کاٹ دی۔ "گزشتہ ایک ہفتے سے

کم از کم ایک کال یومیہ اس سلسلے میں آرہی ہے......... نیوز ویک والے بھی اس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ ایک پبلشر مارک شا پر کتاب چھاپنا چاہتا ہے' میں تو تنگ آگیا ہوں۔ ابھی ایک گھنٹا پہلے ٹائمز کے نمائندے نے اسی سلسلے میں بور کیا تھا۔"

"ٹائمز کے نمائندے نے! وہ کیوں؟"

"ٹائمز' وجے صاحب کو اپنے کور پر چھاپنا چاہتا ہے' حالیہ خبروں کے حوالے سے۔ ان خبروں کے سلسلے میں مارک شا نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس کے بارے میں چھاپنا چاہتے ہیں۔ دشواری یہ ہے کہ مجھے مارک شا کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں۔ ہمارے پاس اس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ ہم تو بہ آسانی کہہ سکتے ہیں کہ اس نام کا کوئی آدمی ہمارے اسٹاف میں ہے ہی نہیں۔"

"لیکن اس کے نام سے خبریں چھپ رہی ہیں۔" پدمنی نے تیز لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں' لیکن........" چند لمحوں کے توقف کے بعد آتمارام کی آواز دوبارہ سنائی دی۔ "ایک منٹ۔ مجھے ایک خیال آیا ہے' تم ذرا ہولڈ کرو۔"

پدمنی ریسیور ہاتھ میں تھامے سوچتی رہی کہ آتمارام خدا جانے کس چکر میں ہے۔ ایک منٹ بعد آتمارام کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو پدمنی۔"

"جی ہاں' میں موجود ہوں۔" پدمنی نے جواب دیا۔

"میں نے کوشش کی' میرا خیال تھا کہ شیلا کو مارک شا کے بارے میں یقیناً علم ہوگا۔ شیلا کو جانتی ہو' وجے صاحب کی سیکرٹری۔ میں نے اسے فون کیا اور بتایا کہ تم نے پیرس سے فون کیا اور تم مارک شا کے بارے میں معلوم کر رہی ہو۔ شیلا کا کہنا ہے کہ اس سلسلے میں وہ بھی بے خبر ہے۔ میرا خیال ہے' مارک شا کو صرف وجے صاحب جانتے ہیں۔ ایک بات کا مجھے یقین ہے۔ شیلا مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔ اسے یقیناً مارک شا کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے جناب' آپ کا شکریہ۔" پدمنی نے سرد آہ بھر کر کہا اور ریسیور رکھ دیا۔ مایوسی اور بڑھ گئی تھی بلکہ اس بار تو ایک تشویش بھی ابھر آئی تھی۔ تنویر نے رازداری پر زور دیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وجے کو علم نہ ہونے پائے لیکن آتمارام نے وجے کی سیکرٹری سے بات کر کے یہ راز طشت ازبام کر دیا تھا۔ اب ایک ہی امکان تھا' وہ

یہ کہ شیلا اس بات کو اتنی اہمیت نہ دے کہ اپنے مصروف باس تک اسے پہنچانا ضروری سمجھے۔ چنانچہ پدمنی نے اپنی تشویش کو غیر اہم قرار دے کر ذہن سے جھٹک دیا۔ اسے اگلے قدم کے بارے میں سوچنا تھا۔

اچانک اسے یاد آیا کہ ابھی اس کے پاس ایک ذریعہ اور ہے۔ تنویر نے اسے دو آدمیوں سے رابطے کے لیے کہا تھا۔ آتمارام سے وہ بات کر چکی تھی اور کوئی نتیجہ نہیں نکلا تھا......... جب کہ روزنامہ دہلی کا محمود ابھی باقی تھا۔ تنویر نے کہا تھا کہ محمود اس کی خاطر کچھ بھی کر سکتا ہے۔

وہ پھر ٹیلیفون کی طرف متوجہ ہوگئی۔ محمود سے بات کرنے کے لیے اسے کئی کالیں کرنی پڑیں۔ روزنامہ دہلی والوں نے اسے ایک ہوٹل کا نمبر بتایا۔ محمود اس ہوٹل سے جا چکا تھا۔ پدمنی نے پھر روزنامہ دہلی رنگ کیا۔ اس بار انہوں نے محمود کے گھر کا نمبر دیا۔ محمود کے گھر کے فون پر کئی بار گھنٹی بجی۔ بالآخر ریسیور اٹھایا گیا۔ "محمود اسپیکنگ"

پدمنی نے اپنا تعارف کرایا اور تنویر کا حوالہ دے ہی رہی تھی کہ محمود نے اس کی بات کاٹ دی۔ "میں تمہیں جانتا ہوں۔" اس نے کہا۔ "تنویر نے یہاں آتے ہی مجھے فون کیا تھا اور تم سے تعاون کرنے کی ہدایت کی تھی۔ کہو' بات کیا ہے؟"

پدمنی کا دل مچلنے لگا۔ یہ اطلاع خوش آئند تھی۔ تنویر دور رہ کر بھی اس کے بارے میں سوچتا ہے' اس کی فکر کرتا ہے۔

"تم پیرس ہی میں ہو نا؟" محمود نے پوچھا۔

"ہاں' میں پلازا ہوٹل میں ٹھہری ہوئی ہوں۔"

"تو جلدی جلدی بولو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم پر زیادہ بوجھ پڑے۔ یہ کال تمہارے لیے بہت مہنگی ثابت ہوگی۔"

پدمنی کو اچانک خیال آیا کہ یہ کال اخبار کے کھاتے میں نہیں جانی چاہیے۔ اسے خود اس کی ادائیگی کرنا ہوگی۔ "بات یہ ہے کہ مجھے تم سے تحقیقی نوعیت کی مدد درکار ہے۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "میں ایک صحافی کے بارے میں ہر وہ بات جاننا چاہتی ہوں' جو معلوم ہو سکے۔ ان دنوں ہر شخص اس کے بارے میں جاننا چاہتا ہے لیکن یہ بات

میرے لیے بہت زیادہ اہم ہے۔ مجھے نہ صرف اس کا پتا معلوم کرنا ہے بلکہ اس سے ذاتی طور پر گفتگو بھی کرنی ہے۔"

"اس کا نام بتاؤ۔"

"مارک شا' روزنامہ سماچار کا فارن رپورٹر۔"

"اس کے بارے میں مجھے کچھ بتا سکتی ہو؟"

"یہی تو رونا ہے' مجھے اس کے بارے میں اس کے سوا کچھ علم نہیں کہ حال ہی میں اس کی فراہم کردہ خبروں نے دنیا بھر میں تہلکہ مچا دیا ہے۔ اس نے نہ صرف وہ خبریں دی ہیں' جو کسی اور صحافی تک نہیں پہنچ سکیں' بلکہ ان جرائم کے پس پردہ اندر کی کہانیاں بھی فراہم کی ہیں۔ یہ سلسلہ شاہ اسپین کے اغوا سے شروع ہوا۔"

"یہ تو میں بھی جانتا ہوں' آخری خبر اسرائیلی وزیراعظم کے قتل کی ہے۔ وہ تو بہت مشہور ہو گیا ہے۔ کیا تمہیں اس کے متعلق اور کچھ بھی معلوم نہیں؟"

"کچھ بھی نہیں۔ مجھے اسی سلسلے میں مدد کی ضرورت ہے۔ سماچار والوں سے معلوم کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ میں ناکام کوشش کر چکی ہوں۔ سماچار کے ریکارڈ میں اس نام کا کوئی رپورٹر موجود نہیں ہے۔ یہ بات میری الجھن اور بڑھا رہی ہے۔ سوائے سماچار کے پہلے صفحے کے مارک شا کا وجود کہیں ثابت نہیں ہوتا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ ذاتی سطح پر سماچار سے منسلک ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ وہ سماچار سے نہیں بلکہ وجے کمار سے منسلک ہے۔"

"ایسا ہی لگتا ہے۔ بہرحال' میں اس سے رابطہ چاہتی ہوں۔"

"اور تمہارا خیال ہے کہ کوئی یہ نہیں چاہتا کہ تم اس تک پہنچو۔"

"میرے خیال میں یہ بات اتنی ڈرامائی ہرگز نہیں ہے۔" پدمنی نے کہا۔ "حقیقت یہ ہے کہ صرف چار افراد یہ بات جانتے ہیں کہ میں اس تک پہنچنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ تنویر' تم' سماچار کا پرسنل ڈائریکٹر آتمارام اور وجے صاحب کی سیکرٹری شیلا' ان چار افراد کے سوا کسی کو اس بات کا علم ہی نہیں ہے۔"

"تو تم یہ جاننا چاہتی ہو کہ مارک شا سے کیسے ملا جا سکتا ہے؟"

پدمنی کچھ گڑبڑا گئی۔ "ممکن ہے' انجام کار ایسا ہی ہو۔" اس نے کہا۔ "فی الحال

میں یہ چاہتی ہوں کہ تم مارک شا کے بارے میں جو کچھ بھی معلوم کرسکو' مجھے بتادو۔ وہ اہم ہو یا غیراہم۔ اگر اس کا پتا اور فون نمبر معلوم ہو جائے تو اور بھی اچھا ہے۔ کیا خیال ہے' تم یہ کام کرسکتے ہو؟"

"کوشش کروں گا۔"

"تنویر نے کہا تھا کہ تم اس معاملے میں لاثانی آدمی ہو۔"

"یہ تو تنویر کی محبت ہے۔ بہرحال' میں اپنا کام محنت سے کرتا ہوں۔ میرے ذرائع لامحدود ہیں۔ میرا تجربہ بتاتا ہے کہ اگر کوئی شخص موجود ہے تو خواہ وہ کتنا ہی گمنام کیوں نہ ہو' اس کے بارے میں سب کچھ معلوم کیا جاسکتا ہے۔ مارک شا تو بہت مشہور آدمی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں تمہاری مدد کرسکوں گا۔" اس کے لہجے میں انکساری تھی۔

"بہت خوب' میں پیشگی شکرگزار ہوں۔"

"تمہیں یہ معلومات کب درکار ہیں؟"

"جلد از جلد۔"

"اوہ.......... گویا کل کا دن مناسب رہے گا؟"

"ہاں' میں پلازا ہوٹل میں تمہاری کال کا انتظار کروں گی۔"

"ٹھیک ہے' کل پیرس کے وقت کے مطابق رات بارہ بجے کے قریب میں تمہیں فون کروں گا۔"

ریسیور کریڈل پر رکھ کر وہ صوفے پر ڈھیر ہوگئی۔ اس نے کچھ بھی نہیں کیا تھا لیکن وہ بہت زیادہ تھکن محسوس کر رہی تھی۔ زندگی میں پہلی بار اسے اندازہ ہوا کہ فون کرنا بھی تھکا دینے والا کام ہے۔ اس نے مسلسل فون کیے تھے لیکن ایک فائدہ بھی ہوا تھا۔ اس کے دل میں پھر امید جاگ اٹھی تھی۔ محمود اس کے لیے امید کی آخری کرن تھا۔ یہ بات اس کے لیے بے حد اہمیت رکھتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ دہشت گردی کی حالیہ وارداتوں میں کارلوس کا ہاتھ نہیں ہے۔ اگر محمود نے کام کر دکھایا تو وہ یقیناً کل تک اس شخص تک پہنچ جائے گی' جس نے وہ تمام وارداتیں کرائی تھیں۔ یہ اس کے صحافتی کیریئر کی سب سے بڑی خبر ہوگی' کل رات.......... ہاں کل رات میں مارک شا کے

بارے میں جان جاؤں گی۔ اس نے بے حد خوش ہو کر سوچا' اور ان وارداتوں کے سلسلے میں میرے ہر سوال کا جواب مارک شا کے پاس ہوگا' اس میں کوئی شک ہی نہیں تھا۔



اگلا دن فراغت کا تھا۔ پدمنی فون کے پاس بیٹھی رہی لیکن ساچار کی طرف سے کسی نئے کام کے سلسلے میں تازہ ہدایات نہیں ملیں۔ مارک شا کے سلسلے میں اس کا تحقیقی کام بھی وقتی طور پر التوا میں پڑا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ آرام کرتی رہی۔ اسے معلوم تھا کہ محمود کی کال رات کو دیر سے آئے گی۔ ساچار کی کال کے سلسلے میں اسے کوئی بے چینی نہیں تھی۔

دوپہر کو وہ شاپنگ کے لیے نکل گئی۔ شاپنگ کے بعد اس نے لنچ کیا اور ایک آرٹ گیلری میں چلی گئی۔ وہ اپنے باپ کے لیے کچھ خریدنا چاہتی تھی۔ بالآخر اسے فرنانڈو بوٹیرو کی ایک پینٹنگ پسند آگئی' جو اس کی قوت خرید سے مطابقت رکھتی تھی۔ اس نے وہ پینٹنگ خریدی اور اپنے باپ کے پتے پر پوسٹ کر دی۔ شام تک وہ ادھر ادھر گھومتی رہی۔ مقصد محض وقت گزاری تھا۔

شام کو وہ ہوٹل میں پہنچی اور اس نے نہا دھو کر لباس تبدیل کیا۔ اس رات سڈلوکاس نے اسے ڈنر پر مدعو کیا تھا۔ سڈ کا اپارٹمنٹ ریوڈی تہران پر تھا۔ وہاں وہ پہلی بار سڈ کی بیوی اوڈیت سے ملی۔ اوڈیت متوسط العمر تھی اور بہت زیادہ بولنے کی عادی تھی۔ اسے ورثے میں اچھی خاصی دولت ملی تھی جس کا اظہار اپارٹمنٹ کی آرائش سے بخوبی ہو رہا تھا۔ اس اپارٹمنٹ میں اگر کوئی چیز عدم مطابقت کا احساس دلا رہی تھی تو وہ تھی سڈلوکاس کی شخصیت۔ وہ لباس کے معاملے میں بے حد بے پروا آدمی تھا۔

سڈ نے کچھ اور لوگوں کو بھی ڈنر پر مدعو کیا تھا۔ وہ دو جوڑے تھے۔ ایک فرانسیسی پبلشر تھا جس کی بیوی خاصی معروف شاعرہ تھی' دوسرا ہنگری کا ایک فلمساز تھا جس نے اب تک معاہدے تو درجنوں کیے تھے لیکن فلم کوئی نہیں بنائی تھی۔ وہ بڑی بڑی باتیں کرنے اور مشہور ادبی جملے دہرانے کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ اس کی بیوی چیکوسلواکین تھی اور خاصی بدصورت تھی۔

کھانا بہت اچھا تھا لیکن پدمنی بہت بور ہو رہی تھی۔ ڈنر میں شامل مہمان اس

کے مطلب کے نہیں تھے۔ سڈلوکاس کا وجود اس اعتبار سے غنیمت تھا کہ اگر وہ نہ ہوتا تو اس کے لیے ٹھہرنا محال ہو جاتا۔ وہ ادھر ادھر کی باتیں کرتا اور اسے بہلاتا رہا۔

کھانے کے بعد سڈ نے پدمنی سے دریافت کیا۔ "تمہیں کوئی نیا کام بھی ملا؟"

"کام تو میں کر رہی ہوں لیکن بات بس میرے اور تمہارے درمیان رہنی چاہیے۔" پدمنی نے کہا۔

"پکی بات، میں کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کروں گا۔"

"میں مارک شا کی تلاش میں ہوں، وہ میرے ذہن پر بری طرح سوار ہے۔" پدمنی نے سرگوشی میں کہا۔

اور یہ حقیقت تھی کہ مارک شا اس کے ذہن پر سوار تھا۔ وہ اس گفتگو پر توجہ نہیں دے پا رہی تھی جو مہمانوں کے درمیان ہو رہی تھی۔ پونے بارہ بجے فلمساز نے اجازت چاہی۔ پدمنی بھی اس کے ساتھ باہر نکل آئی۔ باہر آتے ہی اس نے ٹیکسی روکی اور ڈرائیور کو پلازا ہوٹل چلنے کی ہدایت کی۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے لباس تبدیل کیا اور فون کے قریب جا بیٹھی۔ اس کی نگاہیں بار بار دیواری کلاک کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ پونے بارہ بج گئے اور فون کی گھنٹی نہیں بجی تو وہ مضطرب ہو گئی۔ اس کے پیٹ میں اینٹھن سی ہونے لگی۔ یہ اس کے نروس ہونے کی علامت تھی۔

بارہ بجنے میں نو منٹ باقی تھے کہ فون کی گھنٹی بجی۔ پدمنی نے بے تابی سے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے محمود ہی بول رہا تھا۔ "مس ٹھاکر! میں نے مارک شا کے بارے میں معلوم کر لیا ہے۔" اس نے کہا۔

پدمنی کی دھڑکنیں بے ربط ہو گئیں۔ "بہت خوب۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ اس کا لہجہ ہیجانی تھا۔ "کہاں رہتا ہے وہ؟"

"صحافیوں کی سالانہ ڈائریکٹری میں.......... صفحہ نمبر ۵۴ پر۔"

"میں.......... میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی؟" پدمنی بوکھلا گئی۔

"میں سمجھاتا ہوں۔" دوسری طرف سے محمود نے کہا۔ "وہ ڈائریکٹری نیویارک میں چھپتی تھی اور صرف ایک سال چھپ کر رہ گئی۔ وہ ہو از ہو، طرز کی ڈائریکٹری تھی

جس میں صحافت، ریڈیو اور ٹیلی وژن کے تمام بڑے لوگوں کے متعلق تفصیلات شائع کی گئی تھیں۔ اس ڈائریکٹری کی محض چند جلدیں فروخت ہو سکیں۔ گویا وہ ناکام ہو گئی۔ اس کی ایک جلد اتفاق سے کل میرے ہاتھ لگ گئی۔"

"اور مارک شا کا نام اس میں موجود ہے؟" پدمنی نے ہیجانی لہجے میں پوچھا۔ "کیا لکھا ہے اس میں؟ کہاں مل سکے گا وہ؟"

"نہیں، اتنا تیز مت دوڑو، پہلے مجھے بات پوری کرنے دو۔ اس میں مارک شا کا پتا موجود تھا۔ نیویارک کے ٹائمز اسکوائر اسٹیشن کا ایک پوسٹ بکس نمبر۔ میں اس پتے پر اس سے رابطہ قائم کر سکتا تھا لیکن مجھے تمہیں فون بھی کرنا تھا۔ چنانچہ میں نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ پوسٹ بکس کس کے نام ہے۔ یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ دہلی میں بیٹھ کر نیویارک کے متعلق معلوم کیا جائے۔ لیکن میں نے تمہیں بتایا نا کہ میرے ذرائع لامحدود ہیں، میں نے معلوم کر لیا.........."

"مارک شا کہاں ملے گا؟"

"وہ پوسٹ بکس نمبر ریوینا بکس پبلشر کا ہے.......... اسی پبلشر کا، جس نے وہ ڈائریکٹری شائع کی تھی۔"

"یعنی وہ بیک وقت ان کے لیے اور سماچار کے لیے کام کر رہا ہے؟"

"نہیں مس پدمنی، وہ کسی کے لیے کام نہیں کرتا، اس کا کہیں وجود نہیں ہے۔"

"کیا؟ کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں کہہ رہا ہوں کہ مارک شا کا کہیں وجود نہیں ہے۔" محمود نے اصرار کیا۔ "جیسے ہی مجھے پتا چلا کہ وہ پوسٹ بکس نمبر کس کا ہے، میں پوری بات سمجھ گیا۔ امریکہ سے ایسی کتابیں شائع ہوتی رہی ہیں جن میں فرضی شخصیتوں کی سوانح عمری ہوتی تھی۔ ایسی ڈائریکٹریاں بھی شائع ہوئی ہیں۔ ہو از ہو طرز کی جن میں مشہور شخصیات کے ساتھ تفریحاً فرضی شخصیات کے متعلق مواد چھاپا گیا ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی میں نے ریوینا بکس پبلشرز سے رابطہ قائم کیا۔ وہ گریز کر رہے تھے لیکن میں نے ان سے اگلوا ہی لیا کہ ڈائریکٹری میں تقریباً دس فرضی شخصیتوں میں سے ایک مارک شا بھی ہے۔ چنانچہ تمہارے سوال کا

جواب یہ ہے مس ٹھاکر کہ مارک شا کوئی جیتی جاگتی شخصیت نہیں ہے۔ آئی ایم سوری۔"

پدمنی سناٹے کے عالم میں سب کچھ سن رہی تھی۔ وہ سمجھنے کی کوشش بھی کر رہی تھی۔ بڑی مشکل سے اس کے حلق سے آواز نکلی۔ "لیکن کیوں.........؟" پھر اسے فوراً ہی احساس ہوگیا کہ اس سلسلے میں محمود سے بات کرنا فضول ہے۔ "آئی ایم سوری ٹو۔ بہرحال' تمہاری محنت میں کلام نہیں۔ میں تمہاری شکرگزار ہوں۔ اپنا بل........."

"میں وہ تنویر سے وصول کرلوں گا' تم فکر نہ کرو۔"

اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہوگیا۔

O-----O-----O

پدمنی کو احساس تھا کہ اس رات نیند آسانی سے نہیں آئے گی۔ اس کے ذہن میں وہ سوالات چکراتے پھر رہے تھے' جن کے جواب اس کے پاس نہیں تھے۔ سوال یہ تھا کہ ان سوالوں کے جواب کون دے گا' اس کا ایسا ہمدرد کون ہے۔ یہ سوچتے ہی اس کے ذہن میں تنویر کا تصور ابھر آیا۔

وہ پھر فون کی طرف لپکی۔ چند ہی لمحے بعد تنویر لائن پر موجود تھا۔ "تنویر بول رہا ہوں۔" ریسیور میں اس کی آواز سنائی دی اور پدمنی نے سکون کا سانس لیا۔

"تنویر! میں پدمنی بول رہی ہوں۔"

"بہت خوشی ہوئی کہ تم نے مجھے یاد کیا۔" تنویر کے لہجے میں مسرت تھی۔ "کہاں ہو تم؟"

"وہیں' جہاں تم نے مجھے چھوڑا تھا۔"

"چھوڑا کہاں تھا' چھوڑنے پر مجبور کردیا گیا تھا۔ ارے ہاں......... وہاں تو رات کا ڈیڑھ بجا ہوگا' تم سوئیں کیوں نہیں؟"

"ذہن پر بہت بوجھ ہے' تم سے بات کرنا ضروری ہوگیا تھا۔ میں تمہیں کچھ بتانا چاہتی........."

"پہلے کچھ سن لو۔" تنویر نے اس کی بات کاٹ دی۔ "لورڈیز پر تمہارا فیچر بے حد شاندار تھا۔ یہ تو تمہیں پتا چل ہی گیا ہوگا کہ آج رات لورڈیز میں کیا کچھ ہوا ہے۔"

"نہیں تو......... میں نے آج ٹی وی پر خبریں بھی نہیں سنیں۔ کیا ہوا؟"

"پوپ کو لورڈیز کی زیرزمین خانقاہ میں لے جایا گیا۔ وہاں سیکڑوں افراد موجود تھے۔ اچانک لائٹ چلی گئی۔ لوگ خوفزدہ ہوگئے۔ زبردست بھگدڑ مچی۔ پوپ کو اس کے محافظوں نے بڑی مشکل سے بچایا' ورنہ وہ یقینی طور پر کچلا جاتا۔ لائٹ دوبارہ آئی تو چالیس کے قریب آدمی زخمی ہو چکے تھے' کچھ کی حالت........."

"پوپ تو خیریت سے ہے نا؟"

"ہاں......... محافظ بہت بڑی تعداد میں تھے' انہوں نے پوپ کے گرد گھیرا ڈال دیا تھا' ورنہ........."

"تنویر میں دعوے سے کہتی ہوں کہ وہ لوگ جو بھی تھے' درحقیقت پوپ کو اغوا کرنا چاہتے تھے لیکن اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوئے۔"

"تم قیاس آرائیاں بہت کرنے لگی ہو۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ تم درست کہہ رہی ہو۔ اگر یہ کوئی منصوبہ ہوتا تو مارک شا نے اس کے متعلق خبر ضرور فراہم کی ہوتی جو ساچار کے صفحہ اول پر چھپتی۔"

"لیکن تنویر' مارک شا محض ایک فراڈ ہے' ایک جھوٹ ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ساچار میں اور صرف ساچار میں چھپنے والی کوئی خبر مارک شا کی فراہم کردہ نہیں ہے کیونکہ مارک شا کا کہیں وجود نہیں ہے۔"

فون پر کچھ دیر خاموشی رہی' پھر تنویر نے کہا۔ "کیسی باتیں کر رہی ہو تم؟"

"تمہیں معلوم ہے' گزشتہ دو روز سے میں مارک شا کے چکر میں تھی۔ میں نے اس سلسلے میں تمہارے دوست محمود سے بھی مدد لی۔ تمہیں یاد ہے نا' تم نے مجھے محمود کے متعلق بتایا تھا۔"

"ہاں' یاد ہے۔ بس تم کہتی رہو۔"

"محمود نے مارک شا کے سلسلے میں تحقیق کی........." پھر پدمنی نے تنویر کو وہ سب کچھ بتایا' جو اسے محمود سے پتا چلا تھا۔ "اسی لیے میں نے تم کو فون کیا ہے۔ میں پاگل ہوئی جا رہی ہوں سوچ سوچ کر......... میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔ میرا خیال تھا تم

میری مدد کرو گے۔"

ایک بار پھر دوسری طرف خاموشی چھاگئی۔ پھر تنویر نے کہا۔ "میں کچھ کہہ نہیں سکتا، مجھے یقین نہیں آتا۔"

"وجے نے وہ خبریں ایک ایسے شخص کے نام سے کیوں چھاپیں جس کا کوئی وجود نہیں ہے؟"

"خیر، یہ تو کوئی ناقابل فہم بات نہیں۔ پبلشر اکثر فرضی نام استعمال کرتے رہتے ہیں۔ اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی رپورٹر اتنا بڑا رپورٹر نہیں بنتا کہ پبلشر کو بلیک میل کرسکے۔ نہ تو وہ تنخواہ بڑھانے کا مطالبہ کرسکتا ہے اور نہ ہی کسی حریف اخبار سے رجوع کرسکتا ہے۔ اس میں تو پبلشر کا فائدہ ہی فائدہ ہے۔"

"لیکن وجے نے فرضی نام کے لیے مارک شا کا انتخاب کیوں کیا؟"

"یہ ذہن میں رکھو کہ خبریں غیرملکی تھیں اور ان کے لیے کوئی یورپین نام ہی مناسب تھا، پھر وہ نام اسے کتنی آسانی سے ملا ہوگا۔ ذرا سوچو تو.......... وہ ڈائریکٹری دیکھ رہا ہوگا پھر اسے مارک شا کا نام نظر آیا۔ اس نے وہ نام یاد رکھا اور موقع ملتے ہی استعمال بھی کرلیا۔"

"تمہارا مطلب ہے، جانتے بوجھتے کہ مارک شا کی کوئی شخصیت نہیں ہے؟"

"ہاں، میرا اندازہ تو یہی ہے۔"

"لیکن تنویر، وہ خبریں تو اسے کسی نہ کسی نے فراہم کی ہی ہوں گی۔ سوال یہ ہے کہ خبریں کس نے فراہم کیں، جن پر مارک شا کا نام ڈالا گیا؟"

دوسری طرف پھر خاموشی چھاگئی۔

"وہ خبریں جس نے بھی فراہم کیں، وہ یقینی طور پر سماچار سے منسلک تھا، اس لیے کہ وہ خبریں کسی اور اخبار تک نہیں پہنچیں بلکہ ان خبروں کو چھپایا گیا تھا لیکن وہ خبریں سماچار میں چھپیں۔ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا اخبار بھی وہ خبریں حاصل نہ کرسکا۔ سب نے وہ خبریں سماچار کے حوالے سے شائع کیں۔ وہ رپورٹر کون تھا؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں؟" تنویر کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"میں کہہ سکتی ہوں، اور کہہ رہی ہوں کہ وجے کا کوئی آدمی دہشت گردوں کے

کسی گروہ میں شامل ہے۔ وہ شخص اندر کی وہ خبریں بیچ رہا ہوگا۔ بات سمجھ میں آتی ہے؟"

"نہیں، یہ محض قیاس آرائی ہے، میں نہیں مان سکتا۔"

"ٹھیک ہے، میرے پاس اس سوال کا اور کوئی جواب نہیں ہے، تمہارے پاس یقیناً ہوگا۔"

"فی الوقت تو نہیں ہے۔ مجھے سوچنے کی مہلت دو۔ فی الوقت مجھے پرائم منسٹر ہاؤس جاکر تمہارے والد سے ملنا ہے تاکہ لندن میں تین سربراہوں کی ملاقات کا ایجنڈا معلوم کرسکوں۔"

"ٹھیک ہے، پتاجی کو میرا پرنام کہنا۔" پدمنی ناخوش تھی۔

"بات سنو! مجھے ذرا سوچنے دو، میں جلد از جلد تم سے ملوں گا۔ تمہیں معلوم ہے، تمہارے والد کچھ صحافیوں کے ساتھ لندن جارہے ہیں، میں بھی ہوں گا۔ میں کسی دن موقع نکال کر چپکے سے پیرس چلا آؤں گا پھر اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو ہوگی۔"

"میں اتنا طویل انتظار نہیں کرسکتی۔"

"تو اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"میں یہ مسئلہ حل کرکے رہوں گی۔ اسے حل کیے بغیر میں چین سے نہیں بیٹھوں گی۔"



کچھ دیر گولف کھیلنے اور لنچ کرنے کے بعد وجے اپنے دفتر میں داخل ہوا۔ اب وہ پروگرام کے مطابق کال ریسیو کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار تھا۔ کال ٹھیک وقت پر آئی۔ اس نے دس منٹ گفتگو کی۔ اب گفتگو اختتام پر تھی۔ "ٹھیک ہے رگھبیر! بات واضح ہوگئی۔" وہ کہہ رہا تھا "میری خواہش تھی کہ وہ کامیاب ہوتے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کوپر نے ٹھیک کہا ہے۔ ہر بازی جیتنا ممکن تو نہیں ہوتا۔ ان سے کہو کہ اس سلسلے میں پریشان نہ ہوں۔ ممکن ہے آئندہ جاب آسان ثابت ہو۔ ان سے کہو کہ میرے احکامات کے منتظر رہیں۔"

وہ ریسیور رکھ ہی رہا تھا کہ شنکر دفتر میں داخل ہوا۔ "شنکر.......... تم یہاں کیسے؟" وجے نے شنکر سے پوچھا۔ "تمہیں تو میں نے چھٹی کرنے کے لیے کہا تھا۔"

"مجھے تم سے بات کرنی تھی اور یہ بھی معلوم تھا کہ رگھبیر کی کال آنے والی ہے۔ اس کے بعد ہی تم سے بات کرنا ممکن ہوگا۔" شنکر نے وجے کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "رگھبیر سے کیا پتا چلا۔ لورڈیز میں ناکامی کی کوئی وجہ معلوم ہوئی؟؟"

"وہ ناممکن قسم کا سیٹ اپ تھا۔ انہوں نے فیوز اڑا دیا۔ وہ لوگ مناسب جگہوں پر موجود بھی تھے لیکن خانقاہ میں بہت سارے لوگ تھے۔ ان کی وجہ سے افراتفری مچ گئی۔ یوں معاملہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کے علاوہ پوپ کے گرد محافظوں کا حصار تھا۔ چنانچہ کوبر کو منصوبہ ترک کرنا پڑا۔ یہ ہماری پہلی ناکامی ہے اور مجھے پسند نہیں آئی ہے لیکن میں اس ناکامی پر اس ناکامی کو فوقیت دوں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ کسی ایسے کام میں ہاتھ ڈالیں جسے مکمل نہ کرسکیں۔"

"میں تم سے متفق ہوں۔"

وجے نے شنکر کے چہرے کو بغور دیکھا اور بولا۔ "تم کچھ پریشان ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ تمہارے ذہن پر کوئی بوجھ ہے۔"

"ہاں، ہے تو سہی۔ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" شنکر نے آہستہ سے کہا۔

"بولو، میں سن رہا ہوں۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ ٹائمز والے تمہارے معاملات میں بہت متجسس ہو رہے ہیں۔ وہ چھان بین کر رہے ہیں تمہارے معاملات کی۔" شنکر نے رازدارانہ انداز میں آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

"یہ معاملات بروس سنبھال لے گا۔ کچھ اس نے دانستہ ان کے تجسس کو ہوا دی ہے لیکن یہ طے ہے کہ وہ کوئی اہم بات معلوم نہیں کرسکیں گے۔"

"لیکن یہ آگ سے کھیلنے کے مترادف ہے۔" شنکر نے احتجاج کیا۔

"مجھے یقین ہے، وہ کچھ معلوم نہیں کرسکیں گے۔" وجے کے لہجے میں قطعیت تھی۔

"ٹھیک ہے، اگر بروس انہیں سنبھال سکتا ہے تو میں مطمئن ہوں۔" شنکر نے مدافعانہ انداز میں کہا پھر وہ کچھ ہچکچایا۔ "ایک بات اور ہے۔"

"وہ بھی کہہ دو۔"

"تمہیں پتا ہے، پدمنی ٹھاکر، مارک شا کے بارے میں جاننے کو بے چین ہے۔ وہ اس سلسلے میں سرتوڑ کوشش کر رہی ہے۔"

"یہ تجسس تو فطری ہے۔" وجے نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن وہ کچھ بھی معلوم نہیں کرسکے گی۔"

"اس نے اس سلسلے میں پیرس سے آتمارام کو فون کیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ناچار کا پرسنل ڈائریکٹر اس سلسلے میں اسے معلومات فراہم کرسکے گا۔"

"میں نے کہا نا، اس کا تجسس فطری ہے۔ وہ اس شخص سے حسد محسوس کرے گی جس نے کئی اہم خبروں کے معاملے میں اسے مسلسل شکست دی ہے۔ وہ اس سے ملنا چاہتی ہے۔ اس کی کامیابی کا راز جاننا چاہتی ہے لیکن یہ بات تم بھی جانتے ہو اور مجھے بھی معلوم ہے کہ اس کی خواہش کبھی پوری نہیں ہوسکے گی۔"

"اس کے باوجود مجھے یہ سب کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔ یہ تجسس خطرناک ہے۔ تم اب تک بغیر کسی خطرے سے دوچار ہوئے بہت کچھ حاصل کرچکے ہو۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو کچھ مل چکا ہے، اسی پر اکتفا کرتے ہوئے اب اس خطرناک کھیل سے ہاتھ اٹھالو۔ تم سب کو شکست دے چکے ہو، اتنا کافی ہے۔"

"کمال ہے، میں تمہیں فکرمند ہونے والوں میں شمار نہیں کرتا۔" وجے نے خوش دلی سے کہا۔ "جب قسمت ساتھ دے رہی ہو تو کھیل سے ہاتھ اٹھانا حماقت ہے۔"

"میرا مشورہ تو یہی ہے۔ آگے تمہاری مرضی۔" شنکر کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔

اس کے لہجے کی گمبھیرتا نے وجے کو ہلا ڈالا۔ وہ جانتا تھا کہ شنکر بلاوجہ پریشان ہونے والا آدمی نہیں ہے۔ اگر وہ پریشان تھا تو یقیناً پریشانی کی بات ہوگی۔ "ٹھیک ہے شنکر!" اس نے بھی سنجیدگی سے کہا۔ "ہم اس پر غور کریں گے۔ دیکھیں، کل کا دن ہمارے لیے کیا لاتا ہے۔"



کل کا دن اس کے لیے ٹائمز کا تازہ ترین شمارہ لایا۔ وجے فتح کے نشے میں سرشار ہوئے دفتر میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ٹائمز کی کاپی تھی۔ دفتر میں شنکر پہلے ہی سے اس کا منتظر بیٹھا تھا وجے نے اسے ٹائمز کا سرورق دکھایا جس پر اس کی تصویر چھپی تھی۔ وہ

ایک پورٹریٹ اسکیچ تھا۔ پس منظر میں ایک اور چہرہ تھا جس کے نقوش واضح نہیں تھے۔ نیچے لکھا تھا دنیائے صحافت کا پرماتما.......... "تم نے دیکھا شنکر۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "برا نہیں ہے۔"

شنکر نے اپنی گود میں رکھا ہوا ٹائمز اٹھایا۔ "میں نے دیکھا ہے بلکہ میں فیچر بھی پڑھ چکا ہوں۔" اس نے کہا۔

وجے اپنی میز کے عقب میں جا بیٹھا۔ اس نے میگزین سامنے رکھ کر اس کا سرورق بغور دیکھا۔ "میرا ہی لگتا ہے۔" اس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔ "بس ذرا موٹا لگتا ہوں اس میں۔"

"بہت اچھا پورٹریٹ ہے۔" شنکر نے کہا۔ "اس میں تم زیادہ تروتازہ دکھائی دے رہے ہو۔ یہ پورٹریٹ یہ تاثر بھی دیتا ہے کہ تمہاری آنکھیں دور تک دیکھ سکتی ہیں۔ اس میں تمہاری آنکھوں کی گہرائی اجاگر کرنے میں مصور نے کمال کر دکھایا ہے۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو' اس سے بہتر میں بھی نہیں چھاپ سکتا تھا۔" وجے نے کرسی جھلاتے ہوئے کہا۔ اس کی نظریں اب بھی سرورق پر جمی ہوئی تھیں' آنکھوں میں چمک تھی۔ "دنیائے صحافت کا پرماتما۔" اس نے دہرایا "یعنی آل مائٹی.......... کیسا لگا تمہیں یہ لقب؟"

"میں سمجھتا ہوں کہ یہ سچ ہے' تم اس کے مستحق ہوں۔"

وجے نے سر ہلایا۔ اس کے چہرے پر استعجاب کا تاثر تھا۔ "اتنی بڑی کامیابی تو میرے باپ کو بھی نہیں ملی' نہ ہی وہ اس کا تصور کر سکتا تھا۔"

"تم نے فیچر بھی پڑھا؟" شنکر نے پوچھا۔

"ہاں' بہت اچھا فیچر ہے۔ غیر جانب دار انداز میں لکھا گیا ہے' جس کی وجہ سے تاثر اور بڑھ گیا ہے۔ حد یہ ہے کہ یہ فیچر لکشمی کو بھی پسند آیا۔"

شنکر کے چہرے پر لمحہ بھر کو الجھن لہرائی پھر اس نے پوچھا۔ "بھابی نے بھی پڑھا ہے اسے؟"

"ہاں' وہ میرے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتی ہے۔" وجے نے قہقہہ لگایا۔ "اسے یہ فیچر پسند آیا.......... بڑھیا کو.......... کہو' کیسی رہی؟"

"بہت خوب' ویسے اس میں شک نہیں کہ فیچر بے حد متاثر کن ہے۔ البتہ ں شا کے سلسلے میں انہوں نے بہت زیادہ تجسس ابھارا ہے۔ اس سلسلے میں ہماری زداری کو بھی انہوں نے بہت زیادہ اجاگر کیا ہے۔ فیچر سے یہ تاثر ملتا ہے کہ ہم مارک و ساری دنیا کی نظروں سے چھپا کر اس لیے رکھ رہے ہیں کہ کہیں وہ ہمارے ہاتھ سے نہ جائے۔ ان تمام باتوں کے باوجود فیچر بہت زیادہ متاثر کن ہے۔ پتا ہے' ٹائمز کا شمارہ تے ہی فون کالز کا تانتا بندھ گیا ہے۔ بیشتر کالز ایسی ہیں جن کا جواب تمہیں ذاتی طور پر ہے۔" پھر اس نے جلدی سے کہا "بشرط فرصت۔" اور کچھ کاغذات وجے کی طرف ھا دیے۔ "یہ ہے ان کالز کی تفصیل۔"

وجے نے فہرست تھام لی۔

"اس میں ٹھاکر رام داس بھی ہے۔ اس نے وزیراعظم کی طرف سے مبارک باد پیغام دیتے ہوئے وزیراعظم کی طرف سے تمہیں رات کے کھانے پر مدعو کیا ہے۔ یراعظم کی خواہش ہے کہ ان کے دورہ برطانیہ پر جانے سے پہلے یہ دعوت ہو جائے۔"

"واہ کیسی رہی؟" وجے نے بچوں کے انداز میں پوچھا۔

"بہت اچھی.......... لیکن ٹھاکر کو تمہاری طرف سے فوری جواب درکار ہے۔ را خیال ہے' تم یہ دعوت ضرور قبول کرو گے۔"

"کسی قیمت میں یہ دعوت نہیں چھوڑوں گا۔" وجے نے میگزین کے سرورق کو ے پیار سے سہلاتے ہوئے کہا۔ "اور کیا حال ہے شنکر؟"

"ایک بات مجھے پریشان کر رہی ہے۔" شنکر نے تفکر آمیز لہجے میں کہا "یہ فیچر ے سلسلے میں ہر شخص کے لیے دعوت نامہ تجسس ہے۔ تم نے میری کل کی بات پر کیا؟"

وجے سنجیدہ ہو گیا "تمہارا اشارہ اپنے مشورے کی طرف ہے؟ ہاں' میں نے سوچا ہے" اس نے شنکر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا "تم ٹھیک کہتے ہو' میں ے مشورے پر عمل کروں گا لیکن ایک بڑے کام کے بعد.......... بہت بڑے کام کے بعد۔"

"چیف' میں کہہ رہا ہوں کہ اب یہ خطرناک ہو گا۔" شنکر کے لہجے میں احتجاج

تھا۔

"ہونے دو۔ اس وقت میرے ستارے چڑھے ہوئے ہیں۔ ناکامی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ لورڈیز کی ناکامی کے بعد تو یہ بہت ضروری ہوگیا ہے۔"

"لیکن تمہاری ناکامی کا علم تو کسی کو بھی نہیں۔" شنکر نے دلیل دی۔

"مجھے تو علم ہے' میں ناکامی پر یہ سلسلہ ختم نہیں کرسکتا میرا آخری کام بہت بڑا ہونا چاہیے اور بہت زیادہ کامیاب۔ میں دھوم دھڑکے سے جاؤں گا شنکر' تمہیں پرماتما پر یقین رکھنا چاہیے' میں آل مائٹی ہوں۔"

"جیسی تمہاری مرضی وجے!" شنکر نے ہتھیار ڈال دیے۔

"یہ آخری کام ہوگا' یہ میرا وعدہ ہے لیکن اب ہمیں تیزی سے حرکت میں آنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔"

"رگھبیر پیرس واپس پہنچ گیا ہوگا۔" وجے نے پرخیال انداز میں کہا۔ "اسے فون کرکے کہو کہ کوپر سے میری ملاقات کا بندوبست کرے۔ کل رات پیرس کے لنکاسٹر ہوٹل میں۔"

شنکر کا منہ بن گیا۔ "میں پھر کہہ رہا ہوں چیف کہ محتاط ہو جاؤ۔ پدمنی ٹھاکر وہاں موجود ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ تمہیں پیرس میں دیکھے۔ ایک تو وہ ہمیشہ غلط وقت پر غلط مقام پر کسی نہ کسی طرح پہنچ جاتی ہے۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" وجے نے بااعتماد لہجے میں کہا۔ "میں لنکاسٹر میں صرف ایک رات قیام کروں گا اور ہوٹل سے نکلوں گا ہی نہیں۔ بہرحال اگر تم پریشان ہو تو پدمنی کو فون کرو اور کہو کہ وہ لندن پہنچ کر ہماری ہدایت کا انتظار کرے۔"

"یہ بہتر ہوگا۔"

"لیکن پہلے کرنے والا کام پہلے...... رگھبیر سے میری بات کراؤ اور ہاں' جاتے وقت شیلا سے کہتے جانا کہ کل صبح کی فلائٹ میں میرے لیے سیٹ بک کرادے۔" وجے نے کہا اور پھر شنکر کو آنکھ مارتے ہوئے بولا۔ "میں تم سے وعدہ کرچکا ہوں کہ یہ میرا آخری کام ہوگا۔"

O----------O--------O

پدمنی سو رہی تھی کہ فون کی گھنٹی نے اسے چونکا دیا۔ وہ پوری طرح سے بیدار نہیں ہوئی لیکن اسے یہ احساس بہرحال ہوگیا کہ اسے فون اٹھانا ہے۔ نیم بیداری کی کیفیت میں اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا "ہیلو۔" اس نے غنودہ آواز میں کہا۔

دوسری طرف سے تنویر کی آواز سنتے ہی وہ اٹھ گئی۔

"ہیلو پدما! کیا میں نے تمہیں سوتے سے اٹھایا ہے؟" تنویر پوچھ رہا تھا۔

"نہیں تو' ایسی تو کوئی بات نہیں۔" اس نے جھوٹ بولا۔

"اوہ! مجھے اب خیال آرہا ہے۔ یقیناً تم نیند سے جاگی ہو۔ پیرس میں تو ابھی سورج طلوع بھی نہیں ہوا ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں تنویر! تم مجھے کسی بھی وقت کال کرسکتے ہو۔ کوئی خاص بات؟"

"کچھ کچھ خاص بات ہی ہے۔ دراصل میں تم سے اپنی آخری گفتگو سے مطمئن نہیں ہوں۔" تنویر نے کہا "تم اس بات پر الجھ رہی تھیں کہ وجے کو وہ خبریں کیسے ملیں' جنہیں وہ ناموجود مارک شا کے نام سے چھاپ رہا ہے۔ اب میں بھی اس سوال کا جواب چاہتا ہوں۔ تمہاری تحقیق کی گاڑی کچھ آگے بڑھی؟"

"نہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ اب کیا کروں۔" پدمنی نے جواب دیا۔

"ممکن ہے' میں تمہاری کچھ مدد کرسکوں' میں یقین سے تو نہیں کہہ سکتا بہرحال' میں اس سلسلے میں سنجیدگی سے سوچتا رہا ہوں۔"

"ہاں ہاں' کہو۔" وہ مضطرب ہوگئی۔

"تمہارا نظریہ یہ ہے کہ وارداتیں کرنے والے گروہ میں وجے کا کوئی آدمی شامل ہے۔ میرے پاس کوئی ایسا نظریہ نہیں جس کے زور پر تمہارے نظریے کو باطل کیا جاسکے۔ اب ہم فرض کرلیتے ہیں کہ میں تم سے متفق ہوگیا ہوں' اگر ہمارے باس کا دہشت گردوں سے رابطہ ہے تو میرے خیال میں صرف کارلوس گینگ سے ہوسکتا ہے' کیونکہ اتنے بڑے کام صرف کارلوس گینگ ہی کرسکتا ہے۔ دوسرے گروہوں کے پاس اتنے وسائل نہیں۔ میرا خیال ہے کہ تم مجھ سے اختلاف کروگی۔"

"دیکھو تنویر! میں صورت حال کو کھلے ذہن سے سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔" پدمنی نے کہا۔ "میں بھی تھوڑی دیر کے لیے یہ بات تسلیم کر لیتی ہوں کہ یہ کارلوس گینگ کے کام ہیں لیکن وجے نے ہمیں بتایا تھا کہ اس نے فرانسیسی پولیس کو کارلوس کے متعلق مطلع کیا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اس سے پہلے ہی ٹھکانا بدل چکے تھے۔"

"سنو پدما' تمہارے نظریے کو درست تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وجے بہت بڑا جھوٹا ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ کارلوس گرفتار تو نہیں ہوا نا۔ اس کا مطلب ہے کہ وجے نے پولیس کو مطلع کیا ہی نہیں تھا۔"

"ٹھیک ہے' آگے چلو۔"

"اگر یہ مفروضہ درست ہے کہ ان معاملات میں کارلوس ملوث ہے تو ممکن ہے' میں تمہاری مدد کر سکوں۔ بات دور کی ہے' اگر تمہارے جی کو نہ لگے تو تم اپنے طور پر کام کرتی رہنا۔"

"تم بتاؤ تو۔"

"ابھی ایک گھنٹا پہلے کی بات ہے۔ میں دفتر میں اکیلا تھا۔ میں نے سوچا کہ کارلوس کے ہاتھوں اپنے اغوا کی رپورٹ ہی بنا لوں چنانچہ میں لکھنے بیٹھ گیا۔ درحقیقت' میرا ارادہ ہے کہ کارلوس کو مرکزی کردار بنا کر ایک ناول لکھ ڈالوں' یہ نئے انداز کا ناول ہو گا۔"

"بہت اچھا آئیڈیا ہے تنویر!"

"بس' فی الوقت اسے بھول جاؤ' اگر لکھا گیا اور اچھا بھی ہوا تو چھپ جائے گا۔" تنویر کے لہجے میں تلخی تھی۔ "بہرحال ناول کو حقیقت کا رنگ دینے کے لیے میں نے وہ سب کچھ لکھنے کی ٹھانی جو مجھ پر گزری تھی اور جو کچھ بھی میں نے سنا تھا' میں لکھنے بیٹھا ہی تھا کہ اچانک میرے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ میں نے تمہیں اور وجے کو بتایا تھا نا کہ کارلوس نے اپنے ساتھیوں کو صبح تک ٹھکانا بدلنے کی ہدایت کی ہے؟"

"ہاں' مجھے یاد ہے تم نے بتایا تھا۔"

"لکھتے ہوئے اچانک مجھے ایک بھولی ہوئی بات یاد آگئی جو اس وقت مجھے یاد نہیں تھی جب میں وجے کو تفصیل بتا رہا تھا۔ کارلوس نے کہا تھا کہ ہمیں دس نمبر میں منتقل ہونا

ہے۔ انہیں میری فکر نہیں تھی کیونکہ میں آنکھوں پر پٹی باندھ کر وہاں لایا گیا تھا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں لیکن تمہیں معلوم تھا کہ وہ مجھے کہاں لے گئے ہیں۔"

"ہاں' تم ۱۲' ریوڈی پیراڈائز میں لے جائے گئے تھے۔"

"اور وہیں ۱۰ ریوڈی پیراڈائز بھی ہو گا۔"

"ہاں' ۱۲ نمبر کے برابر ہی ہے۔"

"یہ دور کی بات ہے پدما' لیکن بعید از قیاس نہیں کہ.........."

پدمنی کے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ "ہاں' تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" اس نے ہیجانی لہجے میں کہا۔

"میں تمہیں وہاں بھیجنا پسند نہیں کرتا لیکن تم تحقیق کرنا چاہو تو.........."

"میں وہاں ضرور جاؤں گی۔"

"لیکن بہتر ہو گا کہ تنہا نہ جاؤ۔" تنویر کے لہجے میں تشویش تھی۔ "سیڈیا اس کے اسٹاف میں سے کسی کو ساتھ لے لینا۔ وعدہ کرو کہ تم ایسا ہی کرو گی۔"

"میں کوشش کروں گی۔" پدمنی نے کہا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ وہاں تنہا ہی جائے گی۔ اتنی بڑی خبر میں وہ کسی کو کیسے شریک کر سکتی تھی۔

"ٹھیک ہے' ان پر نظر رکھنا لیکن محتاط رہنا۔ میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔"

"اے! کیا تمہیں میری پروا ہے؟" پدمنی نے چہک کر پوچھا۔ اتنی خوشی تو اس نے زندگی میں کبھی محسوس نہیں کی تھی۔

تنویر نے جواب دینے سے گریز کیا۔ "اور یہ بات ذہن میں رکھنا کہ تمہارا ہدف کارلوس نہیں ہے۔"

"میں جانتی ہوں' میرا ہدف کارلوس سے بڑا ہے۔"

"اچھا خدا حافظ۔"



وہ برسات کی رات تھی۔ پیرس کی سڑکیں سنسان تھیں۔ اس رم جھم میں ٹر ہوٹل کی جگمگاہٹ بہت مدھم اور رومان انگیز معلوم ہو رہی تھی۔ تقریباً تمام کمروں کی کھڑکیاں روشن نظر آ رہی تھیں لیکن تیسری منزل کے ایک سوئٹ کی کھڑکیاں تاریک

تھیں۔

اس سوئٹ کے بیڈروم میں صرف ایک ٹیبل لیمپ روشن تھا اور اس پر بھی شیڈ لگا ہوا تھا۔ کمرے کے وسط میں وجے کھڑا تھا۔ رگھبیر اس کے پاس کھڑا اس کے چہرے پر ماسک چڑھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ "ان میں سے یہاں کتنے موجود ہیں؟" وجے نے پوچھا۔

"صرف کوپر اور کرتار سنگھ۔" رگھبیر نے جواب دیا۔

"انہیں اندازہ ہے کہ میں کیا بات کرنے والا ہوں۔"

"نہیں۔ میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اتنے اہم کام کے بارے میں آپ خود ہی انہیں بتائیں۔"

"ٹھیک ہے، میں تیار ہوں۔"

رگھبیر نے دروازہ کھولا۔ وہ دونوں نشست کے کمرے میں داخل ہوگئے۔ نشست کا کمرا تاریک تھا۔ پہلے تو وجے کو کچھ نظر ہی نہیں آیا پھر اس کی آنکھیں اندھیرے سے ہم آہنگ ہوئیں تو اس نے دیکھا۔ وہ دونوں صوفے پر بیٹھے تھے۔ انہوں نے ہاتھ ملائے اور صوفے کے ساتھ پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"اب تک تم نے جو کچھ کیا، میں اس کے لیے تمہارا شکرگزار ہوں۔" وجے نے کوپر سے کہا۔ "میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ہر کام اس قدر صفائی سے ہوگا۔"

"میں لورڈیز کے سلسلے میں معذرت خواہ ہوں۔" کوپر نے کہا۔ "لیکن نقصان اٹھانے سے بہتر تھا کہ معاملہ ڈراپ کر دیا جائے۔"

"تم نے درست فیصلہ کیا تھا لیکن گزشتہ کام بہت اچھے ہوئے۔"

"یہ منصوبہ بندی کا کمال ہے۔" کوپر نے انکسار آمیز لہجے میں کہا۔ "ہم نے کسی بھی موقع پر کوئی سراغ نہیں چھوڑا۔ ان تمام کاموں کے دوران میں چھ اموات ہوئیں۔ ان میں ایک ہمارا آدمی بھی تھا۔ ایسے کاموں کے پیش نظر یہ بہت اچھا اوسط ہے۔ میرا خیال ہے، ہم نے آپ کی دی ہوئی رقم کا حق ادا کر دیا۔"

"یہ درست ہے۔" وجے نے کہا پھر وہ مسکرایا۔ "تمہیں یقیناً اندازہ ہو گیا ہو گا میں کس مقصد کے لیے تم سے کام لیتا رہا ہوں؟"

"ہم معلوم کر سکتے تھے لیکن ہم نے اس سلسلے میں تجسّس نہیں کیا۔ ہم ایسی نوبت بھی نہیں آنے دیتے کہ ہمیں اپنے کسی مؤکل کو بلیک میل کرنے کا موقع ملے۔ ہم نے اپنا کام کیا اور آپ نے ہمیں اس کا نہایت معقول معاوضہ دیا۔ ہم آپ کے شکرگزار ہیں۔ ہمیں آپ کے مقاصد سے کوئی سروکار نہیں۔"

"میں سب کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کر رہا ہوں۔" کرتارے نے اردو میں کہا۔

"ابھی نہیں، ابھی تو مجھے تم لوگوں سے ایک آخری کام لینا ہے، ایک کام اور...... پھر ہم ایک دوسرے کا شکریہ ادا کریں گے اور ہماری شراکت ختم ہو جائے گی۔" وجے نے کہا۔

"آخری کام!" کوپر نے پرخیال انداز میں کہا "یقیناً وہ کام اتنا اہم ہوگا کہ اس کے لیے آپ نے خود آنے کی زحمت کی۔"

"ہاں، یہ اہم ترین کام ہوگا۔" وجے نے اپنے کوٹ کی جیبیں ٹٹولتے ہوئے کہا۔ ان میں سے اس نے کچھ کاغذات نکالے اور کوپر کی طرف بڑھائے "میں ایسی باتیں لکھنے کا عادی نہیں ہوں۔ اسی سے اس کام کی اہمیت کا اندازہ لگا لو کہ میں نے اس کے لیے باقاعدہ نوٹس تحریر کیے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس آپریشن کے بارے میں کوئی بات مبہم نہ رہے۔ تم یہ پڑھ لو، پھر میں ان کاغذوں کو تلف کر دوں گا۔"

کوپر اور کرتارا کاغذوں کی طرف متوجہ ہوگئے۔ وجے نے نروس انداز میں رگھبیر کو دیکھا پھر وہ دونوں خاموشی سے کوپر اور کرتارے کو دیکھتے رہے۔ کوپر نے پڑھنے کے بعد کاغذ کو تہ کر کے وجے کی طرف بڑھا دیا۔ "ممکن نہیں ہے۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "یہ کام ہماری بساط سے بڑھ کر ہے۔"

"تمہیں یہ کام کرنا چاہیے، اس سے پہلے بھی تو تم نے بڑے بڑے کام کیے ہیں۔" وجے نے کہا۔

"یہ کام بے حد مختلف ہے۔"

"کیا تمہیں کام کی نوعیت پر اعتراض ہے؟" وجے نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔ ہمیں کبھی اس سے غرض نہیں ہوتی کہ ہمارا شکار کون ہے۔" کوپر

نے جلدی سے کہا "بات صرف اتنی ہے کہ یہ کام بہت مشکل ہے۔"

"میں تمہیں دگنا معاوضہ دوں گا۔ دس ملین ڈالر کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

کوپر نے نفی میں سرہلاتے ہوئے کہا۔ "بات معاوضے کی نہیں ہے' اس میں ایک تکنیکی مسئلہ حائل ہے۔ ہمارے پاس اس آپریشن کے لیے ضروری سامان نہیں ہے۔ ہم جنگی طیارہ کہاں سے لائیں گے۔ ہمیں ماہر پائلٹ کہاں سے ملے گا۔ ہماری کیا بساط ہے۔ یہ سب کچھ تو کسی کو بھی نہیں.........." وہ کہتے کہتے رک گیا اور کچھ سوچ کر بولا۔ "صرف کارلوس کو مل سکتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ اس کام کے مطلب کا پائلٹ جاپان میں موجود ہے۔ یقین کیجئے' یہ کام صرف کارلوس کا گینگ کر سکتا ہے' اس کے سوا یہ کسی اور کے بس کا کام نہیں' ہمارے بس کا بھی نہیں ہے۔"

وجے کی کچھ ڈھارس بندھی۔ "تو یہ کام کارلوس کر سکتا ہے نا؟" اس نے پوچھا۔

"مجھے اس بات کا یقین ہے لیکن وہ یہ کام کرے گا نہیں۔" کوپر کے لہجے میں تیقن تھا۔

"کیوں؟"

"دیکھیں' یوں سمجھیں کہ میں اور میرے ساتھی کاروباری لوگ ہیں۔" کوپر نے پرخلوص لہجے میں کہا "ہم دولت کے حصول کے لیے کام کرتے ہیں۔ کارلوس اور اس کے ساتھی انقلابی دیوانگی کا شکار ہیں' انہیں آپ کی دولت متاثر نہیں کر سکتی۔ دہشت گردی ان کے لیے ایک مذہب کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ کاز کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے' اس لیے وہ یہ کام کبھی نہیں کریں گے۔ یہ ان کے لیے بے مقصد ہوگا۔"

وجے نے کوپر کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "میں انہیں کاز فراہم کر سکتا ہوں۔"

کوپر حیران اور متجسس دکھائی دے رہا تھا۔ "وہ کیسے؟" اس نے آہستہ سے کہا۔

"اس کے لیے تمہیں ایک اہم آدمی کو اغوا کرنا ہوگا۔" وجے نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "اس شخص کی واپسی کے عوض انہیں میرا یہ کام کرنا ہوگا اور وہ کریں گے۔ میں تمہیں اس شخص کو اغوا کرنے کا معاوضہ دس ملین ڈالر دوں گا۔"

"اور وہ شخص کون ہے؟" کوپر کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک لہرائی۔

"کارلوس۔" وجے نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ وہ بہت زیادہ نروس ہو رہا تھا۔ اب وہاں تمام لوگ اسے گھور رہے تھے۔

"ہاں' کارلوس کو اغوا کرلو۔" وجے لرزیدہ آواز میں بولا۔ "اس کی خاطر اس کا گروہ میرا کام یقیناً کردے گا۔ بولو' کیا کہتے ہو؟"



ڈھیلا ڈھالا ٹاپ کوٹ پہنے ہوئے کارلوس' ریوڈی پیراڈائز کے صدر دروازے سے نکل کر ڈرائیووے میں آیا۔ باہر نکل کر اس نے دائیں بائیں دیکھا۔ سڑک پر اکا دکا راہ گیروں کے سوا کوئی نہیں تھا۔ ایک نوجوان عورت جنرل اسٹور میں کھڑی کچھ خرید رہی تھی۔ وہ مطمئن نظر آنے لگا۔ سامنے ہی وہ سیڈان کھڑی تھی جس میں تنویر صدیقی کو اغوا کرکے لایا گیا تھا۔ اب سیڈان میں میٹر لگا دیا گیا تھا تاکہ اسے ٹیکسی سمجھا جائے۔ اس نے سیڈان کا عقبی دروازہ کھولا اور کار میں بیٹھ گیا۔

ڈرائیور کسی سنگی بت کی طرح ساکت بیٹھا تھا۔ وہ ہدایات کا منتظر تھا۔ وہ ایک بھاری اوور کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ اس نے اپنے کانوں پر' گردن پر اور چہرے کے نچلے حصے پر مفلر لپیٹ رکھا تھا۔ ٹوپی نیچے تک جھکا رکھی تھی۔ پھر اچانک اس پر جیسے کھانسی کا دورہ پڑا۔

"لگتا ہے' تمہیں شدید نزلہ ہوا ہے!" کارلوس نے کہا۔

ڈرائیور نے سر کو اثباتی جنبش دی اور رومال منہ پر رکھ کر اور شدت سے کھانسنے میں مصروف ہوگیا۔

"جین........... ہمیں ٹرکش ائرلائنز کے دفتر چلنا ہے۔" کارلوس نے اسے حکم دیا۔ "جلدبازی کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں راہ میں روکا جانا پسند نہیں کروں گا۔"

ڈرائیور نے پھر سر کو اثباتی جنبش دی اور گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی۔ ایک عمارت کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس نے تیزی سے بریک پر پیر رکھا۔ وہاں کوئی زیبرا تھا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رکی۔ کارلوس خود کو سنبھال نہ سکا' اس کا سر سامنے والی سیٹ سے ٹکرایا۔ اس نے ڈرائیور کو گالیوں سے نوازتے ہوئے دہاڑ کر کہا۔ "کیا کر رہا ہے

مردود؟"

ڈرائیور نے پلٹ کر کارلوس کی طرف دیکھا اور اپنا مفلر ہٹا دیا۔ تب کارلوس کو پتا چلا کہ وہ جین نہیں بلکہ کوئی اجنبی ہے۔ اتنی دیر میں ڈرائیور کے ہاتھ میں جیسے جادو کے زور سے ۳۵۷ میگنم نمودار ہوگیا تھا۔ اس نے گن کی نال کارلوس کی پیشانی پر رکھ دی اور سرد لہجے میں بولا "شٹ اپ.......... ذرا سا ہلنے کی صورت میں بھی خود کو مردہ سمجھنا۔"

اس دوران میں گاڑی کی ڈکی کھلی' اس کا ڈھکنا اوپر اٹھا۔ ڈکی میں سے یکے بعد دیگرے دو آدمی نکلے۔ انہوں نے ڈھکنا بند کیا اور الگ الگ سمتوں سے گاڑی کے عقبی دروازے کی طرف لپکے۔ دروازے کھول کر وہ دونوں اندر گھس گئے۔ اب کارلوس درمیان میں تھا اور وہ دونوں اس کے دائیں بائیں۔ کارلوس ابھی تک پہلے ذہنی جھٹکے سے ہی نہیں سنبھل سکا تھا۔ "یہ سب کیا..........؟" اس نے کہنا چاہا۔ اسی وقت گن کی نال پیچھے ہٹی اور اسے ایک نامانوس سی بو اپنی طرف لپکتی محسوس ہوئی۔ اس کی ناک اور جبڑا زد میں آیا تھا۔ کارلوس نے مزاحمت کی لیکن اطراف میں بیٹھے ہوئے اجنبیوں نے اسے بری طرح جکڑ لیا۔ اتنی دیر میں ڈرائیور کا کلوروفارم کے رومال والا ہاتھ پوری قوت سے اس کی ناک پر جم چکا تھا۔ چند ہی لمحوں میں اس کی مزاحمت دم توڑ گئی۔ اس کے دائیں جانب بیٹھے ہوئے شخص نے اس کی تلاشی لی اور اسکارپین وائی زیڈ ۶۱ گن اس کی جیب سے نکال لی۔ پھر اس نے اپنے ساتھی کی مدد سے کارلوس کو سیٹ کے نیچے کار کے فرش پر دھکیل دیا۔ "بس اب چل دو۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

ڈرائیور نے گاڑی ریورس میں لی اور نارمل رفتار کے ساتھ ریو مارٹل پر آگیا۔ ابھی اس نے فرسٹ گیئر ہی لگایا تھا کہ عقبی سیٹ سے کسی نے چیخ کر کہا۔ "روکو......... رگھبیر آرہا ہے۔"

سڑک کے پار ایک بند دکان کے ڈرائیو وے سے ایک ہیولا نمودار ہوا' وہ بھاگتا ہوا گاڑی کی طرف آیا۔ ڈرائیور نے اگلی سیٹ والا دروازہ کھول دیا۔ رگھبیر نے گاڑی میں بیٹھ کر دروازہ بند کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔

"دس نمبر سے کسی نے ہمیں دیکھا تو نہیں؟" ڈرائیور نے نظریں گھمائے بغیر

پوچھا۔

"نہیں.......... کسی نے نہیں دیکھا۔" رگھبیر نے جواب دیا۔ پھر وہ پچھلی سیٹ والوں کی طرف مڑا۔ "کرتارے.......... پیکنگ تو موجود ہے نا؟"

"ہاں.......... اور اس وقت میٹھے میٹھے خواب دیکھ رہی ہوگی۔ یہ کام تو بہت آسان ثابت ہوا اور معاوضہ دس ملین ڈالر.......... واہ بھئی' واہ۔" کرتارے نے کہا۔

اب سیڈان کی رفتار بڑھ گئی تھی۔ وہ دائیں جانب مڑی اور ریو مارٹل کی حدود سے نکل گئی۔ عین اسی وقت ایک سرخ رینالٹ ریو مارٹل پر مڑی۔ اسے پدمنی ٹھاکر ڈرائیو کر رہی تھی۔



کارلوس نے آنکھیں کھولیں لیکن اس کا سر چکرا رہا تھا۔ اسے سنبھلنے میں کچھ دیر لگی۔ بصارت صاف ہوتے ہوئے اسے احساس ہوگیا کہ دو افراد اس کے سامنے کھڑے اسے بغور دیکھ رہے ہیں۔ پھر اسے احساس ہوا کہ وہ ایک کرسی کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ اس کی کلائیاں کمر کے پیچھے بندھی ہوئی تھیں.......... اور پیر بھی جکڑے ہوئے تھے۔ اس نے بولنے کی کوشش کی لیکن زبان میں اینٹھن کی وجہ سے بولنا بھی دشوار ہو رہا تھا۔ جیسے تیسے وہ بولا۔ "کون ہو تم لوگ؟" اس نے ان کی طرف سر گھمایا۔ کمرے میں تاریکی تھی لیکن اسے احساس تھا کہ کچھ لوگ اس کے عقب میں بھی موجود ہیں۔ "میں کہاں ہوں؟"

"اس کی فکر نہ کرو کہ تم کہاں ہو؟" اس کے سامنے کھڑے ہوئے طویل القامت شخص نے کہا پھر وہ کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے ہی بیٹھ گیا۔ "ہمارا ساتھ خاصا طویل بھی ہوسکتا ہے اس لیے بہتر ہے کہ ہم اپنا تعارف کرادیں۔ میں کوپر ہوں.......... اور اس کا نام کرتار سنگھ ہے۔"

کارلوس مغلظات بکنے لگا۔ "تمہیں اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔" اس نے آخر میں کہا لہجہ بے حد خراب تھا۔

"میں فکر مند نہیں ہوں۔" کوپر نے بے پروائی سے کہا۔ "میرا خیال ہے' تمہیں فکر مند ہونا چاہیے۔ ہم سے تعاون نہ کرنے کی صورت میں۔"

کارلوس کی آنکھیں سرخ ہوگئیں۔ "اگر کارلوس نہ چاہے تو اسے کوئی تعاون پر

مجبور نہیں کرسکتا۔" اس نے دہاڑ کر کہا۔ "اور میں تم جیسے لفنگوں کے ساتھ کسی قسم کا تعاون کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ مجھے آزاد کردو ورنہ......." اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ورنہ کیا ہوگا؟" کوپر نے پوچھا۔

"تم سب کے چیتھڑے اڑادوں گا میں۔"

کوپر نے ہاتھ بڑھاکر کارلوس کا گلا دبوچ لیا۔ اس کی گرفت بے حد سخت تھی۔ کارلوس کے حلق سے خرخراہٹ کی آواز نکلنے لگی تو اس نے اپنی گرفت ڈھیلی کردی۔

"سنو احمق بڑبولے۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "ہوش مندی کی باتیں کرو گے تو زندہ رہو گے ورنہ آئندہ کبھی کچھ نہ دیکھ سکے گے۔ تمہیں اپنی لاش زنجیروں میں بندھی دریائے سین کی تہ میں ملے گی۔" وہ سیدھا ہوگیا "اب میں تمہاری بکواس نہیں سنوں گا۔ ہم سے تعاون کرو گے تو ٹھیک ہے....... ورنہ یہ سمجھ لو کہ تمہاری حیثیت کوڑے کی سی ہوگی جو کسی کام کا نہیں ہوتا....... سوچنے اور فیصلہ کرنے کی مہلت صرف ایک منٹ کی ہے۔ سمجھ گئے؟ اب بولو۔"

کارلوس سرد نگاہوں سے اسے گھورتا رہا پھر اس نے کندھے جھٹک دیے۔ "تم چاہتے کیا ہو؟"

"تمہارا گروہ عاریتاً درکار ہے ہمیں۔"

"صاف صاف بات کرو مجھ سے۔"

"ہمیں ایک کام کے سلسلے میں تمہارے گینگ کی ضرورت ہے اور تمہارے گینگ کو تمہاری ضرورت ہے۔ آپریشن ایسا ہے کہ اس میں جن آلات کی ضرورت ہوگی، وہ ہمارے پاس نہیں ہیں، تمہارے پاس ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ تمہارا گروہ ہمارا وہ کام کردے تمہاری زندگی کے بدلے! کام ہوتے ہی ہم تمہیں آزاد کردیں گے۔"

کارلوس ہونٹ بھینچے اسے دیکھتا رہا بالآخر بولا۔ "کام کیا ہے؟ یہ بات بھی طے ہے کہ میں تمہارے لیے بے کار ہوں۔ تمہیں یہ مطالبہ میرے گروہ والوں کے سامنے رکھنا ہوگا۔ فیصلہ بھی وہی کریں گے......."

اس بار کرتارا آگے بڑھا۔ "ہم رابطہ کس سے قائم کریں؟" اس نے پوچھا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ میرے پارٹنر سے ملو۔ میری عدم موجودگی میں وہی میرے آدمیوں کو کنٹرول کرسکتا ہے۔ اس کا نام رابرٹ جیکلن ہے۔"

"وہ کہاں ملے گا؟" کوپر نے پوچھا۔ "تمہارے ریو مارٹل والے ٹھکانے پر؟"

"نہیں وہ استنبول میں ہے۔ ان دنوں وہ ٹرکش لبریشن فرنٹ والوں کے ساتھ کام کررہا ہے۔" کارلوس نے جواب دیا۔

کرتارے نے ٹرکش ائرلائنز کا ٹکٹ اس کے سامنے لہرایا۔ "تم اسی سے ملنے جا رہے تھے نا؟"

"ہاں۔"

"اچھا یہ بتاؤ ہم اس سے استنبول میں رابطہ کیسے قائم کرسکتے ہیں تاکہ تمہاری رہائی کے سلسلے میں شرائط سے اسے مطلع کیا جاسکے؟"

"تم اس سے نہیں مل سکتے۔ استنبول میں اس کا کوئی پتا نہیں ہے۔" کارلوس نے کہا۔

"لیکن تم اس سے ملنے جارہے تھے۔ تم کہاں ملتے اس سے؟" کوپر نے سوال کیا۔

کارلوس نے منہ بنا کر کہا۔ "تم یہ رسیاں ذرا ڈھیلی نہیں کرسکتے؟"

"ہو جائیں گی۔" کوپر نے بے پروائی سے کہا۔ "پہلے یہ بتاؤ تم رابرٹ جیکلن سے کہاں ملتے؟"

"نیلی مسجد میں....... کل صبح گیارہ بجے۔" کارلوس نے جواب دیا۔

"نیلی مسجد میں....... کس جگہ؟"

اس بار کارلوس ہچکچایا۔ وہ دانت پیستے ہوئے ان دونوں کو گھورتا رہا پھر وہ بولا۔ "موذن کی بالکونی کے سامنے۔"

"اس کی تفصیل تم سے بعد میں پوچھی جائے گی۔" کوپر نے کہا۔ "ہم اسے پہچانیں گے کیسے؟"

"اس کے داہنے رخسار پر زخم کا نشان ہے۔" کارلوس غرایا۔ "لیکن وہ تم سے بات نہیں کرے گا۔"

"ضرور کرے گا' بشرطیکہ اسے تمہارا رقعہ دکھایا جائے گا۔ کارلوس' اگر تم آنے والا کل دیکھنا چاہتے ہو تو تمہیں ہماری ہدایت پر عمل کرنا ہوگا۔"

اب کارلوس پوری طرح سنبھل چکا تھا۔ پہلی بار اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری۔ شاید اس انوکھی صورت حال سے محظوظ ہو رہا تھا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو' میں مجبور ہوں اس پر۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

کوپر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ٹرکش ائرلائنز کا ٹکٹ لہراتے ہوئے کرتارے سے کہا۔ "یہ ٹکٹ رگھبیر کو دے دو۔ اسے کارلوس کا رقعہ لے کر استنبول جانا ہوگا۔ اس سے کہنا کہ ہمارے موکل کو تاخیر کے سلسلے میں بھی مطلع کردے۔ جلدی کرو........... فلائٹ کا وقت بہت قریب ہے۔"



پدمنی نے وہ پورا منظر دیکھا تھا۔ اس نے اپنی رینالٹ ریوڈی پیراڈائز پر کھڑی کی تھی اور ریومارٹل کے موڑ تک پیدل آئی تھی۔ اس نے دس نمبر عمارت سے ایک شخص کو نکلتے اور گاڑی میں بیٹھتے دیکھا۔ گاڑی ویسی ہی تھی جس میں تنویر کو اغوا کیا گیا تھا۔ بس ایک فرق تھا۔ یہ پرائیویٹ کار نہیں بلکہ ٹیکسی تھی۔ وہ ٹیکسی میں بیٹھنے والے شخص کو پوری طرح دیکھ نہیں سکی لیکن تنویر کے ریسرچ نوٹس کی روشنی میں اسے شبہ تھا کہ وہ کارلوس ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد........... کارلوس جو تقریباً ساری دنیا کو مطلوب تھا۔

پھر اس نے بریک کی آواز سنی اور گاڑی کو جھٹکے سے رکتے دیکھا۔ گاڑی جہاں رکی تھی' وہاں اندھیرا تھا۔ چند لمحوں کے بعد گاڑی ریورس ہوئی تو اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ گاڑی کی عقبی نشست پر اب ایک کے بجائے تین آدمی تھے۔ پھر درمیان میں بیٹھا ہوا شخص اچانک ہی غائب ہوگیا۔

وہ بڑے محتاط انداز میں پیچھے ہٹی اور ریوڈی پیراڈائز پر کھڑی ہوئی اپنی رینالٹ کی طرف لپکی۔ اس نے کار اسٹارٹ کی اور ریومارٹل کی طرف بڑھا دی۔ وہ ریومارٹل پر مڑی تو اس نے ٹیکسی کو دائیں جانب مڑتے دیکھا۔ اس نے محتاط انداز میں ٹیکسی کا تعاقب شروع کردیا۔ خوش قسمتی سے گاڑی کی عقبی روشنیاں اس کی رہنمائی کرتی رہیں۔ اس کے

اعصاب چیختے رہے لیکن وہ ڈرائیو کرتی رہی۔ اب دونوں گاڑیاں دریائے سین کے بائیں کنارے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

وہ ریوڈی سین سے ریوڈی جیکب پر مڑے۔ ٹیکسی کی رفتار کم ہوگئی تھی۔ پدمنی نے اپنی رینالٹ کی رفتار بھی کم کردی۔ وہ ان کے پیچھے ریوڈی جیکب پر جانا چاہتی تھی لیکن اسے یہ ڈر بھی تھا کہ کہیں وہ لوگ اس کی طرف سے مشکوک نہ ہو جائیں۔ پھر اس نے ٹیکسی کو ایک ڈرائیووے پر مڑتے دیکھا۔ جہاں ٹیکسی مڑی تھی' برابر میں ایک بک اسٹور تھا۔ پدمنی بدستور ریوڈی سین پر چلتی رہی۔ اب وہ جلدازجلد گاڑی پارک کرنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کرلینا چاہتی تھی۔

اپنی کار پارک کرکے وہ ریوڈی جیکب کی طرف آئی۔ سڑک سنسان تھی۔ اس نے سڑک کراس کی اور بے حد سرسری انداز میں بک اسٹور کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے برابر والے ڈرائیووے میں جھانکا۔ وہاں ٹیکسی کا نام ونشان تک نہیں تھا۔ اوپر اپارٹمنٹ تھے۔ کھڑکیوں پر سیاہ شٹرز تھے۔

اسے ڈر تھا کہ وہ ان کی نظروں میں نہ آجائے۔ چنانچہ وہ ٹہلتی ہوئی دوبارہ موڑ تک آگئی۔ وہاں کھڑے ہو کر وہ اپارٹمنٹ بلڈنگ پر نظر رکھ سکتی تھی۔ کوئی آدھے گھنٹے کے بعد اس نے ٹیکسی کو نکلتے دیکھا۔ اگلی سیٹ پر دو افراد تھے لیکن انہیں پہچاننا اس کے لیے ممکن نہیں تھا۔ وہ تیزی سے اس طرف لپکی جہاں اس نے کار پارک کی تھی۔ کار تک پہنچ کر وہ مایوس ہوگئی۔ کار کے پاس ایک پولیس مین موجود تھا۔ اسے دیکھتے ہی وہ اپنی چالان بک کی طرف متوجہ ہوگیا۔

اب وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ ٹیکسی کا تعاقب ناممکن ہوگیا تھا۔ پھر بھی اسے یہ اطمینان تھا کہ وہ اس جگہ سے واقف ہے' جہاں کارلوس کے گروہ کے کسی ممبر کو اغوا کرکے لایا گیا ہے........... بلکہ امکان یہی تھا کہ وہ خود کارلوس ہی تھا۔

اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اس وقت تک عمارت کی نگرانی کرے گی جب تک وہاں سے نکلنے والے کسی فرد کا حلیہ نوٹ نہیں کرلیتی۔ اس کے بعد وہ وجے کو فون کرکے اس کے متعلق بتائے گی۔ اسے یقین تھا کہ وہ ایک بہت بڑی خبر کے تعاقب میں ہے۔

O----------O--------O

استنبول ائرپورٹ پر رگھبیر کے لیے کار شوفر بھی کار میں موجود تھا۔ وہ گھنی مونچھوں والا مسلمان نوجوان تھا اور اس کا نام واصف تھا۔ ہلٹن ہوٹل میں سوئٹ لینے کے بعد وہ شہر کی سیر کو نکلا۔ شام ہو چکی تھی۔ اس نے سورج غروب ہونے تک شہر کے تمام اہم تاریخی مقامات دیکھ ڈالے۔ نیلی مسجد کا اصل نام شاہ احمد مسجد تھا۔ اگلے روز اسے وہیں رابرٹ جیکلن سے ملنا تھا۔

اگلی صبح وہ نیلی مسجد پہنچا۔ مسجد سترھویں صدی کے فن تعمیر کا دلکش نمونہ تھی۔ مرکزی دروازے کے باہر ایک طویل و عریض صحن تھا۔ وہاں اچھا خاصا بازار لگا ہوا تھا۔ خاص طور پر ویو کارڈز فروخت کرنے والوں کا ہجوم تھا۔ دروازے کے اندر ایک جانب لکڑی کے ریک تھے جہاں اندر داخل ہونے والے اپنے جوتے چھوڑتے تھے۔ رگھبیر نے اپنے جوتے اتار کر ریک میں رکھ دیے اور ننگے پاؤں مسجد میں داخل ہوگیا۔ وہ حیرت سے اس عظیم الشان مسجد کو دیکھ رہا تھا کہ عقب سے کسی نے کہا۔ "ہے نا شاندار؟" اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ اس کا ڈرائیور واصف تھا جو اس کے پیچھے پیچھے چلا آیا تھا۔

اس مداخلت نے رگھبیر کو یاد دلا دیا کہ وہ یہاں بظاہر یہاں سیاحت کی غرض سے آیا ہے "موذن والی بالکونی کہاں ہے؟" اس نے واصف سے پوچھا۔

واصف نے داہنی سمت اشارہ کیا۔ "یہاں اذان دی جاتی ہے۔ لوگوں کو فلاح کی طرف بلایا جاتا ہے۔" اس نے نہایت سادگی سے کہا۔

"شکریہ۔ تم کار میں میرا انتظار کرو' میں تنہائی چاہتا ہوں۔" رگھبیر نے کہا۔

واصف کے جانے کے بعد وہ بالکونی کی طرف متوجہ ہوا۔ بالکونی کے دروازے پر ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا۔ رگھبیر اس کی طرف بڑھ گیا۔ وہ اس شخص کے برابر جا بیٹھا اور اس کا جائزہ لیا۔ وہی اس کا مطلوبہ شخص تھا۔ رخسار پر گھاؤ کا نشان اس بات کی گواہی دے رہا تھا۔ رگھبیر نے سرگوشی میں اس سے پوچھا "تم رابرٹ جیکلن ہو نا؟"

رابرٹ حیران رہ گیا "تم کون ہو؟" اس نے واضح طور پر جواب دینے سے گریز کیا تھا۔

"میں کارلوس کی نمائندگی کر رہا ہوں۔" رگھبیر نے جواب دیا۔

"کارلوس کو تمہاری نمائندگی کی ضرورت کیوں پڑ گئی؟"

"میں اس گروہ سے تعلق رکھتا ہوں جس نے پیرس میں کارلوس کو اغوا کر لیا ہے" رگھبیر نے نہایت سکون سے کہا "وہ ہمارے قبضے میں ہے۔ اگر تم ہمارے مطالبات مان لو گے تو وہ بخیریت رہے گا۔ مطالبات میں تمہیں بتادوں گا؟"

رابرٹ جیکلن کا چہرہ بے تاثر تھا۔ "میں کیسے مان لوں کہ تم سچ بول رہے ہو؟" اس نے پلکیں جھپکائے بغیر کہا۔

"تم کارلوس کی تحریر یقیناً پہچانتے ہوگے۔ میرے پاس اس کا رقعہ ہے۔"

"دکھاؤ مجھے۔"

"ضرور دکھاؤں گا۔ اس کے بعد تمہیں اپنے مطالبات کی تفصیل سے آگاہ کروں گا۔ تمہیں پیرس میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے کی مہلت بھی دی جائے گی۔ اگر ہمارے مطالبات تمہیں منظور ہوں تو کل دو بجے مجھ سے اور میرے لیڈر سے ہلٹن کے باسفورس ریسٹورنٹ میں ملنا.......... سمجھ گئے؟"

رابرٹ جیکلن اٹھ کھڑا ہوا۔ "پہلے مجھے کارلوس کا رقعہ دکھاؤ۔ اس کے بعد ہی تم لوگوں کے مطالبات کے متعلق جاننا چاہوں گا۔"

"یہ لو۔" رگھبیر نے اس کی طرف رقعہ بڑھا دیا۔



دو بجنے میں کچھ منٹ باقی تھے۔ وجے' رگھبیر کے ساتھ استنبول ہلٹن کی لابی میں موجود تھا۔ لابی کے اختتام پر باسفورس ریسٹورنٹ کا دروازہ تھا۔ وجے میک اپ میں تھا اور گھٹن محسوس کر رہا تھا۔ سر پر سفید بالوں کی وگ.......... اور چہرے پر طرح طرح کے لیپ.......... وہ اس کے لیے ایک نیا تجربہ تھا۔ اور کسی بھی اعتبار سے خوشگوار ہرگز نہیں تھا۔ بہرحال' یہ بات اطمینان بخش تھی کہ اس کا منصوبہ کامیاب جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں کارلوس کے دست راست سے ملنے والا تھا۔ اب ہر چیز کا دارومدار اسی ایک شخص یعنی رابرٹ جیکلن کے فیصلے پر تھا۔

ٹھیک دو بجے وہ ریسٹورنٹ میں داخل ہوئے۔ رگھبیر نے ریستوران کے منتظم سے کہا "مسٹر والٹرز مبرگ نے ٹیرس پر تین افراد کے لیے میز مخصوص کرائی ہے۔"

"جی ہاں جناب!" منتظم نے ریزرویشن شیٹ دیکھنے کے بعد کہا۔ "تشریف لائیے

جناب۔ آپ کے ایک مہمان تشریف لاچکے ہیں۔"

وہ منتظم کے ساتھ ٹیرس پر چلے آئے۔ ان کی میز خاصی الگ تھلگ تھی۔ منتظم کے جانے کے بعد رگھبیر نے رابرٹ جیکلن کا وجے سے تعارف کرایا...... والٹرزمبرگ کے نام سے۔

"مجھے امید ہے' آپ کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا ہوگا۔" وجے نے کہا۔

"نہیں۔" رابرٹ جیکلن نے وجے کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کا میک اپ بہت خراب ہے...... بالکل ردی۔ میں یہ بات آپ کو آپ کے بھلے کے لیے بتا رہا ہوں۔ آپ مستقبل میں اس بے پروائی سے بڑا نقصان اٹھا سکتے ہیں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے' مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ آپ کون ہیں۔"

وجے ششدر رہ گیا۔ چند لمحے تو اس سے بولا ہی نہیں گیا۔ پھر ویٹر کی آمد نے اس کی مشکل آسان کردی۔ اس نے ویٹر کو مشروبات کا آرڈر دیا۔

ویٹر کے جانے کے بعد وجے نے رابرٹ جیکلن کو مخاطب کیا۔ "میرا خیال ہے اب تک پورا کھیل آپ کی سمجھ میں آچکا ہوگا۔"

رابرٹ جیکلن نے سر جھکا لیا۔ "جی ہاں...... کارلوس کے رقعے نے ہر چیز واضح کر دی ہے۔ پھر آپ کے دوست نے بھی بہت کچھ بتایا ہے۔" اس نے رگھبیر کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ میرا کام کریں گے؟"

"ہم ماضی میں ہر کام کر چکے ہیں۔ ان میں ایسا کوئی کام تو نہیں تھا لیکن اس سے زیادہ خطرناک بھی تھے۔ بس آپ کا کام ذرا معمول سے ہٹ کر ہے۔"

وجے کے چہرے پر سختی چھاگئی۔ "میں آپ سے تبصرہ نہیں چاہتا۔" اس نے کہا "مجھے بتائیں کہ آپ یہ کام کریں گے یا نہیں۔"

"ہمیں کارلوس چاہیے۔" رابرٹ جیکلن نے بے حد سادگی سے کہا۔

"گویا آپ ہمارا کام کریں گے۔" وجے نے سکون کا سانس لیا۔

"ہمیں کرنا ہی پڑے گا۔" رابرٹ نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "میں پیرس میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرچکا ہوں۔ ہم سب متفق ہیں۔ آپ کا کام ہو جائے گا۔ کام آسان نہیں لیکن ناممکن بھی نہیں ہے۔ خوش قسمتی سے اس سلسلے میں اہم ترین شخص ہمارے پاس موجود ہے۔ وہ جاپانی ہے۔ جاپانی ریڈ آرمی کے توسط سے ہمارا اس سے رابطہ ہے۔ اگر قیمت قابل قبول ہوئی تو وہ یقیناً آمادہ ہو جائے گا۔"

"قیمت معمولی نہیں...... کارلوس کی واپسی بہت بڑی قیمت ہے۔"

"صرف ہمارے لیے...... اس جاپانی کے لیے نہیں۔" رابرٹ جیکلن نے کہا۔ "اس جاپانی کو کارلوس سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اسے تو رقم چاہیے اپنے ذاتی مقاصد کی تکمیل کے لیے۔ میرا خیال ہے' وہ دس لاکھ امریکن ڈالر طلب کرے گا۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ بہرحال' وہ شخص بہت ضروری ہے اس مہم کے لیے...... خواہ اس کی قیمت کتنی ہی زیادہ ہو۔"

"اس کی تم پروا نہ کرو۔" وجے نے نہایت بے پروائی سے کہا۔ "میں منہ مانگی قیمت دوں گا۔"

اسی وقت ویٹر مشروب لے آیا۔ ان تینوں نے فوراً اپنے اپنے جام اٹھا لیے۔ چند لمحے خاموشی رہی پھر رابرٹ جیکلن نے خاموشی توڑی۔ "لیکن اس جاپانی کو چند روز کی تربیت درکار ہوگی۔" اس نے کہا۔

"تو اس میں کوئی پیچیدگی ہے کیا؟" وجے نے پرتشویش لہجے میں پوچھا۔

"نہیں' کوئی پیچیدگی نہیں۔ آپریشن سے ایک دن پہلے وہ مقررہ مقام پر پہنچ جائے گا۔ لیکن پہلے وہ آپ سے ملے گا تاکہ رقم کی ادائیگی کی ضمانت طلب کرے۔ رقم اس کی بیوی کے نام اکاؤنٹ میں جمع کرائی جائے گی۔ آپ اس سے کہیں بھی مل سکتے ہیں۔"

"میں ہندوستان میں اس مقام پر اس سے ملوں گا' جہاں سے وہ مشن کے لیے روانہ ہوگا۔" وجے نے جلدی سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" رابرٹ جیکلن نے مشروب کا ایک طویل گھونٹ لینے کے بعد کہا۔

"میرا یہ دوست......" وجے نے رگھبیر کی طرف اشارہ کیا۔ "آج پیرس جا رہا ہے۔ یہ آپ سے تمام تفصیلات طے کرلے گا۔"

"میں کل پیرس پہنچوں گا۔ مسٹر گھمبیر کے پاس ہمارا پتا موجود ہے۔" رابرٹ جیکلن نے کہا اور پھر اچانک پوچھا۔ "شیڈول میں کوئی تبدیلی تو نہیں ہوگی؟"

"نہیں.......... آج سے ٹھیک ایک ہفتے بعد آپریشن ہوگا' تمہیں ٹائمنگ کا خیال رکھنا ہوگا۔"

"اس طرف سے بے فکر رہیں۔" رابرٹ جیکلن نے وجے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ "لیکن کام ہوتے ہی کارلوس کو ہم تک پہنچ جانا چاہیے۔"

"کام ہونے کی تصدیق کے بعد ایک گھنٹے کے اندر اندر وہ تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔" وجے نے کہا۔ "تم معاہدے کی پاس داری کرو گے تو ہم بھی کریں گے۔"

رابرٹ جیکلن مسکرایا۔ "دہشت گردی کا انحصار بھی اعتماد پر ہے۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "خواہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ دہشت گردی کر رہے ہوں۔"

O----------O--------O

سماچار کے پیرس آفس میں پدمنی نے فائل کیبنٹ سے تصویروں کے چار فولڈر نکالے اور انہیں کمرے کے وسط میں پڑی ہوئی دھات کی میز پر رکھ دیا اور خود کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر وہ تصویروں کا جائزہ لینے میں مصروف ہوگئی۔ وہ اس شخص کو پہچاننا چاہتی تھی جس کے اغوا کا منظر اس نے چار دن پہلے دیکھا تھا۔ اغوا کرنے والے اجنبی تھے۔ خوش قسمتی سے وہ ان کا تعاقب کرنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔

اس وقت سے پدمنی نے مسلسل تین دن تک اس ٹھکانے پر نظر رکھی تھی' جہاں اغوا ہونے والے شخص کو لایا گیا تھا۔ ان تین دنوں میں وہ صرف اہم ضرورت کے لیے اپنی جگہ سے ہٹی تھی۔ ہر رات بارہ بجے کے بعد وہ چھ گھنٹے کی نیند کے لیے اپنے ہوٹل کا رخ کرتی تھی۔ اس کے علاوہ اس نے ریوڈی سین اور ریوڈی جیکب کے درمیانی موڑ کو اپنا ٹھکانا بنالیا تھا۔ وہ کھیل بے حد تھکا دینے والا تھا۔ اسے یہ بھی علم نہیں تھا کہ اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ اس کے ذہن میں تو بس ایک ہی خیال تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ وہاں سے کسی کو نکلتا دیکھے تاکہ اس کے پاس بیان کرنے کے لیے کوئی حلیہ تو ہو۔ وہ ریومارٹل' تنویر کی فراہم کردہ اطلاع کے بعد پہنچی تھی۔ وہ سماچار میں چھپنے والی دھماکا خیز خبروں اور کارلوس کے درمیان کوئی ربط تلاش کرنا چاہتی تھی۔ اس کے بجائے اسے کچھ اور ہی دیکھنے

گیا۔ اب وہ ان اجنبیوں کو شناخت کرنا چاہتی تھی' جنہوں نے کارلوس کو یا اس کے کسی آدمی کو اغوا کرنے کی جرات کی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ یہ بہت بڑی خبر ثابت ہوگی۔

لیکن چار دن کی نگرانی بے سود ثابت ہوئی۔ بک ہاؤس کے برابر والی عمارت میں نہ کوئی داخل ہوا اور نہ وہاں سے کوئی نکلا۔ ایک ہی صورت تھی کہ وہ رات کو اس وقت باہر نکلتے ہوں گے جس وقت وہ اپنے کمرے میں سو رہی ہو۔ یا پھر شام کے وقت' جب علاقے میں چہل پہل شروع ہو جاتی ہو۔ قریب کے دکاندار' گشتی پولیس والے۔ وہ سب ایک نوجوان لڑکی کو ایک مخصوص مقام پر مسلسل کھڑا دیکھ کر اس کی طرف سے مشکوک ہو جاتے خصوصاً ایسی صورت میں کہ لڑکی ہندوستانی ہو۔ چنانچہ وہ ادھر ادھر ٹہلتی رہتی۔ اسے یقین تھا کہ سب دیکھنے والے اسے کوئی ادا فروش عورت سمجھ رہے ہوں گے جو کسی شکار کی تلاش میں نکلی ہو۔ ایسے میں توہین کے احساس سے اسے اپنا چہرہ جلتا محسوس ہوتا۔ تھکن مستزاد ہوتی۔ اسے ایسا لگتا کہ وہ چکرا کر گر جائے گی۔ اس کی ٹانگیں جواب دینے لگی تھیں۔ پھر وہ حوصلہ ہار بیٹھی۔ یوں وقت ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اس سے بہتر تھا کہ کچھ کام کیا جائے۔

اس نے صرف اغوا ہونے والے کو دیکھا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ اسے دوبارہ دیکھے گی تو یقیناً پہچان لے گی۔ تنویر کے بیان کردہ حلیے کے مطابق تو وہ کارلوس ہی لگتا تھا۔ لیکن یہ بات وہ یقین سے نہیں کہہ سکتی تھی۔

اس نے تنویر کے پاس کارلوس کی چند تصویریں دیکھی تھیں۔ گویا کارلوس کی تصویریں مل سکتی تھیں۔ وہ کوئی بے شناخت آدمی نہیں تھا۔ یہ سوچ کر اسے سماچار کے ریکارڈ بیورو کا خیال آگیا۔ اس نے بے سود نگرانی ترک کی اور سماچار کے پیرس آفس کا رخ کیا۔ اس وقت تصویروں کے چار فولڈر اس کے سامنے موجود تھے۔ ان فولڈرز میں دہشت گردوں اور مشہور مجرموں کی تصاویر تھیں۔ اس نے پہلا فولڈر اٹھایا اور اس میں موجود تصویروں کا ایک ایک کر کے جائزہ لینے لگی۔ ان میں ہر ملک وقوم کے افراد شامل تھے۔ ان کے درمیان بس ایک ہی قدر مشترک تھی۔ دہشت گردی۔ وہ اپنے مقاصد پر یقین رکھتے تھے اور ان کے نزدیک تمام مسائل کا حل تشدد کے ذریعے ممکن تھا۔

اس نے پہلا فولڈر دیکھا.......... پھر دوسرا.......... اسے کوئی جانی پہچانی صورت

نظر نہیں آئی۔

پھر تیسرا فولڈر.......... الچ رامیریز سانچز.......... مشہور زمانہ دہشت گرد کارلوس۔

اس کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔ فولڈر میں کارلوس کی چار تصویریں تھیں۔ دوستانہ تاثر کا حامل گول چہرہ، جو کسی اعتبار سے کسی قاتل کا چہرہ ہرگز نہیں لگتا تھا۔ پہلی تین تصویروں میں تو یہ وہ چہرہ بھی نہیں تھا، جسے وہ اغوا ہونے والے کی حیثیت سے پہچانتی لیکن چوتھی تصویر اس نے بہ آسانی پہچان لی۔ سیاہ بال، گھنی بھویں، چوڑی ناک، موٹے ہونٹ اور پچکے ہوئے رخسار۔ وہ کارلوس کی تازہ ترین تصویر تھی۔ اب اس میں کوئی شک نہیں رہ گیا تھا کہ نامعلوم لوگوں نے خود کارلوس کو اغوا کیا ہے۔ کارلوس، جو اس وقت ریوڈی جیکب کی ایک عمارت میں قید ہے۔ اس میں شک وشبے کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی۔

اس نے آہٹ سنی اور پلٹ کر دیکھا۔ وہ سڈلوکاس تھا جو اس کے کندھوں کے عقب سے میز پر پھیلے ہوئے فولڈر اور تصویروں کو دیکھ رہا تھا۔

"ہیلو مس ٹھاکر.......... کس چکر میں ہو.......... میں تمہاری کیا مدد کرسکتا ہوں؟"

"بس یونہی.......... دہشت گردوں کی تصویریں دیکھ رہی ہوں۔"

"اور تم نے کارلوس کی تصویریں نکال رکھی ہیں؟"

"ہاں.......... تم نے کبھی کارلوس کو دیکھا ہے؟" پدمنی نے پوچھا۔

سڈلوکاس نے قہقہہ لگایا۔ "اگر میں نے دیکھا ہوتا تو ساری دنیا کو پتا چل گیا ہوتا۔"

پدمنی سوچ میں پڑ گئی۔ سوال یہ تھا کہ سڈلوکاس پر کس حد تک اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ "سڈ.......... اگر تمہیں کبھی کارلوس کے بارے میں پتا چل جائے تو.......... تو تم کیا کرو گے؟" اس نے پوچھا۔

"کارلوس کے متعلق.......... کیسی اطلاع؟"

"فرض کرو، تمہیں اس کے ٹھکانے کا کسی طرح علم ہو جائے تو تم کیا کرو گے؟"

"کاش کبھی ایسا ہو جائے۔"

"تم کیا کرو گے؟" پدمنی نے اصرار کیا۔

"ایسا کبھی نہیں ہوگا۔"

"تھوڑی دیر کے لیے فرض کرلو۔"

"میں پولیس کو اطلاع کردوں گا۔"

"یقین سے کہہ رہے ہو؟"

سڈلوکاس ہچکچایا۔ وہ کچھ دیر سوچتا رہا۔ "مسٹر وجے ان دنوں جس طرح خبریں شائع کررہے ہیں، اس کے پیش نظر پہلے میں مسٹر وجے کو مطلع کروں گا۔ ہاں.......... میرا خیال ہے، میں ایسا ہی کروں گا۔" اس نے کندھے جھٹکے۔ "لیکن یہ تو خواب وخیال کی باتیں ہیں۔ ان کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔ خیر، یہ بتاؤ تم کیا کررہی ہو۔ ابھی تک دہشت گردوں کے چکر میں لگی ہوئی ہو۔ مجھے بتاؤ، میں تمہاری کوئی مدد کرسکتا ہوں؟"

پدمنی اٹھ کھڑی ہوئی۔ "شکریہ! تم میری مدد کرچکے ہو۔" اس نے کہا اور تمام فولڈرز سمیٹ کر کیبنٹ کی طرف بڑھ گئی۔ "بہت بہت شکریہ۔" اس نے فولڈر کیبنٹ کی طرف رکھتے ہوئے کہا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کا اگلا قدم کیا ہوگا۔



پلازا ہوٹل کے کمرے میں پدمنی ریسیور کان سے لگائے دہلی سے رابطہ ملنے کی منتظر تھی۔ شنکر کی آواز سنتے ہی اس نے سکون کا سانس لیا۔ "شنکر صاحب! میں پدمنی بول رہی ہوں پیرس سے۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "میں وجے صاحب سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"وہ تو شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ تمہیں جو کچھ کہنا ہے، مجھ سے کہہ دو۔ میں ان تک پہنچادوں گا۔"

"بہت بہتر۔ جناب، یہ بہت بڑی خبر ہے اور یقین کیجیے، اب تک کسی کو بھی اس سلسلے میں کچھ معلوم نہیں۔ کارلوس کو اغوا کرلیا گیا ہے۔" اس نے دھماکا کیا۔

"کیا؟ دہشت گرد کارلوس کو!"

"جی ہاں۔ میں نے اس کا نیا ٹھکانا دریافت کرلیا تھا۔ میں نے کارلوس کو باہر آتے دیکھا۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھا۔ تین آدمیوں نے اسے قابو کیا۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ وہ اسے کہاں لے گئے ہیں، میں نے وہ جگہ دیکھ لی ہے۔"

"اغوا کرنے والے کون لوگ تھے؟"

"یہ تو مجھے معلوم نہیں۔ میرا خیال ہے' وہ کوئی گینگ ہو گا۔ اب وہ ان کے قبضے میں ہے۔ میرے سوا کسی کو یہ بات معلوم نہیں۔ زبردست خبر ہے نا......... اس سے پہلے کہ پولیس کو پتا چلے' آپ اسے چھاپ دیں۔ کیا خیال ہے؟"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" شنکر نے کہا پھر وہ ہچکچایا۔ "لیکن ٹھہرو' تم نے اس سلسلے میں کسی کو بتایا تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"تم کچھ نہ کرنا' میں پہلے وجے سے بات کرلوں۔ پھر کچھ سوچیں گے۔ ممکن ہے' وجے کو کوئی اور آئیڈیا سوجھ جائے۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔" پدمنی نے جلدی سے کہا۔ وہ بڑی بے چین ہو رہی تھی۔

"تم نہیں سمجھتیں۔"

پدمنی سوچتی رہی۔ بات اس کی سمجھ میں آرہی تھی۔ "آپ کا مطلب ہے کہ یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ اغوا کرنے والے کون ہیں۔ میں نے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی......... اور یہ کوشش جاری رکھوں گی۔"

"ہاں......... یہی سمجھ لو' میں پہلے وجے سے بات کرلوں۔ یہ یقیناً ایک زبردست خبر ہے لیکن فی الوقت تم آرام کرو۔ اپنے ہوٹل ہی میں رکو۔ میں وجے سے بات کرنے کے بعد تمہیں فون کروں گا۔"

O---------O-------O

شنکر کو احساس تھا کہ اس نے وجے کو گہری نیند سے اٹھایا ہے لیکن بات اتنی اہم تھی کہ یہ ضروری تھا۔ اسے معلوم تھا کہ وجے اس طرح اٹھائے جانے پر ناراض نہیں ہو گا۔

وہ کال وجے کی پرائیویٹ لائن پر موصول ہوئی تھی۔ وہ فون اس کی پرائیویٹ لائبریری میں تھا۔ لائبریری ہمیشہ مقفل رہتی تھی۔ سماچار کا کام سنبھالنے کے بعد وجے نے اسے بطور خواب گاہ بھی استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ رات کو دیر تک

کام کرتا تھا۔ یہ رازداری بہت ضروری تھی اس لیے کہ آج کل وہ کچھ ایسے کام کر رہا تھا جن کے متعلق کسی کو علم ہونا مخدوش ہوتا۔

اس نے ریسیور اٹھایا اور غنودہ آواز میں بولا۔ "کیا بات ہے؟"

"اگر یہ بات بہت زیادہ اہم نہ ہوتی تو میں تمہیں کبھی زحمت نہ دیتا۔" شنکر نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ "لیکن چیف' بات ایسی ہی ہے کہ تمہیں اٹھانا ضروری تھا۔"

"بات تو بتاؤ؟" وجے جھنجلا گیا۔

"ابھی ابھی پدمنی نے پیرس سے مجھے فون کیا تھا۔ اس کا خیال ہے کہ اس نے ایک زبردست خبر کھوج لی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے کارلوس کو اغوا ہوتے دیکھا ہے۔"

لائن پر سنگین خاموشی چھا گئی۔ شنکر جانتا تھا کہ وجے کے لیے وہ اطلاع کتنی دھماکا خیز ثابت ہوئی ہے۔

"کیا؟ اس نے کیسے دیکھ لیا؟" وجے چیخ اٹھا۔

"یہ تو مجھے معلوم نہیں۔"

"اسے یہ معلوم ہے کہ اغوا کرنے والے کون ہیں؟" وجے نے پوچھا۔

"نہیں چیف! اس کا کہنا ہے کہ وہ انہیں دیکھ نہیں سکی۔"

"تمہیں یقین ہے اس کی بات پر؟"

"بالکل یقین ہے چیف۔ اگر اسے حقیقت کا علم ہوتا تو وہ ہمیں مطلع کیوں کرتی۔ نہ وہ کوپر کو جانتی ہے اور نہ کوپر سے ہمارا تعلق اس کے علم میں ہے۔"

"یہ بات تو ٹھیک ہے۔ گویا اسے واردات کا علم ہے لیکن یہ علم نہیں کہ واردات کس نے کی ہے؟"

"ہاں......... اور وہ چاہتی ہے کہ یہ خبر اس کے نام سے چھپے۔ میں نے اسے کہا فی الوقت وہ کچھ نہ کرے۔ میں تم سے بات کرنے کے بعد اسے فون کروں گا۔ ممکن ہے تم یہ خبر چھاپنے سے پہلے اسے مزید معلومات فراہم کرنے کو کہو۔ اس کا اصرار تھا کہ کارلوس کو جہاں رکھا گیا ہے' وہ اس عمارت کی نگرانی جاری رکھے گی۔"

"لعنت ہو اس پر۔" وجے غرایا۔ "نہ جانے کیسے وہ ہر جگہ پہنچ جاتی ہے۔ اس

طرح تو وہ سارے کیے کرائے پر پانی پھیر دے گی۔"

"یہی فکر تو مجھے بھی ہے۔" شنکر نے کہا۔ "فی الوقت میں نے اسے اس کے کمرے تک محدود کر دیا ہے لیکن مجھے اس کو فون کرنا ہے۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ میں اس سے کیا کہوں چیف؟"

"اس سے کہو کہ فوراً دہلی آجائے۔" وجے نے بلاتوقف کہا۔

"اور کارلوس کے بارے میں؟"

"اس سے کہو کہ ہم نے اس عمارت کی نگرانی پر کسی کو مامور کر دیا ہے۔ اس سے وعدہ کر لینا کہ خبر اسی کے نام سے چھپے گی۔ اس سے کہنا کہ میں فوری طور پر اس سے دہلی میں ملنا چاہتا ہوں تاکہ سب کچھ سن سکوں۔" وجے نے ایک لمحے کا توقف کیا اور پھر بولا۔ "اس کے بعد میں اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کروں گا۔"

"لیکن چیف......... وہ ہماری طرف سے مشکوک نہ ہونے پائے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ پدمنی ٹھاکر کو میں سنبھال لوں گا۔"

O----------O--------O

ڈاکٹر آنند لال کے استقبالیہ کے کمرے میں گھنٹی بجی۔ یہ دوسرے مریض کی آمد کا اعلان تھا۔ وجے نے آرام کرسی کے ہتھے مضبوطی سے پکڑے اور کشیدہ لہجے میں بولا۔

"میرا خیال ہے' میرا وقت پورا ہو گیا۔ اب میں چلتا ہوں۔"

ڈاکٹر اپنی کرسی پر سکون سے بیٹھا رہا۔ "یہ بات تم مجھ پر چھوڑ دو کہ تمہارا وقت پورا ہوا ہے یا نہیں۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "ابھی ہم گفتگو کر رہے ہیں۔"

وجے کاؤچ کی طرف بڑھا اور اس نے اپنا کوٹ اٹھا لیا۔ ڈاکٹر جانتا تھا کہ اب وہ وجے کو نہیں روک سکے گا۔ خود پر اعتماد کرنے والے مریضوں کا اس گھنٹی پر یہی ردعمل ہوتا تھا۔ ڈاکٹر نے سرد آہ بھری۔ نفسیاتی علاج کے خواہاں مریض اپنے معالج سے دماغی طور پر وابستہ ہو ہی جاتے ہیں... ان میں جو مضبوط شخصیت کے حامل ہوتے تھے' وہ اس بات پر اندر ہی اندر کھولتے رہتے تھے۔ وجے بھی انہی میں سے ایک تھا۔ وہ گھنٹی اسے یاد دلاتی ہوگی کہ ڈاکٹر اس کا دوست نہیں' اس کا معالج ہے۔ ایسا معالج جو ابھی چند لمحے بعد کسی اور مریض سے اسی شفقت اور محبت سے گفتگو کر رہا ہو گا' جو صرف اس کے لیے

خصوص ہونی چاہیے۔ یہ جذبہ رقابت ڈاکٹر نے اپنے بہت سے مریضوں میں دیکھا تھا یکن وجے دوسرے مریضوں کے مقابلے میں بہت مشکل ثابت ہو رہا تھا بالخصوص ان نوں......... ان دنوں اس کی انا بہت شدت سے ابھر آئی تھی۔ ڈاکٹر جانتا تھا کہ وجے کو بت کی طلب اس کے پاس لاتی ہے اور وہ اس محبت کو اپنا حق اور اس کا فرض تصور کرتا ہے۔

اس بار ڈاکٹر اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وجے کوٹ کے بٹن لگا رہا تھا۔ ڈاکٹر نے اسے تسلی دینا ضروری سمجھا۔ "مجھے فخر ہے کہ تم کو وزیراعظم نے مدعو کیا ہے۔" اس نے کہا۔ "یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔ لیکن تم اس کے پوری طرح مستحق ہو۔ اگلی ملاقات میں جھے اس دعوت کے بارے میں ضرور بتانا۔"

"میں جا ہی نہیں رہا ہوں۔" وجے نے تند لہجے میں کہا۔ "میرے پاس ان اتوں کے لیے وقت نہیں ہے۔"

وہ دونوں دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ ڈاکٹر حیران نظر آ رہا تھا۔

"وزیراعظم کی حیثیت ہی کیا ہے۔ کئی آئے کئی گئے۔ اس کے ساتھ کھانا کھانا یرے لیے کوئی اعزاز نہیں۔ میرا کام زیادہ اہم ہے۔" وجے نے لفظ کام پر زور دے کر کہا۔

ڈاکٹر نے اس کے لیے دروازہ کھولا اور وہ باہر نکل گیا۔ ڈاکٹر چند لمحے اسے دیکھتا ہا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کچھ کہہ نہیں سکا۔ وہ دوبارہ اپنی کرسی پر آ بیٹھا اور سوچنے لگا۔

وہ وجے کی طرف سے فکرمند تھا۔ گزشتہ کئی ملاقاتوں سے وہ محسوس کر رہا تھا کہ جے کی ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ بے حد چڑچڑا اور انا پرست ہو گیا تھا۔ اس کی ت فیصلہ قابل اعتماد نہیں رہی تھی۔ ہوشمندی کے اعتبار سے وہ صرف اپنے مفادات کا ال رکھتا تھا۔ اسے اپنے متعلقین میں سے کسی کے بھی جذبات کا احساس نہیں تھا۔ وہ یوی' بیٹے اور شوبھا کا تذکرہ کرتا تو اس کے لہجے میں حقارت ہوتی۔ اس کے رجحانات سفاکی اور تشدد جیسے عناصر بھی شامل ہو گئے تھے۔ آج اس نے وزیراعظم کو غیر اہم رے کرانا پرستی کی حد کر دی تھی۔ وہ خود کو ملک کا سربراہ سے زیادہ اہم سمجھ رہا تھا۔ پنے طور پر بھگوان بن بیٹھا تھا۔ اس مرض کے پس منظر میں اس کی محرومیاں' باپ کا

نظرانداز کرنا اور سب سے اہم اس کی کامیابیاں تھیں۔ باپ کی موت کے بعد وہ بتدریج تبدیل ہوا تھا اور اب وہ پہلے سے بالکل مختلف شخصیت تھا۔ ٹائمز کے سرورق پر پرماتما.......... دی آل مائٹی کے لقب نے اس کا دماغ بالکل ہی خراب کردیا تھا۔

یہ ایک جذباتی.......... یعنی ذہنی مسئلہ تھا لیکن ڈاکٹر اسے ایک اور زاویے سے دیکھنے کی کوشش کررہا تھا۔ ممکن ہے' یہ بیماری جسمانی ہو۔ سرطان کے مریضوں میں مرض کی ابتدا میں یہی علامات دیکھنے میں آتی ہیں۔ اس لحاظ سے وجے نے حال ہی میں چیک اپ کرایا تھا۔ وہ پوری طرح صحت مند تھا۔ ڈاکٹر الجھ گیا۔ گویا یہ نفسیاتی مسئلہ تھا اور یہ بات خارج ازامکان نہیں تھی کہ وجے پر کسی وقت دیوانگی کا دورہ پڑ سکتا ہے۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ "مس شوبھا نے فون کیا تھا۔" اس کی سیکریٹری نے کہا۔ "ان کا اصرار تھا کہ آپ انہیں رنگ کریں۔"

ڈاکٹر نے ریسیور رکھ دیا۔ شاید وہ شوبھا کے فون کی وجہ جانتا تھا۔ اور اگر اس کا خیال صحیح تھا تو معاملہ یقینی طور پر خطرناک تھا لیکن سودمند بھی ثابت ہوسکتا تھا۔ شوبھا یقیناً وجے کے متعلق بات کرنا چاہتی تھی۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ اگلے مریض کا سیشن شروع ہونے میں ابھی پانچ منٹ باقی تھے۔ اس نے اپنی ڈائری کھول کر شوبھا کا فون نمبر نکالا۔ پھر اس نے ریسیور اٹھا کر اس کا نمبر ڈائل کیا۔

"شوبھا.......... میں ڈاکٹر آنند لال بول رہا ہوں۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "مجھے تمہارا پیغام ملا تھا۔ بہت دنوں بعد یاد کیا ہے تم نے مجھے؟"

"کیا حال ہے ڈاکٹر صاحب؟"

"ٹھیک ٹھاک ہوں۔ تم اپنی سناؤ۔"

"بس.......... گزر رہی ہے.......... آپ کو تو معلوم ہی ہوگا۔" شوبھا نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

ڈاکٹر کو اندازہ ہوگیا کہ اس کا شک درست ثابت ہو رہا ہے۔ گفتگو وجے کمار کی طرف مڑنے والی تھی۔ "تم سے بہت عرصے سے ملاقات نہیں ہوئی۔ میرا خیال تھا کہ تم ٹھیک ٹھاک ہو۔"

"ہمیشہ تو کوئی بھی ٹھیک ٹھاک نہیں رہتا۔" شوبھا کے انداز میں سادگی تھی۔

"خیر.......... یہ بتاؤ.......... میں تمہاری کیا خدمت کرسکتا..........؟"

"میں وقت ضائع نہیں کروں گی' میں اپنے اور آپ کے ایک مشترکہ دوست ے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"ضرور کرو.......... میں ہرممکن مدد کے لیے حاضر ہوں' مجھے خوشی ہوگی۔"

"میں وجے کمار کے بارے میں بات کر رہی ہوں۔ وہ اب بھی آپ کے پاس آتا ہے؟"

"ہاں۔" ڈاکٹر اور محتاط ہوگیا۔

شوبھا نے پھر قہقہہ لگایا۔ "تب تو آپ مجھ سے زیادہ باخبر ہوں گے۔" اس نے لہا۔ "میرے پاس تو اب وہ کم ہی آتا ہے۔ جب جی چاہے تب۔"

"تم جانتی ہو مجھے تمہاری مدد کرکے خوشی ہوگی۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "مگر میں اپنے ریض کے بارے میں تم سے گفتگو نہیں کرسکتا۔ یہ پیشہ ورانہ اخلاقیات کا معاملہ ہے۔ ازداری میرا فرض ہے۔"

"چھوڑو ڈاکٹر.......... تم جانتے ہو کہ میں اس کے راز نہیں جاننا چاہتی۔ میں تو ل کی قابل اعتماد آدمی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ میرے ذہن پر بہت بوجھ ہے۔ میں تم ے مشورہ لینا چاہتی ہوں کہ میں اس کے ساتھ کیا رویہ رکھوں۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ وہ نی طور پر بیمار ہے۔"

ڈاکٹر گڑبڑا گیا۔ وہ اس گفتگو سے پیچھے ہٹنے کے لیے مناسب ترین وقت تھا لیکن ں کا پیشہ ورانہ تجسس بھی عود کر آیا تھا۔ گزشتہ کئی ملاقاتوں میں اس نے محسوس کیا تھا کہ ے اس سے کھل کر گفتگو نہیں کر رہا ہے۔ اس نے سوچا کہ ایسے کیس میں اکثر رے نفسیات دانوں سے مشورہ بھی تو کرنا پڑتا ہے۔ اگر شوبھا سے کسی قسم کی مدد مل تا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ خاص طور پر اس لیے بھی کہ وہ کچھ بتائے گا نہیں ہ صرف سنے گا۔ "تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ بیمار ہے؟" اس نے شوبھا کو اکسایا۔

"تم خوب جانتے ہو۔ وہ ذہنی مریض بن گیا ہے۔" شوبھا کے لہجے میں اس نے ضح طور پر جھنجلاہٹ محسوس کی اور وہ مسکرا کر رہ گیا۔

"وہ خود فریبی میں مبتلا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ دنیا اس کی وجہ سے چل رہی

ہے۔ اسے صرف اور صرف قوت کی پروا ہے۔ صرف طاقت کے حصول کی خواہش ہے۔ وہ ہوس اقتدار میں مبتلا ہے۔ وہ کسی کو کچھ نہیں سمجھتا۔ مجھے بھی ادا فروش عورتوں سے بدتر سمجھتا ہے حالانکہ میں گناہ میں بھی وفاداری کی قائل ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے شوبھا۔" ڈاکٹر کے لہجے میں خلوص تھا۔ شوبھا کے آخری جملے کی سچائی نے اس کے دل کو چھولیا تھا۔

"وہ شروع میں ٹھیک ٹھاک تھا۔ مجھ سے محبت کرتا تھا لیکن اب میری کوئی اہمیت نہیں۔ وہ دنیا کو اپنے قدموں میں دیکھنا چاہتا ہے اور......... ہر چیز پر چھا جانا چاہتا ہے۔"

"تم اس سے ملتی رہو گی اس کے باوجود؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔" شوبھا کے لہجے میں بے بسی تھی۔ "میرا خیال ہے' میں اسے آئندہ اہمیت نہیں دوں گی لیکن یہ صرف میرا خیال ہے۔ میری اوقات ہی کیا ہے۔ میں تو محض ایک زکھیل ہوں......... گالی ہوں۔ اس کے سوا میرا کوئی پوچھنے والا ہے ہی نہیں میں کیا کرسکتی ہوں۔"

"تم ایسا کرو کہ کسی دن میرے مطب چلی آؤ۔"

"کوشش کروں گی۔"

"مجھے تم سے بات کرکے خوشی ہوگی۔ یہ الگ بات ہے کہ میں وجے کی اجازت کے بغیر اس کے بارے میں گفتگو نہیں کرسکوں گا۔"

"بھول جاؤ کہ اس سلسلے میں بات بھی ہوئی تھی۔ مجھے وقت دینے کا شکریہ۔"

"کاش......... میں تمہارے کسی کام آسکتا۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "تمہیں معلوم ہے' میں بھی اس کی طرف سے فکرمند ہوں۔ جہاں تک تمہارا تعلق ہے' تمہیں اس کے ساتھ اپنے رویے کے متعلق خود فیصلہ کرنا ہوگا۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ ان دنوں اس پر شدید ذہنی دباؤ ہے لیکن میرا خیال ہے' وہ خودبخود ٹھیک ہو جائے گا۔" ڈاکٹر نے کچھ توقف کیا' پھر بولا۔ "اسے نہ بتانا کہ تم نے اس کے بارے میں مجھ سے گفتگو کی ہے۔ میں اس سے تمہارے بارے میں اگلی ملاقات کے دوران میں پوچھوں گا۔"

"میرا خیال ہے' نہ پوچھو تو بہتر ہے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"چھوڑو' تمہاری مرضی' میں بہرحال اس سے تذکرہ نہیں کروں گی۔"

"شکریہ شوبھا......... کبھی آؤ نا میرے پاس۔"

"آؤں گی۔"

ڈاکٹر نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے شبہات کی تصدیق ہوچکی تھی اور پیشہ ورانہ ل بھی پامال نہیں ہوئے تھے۔ اس نے سوچا کہ وہ وجے کو معمول سے زیادہ ملاقاتوں کا رہ دے گا۔ ہفتے میں کم از کم دو سیشن۔ لیتھیم کا استعمال بھی کرنا پڑے گا۔

اس نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ اگلے مریض کے سیشن کا وقت ہو چکا تھا۔

O--------O--------O

وجے ڈاکٹر آنند کے مطب سے سیدھا دفتر آیا تھا۔ شام تک روزمرہ کے ملات نہایت خوش اسلوبی سے انجام پاتے رہے۔ پانچ بجے تک ایسا لگتا تھا کہ ہر چیز اس قابو میں ہے۔ شنکر نے اسے اطمینان دلایا تھا کہ پدمنی ٹھاکر اب کوئی مسئلہ نہیں بنے ۔ بلکہ وہ خوش تھی کہ وجے ذاتی طور پر اس سے ملنا چاہتا ہے۔ یوں وہ اسے کارلوس اغوا کے متعلق تفصیل سے بتا سکے گی۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ پالم کے ہوائی اڈے پر تے ہی سماچار کے دفتر کا رخ کرے گی۔ وجے سے ملاقات کے لیے وہ اگلے روز آرہی ا۔

یہ سب کچھ اطمینان بخش تھا۔ چنانچہ وجے اپنی زندگی کی سب سے بڑی ...... سب سے بڑی تخلیق کی تیاری میں مصروف ہوگیا۔ رگھبیر پیرس پہنچ چکا تھا اور جے نے اس سے فون پر تفصیلی گفتگو کی تھی۔ کارلوس ابھی تک ان کے قبضے میں تھا۔ رٹ جیکلن اپنے چیف کی رہائی کے لیے کام کرنے میں مصروف تھا۔ کیوبا اور بہاماز ے کارلوس گینگ کے اہم افراد پیرس پہنچ چکے تھے۔ ٹوکیو میں موجود اہم ترین مہرے نے کرنے کی ہامی بھرلی تھی۔ اس کی تربیت شروع ہوچکی تھی۔

وجے مطمئن تھا کہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی خبر آہستہ آہستہ لیکن یقینی ر اپنے کلائمکس کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اخبار کی انتظامیہ سے متعلق کچھ امر توجہ ب تھے۔ ان کے سلسلے میں اس نے گوپال' اجیت اور مختلف لوگوں سے میٹنگ کی جو دو

گھنٹے جاری رہی۔

شام ہوتے ہوتے تمام معاملات نمٹ چکے تھے۔ اب وہ تنہائی محسوس کر رہا تھا۔ لکشمی کی قربت کا مطلب صرف اور صرف بوریت تھا۔ چنانچہ اس نے شیلا کو ہدایت دی کہ وہ لکشمی کو فون کرکے بتادے کہ وہ مصروف ہے اور رات کا کھانا گھر پر نہیں کھا سکے گا۔ اس نے سوچا کہ اسے شوبھا کے پاس گئے ہوئے عرصہ ہوچکا ہے۔ شوبھا کا خیال آتے ہی وہ سرشار ہوگیا۔

پانچ بج کر دس منٹ پر وہ شوبھا کے گھر میں داخل ہوا۔ یہ دیکھ کر اسے خوشی ہوئی کہ شوبھا دھت نہیں ہے۔ وہ ڈھنگ کے لباس میں تھی.......... اور بہت اچھی لگ رہی تھی لیکن شوبھا نے اس کی پیش قدمی کا مثبت جواب نہیں دیا تو اسے جھٹکا لگا۔ "کیا بات ہے۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" اس نے پر تشویش لہجے میں پوچھا۔

"ہاں.......... بالکل ٹھیک ہوں۔" شوبھا نے جواب دیا۔ لیکن اس کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"مجھے کچھ پلاؤ گی نہیں؟"

"ضرور پیو۔" شوبھا نے لیکور کیبنٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"بنا کر دو نا۔"

"تم خود ہی بنالو۔"

وجے کو غصہ تو آیا لیکن وہ خاموشی سے کیبنٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے اپنے لیے جام میں اسکاچ انڈیلی، اس میں سوڈا ملایا اور پلٹا۔ اتنی دیر میں شوبھا صوفے پر ڈھیر ہوچکی تھی۔ وجے کو پہلی بار احساس ہوا کہ شوبھا نشے میں ہے۔ اس نے بہت تیز پرفیوم استعمال کی تھی شاید اسی وجہ سے اسے شراب کی بو کا احساس نہیں ہوسکا تھا۔

وہ جام ہاتھ میں لیے صوفے کی طرف بڑھا اور شوبھا کے برابر بیٹھ گیا۔ اس نے جام سے ایک گھونٹ لیا اور ایک بار پھر پیش قدمی کی۔ "میں تم سے پیار کرتا ہوں شوبھا۔" اس نے کہا۔

شوبھا نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ "نہیں.......... تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"میں تمہیں چاہتا ہوں۔" اس نے ایک بار پھر ہاتھ آگے بڑھایا۔

شوبھا نے اس کا ہاتھ پھر جھٹک دیا۔ "نہیں.......... مجھے ہاتھ مت لگاؤ۔"

وہ ٹھٹک گیا۔ وہ زبردستی کرسکتا تھا لیکن کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ مزاحمت کا عادی نہیں تھا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ اس کی رکھیل اس کی قربت سے انکار کردے۔ شوبھا کے لیے تو یہ اعزاز تھا کہ وہ وجے کمار.......... پرماتما.......... دی آل مائٹی کی رکھیل تھی لیکن وہ انکار کیوں کر رہی تھی..........

"بات کیا ہے آخر۔ کیا تم مجھے نہیں چاہتیں؟"

"میں تمہیں چاہتی ہوں.......... تمہاری ہوں.......... تمہارے لیے ہوں لیکن ابھی نہیں، پہلے مجھے کچھ باتیں کرنی ہیں۔"

"ٹھیک ہے.......... کرو باتیں.......... آج تم نے کیا کیا؟"

"ٹیلی وژن دیکھتی رہی.......... اور پیتی رہی۔"

"تمہیں زیادہ نہیں پینا چاہیے۔" وجے نے اسے سمجھایا۔

"تم کہاں رہے۔ دو ہفتے بعد یہاں آئے ہو.......... میں بور ہوتی رہی، شراب نہ پیوں تو کیا کروں؟" شوبھا نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

"میں بہت مصروف رہا ہوں.......... دیکھو نا، میں ایک.........." وہ کہتے کہتے رک گیا۔ اسے ٹائمز میں چھپنے والے فیچر میں استعمال کی گئی ترکیب یاد آگئی.......... "میں ایک اخباری مملکت کا حکمران ہوں۔"

"لیکن تمہیں دوسروں کے لیے بھی وقت نکالنا چاہیے.......... میں بھی تو تم سے متعلق ہوں۔"

"شوبھا، تم زیادتی کر رہی ہو۔ میری مصروفیات بہت زیادہ ہیں۔ ہزاروں افراد مجھ پر انحصار کرتے ہیں۔ مجھے پیرس جانا تھا۔ استنبول جانا تھا.......... اور میرا جانا بہت ضروری تھا۔"

"میں بھی ان ہزاروں میں شامل ہوں، جو تم پر انحصار کرتے ہیں۔ میں کتنی تنہا ہوں.......... مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ تمہیں میرے لیے وقت نکالنا چاہیے۔"

"وقت نکالا ہے.......... تبھی تو اس وقت یہاں موجود ہوں.........." وجے نے کہا اور پھر شوبھا کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

شوبھا نے ایک جھٹکے سے خود کو اس کی گرفت سے آزاد کرالیا۔ "نہیں.......... اس وقت تک نہیں، جب تک.........."

"جب تک کیا؟" وجے اپنے غصے پر قابو پانے کی جدوجہد کر رہا تھا۔

"جب تک تم پہلے کی طرح ہر روز میرے پاس آنے کا وعدہ نہیں کرتے.......... میں انسان ہوں وجے۔ تم مجھے استعمال کی چیز کیوں سمجھتے ہو.......... میں انسان ہوں.........."

"تم وہ ہو، جو میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔" وجے نے تند لہجے میں کہا۔ "تم میری خواہش کا روپ ہو۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہو تم.......... تمہیں میرے ساتھ ایسا سلوک کرنے کی جرأت کیسے ہوئی۔ دنیا میں ہر شخص مجھ پر انحصار کرتا ہے، حتیٰ کہ اس ملک کا وزیراعظم بھی۔ لوگوں کو کیا معلوم ہوگا.......... ان کا کیا حشر ہوگا، یہ سب کچھ میری مرضی پر منحصر ہے۔ سمجھیں تم.......... میرے کندھوں پر بہت بوجھ ہے۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ "میں خبر ہوں.......... میں خبروں کا خالق ہوں۔ دنیا کی رگوں میں زندگی میں دوڑاتا ہوں۔"

شوبھا بری طرح خوف زدہ ہوگئی۔ "نہیں وجے، ایسی باتیں نہ کرو.......... یہ سچ نہیں ہے۔ تم ایک بارسوخ آدمی ہو لیکن تم بھگوان نہیں.........."

وجے نے اس کی کلائیاں پکڑلیں۔ گرفت بہت سخت تھی۔ "تم مجھے بتاؤ گی کہ میں کیا ہوں اور کیا نہیں! میں خود کو جانتا ہوں، بہت اچھی طرح۔ ٹائمز میگزین اٹھا کر دیکھ لو.......... میں پرماتما ہوں.......... دی آل مائٹی۔"

"تم پاگل ہوگئے ہو۔" شوبھا رونے لگی۔ "پلیز وجے.........."

اس کی کلائیوں پر وجے کی گرفت اور سخت ہوگئی۔ "تم یہ بکواس کروگی.......... تم مجھے پاگل کہوگی؟" وہ دہاڑا۔

شوبھا کے چہرے پر اذیت کا تاثر تھا۔ "میں ہی نہیں.......... ہر شخص یہی کہہ رہا ہے۔" وہ چلائی "ہر شخص.......... یقین نہ آئے تو ڈاکٹر آنند سے.........." وہ کہتے کہتے رک گئی، اسے احساس ہوگیا کہ اس سے غلطی سرزد ہوگئی ہے۔

"اوہ.......... تو تم ڈاکٹر آنندلال سے ملی تھیں؟" اس نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"نہیں.......... نہیں نہیں۔"

وجے نے پوری قوت سے اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔ "تم اس سے ملی ہو۔" اس نے اصرار کیا۔

"نہیں۔"

وجے نے دوبارہ تھپڑ رسید کیا۔

"مم.......... میں نے.......... میں نے اسے فون کیا تھا۔ میں تمہارے بارے میں فکرمند تھی۔ میں نے صرف اس سے بات کی تھی۔" شوبھا نے سسکتے ہوئے کہا۔

"اس نے تم سے بات کی؟"

"ہاں۔"

"اور کیا کہا اس نے؟" وجے دہاڑا۔

شوبھا نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے۔ اس بار وجے نے اس کے رخساروں پر تھپڑوں کی بارش کردی۔

"نہیں وجے.......... بھگوان کے لیے نہیں۔" اب شوبھا پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ "مجھے مت مارو.......... میں نے تو تمہارے بھلے کے لیے اسے فون کیا تھا۔"

وجے کا ہاتھ پھر حرکت میں آیا۔ اس بار شوبھا کے ہونٹوں کے گوشوں سے خون کی ایک پتلی سی لکیر نکلی اور آنسوؤں میں گھل مل گئی۔

"مجھے یہ بتاؤ کہ اس نے تم سے کیا کہا؟" وجے نے خوفناک لہجے میں پوچھا۔

"میں نے کہا تھا کہ تم ذہنی طور پر بیمار ہو۔ ڈاکٹر نے میری بات کی تائید کی۔ اس نے کہا کہ تم شدید ذہنی دباؤ سے دوچار ہو۔ وہ تمہاری طرف سے فکرمند تھا۔ پلیز وجے.......... مجھے اب نہ مارنا.......... پلیز.........."

وجے کے ہونٹوں پر ایک سرد مسکراہٹ ابھری۔ "گویا ڈاکٹر آنند مجھے بیمار سمجھتا ہے اور شوبھا رانی کے خیال میں، میں پاگل ہوں۔" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"وجے.......... میری بات تو سنو.........."

"اور دونوں اپنی اپنی جگہ اتھارٹی ہیں۔"

"میری بات سنو وجے.........."

لیکن وجے لمبے ڈگ بھرتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شوبھا اتنی نڈھال تھی کہ چاہنے کے باوجود اس کے پیچھے نہ جاسکی۔

O--------O--------O

ایک گھنٹے بعد وجے اور شنکر' تاج ریسٹورنٹ میں بیٹھے تھے۔ وجے بول رہا تھا اور شنکر بڑی توجہ سے سن رہا تھا۔

وجے کے خاموش ہونے کے بعد شنکر نے پوچھا "تمہیں یقین ہے چیف کہ شوبھا نے سچ بولا ہے۔ ڈاکٹر آنند نے واقعی اس سے بات کی ہوگی؟"

"مجھے یقین ہے۔ اس موٹے مردود پر شک تو مجھے پہلے ہی سے تھا۔"

"اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"مطلب یہ ہے کہ ڈاکٹر کا خیال ہے' میں بیمار ہوں۔ وہ میری طرف سے فکرمند ہے۔ چنانچہ وہ اس کھوج میں لگے گا۔ پدمنی ٹھاکر کی طرح.......... اور ہم اس کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ ہم اس وقت بہت بڑے کام میں ملوث ہیں۔"

"بات تو ٹھیک ہے چیف!"

"میں خطرے کی بو سونگھ رہا ہوں.......... اور بو کا مرکز ڈاکٹر آنند کی ذات ہے۔"

"تو اس سلسلے میں کیا کیا جائے؟"

"ڈاکٹر آنند لال کو پیش قدمی سے پہلے ہی روک دو۔ یہاں سے جاتے ہی کسی آدمی کو ڈاکٹر کے لیے مامور کر دو۔ اسے ڈاکٹر کے مطب کا پتا دے دینا..... ٹھیک ہے؟"

"کوئی مسئلہ نہیں چیف!"

"ڈاکٹر کے مطب کے ریکارڈ سے ہر وہ چیز تلف کرنا ہوگی جس پر میرا نام موجود ہو.......... ہو جائے گا نا یہ کام؟"

"بالکل ہو جائے گا۔"

"اس کے بعد میں چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر آنند لال سے میرا پیچھا چھوٹ جائے۔"

"ہمیشہ کے لیے؟"

"نہیں! وہ بال بچے دار آدمی ہے۔ کام ایسا ہو کہ وقتی طور پر وہ کسی کام کے قابل نہ رہے۔ فرض کرلو کہ وہ اپنے مطب جا رہا ہے اور راستے میں کوئی حادثہ پیش آجاتا ہے.........."

"میں سمجھ گیا چیف.......... اب تم بے فکر ہو جاؤ۔ لیکن میں اس بات کی گارنٹی نہیں دے سکتا کہ ڈاکٹر کو کس حد تک نقصان پہنچے گا۔"

"اپنے آدمی کو معقول معاوضہ دینا۔ یہ خیال رکھنا کہ ڈاکٹر کو وقتی طور پر بے کار کرنا ہے۔ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ تم کام پکا کرتے ہو۔ اب مجھے بھوک لگی ہے۔ ویٹر کو بلاؤ اور آرڈر دو کھانے کا۔"

O--------O--------O

وجے دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہا تھا کہ لکشمی سو چکی ہو۔ ورنہ خواہ مخواہ بک جھک ہوگی۔ وہ اتنی رات گئے لکشمی کے دکھڑے سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے اپنی ساؤنڈ پروف لائبریری میں بیٹھ کر اپنی زندگی کی سب سے بڑی خبر کے سلسلے میں کام کرنا چاہتا تھا۔

وہ ہال سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ اس نے سکون کا سانس لیا۔ اگر لکشمی بیدار ہوتی تو اپنی وھیل چیئر سمیت ڈرائنگ روم میں دھری ہوتی۔ ویسے وہ عموماً دس بجے سو جاتی تھی.......... اور اس وقت پونے گیارہ بجے تھے۔ وہ کوریڈور میں داخل ہوا جس کے اختتام پر اس کی لائبریری کا مضبوط اور ناقابل شکست دروازہ تھا۔

اچانک لکشمی کے بیڈ روم کا دروازہ کھلا۔ اندر روشنی تھی.......... وجے کا دل ڈوبنے لگا۔ گویا لکشمی نہ صرف جاگ رہی تھی بلکہ اس کی منتظر بھی تھی۔ اس نے بیڈ روم میں جھانکا۔ وہ بیڈ کے پاس اپنی وھیل چیئر پر بیٹھی تھی۔ وجے نے اس کی آنکھوں میں دیکھا جو چہرے میں دھنسی ہوئی معلوم ہوتی تھیں "تم اب تک جاگ رہی ہو؟" اس نے کہا۔ "تمہیں اپنے آرام کا خیال رکھنا چاہیے۔"

"تمہیں بھی تو رکھنا چاہیے اپنے آرام کا۔" لکشمی نے کہا۔ "میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔ اتنی دیر کیوں ہوگئی تمہیں؟"

"شنکر سے کچھ ضروری باتیں کرنا تھیں۔ کھانا بھی میں نے اس کے ساتھ ہی کھا لیا۔"

"اور اس سے پہلے؟"

"اس سے پہلے میں آفس میں تھا۔"

"آفس سے تو تم پانچ بجے چلے گئے تھے۔"

وجے کے دانت بھنچ گئے۔ اسے اندازہ ہوگیا کہ بڑھیا نے کسی طرح اس کی مصروفیات کے بارے میں پتا چلا لیا ہے۔ اب مناسب یہی تھا کہ اعتراف کرلیا جائے۔ بات بنائی بھی جاسکتی ہے۔

لیکن اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی لکشمی بول اٹھی۔ "اپنے آفس سے اٹھ کر تم شوبھا کے پاس گئے تھے۔"

"ہاں...... میں تو بھول ہی گیا تھا۔ میں یہ دیکھنے کے لیے گیا تھا کہ اب وہ کچھ بہتر ہے یا نہیں۔" وجے نے اپنی انگلیاں چٹخاتے ہوئے کہا۔

"اور تم وہاں ایک گھنٹے سے زیادہ ٹھہرے۔"

"تو کیا ہوا...... تم جانتی ہو لکشمی کہ وہ ہماری ذمے داری ہے۔ باپو کی موت نے اسے کچھ زیادہ ہی متاثر کیا ہے۔ میں پہلے بھی دو تین بار اس کی طرف جاچکا ہوں۔"

"دو تین درجن بار کہو۔" لکشمی کا لہجہ تلخ ہوگیا۔

"تم ذلیل عورت!" وجے آپے سے باہر ہوگیا۔ "تم میری جاسوسی کراتی رہی ہو......"

لکشمی کے ہونٹ بھنچ گئے۔ اس نے وھیل چیئر کے ہتھوں کو اتنی سختی سے پکڑا کہ اس کے ہاتھ کی نسیں ابھر آئیں۔ "مجھے سب معلوم ہے۔ میرے اپنے ذرائع ہیں۔ میں تمھیں اپنی تذلیل کی اجازت نہیں دوں گی۔"

"میرا جو جی چاہے گا کروں گا، تم مجھے نہیں روک سکتیں۔" وجے نے دہاڑ کر کہا۔

"ایسی بات نہیں ہے۔ میں چاہوں تو بہت کچھ کرسکتی ہوں۔ تمھیں معلوم ہے کہ جب تمھارے باپو مشکل میں تھے تو میرے پتا جی نے ان کی مدد کی تھی۔ پتاجی کی

دولت میرے نام ہے۔ تمھاری دولت کا بھی کم از کم ۵۰ فیصد میرے نام ہے۔ میں تمھارے لیے مشکلات کھڑی کرسکتی ہوں لیکن میں ایسا کرنا نہیں چاہتی۔ میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ تم میرے ساتھ شریفانہ سلوک کرو...... انسانوں جیسا۔"

"میں اپنی مرضی کا مالک ہوں۔ تم میرے راستے میں آنے کی حماقت نہ کرنا اور آئندہ کبھی کسی کو میرے پیچھے نہ لگانا۔ اگر اب تم نے ایسی کوئی حماقت کی تو عمر بھر پچھتاؤ گی۔ میں نے تمھیں سمجھا دیا ہے۔" وجے نے بیڈ روم کا دروازہ کھولا اور اسے جھٹکے سے بند کرتے ہوئے کوریڈور سے نکل آیا۔ وہ بری طرح کھول رہا تھا۔ لائبریری کے دروازے پر پہنچ کر اس نے دروازے کی واحد چابی نکالی' جو صرف اس کے پاس رہتی تھی۔ اس نے خود کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ سارے معاملات ٹھیک ٹھاک چل رہے تھے۔ بس عورتیں گڑبڑ کر رہی تھیں۔ سب سے پہلے پدمنی ٹھاکر...... پھر شوبھا اور آخر میں لکشمی۔

اس نے دروازہ کھولا اور لکشمی کی گفتگو کی معنویت پر غور کرنے لگا۔ یہ بات طے تھی کہ وہ اس کا تعاقب کرواتی رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی گزشتہ سرگرمیوں پر پوری طرح نظر رکھی گئی تھی۔ شوبھا سے اپنے تعلق کی وجے کو کوئی پروا نہیں تھی۔ یہ راز کھل جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ پریشانی اس بات کی تھی کہ اس کی خفیہ سرگرمیاں سامنے تو نہیں آگئی ہیں۔ مثلاً رگھبیر سے اس کی ملاقاتیں۔ ویسے تو اس کے سلسلے میں بھی کوئی بے ضرر سی وضاحت کی جاسکتی تھی لیکن تعاقب کا یہ سلسلہ بہرحال خطرناک تھا۔ آئندہ چند روز میں اس کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔ اس سلسلے میں جلد از جلد کچھ کرنا تھا۔

وہ سوچتا رہا۔ پھر اسے خیال آیا کہ لکشمی کے ساتھ ہمدردانہ سلوک نتیجہ خیز ثابت ہوسکتا ہے۔ مثلاً اگلی صبح اس کے لیے خود ناشتا بنا کر پہنچانا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ وہ ملازمہ کو چھٹی دے گا اور لکشمی کے لیے ناشتا خود بنائے گا۔



اجیت ایک فولڈر لیے وجے کے کمرے میں پہنچا۔ ایسا کم ہی ہوتا تھا کہ اس کی جے سے ملاقات کی نوبت آئے۔ وجے نے سگار کا ہلکا سا کش لیا اور نظریں اٹھا کر اجیت

کو دیکھا۔ عموماً وہ اپنے اسٹاف سے رابطے کا کام شنکر سے لیتا تھا۔ لیکن اس روز وہ بہت سویرے آفس آگیا تھا اور شنکر ابھی تک آفس نہیں پہنچا تھا۔

گزشتہ رات اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی خبر کا خاکہ تیار کیا تھا۔ اس کے بعد وہ اس احساس کے ساتھ سویا تھا کہ اسے صبح جلدی اٹھنا ہے اور لکشمی کے لیے ناشتا تیار کرنا ہے۔ اسے یاد تھا کہ جب اس نے لکشمی کے سامنے ناشتے کی ٹرے رکھی تو لکشمی کی آنکھوں میں شکرگزاری کے آنسو تھے۔

وجے کو ایک اور وجہ سے بھی شنکر کا انتظار تھا۔ گزشتہ رات اس نے شنکر کو ایک کام سونپا تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ کام ہوا یا نہیں۔ وہ شنکر کا انتظار کرتا رہا لیکن ایک گھنٹے بعد اس کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ پھر اسے خیال آیا کہ معلومات حاصل کرنے کا ایک طریقہ اور ہے۔ اس نے اجیت کو فون کرکے مقامی خبروں کی فائل طلب کرلی اور اسی نتیجے میں اجیت اس وقت اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ اس کی گود میں مقامی خبروں کا فولڈر تھا۔

"آپ آج کی تازہ ترین مقامی خبروں کے متعلق جاننا چاہتے ہیں نا؟" اجیت نے پوچھا۔

"ہاں......... کافی عرصے سے میں مقامی خبروں کو نظرانداز کر رہا ہوں۔ آج سوچا کہ اس طرف بھی دیکھا جائے۔"

"کوئی اہم خبر نہیں ہے۔ آج کل تو بیرونی خبریں چھائی ہوئی ہیں۔" اجیت نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

"بہرحال......... آج کی خبریں دکھاؤ مجھے۔"

اجیت نے فولڈر اس کی طرف بڑھادیا "تیس خبریں ہیں۔ میں نے مقامی خبروں کے لیے نو کالم مخصوص کیے ہیں۔"

وجے نے فولڈر کھولا اور خبروں کی تفصیل دیکھی۔ بظاہر وہ ہر خبر پڑھ رہا تھا لیکن درحقیقت اس کی نظریں صرف ایک خبر کی متلاشی تھیں لیکن وہ اجیت کو یہ تاثر بھی نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس نے ورق الٹا اور حیرت سے کہا۔ "آدمی نے کتے کو کاٹ لیا......... مذاق کر رہے ہو؟"

"نہیں......... یہ حقیقت ہے' آدمی کو پاگل خانے بھیج دیا گیا۔"

"اچھا۔" وجے نے کہا اور پھر ورق الٹنے لگا پھر اس نے وہ خبر پڑھی اور بولا۔ "یہ کیا؟ حادثے میں سائیکاٹرسٹ زخمی۔ ڈرائیور فرار ہوگیا۔ سائیکاٹرسٹ کی حالت نازک ہے۔ یہ خبر کہاں سے آئی ہے؟" اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ گویا شنکر کے آدمی نے کام کر دیا تھا۔

"صبح ہی یہ خبر آئی ہے۔" اجیت نے کہا۔ "ڈاکٹر آنند لال کو سڑک پار کرتے ہوئے کسی نامعلوم کار نے ٹکر ماردی۔ ممکن ہے ڈرائیور نے اسے دیکھا نہ ہو۔ بہرحال' اس کے جسم کا بایاں حصہ زد میں آیا۔ جھٹکا اتنا شدید تھا کہ ڈاکٹر تیس فٹ دور جا کر گرا......... بلکہ ایک کار سے ٹکرایا۔ شکر ہے کہ دوسری کار رکی ہوئی تھی۔"

"مارنے والی گاڑی کا کچھ اتا پتا؟" وجے نے پوچھا۔

"حادثے کا کوئی عینی شاہد بھی نہیں۔ یہ سب کچھ بہت تیزی سے ہوا۔ میرا خیال ہے' اگر مارنے والی گاڑی کا ڈرائیور ازخود پولیس کے سامنے پیش نہ ہوا تو اس کا سراغ کبھی نہیں لگایا جاسکے گا۔"

وجے نے اطمینان کا تاثر چھپانے کے لیے خبر پر نظریں جمادیں۔

"یہ ڈاکٹر آنندلال......... میں نے کبھی اس کا نام نہیں سنا۔ تم نے سنا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں جناب! لیکن اس سلسلے میں چیکنگ کا ارادہ ہے۔ ممکن ہے اس کے مریضوں میں کوئی بڑا آدمی شامل ہو۔ اگر ایسا ہوا تو یہ خبر چٹ پٹی بن جائے گی۔"

"یہ ناممکن ہے۔ وہ گمنام سائیکاٹرسٹ تھا۔ ایسے لوگوں کے پاس کوئی بڑا آدمی کیوں جانے لگا۔"

"دیکھیں گے جناب! ممکن ہے' کوئی نکل ہی آئے۔"

"وقت ضائع مت کرو۔ یہ خبر ہمارے کسی کام کی نہیں ہے۔" وجے نے کہا اور خبروالا کاغذ فولڈر سے نکالا' اس کے پرزے کیے اور انہیں باسکٹ میں پھینک دیا۔

"ٹھیک ہے سر!" اجیت نے کہا۔

وجے نے جدی جلدی باقی خبریں دیکھیں لیکن درحقیقت اب دیکھنے کی کوئی

ضرورت نہیں رہی تھی۔ اس نے فولڈر بند کیا اور اجیت کی طرف بڑھادیا۔ "شکریہ اجیت! اب تم اپنا کام کرو۔"

وہ اجیت کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر اپنے سگار کی طرف متوجہ ہوا' جو بجھ چکا تھا۔ اس نے سگار دوبارہ سلگایا اور ڈاکٹر آنند لال کے بارے میں سوچنے لگا۔ یقیناً ڈاکٹر کو ایک اچھا سبق مل گیا ہوگا۔ وہ بدبخت اسی سلوک کا مستحق تھا۔ کاش وہ بچ جائے........
لیکن مر بھی گیا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس کی حرکتیں ہی ایسی تھیں۔

بہرطور' ایک رکاوٹ دور ہوچکی تھی۔ دوسری سے لنچ کے بعد نمٹ لیا جائے گا۔ اس نے نہایت اطمینان سے سوچا۔

لنچ کے ایک گھنٹے بعد شنکر نے وجے کے دفتر میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "چیف' پدمنی ٹھاکر آگئی ہے۔ اس سے ملو گے؟"

وجے نے شنکر کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔ شنکر اندر چلا آیا۔

"میں نے مقامی خبروں میں ایک حادثے کی خبر پڑھی۔ ایک سائیکاٹرسٹ کے بارے میں۔" وجے نے کہا۔

"میں یہ خبر تم تک خود پہنچاتا چیف!" شنکر نے کہا۔ "لیکن میں بہت دیر سے سو کر اٹھا۔ میں رات سویا بھی بہت دیر سے تھا۔"

"شاباش شنکر! تم نے بہت اچھا کام کیا ہے۔ یہ بتاؤ کہ ڈاکٹر کی حالت کیسی ہے؟"

"فی الوقت تو کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ ڈاکٹر اب تک بے ہوش ہے۔ ریڑھ کی ہڈی پر بھی ضرب لگی ہے۔ اس کے علاوہ کئی فریکچرز بھی ہیں۔" شنکر نے بتایا۔

"دیکھو' کیا ہوا ہے۔ میری خواہش ہے کہ وہ بچ جائے بہرحال' تم نے اچھا کام کیا۔" وجے نے کہا۔ "اب پدمنی کو اندر بھیج دو۔"

پدمنی دفتر میں داخل ہوئی تو وجے کاغذات میں الجھا ہوا تھا۔ اس نے نظریں اٹھا کر پدمنی کو دیکھا۔ وہ بے حد تروتازہ لگ رہی تھی لیکن وجے کا اندازہ تھا کہ وہ دشوار ثابت ہوگی۔

"فلائٹ کیسی رہی؟" اس نے پدمنی سے پوچھا۔

"ٹھیک ٹھاک رہی۔" پدمنی نے جواب دیا۔

"تم تھکی ہوئی تو نہیں ہو؟"

"نہیں' میں جہاز میں خوب سوئی ہوں۔"

"میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہم تمہارے کام سے بے حد خوش ہیں۔ تمہارے فیچر انتہائی شاندار تھے۔ اس کے علاوہ جہاں کہیں کسی خبر نے جنم لیا' تم وہاں موجود تھیں۔"

"لیکن اس سے آپ کو کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ میرے فون کرنے سے پہلے ہی ہر بار خبر آپ تک پہنچ چکی تھی۔"

"ایک اچھے اخباری ادارے میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ تنظیم کا کمال ہے۔ بہرحال' اگر مارک شا سے چوک ہو جاتی تو ہمیں تم سے خبر موصول ہو جاتی۔" وجے نے کہا۔

"مسٹر وجے........"

بلی تھیلی سے باہر آرہی ہے۔ وجے نے سوچا۔ اب یہ لڑکی یقیناً دشوار ثابت ہوگی۔

"مجھے ایک چیز پریشان کر رہی ہے۔" پدمنی نے کہا۔ "اس بار مجھے پیچھے کیوں ہٹایا گیا ہے۔ میں یقیناً ایک بڑی خبر کے تعاقب میں تھی۔ آپ یقیناً اسے چھاپنا........"

"ہم اسے ضائع نہیں کریں گے۔" وجے نے جلدی سے کہا۔ "لیکن پہلے میں تم سے بالمشافہ گفتگو کرنا چاہتا تھا۔"

"اور اگر اس دوران میں کسی اور کو بھنک پڑ گئی تو........؟" پدمنی کے لہجے میں احتجاج تھا۔

"تم فکر مت کرو۔ ہم نے تمہاری کال ملتے ہی اس جگہ کی نگرانی کا بندوبست کرلیا تھا۔ کیا نام ہے اس کا........ ہاں........ ریوڈی جیکب' نگرانی ہو رہی ہے۔ دراصل میں سب سے پہلے مکمل معلومات چاہتا تھا۔ ہم کسی غلطی کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ اب ہماری ساکھ بن چکی ہے۔ اور ہمیں اس کا خیال رکھنا ہے۔"

"لیکن جناب........ میں نے اپنی آنکھوں سے کارلوس کو اغوا ہوتے دیکھا ہے۔"

"واقعی؟ دیکھو پدمنی تم اس فیلڈ میں نئی ہو۔ اور میں ایک تجربہ کار آدمی ہوں۔ میں نے ایسے مقدموں کی سماعت دیکھی ہے‘ جہاں قتل کی ایک واردات کے پانچ عینی شاہد موجود تھے اور پانچوں کے بیانات ایک دوسرے سے یکسر مختلف تھے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ آدمی سے غلطی بھی.........."

"لیکن مجھ سے غلطی نہیں ہوئی ہے۔" پدمنی نے اس کی بات کاٹ دی۔

"مجھے یقین ہے.......... لیکن میں احتیاط پسند ہوں۔ میں کسی مشکوک معاملے میں خود کو ملوث کرنا پسند نہیں کرتا۔ تم مکمل تفصیل مجھے سناؤ تاکہ میں کسی نتیجے پر پہنچ سکوں۔ بالکل ابتدا سے سناؤ مجھے۔"

"میں کارلوس کے ٹھکانے کی نگرانی کر رہی تھی.........."

"ایک منٹ۔ اس سلسلے میں ہمیں آخری اطلاع تنویر صدیقی سے ملی تھی۔ وہ اطلاع میں نے فرانسیسی پولیس کو دی لیکن کارلوس چھاپا پڑنے سے پہلے ہی ٹھکانا بدل چکا تھا۔"

"مجھے پتا چلا تھا کہ وہ برابر والی کوٹھی میں منتقل ہوگیا ہے۔" پدمنی نے کہا۔

"تمہیں یہ کیسے پتا چلا؟"

"تنویر سے۔" پدمنی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ چونکی۔ "اوہ.......... میرا خیال تھا کہ میں نے آپ کو اس سلسلے میں بتا دیا ہے۔ لیکن شاید نہ بتایا ہو۔ تنویر کے ذہن سے یہ بات نکل گئی تھی۔ بعد میں اسے اچانک یہ بات یاد آئی کہ کارلوس کے کسی ساتھی نے کہا تھا کہ وہ دس نمبر میں منتقل ہو رہے ہیں۔ مجھے یاد تھا کہ دس نمبر بارہ نمبر کے عین برابر ہے۔"

"بہت خوب.......... گویا دھپل لگ گئی۔ ورنہ دس نمبر تو پیرس میں نہ جانے کتنے ہوں گے۔"

"جی ہاں.......... لیکن میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔"

"یہ بات تم اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"میں نے کارلوس کو دس نمبر سے نکلتے دیکھا تھا.........."

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ وہ کارلوس ہے؟" وجے نے سگار کا کش لیتے ہوئے کہا۔

"بالکل ابتدا میں تنویر نے اس کا حلیہ بیان کیا تھا۔ پھر میں نے ساچار کے پیرس بیورو کے ریکارڈ میں موجود کارلوس کی تصویریں دیکھیں اور اسے پہچان لیا۔ وہ کارلوس ہی تھا جسے میں نے اغوا ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔"

"تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو کہ کارلوس کو اغوا کیا گیا ہے؟"

"وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھا تھا۔ ٹیکسی نے آگے جا کر بریک لگائے‘ وہاں اندھیرا تھا۔ پھر ٹیکسی ریورس ہوئی تو میں نے دیکھا کہ عقبی سیٹ پر کارلوس کے دائیں بائیں دو افراد موجود ہیں۔ اس کے بعد وہ صرف دو رہ گئے۔ کارلوس غائب ہوگیا۔ اس کا ایک ہی مطلب ہوسکتا تھا اور وہ یہ کہ انہوں نے کارلوس کو بے ہوش کر کے سیٹوں کے درمیان ڈال دیا تھا۔"

"تم نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے تو نہیں دیکھا؟" وجے نے اعتراض کیا۔

"نہیں.......... لیکن اس کے سوا اور کچھ بھی تو نہیں ہوسکتا۔ کارلوس اور کہاں جاتا۔"

"ممکن ہے‘ کارلوس عقبی سیٹ پر موجود ہو.......... اور دروازے کی طرف کھسک گیا ہو.......... ممکن ہے‘ شکار کسی اور کو کیا گیا ہو۔ کیا یہ ممکن نہیں؟"

"ممکن ہے۔" پدمنی کو اعتراف کرنا پڑا۔ "لیکن میرا خیال اب بھی یہی ہے کہ کارلوس اغوا ہوا ہے۔"

"خیر.......... پھر اس کے بعد کیا ہوا؟" وجے نے گہری سانس لے کر پوچھا۔

"میں نے اپنی کار میں اس ٹیکسی کا تعاقب کیا اور یوں ریوڈی جیکب تک پہنچی۔ اغوا کرنے والوں نے کارلوس کو وہاں رکھا تھا۔"

"تم نے اغوا کرنے والوں کو کارلوس کو اس عمارت میں لے جاتے دیکھا؟"

"نہیں.......... میں تو اس وقت کار پارک کر رہی تھی۔"

"تم نے اغوا کرنے والوں میں سے کسی ایک کی صورت بھی دیکھی؟"

"نہیں۔ دو آدمی باہر نکلے تھے لیکن غلط پارکنگ پر چالان کی وجہ سے مجھے ان کے تعاقب کا موقع نہیں ملا۔"

"تم ان میں سے کسی کو پہچان سکو گی؟"

"نہیں.......... میں کسی کو ٹھیک طرح سے دیکھ نہیں سکی تھی۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اسے کارلوس کے اغوا کی واردات کس طرح تسلیم کرلوں.......... کوئی کارلوس جیسے آدمی کو اغوا کرنے کا خطرہ کیوں مول لے گا؟"

"یہ بات تو میری سمجھ میں بھی نہیں آئی۔" پدمنی نے اعتراف کیا۔

"ممکن ہے کہ یہ دو گروہوں کی باہمی چپقلش ہو لیکن مجھے اس میں شک ہے۔ کارلوس ایسا آدمی ہے کہ اس سے ٹکرانے کی جرات کوئی گروہ نہیں کرے گا۔ اس کے باوجود میں اس عمارت کی مسلسل نگرانی کرا رہا ہوں.......... محض ایک موہوم سے امکان کی خاطر۔"

پدمنی کو اندازہ ہوگیا کہ یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ ملاقات ختم ہوئی۔ "میرا خیال تھا کہ آپ مجھے واپس بھیجیں گے۔" اس نے کہا۔

وجے نے سگار ایش ٹرے میں مسل دیا۔ "تمہارا اصرار میرے لیے خوش کن ہے پدمنی، لیکن میرا خیال ہے کہ اس معاملے میں یہ اصرار بے جا ہے۔ پیرس میں ہمارے نمائندے موجود ہیں اور وہ اس معاملے کو بخوبی سنبھال سکتے ہیں۔ ہماری یہاں کی مصروفیات بھی کچھ کم تو نہیں ہیں۔"

"جی بہت بہتر۔" پدمنی اٹھ کھڑی ہوئی۔ "مجھے افسوس ہے۔ میں اس بار بھی آپ کے کسی کام نہ آسکی۔"

"لیکن یہ خبر درست ثابت ہوئی تو اس کا کریڈٹ مارک شا کے ساتھ تم کو بھی ملے گا۔" وجے نے یقین دلایا۔ "اب آج آرام کرو۔ کل دفتر میں رپورٹ کرنا۔"

"بہت بہتر جناب.......... لیکن میں پہلے دفتر جاؤں گی۔ ذرا ڈیسک کی حالت بھی دیکھ لوں۔"

پدمنی کو اپنی میز کی صفائی میں پندرہ منٹ لگے۔ اس نے غیر ضروری خطوط ٹوکری برد کردیے۔ وجے سے گفتگو بے حد مایوس کن ثابت ہوئی تھی اور اس کے اثرات اب بھی باقی تھے۔ دفتر سے نکلتے ہوئے اس کا شنکر سے ٹکراؤ ہوگیا۔ "اے لڑکی.......... اتنی اداس کیوں ہو؟" شنکر نے کہا "وطن واپسی پر خوشی نہیں ہوئی تمہیں؟"

"جی بس.........."

"مجھے معلوم ہے، وجے صاحب سے میری بات ہوئی تھی۔" شنکر نے کہا۔ "دیکھو نا، غلطی تو کسی سے بھی ہوسکتی ہے۔ اداروں کی غلطی کوئی معاف نہیں کرتا لیکن اگر کوئی بات بنی تو مارک شا کے ساتھ تمہیں اس کا کریڈٹ ملے گا۔" یہ کہہ کر وہ دفتر کی طرف بڑھ گیا۔ پدمنی کریڈٹ کے بارے میں سوچتی اور کڑھتی رہی۔ یعنی کارلوس کے اغوا کی خبر شائع ہوئی تو اس پر مارک شا کے ساتھ اس کا نام بھی ہوگا۔ جبکہ مارک شا کا وجود ہی نہیں ہے۔ یہ بات وجے بھی جانتا تھا.......... شنکر بھی جانتا تھا.......... اور وہ بھی جانتی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ اس سے جو وعدہ کیا گیا ہے، وہ محض بہلاوا ہے۔ اس کی بات پر سرے سے یقین ہی نہیں کیا گیا۔ جب مارک شا نام کا کوئی شخص موجود ہی نہیں ہے تو وہ روڈی جیکب کی اس عمارت کی نگرانی کیسے کرے گا.......... خبر کیسے بھیجے گا۔ وجے اسے کھلونوں سے بہلا رہا تھا۔

اس ناانصافی پر اسے شدید غصہ آیا۔ جو کچھ اس نے دیکھا تھا، سچ تھا.......... لیکن اسے جھٹلایا جارہا تھا۔ اب ان پر یہ ثابت کرنا ضروری تھا کہ غلطی پر وہ ہیں۔ اس کے دل میں ان عقل مندوں کو نیچا دکھانے کی خواہش شدت سے ابھری۔

وہ ایک پبلک فون کی طرف بڑھ گئی۔ اسے پیرس کال کرنا تھی۔

O--------O--------O

پندرہ منٹ بعد شنکر کو ایک غیر متوقع کال موصول ہوئی۔ وہ کال پریشان کن تھی۔ شنکر خاموشی سے سنتا رہا، پھر ماؤتھ پیس میں بولا۔ "ممکن ہے، چیف کو علم ہو۔ بہرحال، میں لاعلم ہوں۔ میرا خیال ہے تمہیں چیف سے بات کرنا چاہیے۔ ٹھہرو.......... میں ابھی تمہاری بات کراتا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھا اور وجے کے دفتر کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔ وجے دفتر میں تنہا تھا۔ وہ اندر چلا گیا۔ "چیف.......... ابھی ابھی ایک کال آئی ہے..........؟" اس نے کہا۔

وجے نے نگاہیں اٹھائیں اور اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"پیرس بیورو سے سڈلوکاس کی کال ہے۔ میرا خیال ہے، تم خود اس سے بات کرنا پسند کرو گے۔"

“سڈلوکاس! بات کیا ہے؟” وجے کے لہجے میں حیرت تھی۔

“اس کی وضاحت وہی کرے گا۔” شنکر نے کہا اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ وجے اسے الجھن آمیز نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے بٹن دبایا اور ریسیور اٹھالیا۔

“ہیلو سڈ!” اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

“اوہ مسٹر وجے! میں آپ کو زحمت نہیں دینا چاہتا تھا لیکن مسٹر شنکر مصر تھے کہ میں آپ ہی سے بات کروں۔” دوسری طرف سے سڈلوکاس نے کہا۔

“ہاں کہو۔ بات کیا ہے؟”

“دس منٹ پہلے پدمنی ٹھاکر نے مجھے کال کیا تھا‘ دہلی سے۔ میں موجود نہیں تھا۔ انہوں نے میرے لیے پیغام چھوڑا تھا۔ اگر وہ پیغام اہم نہ ہوتا تو میں آپ کو ہرگز زحمت نہ دیتا۔”

وجے ایک دم چوکنا ہوگیا۔ اس نے شنکر کو بغور دیکھا۔ “ہاں سڈ‘ کہتے رہو۔”

“میں لائنز گیا ہوا تھا‘ ابھی واپس آیا ہوں۔ یہاں مجھے مس پدمنی کا پیغام ملا۔ میں نے پدمنی کو دفتر فون کیا لیکن وہ موجود نہیں تھیں۔ چنانچہ مجھے مسٹر شنکر سے بات کرنا پڑی۔”

“بات کیا ہے آخر؟” وجے کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا۔

“مس پدمنی کا پیغام بہت مبہم اور وضاحت طلب ہے جناب۔ شاید رازداری کے خیال سے اس نے مکمل پیغام نہیں نوٹ کرایا۔”

“میں پوچھ رہا ہوں‘ پیغام کیا تھا؟” وجے نے بڑی مشکل سے اپنے غصے پر قابو پایا۔

“پیغام تھا........ میں ایک اہم خبر کے تعاقب میں تھی کہ مجھے واپس بلالیا گیا۔ میری بات پر کسی کو یقین نہیں لیکن یہ سچ ہے کہ وہ بہت بڑی خبر تھی۔ تمہیں یاد ہے کہ میں اس دن تمہارے دفتر میں دہشت گردوں کی تصویریں دیکھ رہی تھی۔ اسی دوران میں تم سے لیڈر کے بارے میں بات ہوئی تھی۔ مجھے معلوم ہے کہ اس وقت لیڈر کہاں ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اب تم میری جگہ کام کرو۔ میں ایک گھنٹے بعد گھر پہنچوں گی۔ مجھ سے فون پر بات کرو تاکہ میں تمہیں تفصیلات بتاسکوں........ اس کے ساتھ ان کا فون نمبر بھی

ا جناب۔ مجھے معلوم ہے کہ ان کا اشارہ کارلوس کی طرف ہے۔ میں نے گھر پر فون کیا لیکن وہ موجود نہیں تھیں۔ میں نے سوچا‘ شاید مسٹر شنکر اس سلسلے میں تفصیلات فراہم رسکیں۔ آپ کو کچھ پتا ہے اس سلسلے میں مسٹر وجے؟”

“مجھے افسوس ہے سڈ........ یہ خبر جعلی ہے۔” وجے نے لطف لیتے ہوئے کہا دمنی سے میری بات ہوئی تھی اس سلسلے میں‘ میں نے ثابت کردیا تھا کہ وہ غلطی پر ہے۔”

“تو پھر وہ مجھے کیوں تنگ کررہی ہے؟”

“تمہیں تو معلوم ہے کہ جوانی میں ہر شخص کتنا پرجوش ہوتا ہے۔ وہ اپنی بات پر ڑی ہوئی ہے کہ اس نے کارلوس کو دیکھا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ کارلوس اس وقت ربولی میں ہے۔ سمجھے سڈ........ میرا مشورہ یہ ہے کہ اس چکر میں مت پڑو۔ پدمنی گتے میں خواب دیکھنے کی عادی ہے۔”

“بہت بہتر جناب۔ زحمت دینے کی معافی چاہتا ہوں۔ میں رات کو پدمنی کو فون روں گا اور اسے ٹال دوں گا۔”

“فون کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیوں فضولیات میں پڑتے ہو۔ تم گھر جاکر آرام کرو۔” وجے نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

“لیکن جناب........ یہ تو نامناسب ہوگا کہ میں ایک خاتون کو جوابی کال نہ رکے اس کی توہین کروں۔” سڈ کا فرانسیسی مزاج عود کر آیا۔

وجے نے بڑی مشکل سے خود پر قابو پایا۔ “جو مناسب سمجھو کرو سڈ!” اس نے ہا۔ “فون کرلو لیکن اسے یہ نہ بتانا کہ تم اس سلسلے میں مجھ سے بات کرچکے ہو۔”

وجے نے ریسیور رکھ کر شنکر کو دیکھا‘ جس کے چہرے پر تشویش کا تاثر تھا۔

“یہ کیا غضب کیا چیف؟” اس کے لہجے میں بھی تشویش تھی۔ “کیا پتا........ نی سڈ کو قائل ہی کرلے۔ اگر سڈ نے پولیس کو مطلع کردیا۔ اور پولیس نے چھاپا مار دیا رلوس بھی برآمد ہوجائے گا اور کوپر اور اس کے ساتھی بھی پکڑ لیے جائیں گے۔ اس بعد ہم........”

“فکر مت کرو شنکر۔” وجے نے نہایت سکون سے کہا۔ “پدمنی اب کبھی کوئی

"کال ریسیو نہیں کر سکے گی۔"

"کیوں.......... کیسے؟"

"شنکر.......... اب وہ دھرتی کا بوجھ ہے۔ اسے مرجانا ہے.......... اور یہ تمہاری ذمے داری ہے.......... سمجھے؟"

O----------O----------O

پیرس فون کرنے کے بعد پدمنی نے گیراج سے ادارے کی کار لی۔ کار کی سروس ہو رہی تھی اس لیے اسے آدھا گھنٹا وہیں لگ گیا۔ کار لے کر وہ سماچار بلڈنگ سے نکل آئی۔ اسے اپنے گھر پہنچنا تھا تاکہ سڈ کی کال آئے تو وہ موجود ہو۔ اسے معلوم تھا کہ سڈ کال ضرور کرے گا۔ کارلوس اس کا خواب تھا۔ اب وجے پر اپنی سچائی اور اس کی غلطی ثابت کرنے کی یہی ایک صورت تھی۔ صرف سڈ ہی اس سلسلے میں اس کی مدد کرسکتا تھا۔ وجے کا سلوک یاد کرکے اسے ایک بار پھر غصہ آگیا۔ غضب خدا کا.......... مارک شا.......... ایک فرضی شخصیت کے ساتھ اس کا نام۔

وہ مارک شا کے بارے میں.......... اور اس کے حوالے سے شائع ہونے والی دھماکا خیز خبروں کے بارے میں سوچتی رہی۔ وجے اور شنکر یہی ظاہر کرتے تھے کہ مارک شا کوئی شخصیت ہے لیکن وہ حقیقت جانتی تھی.......... اچانک اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا اور اس کی سمجھ میں سب کچھ آگیا۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی سنسنا اٹھی اور اسٹیئرنگ پر اس کی گرفت سخت ہوگئی۔ اس کا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ تمام تشنہ سوالوں کے جوابات روشنی کے جھماکوں کی صورت مل رہے تھے۔ اس کے دماغ کا ایک گوشہ جو عرصے سے تاریک پڑا تھا' یک لخت جگمگا اٹھا.......... اور اسے ہر چیز بالکل صاف اور واضح نظر آرہی تھی۔

آگہی کے ان لمحوں میں اس نے پوری حقیقت جان لی اور تھرا کر رہ گئی۔ دہشت کا یہ عالم تھا کہ وہ اس حقیقت کو جھٹلانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہ ناقابل تردید تھی۔ اب اس کی سمجھ میں آیا کہ مارک شا کون ہے۔ ہر واردات سے پہلے اسے اور تنویر کو فیچر لکھنے کے لیے کیوں بھیجا جاتا تھا تاکہ دہشت گردوں کو ضروری معلومات فراہم کی جاسکیں۔ ان وارداتوں کی خبریں صرف سماچار کو کیسے ملیں۔ دنیا کے کسی بھی اخبار کو ان

وارداتوں کا علم کیوں نہیں ہوا۔ کارلوس کا ٹھکانا معلوم ہونے کے باوجود گرفتار کیوں نہیں ہوا۔ اسے پیرس سے دہلی کیوں طلب کیا گیا جبکہ وہ خبر فراہم کر رہی تھی.......... بہت بڑی.......... دھماکا خیز خبر!

اسے ہر سوال کا جواب مل گیا تھا۔ اس نے اپنی گاڑی ٹریفک کی بھیڑ سے نکالی اور سڑک کے کنارے کھڑی کردی۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ اس کے حواس نے اس پر ایک اور سچائی روشن کر دی تھی.......... اگر.......... اگر ہر چیز کے پیچھے وجے کمار تھا۔ اگر وہی دہشت گردوں کا سربراہ تھا.......... اگر وہی حقیقی مارک شا تھا.......... تو وہ خطرے میں تھی لیکن اسے اس کا پوری طرح ادراک نہیں ہوا۔ ابھی تو وہ وجے کمار کے ملوث ہونے کی حقیقت کو ہضم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن منطق بتاتی تھی کہ وہ وجے کمار کے سوا کوئی نہیں ہے۔ ہر دلیل وجے ہی کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ یہ بات یقینی تھی لیکن سوال یہ تھا کہ اسے ثابت کیسے کیا جائے۔

اگر وہ کوئی تجربے کار انویسٹی گیٹنگ رپورٹر ہوتی تو یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ پھر اسے خیال آیا کہ وہ نہیں ہے تو نہ سہی لیکن وہ ایک ایسے رپورٹر سے واقف تو ہے۔ اس سے رجوع کرنا پڑے گا.......... تنویر صدیقی سے.......... یعنی اسے جلد از جلد تنویر کو فون کرنا تھا۔

اس نے پھر گاڑی اسٹارٹ کردی۔ اب اسے کسی پبلک فون کی تلاش تھی۔ اس کے اعصاب اتنے کشیدہ تھے کہ اسٹیئرنگ تھامنا دوبھر ہو رہا تھا۔ اس کے ہاتھ بری طرح لرز رہے تھے۔ پبلک فون ملنے میں دشواری ہوئی تو اسے اپنے گھر کا خیال آیا لیکن گھر کافی دور تھا۔ اگر اتنی دیر میں تنویر نکل گیا تو کیا ہوگا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ آل انڈیا ریڈیو کی عمارت کے ساتھ ہی ایک ہوٹل ہے۔ وہاں سے فون کیا جاسکتا ہے۔ اس نے ہوٹل کے سامنے کار پارک کی اور تیزی سے ہوٹل میں داخل ہوگئی۔

فون بوتھ میں اس نے سماچار کا نمبر ڈائل کیا۔ خوش قسمتی سے تنویر موجود تھا۔

"مجھ سے بات کرسکتے ہو.......... کچھ وقت دے سکتے ہو مجھے؟" اس نے ہیجانی لہجے میں پوچھا۔

"تمہارے لیے تو میں ہر وقت حاضر ہوں۔"

"بات سنو تنویر........."

"اے' خیریت تو ہے؟" تنویر کے لہجے میں تشویش ابھری۔ "کیا بات ہے؟ تم بہت پریشان معلوم ہو رہی ہو۔"

"تنویر......... تم نے مجھے جو اطلاع فراہم کی تھی' اس نے مجھے کارلوس تک پہنچادیا۔" وہ جلدی جلدی بولنے کی کوشش کر رہی تھی۔ "پھر میں نے کارلوس کو اغوا ہوتے دیکھا........."

"کیا؟ کیا کہہ رہی ہو۔ اتنی جرات کس میں ہے.........؟" تنویر نے اس کی بات کاٹ دی۔

"میں نے شنکر کو مطلع کیا۔" پدمنی نے اس کی سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔ "نتیجہ یہ نکلا کہ مجھے فوری طور پر دہلی طلب کرلیا گیا۔ میں وجے سے ملی' اسے سب کچھ سنایا لیکن اسے میری بات پر یقین نہیں آیا۔ تاہم اس نے وعدہ کیا کہ اگر یہ خبر درست ثابت ہوئی تو اس پر مارک شا کے ساتھ میرا نام بھی........."

"مارک شا......... مارک شا کا تو وجود ہی نہیں ہے۔"

"یہ بات تمہیں اور مجھے معلوم ہے لیکن وجے تو ہمیں بے خبر سمجھتا ہے۔ بس اسی ایک نکتے نے میری آنکھیں کھول دیں۔ پتا نہیں کیوں......... میں بے خبر رہی۔ حالانکہ مجھے پہلے ہی سمجھ لینا چاہیے تھا۔ بہرحال' بات میری سمجھ میں آگئی۔ میں نے جان لیا کہ دہشت گردی کی ان وارداتوں کے پیچھے کون ہے۔ مارک شا کے نام سے دھماکا خیز خبریں کون لکھ رہا ہے۔" وہ ہانپنے لگی۔

"کہتی رہو......... میں سن رہا ہوں۔" تنویر نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔

پدمنی نے تنویر کا تصور کیا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے سنجیدگی سے اس کی باتیں سن رہا ہوگا۔ وہ تصور بے حد حوصلہ افزا تھا۔ چنانچہ وہ بولتی گئی......... بے تکان۔ اس نے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ ہر بات' جو اس کی سمجھ میں آئی تھی' اس نے تنویر کی سماعت میں انڈیل دی۔ تنویر نے ایک بار بھی اسے نہیں ٹوکا۔ جیسے وہ ایک جج کی حیثیت سے کسی وکیل استغاثہ کو سن رہا ہو۔ "سمجھے تم......... جو کچھ مجھے معلوم تھا' میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔" پدمنی نے آخر میں کہا۔

دوسری طرف کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر تنویر بڑبڑایا۔ "وجے کمار......... تو تمہارے خیال میں یہ وجے کمار کا کیا دھرا ہے؟"

"ہاں......... مجھے یقین ہے اس بات کا۔"

"لیکن اگر ایسا ہے تو اس کا سبب کیا ہے۔ وجے نے یہ سب کیوں کیا؟ اس کے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ اس کے پاس سب کچھ تھا' شناخت کے سوا' وہ خود کو ثابت کرنا چاہتا تھا۔ اس کا موقع اس کے باپ نے اسے کبھی نہیں دیا۔ وہ طاقت کا پجاری تھا اور اب طاقت کا دیوتا سمجھتا ہے خود کو۔ میرا خیال ہے' اس کا ذہنی توازن بھی درست نہیں ہے۔"

"ممکن ہے۔" تنویر کے لہجے میں یقین نہیں تھا۔ "لیکن مجھے یقین نہیں آتا۔ تمہارے دلائل بے حد جاندار ہیں۔ اس کے باوجود یقین نہیں آتا۔ وجے کمار......... اور کرائے کے دہشت گردوں کو جمع کرکے گروہ تشکیل دے' وارداتیں کروائے اور وہ بھی معمولی نہیں' ایسی وارداتیں جن میں دنیا کے بڑے بڑے لوگ ملوث ہوں۔ بات حلق سے نہیں اترتی۔"

"تنویر......... اس دنیا میں سب کچھ ممکن ہے۔ دلائل کو رد کرنا ہے تو دلیل لاؤ......... کوئی اور وضاحت پیش کرو۔"

"کوئی وضاحت ممکن نہیں۔ فرض کر لیتے ہیں کہ تمہارا اندازہ درست ہے۔ تو اب تم کیا کرو گی؟ ثبوت کہاں سے لاؤ گی؟"

"میں پولیس سے رجوع کرسکتی ہوں۔ وہ تفتیش شروع کردیں گے۔"

"ہرگز نہیں......... وہ تمہیں کان سے پکڑ کر باہر دھکیل دیں گے۔"

"میں جانتی ہوں۔" پدمنی کے لہجے میں بے بسی تھی۔ "میں نے اسی لئے تمہیں فون کیا ہے کہ تم ثبوت کے سلسلے میں مجھے مشورہ دو گے۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ اگر تم میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے؟"

دوسری طرف چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر تنویر نے کہا۔ "سب سے پہلے تو میں اپنی حفاظت کی سوچتا۔ اس لیے کہ جتنا تم جان چکی ہو' اگر درست ہے تو یقین کرو' تمہاری

زندگی خطرے میں ہے۔ وجے اب تک تمہیں خطرناک قرار دے چکا ہوگا۔ ممکن ہے' اس نے اسی لیے تمہیں دہلی واپس بلایا ہو۔ ممکن ہے' وہ تمہیں بھی جیتی جاگتی پدمنی کے بجائے ایک خبر بنانا چاہتا ہو۔ اس کے نقطہ نظر سے یہ بہت ضروری ہے کیونکہ تم اس کے کیے کرائے پر پانی پھیر سکتی ہو۔"

"اوہ.......... یہ خیال مجھے بھی آیا تھا لیکن میں اس وقت ذہنی طور پر الجھی ہوئی تھی۔" پدمنی نے کہا۔ "خیر.......... آگے بڑھو۔ اس کے بعد تم کیا کرو گے؟"

"اب مسئلہ ہے ثبوت کا۔ یہ تصور کرنا محال ہے کہ کہیں سے کوئی ثبوت مل سکے گا۔ تاہم اس کے دو ممکنہ ذرائع ہیں۔ ایک تو وجے کی بیوی لکشمی۔ ان کی ازدواجی زندگی خوشگوار نہیں ہے۔ خصوصاً گزشتہ دو سال میں صورت حال زیادہ بگڑ گئی ہے۔ تم پہلے کبھی لکشمی سے ملی ہو؟"

"نہیں.......... لیکن ان کا تذکرہ سنا ہے۔"

"دوسری شوبھا ہے۔ اس کا نام بھی سنا ہے کبھی؟"

"ہاں.......... شاید وہ کوئی اداکارہ تھی۔ ایک دو فلموں میں اس نے کام کیا۔ پھر وہ انوپ کمار کے چکر میں آگئی۔ اب کا پتا نہیں۔"

"اب وہ وجے کمار کی رکھیل ہے۔ ایک طرح سے وہ بھی وجے کو ملنے والے ورثے میں شامل ہے۔"

"نہیں.......... تم مذاق کر رہے ہو۔"

"یقین کرو' یہ درست ہے اور میں نے سنا ہے کہ ان دنوں وہ بہت تباہ حال ہے۔ وجے نے اس کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہیں کیا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اب وہ وجے کے لیے کیسے جذبات رکھتی ہے۔ ممکن ہے' اب بھی وجے کی وفادار ہو.......... ممکن ہے' اس سے خفا ہو' ممکن ہے' اس سے انتقام لینے کی خواہاں ہو۔ اگر تمہیں ثبوت درکار ہے تو کوڑا کھنگالنا ہوگا۔"

"اور کوئی بات نہ بنی تو؟"

"یہ ممکن ہے کہ وہ وجے کو تمہاری تفتیش کے بارے میں بتادے۔"

"یہ خطرہ مول لینا ہی ہوگا۔ ٹھیک ہے اب میں ان دونوں سے رابطے کی کوشش

کرتی ہوں۔"

"میں تمہیں پتے بتا رہا ہوں.......... نوٹ کرو۔" تنویر نے کہا۔

پدمنی نے اپنی نوٹ بک میں پتے لکھ لیے۔ "تمہیں یہ سب کیسے معلوم ہوا؟" اس نے پوچھا۔

"یاد رکھو! میں ایک انویسٹی گیٹنگ رپورٹر ہوں۔ ایک اچھا رپورٹر پہلے اپنے باس کے سلسلے میں تحقیق کرتا ہے اور ہاں.......... میرا مشورہ ہے کہ شوبھا سے شروعات کرو۔"

"ٹھیک ہے' میرا بھی یہی ارادہ تھا۔ ویسے تنویر' میں تمہاری کمی محسوس کر رہی ہوں۔"

"میرا بھی یہی حال ہے۔ کاش میں اس معاملے میں تمہارا عملاً ساتھ دیتا لیکن پرسوں مجھے لندن کے لیے روانہ ہونا ہے۔ بہرحال' میری ضرورت پڑے تو لندن کے ایتھم ہوٹل میں مجھے رنگ کرلینا۔"

"ٹھیک ہے۔"

"اور ہاں' کسی ہنگامی صورت حال میں پرائم منسٹر ہاؤس میں امیت کمار سے رجوع کرسکتی ہو۔ تمہارے والد اسے جانتے ہیں اور وہ ان کی عدم موجودگی میں ان کا کام سنبھالے گا۔ وہ کالج میں میرے ساتھ پڑھا ہے اور اسے وہ دن اب تک یاد ہیں۔"

"ٹھیک ہے' میں یاد رکھوں گی۔ تم اسے صورت حال سے مطلع کرو گے؟"

"نہیں' پوری طرح تو نہیں بتاؤں گا۔ ویسے بھی امیت کمار تمہیں پہلے سے جانتا ہے۔ کسی بھی مشکل میں تم اس سے مدد طلب کرسکتی ہو۔ تم اس پر اعتماد بھی کرسکتی ہو لیکن کوشش کرنا کہ پہلے مجھ سے بات کرو۔"

"ٹھیک ہے تنویر خدا حافظ۔" اس نے کہا اور پھر خود بھی سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے خدا حافظ بے ساختہ کہا تھا اور یہ ایک اہم بات تھی۔ خیالات میں تبدیلی کا یہ عمل تو برسوں سے چل رہا تھا لیکن اس کے جاندار اثرات پہلی بار ظاہر ہوئے تھے۔

دوسری طرف بھی خاموشی تھی۔ شاید تنویر بھی کچھ سوچ رہا تھا' اسی سلسلے میں پھر اس کی آواز سنائی دی۔ "پدما" پلیز.......... اپنا خیال رکھنا.......... میری خاطر۔" اس کے

لہجے میں محبت تھی۔ ”خیال رکھو گی نا؟“

”ہاں، تمہاری خاطر۔“

”اچھا خدا حافظ۔“

”خدا حافظ۔“ اس نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔



دروازہ شوبھا ہی نے کھولا تھا۔ پدمنی اسے دیکھ کر حیران رہ گئی کیونکہ اس کے خیال میں شوبھا کو ادھیڑ عمر ہونا چاہیے تھا لیکن وہ بظاہر تو لڑکی ہی نظر آرہی تھی۔ بہرحال، پدمنی کا اندازہ تھا کہ وہ تیس سال کی ہوگی۔

”تو تم اخبار سے متعلق ہو؟“ شوبھا نے پوچھا، حالانکہ یہ بات پدمنی اسے فون پر بتا چکی تھی۔

”جی ہاں۔“

”اور مجھ سے کیا چاہتی ہو؟“

”میں آپ سے کچھ تفصیلی گفتگو کرنا چاہتی ہوں، اگر اجازت دیں تو..........!“

”کس سلسلے میں؟“ شوبھا کا لہجہ شک آمیز تھا۔

پدمنی سوچ میں پڑ گئی۔ وہ جانتی تھی کہ اب وہ دشوار ترین مرحلے میں داخل ہو رہی ہے۔ ”میرا خیال ہے، آپ مسٹر وجے کی دوست ہیں؟“ اس نے محتاط انداز میں کہا۔

”دوست.......... ہنہ۔“ شوبھا نے نفرت سے کہا لیکن فوراً اس کا لہجہ بدل گیا۔ ”ممکن ہے، ایسا ہی ہو، تو پھر؟“

اچانک پدمنی کو احساس ہوا کہ شوبھا نشے میں ہے۔ ”میں آپ سے وجے صاحب کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔“

”یہ کوئی انٹرویو تو نہیں ہے.......... کیوں؟“

”نہیں یہ ذاتی نوعیت کی گفتگو ہے۔“ پدمنی نے جلدی سے کہا۔ ”اس میں رازداری کی اہمیت ہے۔ میں آپ سے بھی یہی چاہوں گی کہ آپ اسے ہم دونوں کے درمیان ہی رکھیں۔“

”کیا وجے نے تمہیں..........؟“ شوبھا نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

اس کے لہجے نے پدمنی کو سب کچھ سمجھا دیا۔ وہ ہل کر رہ گئی۔

”نہیں.......... نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔“

”ٹھیک ہے، اندر آجاؤ۔“ شوبھا نے کہا لیکن اس کے انداز میں سرد مہری تھی۔

وہ دونوں نیم تاریک ہال سے نکل کر نشست گاہ کی طرف چلی گئیں، کمرا روشن تھا۔ شوبھا نے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ ”بیٹھو کچھ پیو گی؟“ اس نے کہا۔

”جی نہیں، شکریہ۔“ پدمنی نے کہا اور بائیں جانب والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

شوبھا کیبنٹ کی طرف بڑھ گئی۔ وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک جام تھا۔ اس بار پدمنی نے اس کے قدموں کی لڑکھڑاہٹ بھی محسوس کرلی۔ تیز روشنی میں اس کے چہرے پر وقت کی کھینچی ہوئی لکیریں بھی صاف نظر آئی تھیں۔

وہ صوفے پر پدمنی کے برابر ہی آبیٹھی۔ اس نے ایک طویل گھونٹ لے کر جام میز پر رکھ دیا اور بولی۔ ”تم وجے کے متعلق کیا جاننا چاہتی ہو اور کیوں؟“

پدمنی کی مضطرب انگلیاں اپنے پرس سے کھیلتی رہیں۔ ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں سے شروع کروں۔“ اس کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

”بس شروع کردو، کہیں سے بھی۔“

”آپ جانتی ہیں کہ میں وجے صاحب کے لیے کام کرتی ہوں۔“ پدمنی نے کہا۔ ”میں سماچار میں نئی ہوں۔ میں سماچار کی طرف سے ایک اور رپورٹر کے ساتھ یورپ گئی تھی۔ ہمیں وہاں دہشت گردی کے موضوع پر تحقیقی کام کرنا تھا۔ اس دوران میں کچھ ایسے واقعات ہوئے جنھوں نے مجھے فکرمند کردیا۔ واقعات کا وہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔“

”تم کس سلسلے میں فکرمند ہو؟“

”وجے صاحب کے سلسلے میں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بات کی وضاحت کیسے کروں۔ میں آپ سے پوری سچائی کے ساتھ گفتگو کروں گی لیکن میں خوفزدہ ہوں، ڈرتی ہوں کہ آپ وہ باتیں مسٹر وجے کے سامنے دہرادیں گی۔“

”اور وجے تمہیں نکال دے گا؟“

”کچھ ایسی ہی بات سمجھ لیں۔“

"مجھے نہیں معلوم کہ تمہارے ذہن میں کیا ہے اور میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں' بہرحال' اس بات کا یقین کرو کہ تمہاری بات مجھ تک ہی محدود رہے گی۔ میں وجے کو کچھ نہیں بتاؤں گی۔ میں اب اس بدبخت سے بات بھی نہیں کرنا چاہتی' مجھے اس سے نفرت ہے۔" شوبھا نے جام اٹھا کر ایک اور گھونٹ لیا۔ "مجھے بتاؤ' اس مردود نے تمہارے ساتھ کیا زیادتی کی ہے؟" اب اس کی آواز لڑکھڑا رہی تھی۔

"کچھ بھی نہیں' انہوں نے مجھے ذاتی طور پر کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ میں تو اس طرف سے فکرمند ہوں کہ وہ دوسروں کے ساتھ کیا کر رہے ہیں۔" پدمنی نے کہا۔

شوبھا نے اس کی بات کا کچھ اور ہی مطلب لیا۔ وہ بولی۔ "ہاں' اس نے اپنی بیوی کے ساتھ زیادتی کی' مجھ پر بھی ظلم کیا' وہ ہم دونوں کو نہ صرف نظرانداز کرتا رہا بلکہ ہمیں استعمال بھی کرتا رہا۔ لوگ اسے نہیں جانتے لیکن میں جانتی ہوں' وہ انتہائی ذلیل آدمی ہے۔"

"مجھے اس سلسلے میں کچھ علم نہیں۔" پدمنی نے جلدی سے کہا۔ "میرا اشارہ اس طرف ہے کہ وجے صاحب ساری دنیا کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ میرا اشارہ دہشت گردی میں ان کی دلچسپی کی طرف ہے بلکہ بات دلچسپی ہی کی نہیں' امکان ہے کہ وہ خود بھی دہشت گردی میں ملوث ہیں۔ دہشت گردی کے حالیہ واقعات کا علم ہر بار سب سے پہلے انہیں ہوا ہے۔ وہ خبریں صرف ان کے اخبار میں چھپی ہیں۔ اس بات نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ ان کا دہشت گردوں سے براہ راست تعلق ہے۔"

پدمنی کو احساس تھا کہ اس نے بلاواسطہ گفتگو کی ہے لیکن نہ جانے کیوں شوبھا اسے قابل اعتماد لگی تھی۔ اب وہ شوبھا کے جواب کی منتظر تھی۔

شوبھا نے جام خالی کر کے میز پر رکھ دیا۔ "تو تم سمجھتی ہو کہ وجے دہشت گرد بن گیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"میں اس سلسلے میں آپ کی رائے معلوم کرنا چاہتی ہوں۔" پدمنی نے کہا۔

"طاقت........ وہ طاقت کی بھوک میں مبتلا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ کسی کو بھی روند سکتا ہے۔"

"کیا آپ یہ سنجیدگی سے کہہ رہی ہیں؟"

"وہ طاقت کے حصول اور اظہار کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔"

"مثلاً..........!"

"وہ قتل بھی کر سکتا ہے۔"

پدمنی کو یقین تھا کہ شوبھا یہ بات نشے میں نہیں کہہ رہی ہے' وہ پوری طرح ہوش میں تھی۔ "آپ یہ بات ثابت کر سکتی ہیں؟"

شوبھا نے ہونٹ سکوڑ لیے۔ "میں تمہیں بہت کچھ بتا سکتی ہوں لیکن بتاؤں گی نہیں۔"

"کیوں؟"

"میں نہیں بتا سکتی بس اب تم چلی جاؤ۔" شوبھا نے کہا اور بڑی مشکل سے کوشش کے بعد صوفے سے اٹھنے میں کامیاب ہوئی۔

پدمنی اٹھی اور اس کے پیچھے پیچھے چل دی "اگر اس وقت آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو پھر کبھی سہی۔" اس نے کہا۔

"ہاں' اس وقت تو میں سونا چاہتی ہوں پھر کبھی بات کریں گے۔"

پدمنی نے اپنی نوٹ بک نکالی' اس پر کچھ لکھا اور اوپر کا کاغذ پھاڑ کر شوبھا کی طرف بڑھا دیا "میرا ایڈریس اور فون نمبر ہے۔ میں شام کے وقت گھر پر ہی ہوتی ہوں' جب جی چاہے' مجھے طلب کر لیجئے گا۔"

"ٹھیک ہے' میں کوشش کروں گی۔ گڈبائی۔"

O---------O---------O

پدمنی نے وجے کے بنگلے میں مسلح محافظ سے پوچھا۔ "وجے صاحب موجود ہیں؟" یہ یقین حاصل کرنا ضروری تھا کہ وجے گھر پر موجود نہیں ہے پھر اس نے اپنا پریس کارڈ نکال کر محافظ کو دکھایا۔ "میں وجے صاحب کے اخبار میں کام کرتی ہوں۔"

"صاحب ابھی تک نہیں آئے۔" محافظ نے جواب دیا۔

"مجھے مسز وجے سے ملنا ہے' وہ موجود ہیں نا؟"

"وہ تو ہمیشہ گھر پر ہی رہتی ہیں۔" محافظ نے کہا۔ "آپ کا کیا نام بتاؤں۔"

"میرا نام پدمنی ٹھاکر ہے' مجھے مسز وجے کو کوئی چیز پہنچانا ہے۔" پدمنی نے

ہچکچاتے ہوئے کہا۔

محافظ نے فون کیا۔ فون پر کچھ دیر بات کرنے کے بعد کہا۔ "آپ اوپر چلی جائیں۔"

سیڑھیاں چڑھتے ہوئے پدمنی مسلسل سوچتی رہی۔ لکشمی اس کی واحد امید تھی کیونکہ شوبھا نے اس کے ساتھ تعاون نہیں کیا تھا۔ شاید نشے میں ہونے کی وجہ سے شوبھا اس کی بات کی اہمیت سمجھ نہیں سکی تھی۔ ایک بات اور تھی۔ شاید شوبھا خوفزدہ بھی تھی۔ دوسری طرف لکشمی کا معاملہ بالکل مختلف تھا۔ تنویر نے بتایا تھا کہ وجے کی ازدواجی زندگی خوشگوار نہیں ہے' اس کے باوجود لکشمی ایک بیوی تھی اور وہ بھی مشرقی بیوی! تعلقات خواہ کیسے بھی ہوں' وہ وجے کو بچانے کی کوشش کرے گی۔

وہ اوپر پہنچی ہی تھی کہ دروازہ کھل گیا۔ ایک ادھیڑ عمر نرس اس کے سامنے تھی

"جی فرمائیے؟"

"میں مسزوجے سے ملنا چاہتی ہوں۔" پدمنی نے کہا۔

"سوری.......... ڈاکٹر نے انہیں مکمل آرام کا مشورہ دیا ہے۔ آج تو آپ ان سے نہیں مل سکتیں۔"

"یہ ذاتی معاملہ ہے' مسزوجے کے لیے یہ ملاقات بہت اہم ہے۔"

"آج تو ملاقات ناممکن ہے' ڈاکٹر نے سختی سے منع کیا ہے۔"

"کیا مسزوجے بیمار ہیں؟"

"جی ہاں' فوڈپوائزن کا کیس ہے۔ ناشتے کے بعد ان کی حالت بگڑ گئی ہے۔" نرس نے بتایا۔

"وہ ٹھیک تو ہو جائیں گی نا؟" پدمنی نے پوچھا۔

"بس بھگوان نے کرپا کی' وہ بچ گئیں۔ بروقت طبی امداد نے انہیں بچا لیا لیکن ابھی کمزوری ہے۔ دو تین روز تک وہ کسی سے نہیں مل سکیں گی۔"

پدمنی نے سکون کا سانس لیا۔ "ٹھیک ہے میں ایک رقعہ لکھ دیتی ہوں۔" اس نے کہا۔ "یہ رقعہ تم انہیں دے دو گی؟"

"جی ہاں' اس میں کوئی حرج نہیں۔" نرس نے جواب دیا۔

پدمنی نے اپنی نوٹ بک اور پین نکالا اور لکھا "میں آپ کے شوہر کے اخبار میں کام کرتی ہوں اور ذاتی نوعیت کے اہم کام سے آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔ یقین کیجئے' معاملہ بہت زیادہ اہم ہے۔ میرا رقعہ نہ اپنے شوہر کو دکھائیے اور نہ ان سے اس کا تذکرہ کیجئے' بلکہ انہیں میرا نام تک نہ پتا چلے.......... شکریہ! آپ کی پدمنی ٹھاکر" اس نے نیچے اپنا فون نمبر اور پتا لکھا اور رقعہ لکھ کر تہ کیا اور نرس کو دے دیا۔ "یہ رقعہ صرف مسزوجے کو دینا' یہ کسی اور کے ہاتھوں میں نہ جانے پائے۔" اس نے نرس کو سمجھایا۔

"بہت بہتر مس' آپ فکر نہ کریں۔" نرس نے اسے یقین دلایا۔

"میں تمہاری شکرگزار ہوں گی۔"

سیڑھیوں سے اترتے ہوئے پدمنی ڈرتی رہی' اگر اسی وقت وجے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آرہا ہو تو کیا ہوگا۔ وہ سوچتی اور لرزتی رہی۔ اس وقت وجے دنیا میں وہ واحد شخص تھا جس کا وہ سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتی رہی پھر اسے خیال آیا کہ جلد از جلد گھر پہنچنا ہے تاکہ سڈ کی کال ریسیو کی جاسکے لیکن پھر اس کے قدم خودبخود سست ہوگئے۔ اب کارلوس کی کوئی اہمیت نہیں رہی تھی۔

درپیش مسئلہ کارلوس سے زیادہ اہمیت کا حامل تھا۔

☆------------☆------------☆

شنکر اپنی خواب گاہ میں روزنامہ دہلی کے تازہ شمارے کا مطالعہ کر رہا تھا۔ وہ ہمیشہ حریف اخباروں پر نظر رکھتا تھا۔ یوں تو سماچار نے اپنے تمام حریفوں کو میلوں پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ اس کے باوجود شنکر چوکس تھا۔ وہ مسابقت کے سلسلے میں کسی قسم کی کوتاہی کا قائل نہیں تھا۔

اس وقت وہ ایک کال کا منتظر تھا۔ وہ کال اب سے ایک گھنٹا پہلے آنا تھی لیکن اب تک نہیں آئی تھی۔ شنکر خود بھی پابندی وقت کا خیال رکھتا تھا اور دوسروں سے بھی اس کی توقع کرتا تھا۔ دوسری طرف رگھبیر بھی مستعد تھا۔ اس اعتبار سے یہ ایک گھنٹے کی تاخیر تشویش ناک تھی۔ یقیناً کوئی گڑ بڑ ہوگی' ورنہ رگھبیر وقت پر فون کرتا۔

گھنٹی بجتے ہی اس نے ریسیور اٹھالیا۔ "ہیلو..........!" اس کے لہجے میں تشویش

تھی۔

"رگھبیر بول رہا ہوں۔"

"بہت دیر کر دی' کام مکمل ہو گیا؟"

"مکمل کیا ہوتا' ابھی تو شروع بھی نہیں ہوا ہے۔" رگھبیر کا لہجہ تلخ تھا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ نے کہا تھا کہ وہ سیدھی اپنے گھر جائے گی۔ یہی کہا تھا؟"

"ہاں اور غلط نہیں کہا تھا۔ اسے یہاں سے چلے ہوئے دو گھنٹے ہو گئے اور وہ دفتر کی کار میں گئی ہے۔"

"وہ اب تک وہاں نہیں پہنچی' میرا آدمی اب تک اس کا منتظر ہے۔"

"اس نے اندر جا کر دیکھا ہے؟" شنکر نے پوچھا۔

"دو بار جا چکا ہے وہ۔ گھر میں کوئی بھی نہیں ہے۔ وہ کب آئے گی؟ آئے گی بھی یا نہیں؟"

"کمال ہے' وہ اور کہاں جا سکتی ہے۔ میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔"

"اب ہم کیا کریں؟"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ اس کا انتظار کرے اور اس کے پیچھے پیچھے گھر میں داخل ہو جائے؟" شنکر نے پوچھا۔

"یہ ناممکن ہے' وہ لوگوں کی نظروں میں آجائے گا۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"تو وہ گھر میں بیٹھ کر بھی اس کا انتظار کر سکتا ہے۔"

"یہ بھی خطرناک ہے' اگر وہ کئی افراد کے ساتھ آئی تو پھنس جائے گا۔"

"لعنت ہے۔" شنکر غرایا۔ "تم اسے واپس بلا لو۔ آدھے گھنٹے بعد پھر بھیج کر دیکھنا۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ ہر آدھے گھنٹے بعد چیک کرتا رہے' کام مکمل ہونے تک! یہ ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" رگھبیر ہچکچایا۔ "لیکن اس طرح اس کے لیے خطرات بڑھ جائیں گے اور اسی حساب سے معاوضہ بھی.........!"

"معاوضے کی پروا مت کرو۔ بس' کام ہو جانا چاہیے۔ اب مجھے آفس جانا ہے' ندہ تم مجھے فون اس وقت کرنا جب کام مکمل ہونے کی خبر سنانی ہو' سمجھے۔" شنکر نے ن لہجے میں کہا۔

"جی ہاں' میں سمجھ گیا۔"

شنکر نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ وہ بہت غصے میں تھا۔ رگھبیر کو صرف معاوضے فکر تھی' کام کی نہیں۔ ایسا لگتا تھا کہ اب کسی بھی شخص کو اپنے پیشے کی عزت اور وقار پروا نہیں رہی ہے' خواہ پیشہ کوئی بھی ہو۔ اس نے جھنجلا کر سوچا اور دفتر جانے کی اری میں مصروف ہو گیا۔

☆------------☆------------☆

شوبھا نے سونے کی کوشش کی اور شاید ایک گھنٹے کے لیے سو بھی گئی لیکن ایک ٹے بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس کے سر میں درد ہو رہا تھا' آنکھیں متورم تھیں اور ٹ خشک ہو گیا تھا لیکن وہ ذہنی طور پر خود کو بہت بہتر محسوس کر رہی تھی۔ اس نے اپنے ے جام بنایا اور صوفے پر آ بیٹھی۔ میز پر صبح کے اخبار پڑے تھے۔ سماچار اور دہلی۔ اس ے یونہی وقت گزاری کے لیے اخبار اٹھا لیا۔ اخبار پڑھتے ہوئے وہ اس لڑکی کے بارے ں سوچتی رہی جو وجے کے اخبار میں رپورٹر تھی۔ شاید اس نے کہا تھا کہ وجے دہشت گردوں کا سرغنہ بن گیا ہے۔ شوبھا کو یاد تھا کہ اس نے وجے کو بجا طور پر طاقت کا بھوکا زار دیا تھا' اس کے سوا اسے کچھ یاد نہیں تھا۔

اس نے جام خالی کر کے میز پر رکھا اور وجے کے بارے میں سوچتی رہی۔ وجے ے اس کا جھگڑا ہوا تھا۔ وجے بہت کمینہ تھا۔ لیکن وہ اس کی زندگی کی واحد خوشی بھی تو تھا۔ وہ جانتی تھی کہ تنہائی دنیا کا سب سے بڑا عذاب ہے۔ وجے وقتی طور پر ہی سہی' بہرحال اس کی تنہائی دور کرتا تھا۔ کھلونے کی حیثیت سے ہی سہی' بہرطور اس کی طلب کرتا تھا۔ سوال یہ تھا کہ اب اسے کیسے منایا جائے' اس سے کیسے رابطہ استوار کیا جائے پھر ے وجے کی رپورٹر کا خیال آیا۔ وہ وجے کی ذاتی زندگی کے بارے میں کھوج لگا رہی تھی۔ یہ اس کے لیے وجے کو فون کرنے کا معقول جواز تھا۔ وہ یقیناً اس کا شکر گزار ہو گا۔ اس کی محبت کو محسوس کرے گا۔ وہ اسے معاف کر دے گا' لوٹ آئے گا.......... اور پھر یہ

کمرالق ودق صحرا نہیں رہے گا' اس میں پھول کھل اٹھیں گے۔

اس نے وہ پرچہ تلاش کیا جس پر لڑکی اپنا فون نمبر اور گھر کا پتا لکھ گئی تھی پھر اس نے وجے کا پرائیویٹ نمبر ملایا۔ دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی' دیر تک بجتی رہی۔ شاید وہ موجود نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے دوبارہ نمبر ملایا۔ اس بار رابطہ مل گیا۔ "ہیلو وجے! میں شوبھا بول رہی ہوں۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"میں شنکر بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"مجھے وجے سے بات کرنی ہے۔"

"ایک منٹ۔ میں دیکھتا ہوں' وہ موجود ہیں یا نہیں۔"

شاید شنکر نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ احتیاط سے نہیں رکھا تھا۔ شوبھا کو پس منظر میں وجے کی بھنچی بھنچی آواز سنائی دی۔ "اس سے کہہ دو کہ میں موجود نہیں ہوں.......... خبیث عورت.......... طوائف..........!" پھر فون پر شنکر کی آواز ابھری۔ "شوبھا! وجے صاحب موجود نہیں ہیں۔"

شوبھا غصے سے پاگل ہوگئی۔ "میں جانتی ہوں خبیث آدمی کہ وہ موجود ہے۔ میں نے خود اس کی آواز سنی ہے۔ اسے فون دو' اس سے کہو کہ بہت اہم بات ہے' اگر اس نے مجھ سے بات نہ کی تو بہت پچھتائے گا۔" اس نے دہاڑ کر کہا۔

ایک لمحے کے توقف کے بعد پھر شنکر کی آواز آئی "شوبھا' وہ یہاں نہیں ہیں۔"

"اس سے کہو کہ مرجائے۔" شوبھا نے کہا اور ریسیور پٹخ دیا۔

فون رکھنے کے بعد پانچ منٹ تک وہ اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اب وہ وجے کو تباہ کر کے رہے گی۔ اب وہ انتقام کے طریقوں پر غور کر رہی تھی۔ اسے پدمنی کا خیال آیا اور پھر اس کا نام بھی یاد آگیا۔ ہاں اس کا نام پدمنی ٹھاکر تھا۔ وہ لڑکی' وجے کے بارے میں شکوک میں مبتلا تھی۔ یہی انتقام کا آسان طریقہ تھا۔ اس لڑکی کو کوئی اہم بات بتائی جائے لیکن کیا؟ وہ اپنے دھند زدہ ذہن پر زور ڈالتی رہی۔ اسے وجے کی آخری گفتگو کے ٹکڑے یاد آئے۔ لوگوں کے ساتھ کیا ہونا ہے' یہ مجھ پر منحصر ہے۔ ہاں کچھ اسی طرح کا جملہ تھا۔ میں خبریں بناتا ہوں۔ دنیا کی رگوں میں زندگی میں دوڑاتا ہوں' وجے نے یہی کہا تھا۔ کیا اس کا اشارہ دہشت گردوں کی طرف تھا۔ ممکن ہے؟

ممکن ہے' نہ ہو۔ کیا پدمنی ان لفظوں کا صحیح مفہوم سمجھ سکتی ہے؟..........

وہ وجے کو نقصان پہنچانا چاہتی تھی لیکن اس کے پاس کوئی موثر ہتھیار نہیں تھا۔ ں ہوکر وہ پھر پینے میں مصروف ہوگئی پھر اس نے اخبار کو غور سے دیکھا۔ وہ ساچار تھا۔ نے نفرت سے اخبار کو دور پھینک دیا پھر اس نے روزنامہ دہلی اٹھالیا۔ وہ اخبار کو دیکھ پلکیں جھپکاتی رہی۔ درحقیقت وہ کچھ پڑھ نہیں رہی تھی۔ اس نے اخبار کھول لیا اور خالی نظروں سے اسے تکتی رہی پھر چھٹے صفحے کی ایک چھوٹی سی خبر پر اس کی نظریں جم رہ گئیں۔ سائیکاٹرسٹ حادثے میں شدید زخمی' حروف اس کی نظروں کے سامنے تیر ہے تھے۔ اس نے نظریں جما کر خبر پڑھنے کی کوشش کی۔ یہ اس کے لیے خاصا دشوار تھا پھر اسے ڈاکٹر آنند لال کا نام نظر آگیا۔ بڑی مشکل سے اس نے خبر کا مفہوم سمجھا اور ے میں آگئی۔ ڈاکٹر آنند لال حادثے میں شدید زخمی ہوا تھا۔ کار والا اسے ٹکر مار کر ار ہوگیا تھا۔ پولیس کا کہنا تھا کہ انہیں مارنے والی کار کے متعلق کوئی سراغ نہیں مل سکا ہے۔

حادثہ.......... اور مارنے والے کا کوئی سراغ نہیں۔ وہ ٹھرا کر رہ گئی۔ اسے ڈاکٹر ے اپنی گفتگو یاد آئی' وجے کے بارے میں.......... پھر اسے اس سلسلے میں اپنی' وجے سے گفتگو یاد آئی۔ وجے نے اسے بہت مارا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ اسے جان سے مار کر ہی دم لے گا اور اب یقیناً وجے نے ڈاکٹر کو مروانے کی کوشش کی تھی۔ یہ حادثہ نہیں تھا' قتل کی کوشش تھی اور وہ جانتی تھی کہ اس کوشش کے پس پردہ کون ہے۔ اس سلسلے میں شک کی کوئی گنجائش نہیں تھی کہ وجے نے ڈاکٹر کو اپنے راستے سے ہٹانا چاہا تھا لیکن کیوں؟ اس لیے کہ وہ اس کا سائیکاٹرسٹ تھا اور اس نے اس سے غداری کی تھی لیکن نہیں' یہ ب تو اس شخص کے لیے ہوسکتا ہے جو جذبات اور احساسات رکھتا ہو۔ وجے تو ان ن نعمتوں سے یکسر محروم ہوچکا تھا پھر اس حادثے کا بلکہ اقدام قتل کا محرک کیا تھا؟ ائم کی پردہ پوشی!

ہاں' یہی بات ہے۔ پدمنی ٹھاکر نے بھی اسی امکان کی طرف اشارہ کیا تھا۔ شوبھا نے فیصلہ کیا کہ وہ پدمنی کی ہر ممکن مدد کرے گی۔ وہ صوفے سے اٹھی لیکن بری طرح لڑکھڑا رہی تھی' وہ نشے میں تھی لیکن جزوی طور پر اس کا ذہن بالکل صاف تھا۔

اس نے سب سے پہلے نہرو اسپتال فون کیا۔ اس نے نرس سے ڈاکٹر آنند کے بارے میں پوچھا۔ نرس کے استفسار پر اس نے کہا کہ وہ ڈاکٹر کی رشتے دار ہے۔ "میں آپ کو اتنا بتاسکتی ہوں کہ اب مریض کی حالت خطرے سے باہر ہے۔" نرس نے اسے بتایا۔ "لیکن اسے مکمل طور پر صحت یاب ہونے میں وقت لگے گا......... بہت وقت۔"

"لیکن وہ زندہ تو رہے گا؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں' وہ زندہ رہے گا۔" جواب ملا۔

اس نے سکون کا سانس لیا۔ اب اسے مجرم کو کیفر کردار کو پہنچانا تھا۔ اسے پدمنی ٹھاکر کے پاس پہنچنا تھا۔

☆------------☆------------☆

وہ جھومتی لڑکھڑاتی پدمنی کے گھر کے دروازے پر پہنچی اور اس نے کال بیل دبانے کے بجائے دروازے پر گھونسوں کی بارش کر دی۔ "کون ہے؟" اندر سے کسی نے گھبرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"میں ہوں شوبھا' بھگوان کے لیے مجھے اندر آنے دو۔"

دروازہ کھلا اور شوبھا لڑکھڑاتی ہوئی اندر گھسی۔ پدمنی نے بڑی مشکل سے اسے سنبھالا "مجھے اتنی جلدی آپ کی آمد کی توقع نہیں تھی۔" اس نے کہا۔

"مجھے تم سے بات کرنا ہے' تمہیں بہت کچھ بتانا ہے۔" شوبھا نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ لوگوں کی زندگیوں پر حکمران ہے' وہ خبریں بناتا ہے......... پتا نہیں' اس کا کیا مطلب تھا۔ بہرحال' آج اس نے ایک سائیکاٹرسٹ کو مروانے کی کوشش کی ہے۔ وہ اس کے بارے میں شک میں مبتلا......... او بھگوان......... میں نشے میں ہوں......... میں نشے میں ہوں......... مجھے بٹھاؤ۔"

پدمنی اسے سہارا دے کر صوفے تک لے گئی' پھر اس نے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کے لیے کافی لاتی ہوں' بغیر دودھ کی کافی پئیں گی آپ؟"

"کچھ بھی لے آؤ۔" شوبھا بڑبڑائی۔

"بس' میں ابھی آئی' آپ لیٹ جائیں آرام سے۔" یہ کہہ کر وہ کچن کی طرف چلی گئی۔ شوبھا کچھ دیر صوفے پر بیٹھی جھولتی رہی' پھر ڈھیر ہوگئی۔ اس کی آنکھیں

مند گئیں۔ وہ نیند کے خلاف بھرپور مزاحمت کر رہی تھی لیکن جلد ہی اس کی مزاحمت دم توڑ گئی۔ اس نے آنکھیں بند کیں اور ایک دم اندھیرے پانیوں میں اتر گئی۔ دروازہ کھلنے کی آواز بھی اس تاریکی کو دور نہیں کر سکتی تھی۔

دروازہ کھلا اور ایک سایہ کمرے میں داخل ہوا۔ وہ ماہرانہ انداز میں چل رہا تھا اور اپنے قدموں کی چاپ پر بھی قادر معلوم ہوتا تھا۔ اس نے قریب آکر صوفے پر بکھری ہوئی شوبھا کو بغور دیکھا۔ خوبصورت عورت تھی' اس کے جذبات بھڑکے لیکن وہ جانتا تھا کہ یہ بات اس کے پیشہ ورانہ وقار کے منافی ہے۔ کام صفائی سے کرنا چاہیے جب کہ کام مشکل بھی نہیں ہے۔ اس نے جیب سے ریوالور نکالا جس کی نال پر سائلنسر چڑھا ہوا تھا پھر اس نے مدہوش حسینہ کی پیشانی کا نشانہ لیا اور ٹریگر دبادیا۔ حسینہ کے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ دوبارہ صوفے پر گری اور ساکت ہوگئی۔ وہ جانتا تھا کہ عورت مرچکی ہے۔ اس کے باوجود احتیاطاً دوسری گولی دل پر چلائی اور واپس ہوگیا۔ اس نے اپنے عقب میں دروازہ بند کردیا تھا۔

اسی وقت کچن کی طرف سے پدمنی کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں کافی کی پیالی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اس نے کوئی عجیب سی آواز سنی ہے لیکن کمرا پہلے ہی کی طرح تھا۔ وہ شوبھا کی طرف بڑھی جو صوفے پر بکھری پڑی تھی۔ پہلے تو اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا پھر وہ گھبرا کر پیچھے ہٹی اور دیوار سے لگ گئی۔ کافی کی پیالی' اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی۔ اس نے چیخنے کی کوشش کی لیکن بے معنی سی آواز کے سوا اس کے حلق سے کچھ بھی نہ نکلا۔ وہ پیچھے ہٹی' پھر اس کے حلق سے پہلی چیخ آزاد ہوئی اور اس کے بعد وہ مسلسل چیختی رہی۔

☆------------☆------------☆

وجے اپنے دفتر میں بیٹھا تھا۔ شنکر اس کے سامنے والی کرسی پر تھا۔ وہ دونوں صبح کی کافی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ وجے کے ہاتھ میں سماچار تھا اور وہ تیسرے صفحے پر چھپنے والی خبر پڑھ رہا تھا۔ "میرا خیال ہے' یہ خبر چھاپنا ضروری تھا۔" چند لمحوں کے بعد اس نے نظریں اٹھا کر کہا۔

شنکر جانتا تھا کہ یہ سوال نہیں ہے' پھر بھی اس نے جواب دینا ضروری سمجھا۔

"ضروری تھا' ورنہ خواہ مخواہ کے شبہات پیدا ہوتے۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔" وجے نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔

"تاہم' ہم نے خبر کو دبانے کی کوشش کی ہے۔"

وجے نے سر کو منفی جنبش دی۔ "بے چاری شوبھا.......... رگھبیر کے آدمی نے عجیب غلطی کی۔"

"اس نے اپنے شکار کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔" شنکر نے صفائی پیش کی۔ "اور پھر پدمنی اور شوبھا میں خاصی مشابہت تھی۔"

"ہاں.......... اور اس کا احساس مجھے بھی اب ہوا ہے۔ بہرحال' کام تو ابھی ادھورا ہے۔"

"جی ہاں!"

"ہماری پدمنی ٹھاکر کہاں ہے؟"

"وہ غائب ہوگئی۔ اس کے بارے میں کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔"

"پتا تو کرنا پڑے گا شنکر۔"

"پتا چل جائے گا چیف۔"

وجے نے کافی کی پیالی خالی کر کے میز پر رکھ دی۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ شوبھا وہاں کیا کر رہی تھی۔" اس کے لہجے میں الجھن تھی۔

"معلوم نہیں۔ بہرحال چیف' اس چوک پر میں شرمندہ ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے بھی اور نہیں بھی۔ وہ وہاں یقیناً پدمنی سے بات کرنے گئی تھی۔ میرا خیال ہے اسے بات کرنے کا موقع ہی نہیں ملا" وجے نے سگار کا کونا چباتے ہوئے کہا۔ "ایسا لگتا ہے کہ قسمت اب بھی ہمارے ساتھ ہے' شوبھا غلط فہمی میں ماری گئی لیکن ٹھیک ماری گئی۔ ہمارے حق میں اس کی موت ہی بہتر تھی۔"

☆------------☆------------☆

لکشمی جاگ چکی تھی اور اخبار میں شوبھا کے قتل کی خبر پڑھ رہی تھی۔ اسی وقت نرس نے آکر اسے بتایا کہ ڈاکٹر کا فون آیا ہے۔ "میں نے انہیں رپورٹ دے دی ہے۔" نرس نے کہا "وہ خوش ہوئے۔ انہوں نے کہا ہے' آپ آج کھانے کے معاملے میں محتاط

رہیں لیکن بھوک لگ رہی ہو تو ناشتا..........؟"

"میں ناشتا کروں گی۔" لکشمی نے کہا۔

"آپ ڈاکٹر سے بات کرلیں۔"

"وھیل چیئر لاؤ اور ذرا بستر سے اترنے میں میری مدد کرو۔"

وھیل چیئر پر بیٹھ کر وہ فون کی طرف بڑھ گئی۔ نرس ناشتا لینے کچن کی طرف چلی گئی تھی۔ لکشمی نے ریسیور اٹھایا۔

"مبارک ہو' آپ بہت جلد پوری طرح صحت یاب ہو جائیں گی۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"فوڈ پوائزن کا کیس تھا نا؟" لکشمی نے پوچھا۔

"میں تو بے پروائی کہوں گا۔ کسی طرح لال بیگ مارنے والی دوا ناشتے میں شامل ہوگئی تھی' اگر آپ کہیں تو بات آگے بڑھائی جائے۔"

"نہیں' اس کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"میں شام کو آپ کو دیکھنے کے لیے آؤں گا۔"

"زحمت نہ کریں' میں ٹھیک ٹھاک ہوں' دن بھر آرام کروں گی اور خوب سوؤں گی۔"

"بہت بہتر.......... لیکن ضرورت ہو تو آپ مجھے کسی بھی وقت کال کرسکتی ہیں اور ہاں' ابھی میں نے آپ کے پتی کو فون کیا تھا۔ کل وہ بہت پریشان تھے۔ میں نے انہیں بتایا کہ اب پریشانی کی کوئی بات نہیں' آپ ٹھیک ہو رہی ہیں۔ اب وہ مطمئن ہیں۔ وہ شہر سے باہر جانے والے تھے لیکن پہلے وہ آپ سے ملیں گے۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے انہیں اچھی خبر سنائی' اب وہ مطمئن ہیں۔"

ہاں' وہ تو بہت زیادہ مطمئن ہوگا۔ لکشمی نے زہریلے انداز میں سوچا۔ پھر اس نے ماؤتھ پیس میں کہا "شکریہ ڈاکٹر!"

ریسیور رکھنے کے بعد اس نے شوبھا کے قتل کی خبر دوبارہ پڑھی۔ پولیس کا خیال تھا کہ قاتل' چوری کی نیت سے آیا تھا لیکن شوبھا اپنی ایک دوست کے گھر میں تھی۔ سماچار اور دہلی.......... دونوں میں سے کسی ایک میں بھی وجے سے شوبھا کے تعلق کا کوئی تذکرہ

نہیں تھا۔ شاید سماچار نے دانستہ گریز کیا تھا اور دہلی کے رپورٹر کو اس سلسلے میں کچھ علم ہی نہیں تھا۔ البتہ دونوں اخباروں میں آنجہانی انوپ کمار کا تذکرہ موجود تھا۔

نرس نے ناشتا لگا دیا تھا۔ لکشمی نے اخبار ایک طرف رکھ دیے۔ ناشتے کے بعد اس نے ایک بار پھر خبر پڑھی۔ شوبھا اپنی ایک دوست کے مکان میں قتل ہوئی تھی۔ اس کا نام پدمنی ٹھاکر تھا اور وہ مقامی اخبار میں رپورٹر تھی۔ پدمنی کو پولیس کی نگرانی میں کسی نامعلوم جگہ رکھا گیا تھا۔ اخبار میں پدمنی کی تصویر بھی موجود تھی۔

پدمنی کے نام نے لکشمی کی یادداشت میں ہلچل مچادی۔ وہ وھیل چیئر چلاتی ہوئی بیڈ تک گئی اور اس نے تکیے کے نیچے سے ایک پرچہ نکالا۔ اس نے پرچہ کھول کر اسے پڑھا۔ پیغام مبہم اور غیرواضح تھا۔ نیچے پدمنی ٹھاکر کا نام' پتا اور فون نمبر تحریر تھا۔ گویا پدمنی' وجے کے اخبار سماچار سے منسلک تھی اور اسی پدمنی کے گھر میں وجے کی داشتہ قتل کر دی گئی تھی اور گزشتہ رات پدمنی نے اس سے ملنے کی کوشش کی تھی......... کیوں؟ کیا یہ محض اتفاق تھا۔ ہرگز نہیں......... پدمنی نے لکھا تھا کہ میرا رقعہ یا میرا نام آپ کے شوہر کو معلوم نہ ہونے پائے۔ یعنی وہ وجے سے خوفزدہ تھی لیکن وہ وجے کے متعلق کچھ جاننا چاہتی تھی۔ معاملہ بے حد اہم ہے' اس نے رقعے میں لکھا تھا۔

لکشمی نے گھنٹی بجا کر نرس کو طلب کرلیا۔ "سنو! اب مجھے تمہاری ضرورت نہیں' تم آج چھٹی کرسکتی ہو۔" اس نے نرس سے کہا۔

"لیکن ڈاکٹر نے کہا تھا.........!"

"میں نے ڈاکٹر سے بات کرلی ہے۔" اس نے نرس کی بات کاٹ دی۔ "میری ایک سہیلی آنے والی ہے۔ وہ میری دیکھ بھال کرلے گی۔ تمہیں تمہارا معاوضہ ملے گا۔ نرس میں تمہاری شکرگزار ہوں۔"

"بہت بہتر میڈم۔"

نرس کے جانے کے بعد لکشمی وھیل چیئر چلاتی ہوئی فون کی طرف بڑھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر پدمنی کا نمبر ڈائل کیا۔ توقع کے عین مطابق فون کسی پولیس والے نے اٹھایا۔ "میں پدمنی ٹھاکر کی سہیلی بول رہی ہوں۔" لکشمی نے ماؤتھ پیس میں کہا "مجھے اس سے بات کرنا ہے۔"

"وہ یہاں نہیں ہیں۔ انہیں عارضی طور پر کہیں منتقل کر دیا گیا ہے۔" پولیس والے نے جواب دیا۔

"آپ مجھے اس کے متعلق بتا سکتے ہیں؟ مجھے اس سے ضروری بات کرنی ہے۔"

"سوری میڈم' اس کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ آپ پیغام نوٹ کرادیں۔ وہ ان تک پہنچ جائے گا۔"

"اس سے کہنا کہ مسز لکشمی وجے نے فون کیا تھا۔ میرا پیغام یہ ہے کہ وہ جلد از جلد مجھ سے مل لے۔ یہ پیغام صرف اس تک پہنچنا چاہیے۔"

☆------------☆------------☆

اپنی مختصر سی زندگی میں پدمنی نے کبھی موت کو قریب سے نہیں دیکھا تھا۔ پیرس کے ایک ہوٹل میں اسے ایک لاش سے سابقہ پڑا تھا لیکن اس بار بات ہی کچھ اور تھی۔ ایک منٹ پہلے شوبھا زندہ تھی' باتیں کر رہی تھی اور دوسرے لمحے وہ ایک لاش تھی' زندگی سے یکسر محروم۔ یہ تجربہ اس کے لیے دہلا دینے والا تھا۔ لاش دیکھنے کے فوراً بعد اسے ایک اور خیال آیا تھا اور وہ لرز کر رہ گئی تھی۔ یہ بھی تو ممکن تھا کہ شوبھا اس کے دھوکے میں ماری گئی ہو' اگر شوبھا کا قتل ہی مقصود تھا تو اسے تو اس کے گھر میں بھی بہ آسانی ہلاک کیا جاسکتا تھا۔ یقیناً یہی بات تھی۔ قاتل نے اپنی دانست میں پدمنی ٹھاکر کو ٹھکانے لگایا تھا۔

پولیس کا نظریہ یہ تھا کہ قاتل کوئی چور تھا' اگر پدمنی اس نظریے سے متفق ہوتی تو وہ اتنی خوفزدہ نہ ہوتی لیکن وہ جانتی تھی کہ کوئی چیز نہیں چرائی گئی ہے۔ پھر پیشانی اور دل کا نشانہ یہ ثابت کرتا تھا کہ قاتل کوئی پیشہ ور تھا جس کا کام ہی قتل کرنا تھا' ورنہ وہ یقینی طور پر مہلک نشانہ کیوں لیتا اور وہ بھی ایک گولی نہیں بلکہ دو۔ وہ صرف اور صرف قتل کے ارادے سے گھر میں گھسا تھا۔ پدمنی کو اس پر پختہ یقین تھا۔ کسی نے قاتل کو اس کے قتل پر مامور کیا تھا' پدمنی کے قتل پر......... خوش قسمتی سے وہ بچ گئی تھی لیکن وہ جانتی تھی کہ موت ابھی مایوس نہیں ہوئی ہوگی۔

اس کی چھٹی حس نے اسے وہاں سے بھاگنے کا مشورہ دیا تھا اور وہ آدھی رات کے وقت وہاں سے نکل بھاگی تھی۔ اس نے ایک چھوٹے سے ہوٹل میں پناہ لی تھی اور

وہاں سے اپنے باپ کو فون کیا تھا' تاکہ وہ خواہ مخواہ پریشان نہ ہو۔ اس نے ٹھاکر کو شوبھا کے قتل کے متعلق بتایا تھا لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کے خیال میں شوبھا اس کے دھوکے میں ماری گئی ہے۔ وہیں سے اس نے پولیس کو مطلع کیا تھا کہ اب وہ کہاں ہے اور ان سے اس سلسلے میں مکمل رازداری کی درخواست کی تھی۔

اس نے خواب آور دوا استعمال کی' اس کے باوجود وہ سو نہ سکی۔ وہ تنہا تھی.......... لیکن تنہا نہیں تھی۔ موت کا سایہ اس کے ساتھ تھا اور اس سائے کی گردن پر وجے کمار کا چہرہ موجود تھا۔ وجے کمار اور اس کے پالتو غنڈے.......... موت.......... وہ خوفزدہ تھی۔ اب اسے کسی غیر معمولی خبر میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ وجے کو بتانا چاہتی تھی کہ وہ اپنے تجسّس سے دستبردار ہو رہی ہے' چنانچہ وہ اس کا پیچھا چھوڑ دے لیکن وہ جانتی تھی کہ اب وجے اسے چھوڑنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔

موت قریب تھی اور خوف اس کے وجود میں اترا ہوا تھا۔ وہ تکیے میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی۔ یہ تو زیادتی تھی.......... اس طرح.......... عالم جوانی میں مرنا.......... محروم و تشنہ کام مرنا۔ ابھی تو اس نے اپنے محبوب کو ان محبتوں کی ایک جھلک بھی نہیں دکھائی تھی جنہیں وہ اپنے خوان دل پر سجائے بیٹھی تھی۔ ابھی تو اس نے زندگی کا وہ قرض بھی ادا نہیں کیا تھا جو ہر عورت کو ادا کرنا ہوتا ہے۔ ابھی تو اس نے زندگی کو نئی زندگی کا تحفہ بھی نہیں دیا تھا۔ ابھی تو اس نے اسلام بھی قبول نہیں کیا تھا جس کی خواہش برسوں سے اس کے سینے میں مچل رہی تھی لیکن مصروفیات نے مہلت نہیں دی تھی کہ وہ خواہش پوری کرسکے۔ وہ کالج کے زمانے ہی سے اسلام سے متاثر تھی اور اب جبکہ وہ ایک مسلمان کی محبت میں گرفتار تھی' یہ خواہش اور اہم ہوگئی تھی۔ توکیا اب اسے تنویر صدیقی کے ساتھ شکیلہ صدیقی بن کر جینے کی مہلت نہیں ملے گی! پھر وہ یہ سوچ کر لرز گئی کہ اسے شکیلہ کا نام بھی تو وجے ہی نے دیا تھا۔ اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ موت اس کی گھات میں تھی جب کہ وہ جینا چاہتی تھی۔ ابھی تو اسے بہت کچھ کرنا تھا۔

لیکن نہیں۔ وہ ابھی کیسے مرسکتی ہے۔ اچانک اس کا حوصلہ بیدار ہوگیا۔ وہ ذہنی طور پر اسلام قبول کرچکی ہے لیکن یہ کام باضابطہ طور پر کرنا ہے۔ وہ اب ہندو کی حیثیت میں نہیں مرنا چاہتی تھی۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار دیوی دیوتاؤں کی پوجا کا بوجھ سر پر لے

کر.......... اس کی عقل نے کبھی تسلیم نہیں کیا تھا اس بات کو.......... اسے تو ایک خدا کا.......... قادر مطلق کا تصور پسند تھا۔ نہیں.......... وہ ابھی نہیں مرے گی۔

بالآخر اس کی آنکھ لگ گئی لیکن وہ اچھی نیند نہیں تھی۔ صبح گیارہ بجے وہ سو کر اٹھی تو اس کا خوف بڑی حد تک کم ہو چکا تھا۔

اپنے کمرے میں ناشتا کرکے اس نے اخبار پڑھا۔ اب اسے ایک فیصلہ کرنا تھا.......... بھاگے.......... یا ڈٹ جائے۔ اسے تنویر کا خیال آیا۔ اس نے فوراً ہی اسے رنگ کیا لیکن وہ دفتر میں موجود نہیں تھا۔ صدر امریکا' وزیراعظم بھارت سے ملاقات کر رہے تھے۔ وہ اسی تقریب کی کوریج کر رہا تھا۔ اگلی صبح اسے دونوں سربراہان مملکت کے ساتھ لندن کے لیے روانہ ہونا تھا' جہاں سہ فریقی کانفرنس منعقد ہو رہی تھی۔

پھر اس نے اپنے گھر رنگ کیا' وہاں سے اسے لکشمی کا پیغام ملا۔ وہ پیغام بے حد حوصلہ افزا تھا۔ اس کا رہا سہا خوف بھی زائل ہوگیا۔ فیصلہ بھی خودبخود ہوگیا۔ بھاگنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ زندگی اور موت تو خدا کے ہاتھ میں ہے' اگر موت آنا ہے تو کوئی نہیں بچا سکے گا اور اگر اسے زندہ رہنا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے نہیں مار سکے گی.......... وجے کمار بھی نہیں۔ اسے حیرت ہوئی.......... خوشگوار حیرت کہ آزمائش کے ان سنگین لمحوں میں وہ مسلمان بن کر سوچ رہی ہے۔ ایک خدا کے تصور میں یکسوئی تھی' ارتکاز تھا اور نتیجتاً سکون تھا۔ لاکھوں دیوی دیوتاؤں کے تصور میں انتشار ہوتا تھا۔ یہی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کس وقت کسے پکارا جائے۔ وہ طمانیت کے احساس سے سرشار ہوگئی۔

اس نے وجے کے گھر کا نمبر ڈائل کیا۔ وہ کمزور اور لرزیدہ آواز سننے کی توقع کر رہی تھی لیکن جواب دینے والی آواز میں ٹھہراؤ تھا.......... مضبوطی تھی۔ "ہیلو.......... کون ہے؟"

"مسز وجے! میں پدمنی بول رہی ہوں' مجھے ابھی ابھی آپ کا پیغام ملا ہے۔"

"تو آجاؤ نا' مجھے نہیں معلوم کہ ہماری گفتگو کا کیا انجام ہوگا' بہرحال' میں اس گفتگو کی منتظر ہوں۔"

"میں ابھی آرہی ہوں۔"

"ٹھہرو.......... ابھی نہیں۔" لکشمی ہچکچائی۔ "تم نہیں چاہتیں کہ تمہارا میرے

شوہر سے سامنا ہو۔ مجھے پتا چلا ہے کہ وہ آج شہر سے باہر جا رہا ہے۔ وہ یقیناً سامان پیک کرنے اور لینے کے لیے آئے گا۔ اس کے جانے کے بعد تم آؤ تو بہتر ہوگا......... شام کے وقت.........!"

"میں منتظر رہوں گی۔"

"میں تمہیں کال کرلوں گی......... کہاں کال کروں؟"

"میں رائل ہوٹل میں مقیم ہوں' شکیلہ صدیقی کے نام سے۔"

"اوہ!" دوسری طرف چند لمحے خاموشی رہی "کیا تم میرے شوہر سے خوفزدہ ہو' کیا تمہیں جان کا خطرہ ہے؟"

"جی......... میں کیا.........!"

"یقیناً یہی بات ہے۔ بہرحال تم میری کال کا انتظار کرو۔"

☆-----------☆-----------☆

پدمنی انتظار کرتی رہی۔ سات بجے کے قریب لکشمی کی کال آئی۔ کال ریسیو کرتے ہی پدمنی ہوٹل سے نکل آئی۔ اس نے ٹیکسی پکڑی اور وجے کے گھر جا پہنچی۔ دروازے پر دستک دیتے ہوئے وہ سوچتی رہی' کہیں ایسا تو نہیں کہ لکشمی اپنے شوہر سے ملی ہوئی ہو اور دعوت ایک جال ہو۔ یہ ممکن تھا لیکن نہیں' پھر اس نے یہ تمام خیالات ذہن سے جھٹک دیے۔ اب تو وہ اوکھلی میں سر دے ہی چکی تھی۔

اسی وقت دروازہ کھلا۔ دروازہ کھولنے والی خاتون وھیل چیئر پر تھی۔ "میں لکشمی ہوں......... وجے کی پتنی۔" عورت نے کہا۔ "اور تم یقیناً پدمنی ٹھاکر ہو۔"

پدمنی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"گھبراؤ نہیں......... وہ موجود نہیں ہے' یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ آؤ......... اندر آجاؤ۔"

پدمنی پرسکون ہوگئی۔ وہ عورت دھوکا دینے والی ہرگز نہیں تھی۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے ڈرائنگ روم تک چلی آئی۔

"وہ ایک گھنٹا پہلے گیا ہے اور کل واپس آئے گا۔ ہم سکون سے باتیں کرسکتے ہیں' بیٹھو۔" لکشمی نے کہا۔

"شکریہ مسز وجے!"

"تم مجھے لکشمی کہہ سکتی ہو' یوں بے تکلفی کی فضا پیدا ہو جائے گی جو آزادانہ گفتگو کے لیے ضروری ہے۔"

اب وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھی تھیں۔

"وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" لکشمی نے کہا۔ "یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتی تھیں اور اہم معاملہ کیا ہے جس کے متعلق تم نے اپنے رقعے میں لکھا تھا۔ یقینی طور پر اس کا تعلق میرے شوہر سے ہے۔"

"جی ہاں!"

"چنانچہ تم ہچکچاؤ گی لیکن یہ ذہن میں رکھو کہ اب میں اپنے شوہر کو پسند نہیں کرتی' پہلے یہ بات نہیں تھی۔ گزشتہ چند برسوں میں ہمارے درمیان دوری پیدا ہوئی لیکن گزشتہ چند ہفتوں کے دوران میں یہ دوری بہت تیزی سے بڑھی۔ اب میرا شوہر انسان نہیں رہا' درندہ بن گیا ہے بلکہ دیوانہ کہو۔ اب یہ حال ہے کہ وہ گھر آتا ہے تو میں خوفزدہ ہو جاتی ہوں۔ یہ سب کچھ میں نے تمہیں اس لیے بتایا ہے کہ تم بلاجھجک مجھے سب کچھ بتادو۔"

لکشمی کے لہجے کی نرمی اور سچائی اور عمل کے ایثار نے پدمنی کے دل کو چھولیا۔ اسے اندازہ ہوگیا کہ لکشمی کی شخصیت میں گہرائی ہے۔ اگر اس وقت ضرورت نہ ہوتی تو وہ وجے سے اپنے کشیدہ تعلقات کا اس طرح اظہار کبھی نہ کرتی۔ "جی ہاں......... آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ اب میرے لیے سب کچھ کہنا اتنا دشوار نہیں رہے گا۔" اس نے کہا۔

"اب بتاؤ بات کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے' آپ کے شوہر دہشت گردوں کے کسی عالمی گروہ کی پشت پناہی کررہے ہیں۔"

"حالانکہ ٹائمز نے اسے دنیائے صحافت کا پرماتما تسلیم کیا ہے۔"

"مجھے احساس ہے کہ میری بات ناقابل یقین ہے لیکن.........!"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ اپنے خیال کا سبب بتاؤ مجھے' تفصیل سے بات کرو۔"

"میرے پاس ٹھوس ثبوت نہیں صرف واقعاتی شہادتیں اور منطقی دلائل ہیں۔"

"بلاجھجک کہہ ڈالو' جو کچھ بھی تمہارے دل میں ہے۔"

پدمنی نے پورے اعتماد کے ساتھ اسے سب کچھ سنادیا۔ اپنے اور تنویر کے تحقیقی کاموں اور فیچرز کے بارے میں......... مارک شا کے بارے میں۔ ہرجائے واردات کے سلسلے میں معلومات انہوں نے ہی فراہم کی تھیں......... اس نے اور تنویر نے......... نادانستگی میں۔ بظاہر انہوں نے صرف فیچر لکھے تھے اور مارک شا فرضی شخصیت تھا۔

وہ سب کچھ سنا چکی تھی اور اب لکشمی کے ردعمل کی منتظر تھی۔ لکشمی نے اس دوران میں نہ کوئی مداخلت کی تھی اور نہ کوئی تبصرہ کیا تھا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتی اور اس کی باتیں سنتی رہی تھی۔

بالآخر لکشمی کے لب ہلے۔ "ہاں' دو ایک بار مجھے بھی شک ہوا تھا۔" اس نے کہا۔ "ان دھماکا خیز خبروں کے سلسلے میں اور کوئی امکان نظر بھی نہیں آتا۔"

"وہ خبریں تخلیق کرتے رہے ہیں۔" پدمنی نے آہستہ سے کہا۔

"لیکن میں نے ہر بار اپنے شک کو بے بنیاد قرار دے کر جھٹک دیا۔" لکشمی نے پرخیال لہجے میں کہا۔ "لیکن کل مجھے اندازہ ہوا کہ میرا شک بے بنیاد نہیں تھا۔ کل' جب اس نے مجھے زہر دینے کی کوشش کی۔"

"جی......... کیا؟ کیا وجے صاحب نے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی؟"

پدمنی اپنی حیرت نہ چھپا سکی۔

"ہاں' کل اس نے خاص طور پر میرے لیے ناشتا تیار کیا۔ میں اسے اس کی محبت سمجھی۔ پھر وہ دفتر چلا گیا۔ میں نے ناشتا کیا اور کچھ ہی دیر بعد میں شدید تکلیف میں مبتلا ہوگئی۔ بڑی مشکل سے میں نے ڈاکٹر کو فون کیا۔ میں کئی گھنٹے بے ہوش رہی......... بال بال بچی ہوں میں......... تم سمجھیں۔ یہ اتفاقیہ زہرخورانی کا کیس نہیں۔ میرے پتی دیو نے مجھ سے چھٹکارا پانے کی ناکام کوشش کی تھی۔" لکشمی کا لہجہ آخر میں طنزیہ ہوگیا تھا۔

"لیکن اس کا کوئی خاص سبب ہوگا؟"

"ہاں' ایک رات پہلے ہمارا جھگڑا ہوا تھا۔ میں نے اسے بتایا تھا کہ میں شوبھا کے بارے میں جانتی ہوں۔"

"لیکن......... لیکن آپ کو شوبھا کے بارے میں کیسے پتا چلا؟" پدمنی نے حیرت سے کہا۔

"میں نے اس کی مصروفیات جاننے کے لیے اس کے پیچھے جاسوس لگائے تھے۔" لکشمی نے بتایا۔

"اور آپ نے یہ بات وجے صاحب کو بھی بتادی تھی؟"

"ہاں' نہ بتاتی تو بھی اسے اندازہ ہو جاتا۔"

پدمنی چند لمحے سوچتی رہی پھر بولی۔ "یہی بات تو انہیں پسند نہیں آئی ہوگی۔ شوبھا کا راز کھلنے کی انہیں کوئی پروا نہیں ہوسکتی لیکن تعاقب' وہ اسے کیسے پسند کرتے' اسی لیے انہوں نے آپ کے خلاف اتنا بڑا قدم اٹھایا۔"

"میں سمجھی نہیں؟"

"تعاقب کا یہ سلسلہ ان کی خفیہ سرگرمیوں کو سامنے لاسکتا تھا چنانچہ ان کے لیے آپ کو راستے سے ہٹانا ضروری ہوگیا۔"

"اوہ! یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔" لکشمی نے آہستہ سے کہا۔ "بہرحال اس نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی لیکن میں یہ بات ثابت نہیں کرسکتی پھر میں نے شوبھا کے قتل کی خبر پڑھی۔ مجھے یقین ہوگیا کہ اس کے پیچھے بھی وجے کا ہاتھ ہے۔ اب میں سوچتی ہوں کہ ممکن ہے' اس کا ہدف تم رہی ہو اور شوبھا غلطی سے ماری گئی ہو لیکن کیوں؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی لیکن میرا خیال ہے' وجے صاحب جان گئے ہیں کہ میں ان کی طرف سے مشکوک ہوں اور شوبھا کی مدد سے ان کے خلاف کوئی ثبوت حاصل کرنے کے چکر میں ہوں۔ میں اس سے متفق ہوں کہ شوبھا میرے دھوکے میں ماری گئی لیکن یہ بھی طے ہے کہ شوبھا کی باری بھی آنا تھی۔"

"خیر' یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"اب تو آپ کو سب کچھ معلوم ہوگیا ہے۔"

"ہاں' ہم وجے کو یوں کھلا نہیں چھوڑ سکتے۔ وہ پاگل ہوگیا ہے۔ اس کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔" لکشمی نے کہا۔

"اور وہ اس دور کے سب سے بڑے دہشت پسند گروہ کے لیڈر ہیں۔"

"تمہیں اس پر یقین ہے؟"

"پختہ یقین۔"

"لیکن تم ثابت نہیں کرسکتیں؟"

"جی ہاں' میں ثابت نہیں کر سکتی۔ مجھے یقین تھا کہ آپ اس سلسلے میں میری مدد کر سکیں گی۔"

لکشمی چند لمحے خاموش رہی۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی پھر اس نے کہا "میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔ دہشت گردی میں وجے کا ملوث ہونا یا نہ ہونا' دونوں میں سے کوئی بات بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"

"سچ کہہ رہی ہیں آپ؟" پدمنی بے ساختہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

لکشمی نے انگلی سے کوریڈور کی طرف اشارہ کیا۔ "میرے ساتھ آؤ۔" اس نے کہا اور اپنی وھیل چیئر دھکیلتی ہوئی آگے بڑھی۔ پدمنی اس کے پیچھے تھی۔ پہلے بیڈ روم کے دروازے پر لکشمی رکی اور اس نے پدمنی کو رکنے کا اشارہ کیا پھر وہ خود وھیل چیئر سمیت بیڈ روم میں داخل ہو گئی۔ وہ کوشش کر کے وھیل چیئر سے اٹھی۔ اس مقصد کے لیے اس نے بیڈ کے سرہانے رکھی ہوئی چھڑی استعمال کی تھی۔ وہ ایک قدم ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھی۔ اس نے آئینے کے بائیں جانب والی دراز کھولی اور اسے ٹٹولنے لگی۔ کچھ دیر کی تلاش کے بعد اسے اپنی مطلوبہ چیز مل گئی پدمنی یہ اندازہ لگانے سے قاصر تھی کہ وہ کیا چیز ہے تاہم اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ لکشمی نے دراز سے کم از کم دو چیزیں نکالی ہیں۔

لکشمی بیڈ روم سے نکل آئی۔ "آؤ میرے ساتھ۔" اس نے کہا۔ "اگر کوئی ثبوت مل سکتا ہے تو صرف اس جگہ سے جہاں اب میں تمہیں لے کر جا رہی ہوں۔"

لکشمی چھڑی کے سہارے کوریڈور میں بڑھتی رہی۔ پدمنی اس کے ساتھ تھی۔ وہ دونوں دوسرے بیڈ روم کے سامنے سے گزریں اور شاہ بلوط کے بھاری دروازے کے سامنے رک گئیں "یہ وجے کی لائبریری ہے۔" لکشمی نے بتایا۔ "وہ کسی کو لائبریری میں نہیں جانے دیتا۔ اس نے مجھے بھی کبھی لائبریری میں آنے کی اجازت نہیں دی لیکن میں ایک بار پہلے بھی یہاں آ چکی ہوں' آج دوسرا موقع ہے۔" اس نے اپنی مٹھی کھول کر پیتل کی ایک چابی دکھائی "وجے کا خیال ہے کہ لائبریری کی واحد چابی اس کے پاس ہے لیکن میں نے اس کی لاعلمی میں یہ "چابی بنوالی تھی۔" اس نے چابی کو کی ہول میں داخل کیا۔ "چابی بنوانے کی وجہ یہ نہیں کہ مجھے اس پر شک تھا.......... یا میں اس پر نظر رکھنا چاہتی تھی۔ بلکہ میں اس کے لیے فکرمند تھی۔ وہ اس کمرے میں بند رہتا تھا' گھنٹوں.......... بعض اوقات پورا دن۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں اس پر دل کا دورہ نہ پڑ جائے

اور اس صورت میں اسے مدد کی ضرورت ہو لیکن مدد میسر نہ آ سکے۔ اسی لیے میں نے چپکے سے یہ چابی بنوالی۔ میرا خیال تھا کہ یہ ہنگامی صورت حال میں استعمال ہو گی۔ میرا خیال ہے' اس وقت ہنگامی صورت حال ہی ہے' گویا چابی کا غلط استعمال نہیں ہو رہا ہے۔"

اس نے چابی گھمائی اور کلک کی آواز سنائی دی۔ لکشمی نے دروازے کا لٹو گھما کر دروازے کو کندھے سے دھکیلا۔ دروازہ اندر کی جانب کھل گیا۔

"کیا یہ کمرا ہمیشہ سے ان کا ذاتی کمرا رہا ہے؟" پدمنی نے پوچھا۔

"ہاں لیکن پہلے وہ اس سلسلے میں اتنی رازداری نہیں برتتا تھا۔ شاہ اسپین کے اغوا سے چند روز پہلے اس نے تالے بدلوائے اور سختی سے کہہ دیا کہ اس کمرے میں آنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔"

وہ دونوں کمرے میں داخل ہو گئیں۔ پدمنی نے کمرے کا جائزہ لیا۔ اسے خوبصورتی سے آراستہ کیا گیا تھا۔ دیوار کے ساتھ الماری تھی جس میں کتابیں بڑے قرینے سے لگی ہوئی تھیں۔ ایک کونے میں ٹی وی سیٹ تھا۔ سامنے والی دیوار پر نپولین بوناپارٹ کا قد آدم پورٹریٹ آویزاں تھا۔ ایک طرف اٹیچ باتھ کا دروازہ تھا۔ درمیان میں بہت بڑی رائٹنگ ٹیبل تھی۔

"ان دنوں وہ ہر روز یہاں آتا ہے اور دیر تک کام کرتا ہے۔" لکشمی نے کہا۔

پدمنی استعجاب آمیز نظروں سے میز کو دیکھ رہی تھی "آپ کا مطلب ہے' وہ دھماکا خیز خبریں..........؟"

"تمہی نے کہا تھا کہ میرا شوہر مارک شا ہے' اگر یہ درست ہے تو اس کا مطلب یہی ہوا۔ اب ثبوت تلاش کرو۔" اس نے کہا' پھر اس نے ایک پورٹریٹ کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔ "وہ دیکھو۔"

پدمنی نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ نہ جانے کیسے وہ اس پورٹریٹ کو نظر انداز کر گئی تھی۔ وہ درمیانے سائز کی پینٹنگ تھی۔ دس گیارہ سالہ لڑکا نپولین جیسے فوجی لباس میں تنا کھڑا تھا۔

"یہ وجے کی لڑکپن کی تصویر ہے۔" لکشمی نے وضاحت کی۔

"سیف اس کے پیچھے ہے۔"

"سیف؟" پدمنی نے حیرت سے کہا۔

"ہاں' اگر کوئی ثبوت ہے تو وہ اس سیف میں ہوگا۔" لکشمی نے کہا پھر اس نے کاغذ کا ایک ٹکڑا پدمنی کو دکھایا۔ "یہ سیف کا کامبی نیشن ہے۔ پچھلی بار میں یہاں آئی تھی تو یہ مجھے مل گیا تھا۔ یہ کرسی لو اور اس پر چڑھ کر پینٹنگ ہٹاؤ' اس کے عقب میں وہ سیف ہے.......... دیوار میں نصب ہے وہ۔ میں تمہیں کامبی نیشن بتاتی رہوں گی۔ اس سے زیادہ میں تمہاری مدد نہیں کرسکتی' اگر وجے کے خلاف کوئی ثبوت موجود ہوا تو وہ اسی سیف میں ہوگا۔ میں جھوٹ نہیں بولوں گی.......... میں تمہیں گڈلک نہیں کہہ سکتی۔ آئی وش یو ٹرتھ۔"

ایک لمحے کے لیے پدمنی کا اعتماد ڈھے سا گیا۔ ممکن ہے' اس کا شک بے بنیاد ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ سیف پنڈورا بکس ثابت ہو اور وہ بلاؤں میں گھر جائے۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ دوسری بات کس حد تک درست ثابت ہونے والی ہے۔ اس وقت تو وہ یہ سوچ رہی تھی کہ کوئی ثبوت نہ ملا تو وجے کے بجائے وہ خود پاگل کہلائے گی۔

"مم.......... میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔" اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"یہ تمہارے لیے آخری موقع ہے۔" لکشمی نے کہا۔ "ہم دونوں ہی اس بات کی مستحق ہیں کہ حقیقت ہمارے علم میں آئے۔"

پدمنی چند لمحے سر جھکا کر سوچتی رہی پھر اس نے کرسی کو اٹھا کر مناسب جگہ رکھا اور کرسی پر چڑھ کر پورٹریٹ اتارلیا۔ سیف دیوار میں نصب تھا۔ اس کا دروازہ ایک مربع فٹ کا ہوگا۔ چھوٹا سا چمکدار کامبی نیشن لاک ڈائل اس کے سامنے تھا۔ "میں تیار ہوں۔" اس نے جھک کر لکشمی سے کہا۔

لکشمی نے کاغذ پر نگاہ ڈالی۔ "ڈائل کو تین بار پوری طرح بائیں جانب گھماؤ' جہاں تک وہ گھوم سکے۔ چوتھی بار 56 پر رک جاؤ۔"

ڈائل بائیں جانب صفر تک جاتا تھا۔ اس نے لکشمی کی ہدایات پر عمل کیا۔

"جی؟" اس نے کہا۔

"اب دوبارہ انتہائی دائیں سمت گھماؤ اور تیسری بار 26 پر روک دو۔" لکشمی نے ہدایت دی۔

پدمنی کے ہاتھ پھر حرکت میں آئے۔ "ہوگیا۔" اس نے کہا۔ "اور کچھ؟"

"بس' اب ڈائل کو گھما کر صفر پر لے آؤ۔ کام ہوگیا۔"

پدمنی نے ڈائل گھمایا۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ کلک کی آواز سنائی دی اور بولٹ گر گیا۔ پدمنی نے لیور کھینچا اور دیواری سیف کھل گیا۔ اس نے اندر ہاتھ ڈال کر ٹٹولا۔ اس کی انگلیاں ایک بڑے لفافے سے ٹکرائیں۔ سیف میں لفافے کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے لفافہ باہر کھینچ لیا۔ وہ براؤن رنگ کا لفافہ تھا۔ اس کے ایک کونے پر پنسل کی مدد سے ایک تاریخ لکھی گئی تھی.......... اگلے روز کی تاریخ۔ اس کے علاوہ لفافے پر کوئی تحریر نہیں تھی۔ "بس یہی نکلا ہے سیف میں سے.........." پدمنی نے کرسی سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"اس میں ہے کیا؟" لکشمی نے پوچھا۔

پدمنی نے لفافہ کھولا۔ اس میں کاغذ کے تین ورق تھے۔ تحریر صاف اور واضح تھی۔ وہ ایک خبر تھی جسے مارک شا کے حوالے سے چھپنا تھا کیونکہ نیچے مارک شا کا نام تھا۔ وہ دونوں پڑھنے لگیں۔ پہلا ورق پڑھنے کے بعد انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ "اوہ میرے خدا..........!" پدمنی کے لہجے میں خوف تھا۔

لکشمی کا پورا جسم لرز رہا تھا "مجھے یقین نہیں آتا!"

"تمہیں یقین کرلینا چاہیے" عقب سے کسی نے کہا۔ لہجہ سخت تھا۔

انہوں نے پلٹ کر دیکھا اور وہ دہشت زدہ ہوگئیں۔ لائبریری کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور وجے اندر آچکا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی پھر وہ ان کی طرف بڑھنے لگا۔

"معزز خواتین! یہ اعزاز کسی کو کبھی نہیں ملا ہوگا کہ اس نے آنے والے کل کی خبر آج پڑھی ہو' آپ بہت خوش نصیب ہیں۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ کر ٹیلی فون کا تار دیوار سے کھینچ لیا' پھر وہ دوبارہ ان کی طرف بڑھنے لگا' جو خوف کے مارے ایک دوسرے سے لپٹی کھڑی تھیں۔ ان کے پاس پہنچ کر اس نے وہ تینوں ورق پدمنی کے ہاتھ سے لے لیے۔ "میں انہی کے لیے آیا ہوں۔ یہ میری حماقت تھی کہ میں جلدی میں انہیں لے جانا بھول گیا۔" اس نے کاغذ تہ کرکے کوٹ کی جیب میں رکھ لیے۔ "اب.......... لکشمی' تم وہ ڈپلی کیٹ چابی مجھے دے دو۔" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

لکشمی نے مشینی انداز میں چابی اس کی طرف بڑھادی۔ وہ واپس جانے کے لیے

پلٹا تو جیسے دہشت کا طلسم ٹوٹ گیا۔ لکشمی نے اس کے دونوں ہاتھ تھام کر کہا۔ "وجے نہیں.......... تم ایسا نہیں کر سکتے۔"

وجے نے جھٹکے سے ہاتھ چھڑا لیے۔ "میری پیاری پتنی.......... ایک نہ ایک دن سب کو مرنا ہے.......... ہے نا؟" اس نے سرد لہجے میں کہا۔ "جہاں تک تمہارا اور تمہاری ساتھی کا تعلق ہے، تمہیں موت کے لیے صبح تک انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔"

یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف چل دیا۔ دروازے پر پہنچ کر اس نے احتراماً ان دونوں کے سامنے سر جھکایا اور باہر نکل گیا۔ اس نے اپنے عقب میں دروازہ بند کر دیا تھا۔ دونوں عورتوں کو بولٹ لگنے کی آواز سنائی دی۔ اب وہ لائبریری میں قید ہو چکی تھیں۔

☆------------☆------------☆

لکشمی نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں۔ اسے سمجھنے میں کچھ دیر لگی کہ وہ اپنے شوہر کی لائبریری میں کاؤچ پر لیٹی ہے پھر اسے یاد آیا کہ وہ اس لائبریری میں مقید ہے لیکن وہ اس قدر نڈھال تھی کہ اس پر دہشت بھی طاری نہ ہو سکی۔ اس نے سر گھما کر دیکھا، پدمنی اس کے قریب بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔ "شاید میں سو گئی تھی۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "تم نہیں سوئیں؟"

"تھوڑی سی دیر کے لیے آنکھ لگی تھی، آرام کرسی پر۔" پدمنی نے جواب دیا۔

لکشمی نے چھت پر نظریں جما دیں۔ "ذرا مجھے یاد تو دلاؤ۔" اس نے کہا۔ "ہم نے کیا پڑھا تھا ان صفحوں میں۔ وہ خبر تھی نا؟ جسے آج شائع ہونا ہے۔ میں نے تو بس جھلک دیکھی تھی، تفصیل تو مجھے یاد نہیں۔ کچھ وزیراعظم کے طیارے کے بارے میں تھا، نا؟"

"ہاں، وزیراعظم کے طیارے کو، جس میں صدر امریکا بھی موجود ہوں گے، ایک اور طیارہ ہٹ کرے گا۔" پدمنی نے کھوکھلے لہجے میں کہا۔ "دونوں طیارے ٹکرائیں گے اور وزیراعظم کا طیارہ دھماکے سے پھٹ جائے گا، اور کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا۔ میرے پتا جی بھی مرجائیں گے جو وزیراعظم کے پریس سیکرٹری ہیں۔ تنویر صدیقی بھی مرجائے گا، سو سے زائد افراد مریں گے۔"

"یہ سب کچھ وجے نے ہی لکھا تھا نا؟"

"ایسے، جیسے کہ یہ سب کچھ ہو چکا ہو۔ ویسے بھی اب سے سوا گھنٹے بعد یہ سب کچھ سچ ہو جائے گا۔"

"وجے نے کیا وقت دیا تھا خبر میں؟"

"انہوں نے لکھا تھا کہ یہ المناک سانحہ صبح نو بج کر ۳۲ منٹ پر ہوا۔" پدمنی نے جواب دیا۔

"اس وقت کیا بجا ہے؟" لکشمی نے پوچھا۔

پدمنی نے دیواری گھڑی کی طرف دیکھا۔ "آٹھ بج کر آٹھ منٹ۔"

لکشمی کا جسم بری طرح لرزا۔ "وہ.......... یہ سب کچھ کیسے کرے گا؟"

"خبر میں تو اس کی کوئی تفصیل نہیں تھی۔" پدمنی نے جواب دیا۔ "خبر کی سرخی تھی وزیراعظم شیورام کے طیارے پر ایک اور طیارے کا قاتلانہ حملہ۔ وزیراعظم کے ساتھ امریکا کے صدر ٹلسن بھی ہلاک ہو گئے۔ بدنصیب طیارے کا کوئی مسافر نہیں بچ سکا۔ مکمل تفصیلات کا انتظار ہے لیکن ہوانا ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ اس کا ایک روسی ساخت کاگ ۲۷ ایف طیارہ چوری ہو گیا ہے۔ باور کیا جاتا ہے کہ وزیراعظم شیورام کے طیارے سے ٹکرانے والا جہاز وہی مسروقہ کیوبن طیارہ تھا۔ امکان ہے کہ مسروقہ طیارے کا پائلٹ ایک جاپانی ہے، جس نے ایک ہفتہ پہلے امریکی صدر کو خط میں دھمکی دی تھی لیکن حکام نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ جاپانی پائلٹ کو ۴۵ء میں اسی طرح امریکی صدر روزویلٹ کو قتل کرنے کا کام سونپا گیا تھا لیکن وہ اس میں ناکام ہو گیا تھا۔ اس بار شاید اس نے ایک اور امریکی صدر سے اپنا حساب چکا کر اپنی شرمندگی رفع کر لی۔ جس وقت ٹکراؤ ہوا، اس وقت وزیراعظم کے طیارے کو ٹیک آف کیے چالیس منٹ ہوئے تھے، بس.......... مجھے اتنا ہی یاد ہے۔ پوری تفصیل پڑھنے کا موقع تو مجھے بھی نہیں ملا تھا۔"

لکشمی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "کتنا ناقابل یقین ہے یہ سب کچھ۔" اس نے کہا۔ "وجے نے اس کے لیے دنیا کے بہترین پیشہ ور دہشت گردوں کی خدمات حاصل کی ہوں گی۔" اس نے سر جھکا لیا۔ وہ افسردہ ہو گئی تھی۔ "ہاں پدمنی، یہ بات طے ہو گئی کہ وجے پاگل ہو چکا ہے۔"

"لیکن ان کا ذہن منطقی انداز میں کام کر رہا ہے، ورنہ وہ اتنا مکمل منصوبہ کیسے تیار کرتے۔" پدمنی نے اعتراض کیا۔

"پاگل ایسے بھی ہوتے ہیں۔ خواہشات غیرانسانی حد تک شدید ہو جائیں تو ایسا ہوتا ہے۔"

پدمنی اضطراب کے عالم میں ٹہلنے لگی۔ "سوال یہ ہے کہ ہمارا کیا حشر ہوگا؟" اس نے پوچھا۔

"یہ تو وہ صاف صاف بتا گیا ہے۔ صبح ہو چکی ہے۔ وہ کسی کو ہمارے لیے بھیجے گا۔ میرا خیال ہے' دو آدمیوں کو......... وہ دروازہ کھولیں گے......... ہمیں کہیں لے جائیں گے اور بے چاری شوبھا کی طرح ہمیں بھی قتل کر دیں گے۔"

"لیکن وہ ہمیں رات کو ہی قتل کر سکتے تھے۔"

لکشمی نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں' وجے بے وقوف نہیں ہے' وہ یہ کام پیشہ ور قاتلوں سے کرائے گا تاکہ اس جرم کا کوئی نشان نہ رہے۔ ہماری لاشیں یہاں نہیں پائی جائیں گی۔"

"نیچے ایک چوکیدار بھی ہے۔"

"میرا خیال ہے' وجے نے اسے چھٹی دے دی ہوگی یا کسی بہانے اسے یہاں سے ہٹا دیا ہوگا' اگر ایسا نہیں ہوا تو ہمارے قاتل اسے بھی ٹھکانے لگا دیں گے۔"

"یہاں سے نکلنے کی کوئی نہ کوئی صورت ضرور ہوگی۔"

"تم جانتی ہو کہ یہ ناممکن ہے۔" لکشمی نے کہا۔ "ہمیں یہاں بند ہوئے گھنٹوں ہو گئے ہیں۔ تم نے ہر طرح کی کوشش کر لی ہے۔ یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں۔"

پدمنی' لکشمی کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ "مجھے اپنی کوئی پروا نہیں۔ یقین کیجیے' مجھے صرف آپ کی فکر ہے۔" اس نے پرخلوص لہجے میں کہا۔

"تم میری فکر نہ کرو۔"

"مجھے سب سے زیادہ فکر اپنے پتا جی کی ہے اور......... اور اس شخص کی ہے جس سے میں محبت کرتی ہوں۔ مجھے وزیراعظم کی فکر ہے......... صدر امریکا کی فکر ہے......... میں ان تمام لوگوں کے لیے پریشان ہوں جن کا کوئی قصور نہیں' پھر بھی وہ مرنے والے ہیں۔ دنیا میں کبھی ایسا اندھیر نہیں ہوا' نہیں لکشمی! یہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"ممکن ہے' یہ سب کچھ نہ ہو۔" لکشمی نے اسے بہلانے کے لیے کہا۔

"لیکن آپ کو خود اس بات پر یقین نہیں ہے' آپ مجھے بہلا رہی ہیں۔"

"ہاں پدمنی! ہم کیسے روک سکتے ہیں اسے۔ ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے' ہم ہار چکے ہیں۔" لکشمی نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔

☆-----------☆-----------☆

وجے صبح چار بجے وہاں پہنچا تھا۔ وہ میک اپ میں تھا۔ اس بات سے اسے الجھن تو اب بھی ہو رہی تھی لیکن پہلے کے مقابلے میں بہت کم۔ اس پورے علاقے میں اس کاٹیج کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔

"یہ جگہ بہت محفوظ اور مناسب ہے۔" رگھبیر نے اسے بتایا۔ "طیارہ بھی موجود ہے اور پائلٹ بھی۔ یہاں دور دور تک کوئی آبادی نہیں۔ سب کچھ تیار ہے اور وقت قریب آگیا ہے۔ چنانچہ یہ ملاقات مختصر ہوگی۔ مسٹوڈا آپریشن سے پہلے آپ سے ملنے پر مصر تھا ورنہ اس ملاقات کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔"

"ٹھیک ہے' اسے بلاؤ۔" وجے نے کہا۔ اس وقت وہ کاٹیج کے سامنے والے کمرے میں تھا۔

رگھبیر کمرے سے چلا گیا۔ وجے سوچتا رہا۔ وہ اس کی تکمیل کا دن تھا۔ اب وہ امر ہو جائے گا۔ تاریخ اسے عظیم ترین صحافی اور پبلشر کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھے گی۔

اسی وقت کمرے میں وہ تینوں داخل ہوئے۔ تیسرے کی آمد وجے کے لیے خلاف توقع تھی۔ کارلوس کے دست راست رابرٹ جیکلن سے اس کی ملاقات استنبول میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد سے اس نے اسے اب تک نہیں دیکھا تھا۔ اس کے ساتھ ایک پستہ قد جاپانی تھا۔ اس کی عمر ۶۵ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ وہ پرانی جاپانی وردی میں تھا۔

"فلائٹ لیفٹیننٹ مسٹوڈا......... اور یہ مسٹر والٹرز مبرگ۔" رابرٹ نے ان کا تعارف کرایا۔

وجے نے مسٹوڈا سے ہاتھ ملایا۔ مسٹوڈا نے دانت نکال دیے۔

"اس کی انگریزی اچھی نہیں ہے۔" رابرٹ نے وجے سے کہا۔ "میں آپ دونوں کے ترجمان کی حیثیت سے یہاں موجود ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" وجے نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"پہلے میں آپ کو مسٹوڈا کے بارے میں بتا دوں۔" رابرٹ نے کہا "۷ اپریل ۴۵ء کو روزویلٹ کے جہاز پر حملے کے لیے' جو جاں نثار اسکوارڈن بھیجا گیا تھا' مسٹوڈا اس میں شامل تھا۔ اس کے طیارے سے سو پاؤنڈ وزنی بم منسلک تھا۔ اسے روزویلٹ کے

طیارے سے ٹکرانا تھا۔ وہ خودکشی کا مشن تھا۔"

"لیکن اس وقت تک تو روزویلٹ مرچکا تھا۔ صدر ٹرومین..........؟"

"یہ بات میں اور آپ جانتے ہیں۔ مستوڈا اس سے بے خبر تھا۔ اسے تو بس ایک کام سونپا گیا تھا جو اسے کرنا تھا۔ اس میں اس کے بچنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ آخری لمحے میں اس کے اعصاب جواب دے گئے۔ یہ مرنا نہیں چاہتا تھا۔ ٹوکیو میں اس کی نئی نویلی دلہن اس کی منتظر تھی۔ یہ اس کے پاس زندہ جانا چاہتا تھا' چنانچہ.......... اس نے اپنا کام نہیں کیا اور طیارہ پانی پر اتار لیا۔ یہ جنگی قیدی کی حیثیت سے رہا اور جنگ ختم ہونے کے بعد اسے رہائی ملی۔ وطن واپس گیا لیکن اسے ڈھنگ کی ملازمت نہ ملی کیونکہ اس کی بزدلی نے اسے بے عزت کر دیا تھا۔ یوں اس کی زندگی گھسٹتی رہی.......... عسرت میں بسر ہوتی رہی۔ اب اس کے تین بچے ہیں اور بیوی اپاہج ہو چکی ہے' اب اس کی زندگی کا یہی مقصد ہے کہ کسی طرح اس کے لواحقین کی غربت دور ہو جائے' اس کے لیے اب یہ وہ کام کرنے کو تیار ہے جس سے برسوں پہلے خوفزدہ ہو کر اس نے منہ موڑ لیا تھا۔"

وجے نے مستوڈا کو غور سے دیکھا۔ "اور اگر اس بار بھی اس نے پیٹھ دکھا دی تو؟"

"اس کا امکان نہیں ہے۔ اپنی جان لے کر یہ اپنے گھرانے کو خوشحالی ہی نہیں دے گا بلکہ اپنی پیشانی پر لگا ہوا بزدلی کا نفرت انگیز داغ بھی دھو سکے گا۔" رابرٹ جیکلن نے کہا پھر اس نے وجے کو مطمئن پا کر مستوڈا سے جاپانی میں کچھ کہا۔ مستوڈا نے بھی کچھ کہا۔ رابرٹ دوبارہ وجے سے مخاطب ہو گیا۔ "یہ کہتا ہے کہ اسے چیک دکھا دو تاکہ یہ اپنے مشن کے لیے روانہ ہو۔ یہ بہت بیقرار ہے۔"

وجے نے اپنی جیب سے رسید نکال کر رابرٹ کی طرف بڑھا دی۔ "رقم اس کی بیوی کے نام جمع ہو چکی ہے۔" اس نے کہا۔

رابرٹ نے رسید دیکھی اور پھر مستوڈا کی جانب بڑھا دی۔ مستوڈا نے جاپانی میں کچھ کہا "یہ تمہارا شکریہ ادا کر رہا ہے۔ کہتا ہے کہ آج میں اپنی کھوئی ہوئی عزت بحال کر کے رہوں گا۔"

"تم نے جہاز کا بندوبست کیسے کیا؟" وجے نے پوچھا۔

"کچھ دشواری نہیں ہوئی۔" رابرٹ جیکلن نے کہا "ہم نے کاسترو کے ایک

پائلٹ کو رقم کے زور پر خرید لیا تھا۔ وہ معمول کے مطابق تربیتی پرواز کے لیے چلا لیکن واپس جانے کے بجائے ہمارے پاس آ گیا۔ یہ نہیں بتاؤں گا کہ کہاں۔ اب ہمیں چل دینا چاہیے' وقت آ گیا ہے۔" اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

پانچ منٹ بعد وجے رگھبیر کے ساتھ اپنی کار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ "تمہیں یاد ہے' تمہیں میرے ساتھ دہلی چلنا ہے۔" وجے نے کہا۔

"مجھے یاد ہے۔"

"یہ رہیں دونوں چابیاں' ایک صدر دروازے کی ہے اور دوسری لائبریری کے دروازے کی۔ یہ تم اپنے آدمیوں کو دے دینا۔" وجے نے اسے چابیاں دیتے ہوئے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں باس کام ہو جائے گا۔"

وجے کار کا دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"رگھبیر.........." اس نے آہستہ سے کہا۔

"جی باس۔"

"انہیں تکلیف تو نہیں ہو گی؟"

"یقین کریں باس' انہیں کچھ بھی پتا نہیں چلے گا' آپ بالکل فکر نہ کریں۔" وہ بھی اگلی نشست پر بیٹھ گیا۔ وجے نے کار اسٹارٹ کی اور آگے بڑھا دی۔

☆-----------☆-----------☆

لکشمی اور پدمنی تھک ہار کر تن بہ تقدیر ہو بیٹھی تھیں۔ لکشمی کاؤچ پر بیٹھی تھی جبکہ پدمنی آرام کرسی میں نیم دراز تھی۔ ان دونوں کو بے بسی کے احساس نے نڈھال کر دیا تھا۔ پدمنی کسی تنویم زدہ معمول کی طرح دیواری گھڑی پر نظریں جمائے سوئیوں کو حرکت کرتے دیکھ رہی تھی۔

"اب وہ ٹیک آف کر رہے ہوں گے۔" اس نے سرگوشی میں کہا۔

لکشمی نے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا "کس کی بات کر رہی ہو؟"

"وزیراعظم کے طیارے کی۔" پدمنی نے جواب دیا۔ "اس وقت نو بجے ہیں' وہ ٹیک آف کر رہے ہوں گے اور میرا خیال ہے' دوسری طرف جاپانی قاتل بھی ٹیک آف کر رہا ہو گا۔" اس نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "اس کا مطلب ہے کہ اب ہمارے لیے بھی کوئی نہ کوئی آنے والا ہو گا۔"

"ہاں!"

کئی گھنٹوں کے بعد پہلی بار پدمنی کچھ حوصلہ مند نظر آئی۔ "وہ مجھے اتنی آسانی سے کہیں نہیں لے جاسکیں گے۔" اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "باہر نکل کر میں بھاگنے کی کوشش کروں گی۔"

"وہ تمہیں سڑک پر بھی شوٹ کرسکتے ہیں۔"

"کرنے دو' مجھے تو بہرحال مرنا ہے لیکن اس طرح ان کے پکڑے جانے کا امکان بھی ہوگا پھر ممکن ہے کہ آپ بھی بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

"ان معذور ٹانگوں کے زور پر یہ تو ناممکن ہے۔" لکشمی نے کہا۔

پدمنی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی مٹھیاں بھینچی ہوئی تھیں۔ "کچھ بھی ہو' ہمیں مزاحمت کرنا ہوگی۔" اس نے تقریباً چیخ کر کہا۔ "مجھے یقین نہیں آتا کہ یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔"

"یہ ساری باتیں ہم پہلے بھی کرچکے ہیں۔" لکشمی نے اسے سمجھایا۔

"ہم یہاں سے نہیں نکل سکتے۔"

"میں نے آج تک کوئی ایسا کمرا نہیں دیکھا جس میں کوئی کھڑکی نہ ہو۔ یہاں کوئی پوشیدہ کھڑکی ضرور ہوگی۔"

"حالانکہ اس وقت تم ایک ایسے ہی کمرے میں موجود ہو' جہاں کوئی کھڑکی نہیں ہے۔"

"اگر کوئی ہتھوڑا مل جائے تو ہم اس سے دیوار توڑ سکتے ہیں۔"

"اس کمرے میں ہمارے مطلب کی کوئی چیز نہیں ملے گی۔" لکشمی نے کہا۔ "اگر ہوتی تو وجے ساتھ لے گیا ہوتا۔"

"اگر یہ کمرا اتنا ہی اہم ہے تو یہاں یقیناً کوئی حفاظتی سسٹم بھی ہوگا چوروں اور نقب زنوں کی روک تھام کے لیے۔"

"نہیں' یہاں ایسی بھی کوئی چیز نہیں۔ البتہ وجے کو آگ سے بہت ڈر لگتا ہے اسی لیے یہاں ایک اسموک ڈیٹیکٹر موجود ہے۔"

پدمنی چونک پڑی۔ "اسموک ڈیٹیکٹر؟ کہاں ہے؟"

"یہیں ہے۔"

پدمنی نے نظریں اٹھا کر چھت کا جائزہ لیا اور بولی۔ "مجھے تو نظر نہیں آتا۔"

"اس طرح نظر تھوڑا ہی آئے گا۔ وجے نے اسے شہتیر کے پیچھے نصب کرایا ہے۔ وہ نظر نہیں آتا لیکن موجود ہے۔"

پدمنی نے لائبریری کے افتادہ گوشے میں جاکر شہتیر کی طرف دیکھا۔ اسے کوئی دھات کی چیز نظر تو آئی لیکن یہ کہنا مشکل تھا کہ وہ کیا ہے۔ اس چیز کا قطر چھ انچ تھا۔

"ایک دھات کی چیز ہے تو............ گول سی۔" اس نے کہا۔

"ہاں.......... وہی ہے۔" لکشمی نے جواب دیا۔

"یہ کام کیسے کرتا ہے؟" پدمنی نے پوچھا۔

"اگر یہاں آگ لگے اور اس تک دھواں پہنچے تو یہ شور مچانے لگے گا' وہ شور باہر بھی سنائی دے گا اور اس کمپنی میں بھی جس کا یہ تیار کردہ ہے۔ وہ فوراً فائر بریگیڈ کو مطلع کریں گے اور فائر بریگیڈ کی گاڑیاں............!"

"واہ.......... تب تو کام بن گیا۔" پدمنی خوشی سے چلائی۔

"وہ کیسے؟"

"ہم اس کے ذریعے لوگوں کو بتاسکتے ہیں کہ ہم مشکل میں ہیں۔ بس' ہمیں آگ لگانا ہوگی یہاں..........!"

لکشمی اٹھ کھڑی ہوئی۔ "آگ؟" اس نے حیرت سے کہا۔ "لیکن یہ خطرناک ہوگا' اگر ہم گھر گئے تو..........!"

"ہم آگ کو کنٹرول کرسکتے ہیں پھر یہ بھی تو سوچیں کہ گھرے ہوئے تو ہم اس وقت بھی ہیں۔ بیٹھے بیٹھے مرنے سے بہتر ہے کہ کچھ کرکے مرا جائے۔"

"ٹھیک کہتی ہو۔ تمہیں سوجھی بہت اچھی۔" لکشمی نے ہیجانی لہجے میں کہا۔

پدمنی نے کرسی گھسیٹ کر شہتیر کے نیچے رکھ دی پھر اس نے لکشمی سے پوچھا۔

"آپ کے پاس ماچس ہے؟"

لکشمی نے وجے کی میز کی دراز ٹٹولی۔ کچھ دیر کی جستجو کے بعد اسے ماچس مل گئی۔ اس نے ماچس پدمنی کو دے دی جو اس وقت تک کرسی پر چڑھ چکی تھی۔ اس نے ہاتھ بلند کرکے دیکھا۔ اس کا ہاتھ اسموک ڈیٹیکٹر تک نہیں پہنچ رہا تھا۔ "سچ مچ آگ لگانا پڑے گی۔" اس نے لکشمی سے کہا "ذرا اخبارات اٹھا کر مجھے دیجیے۔"

لکشمی نے جلدی سے کچھ اخبارات اسے تھمادیے۔ پدمنی نے اخبارات کو رول کیا پھر اس نے دیا سلائی جلائی اور اخبارات کو آگ دکھا دی۔ اخبار جل اٹھے۔ دھیرے دھیرے شعلے بھڑکنے لگے۔ پدمنی نے پنجوں کے بل کھڑے ہو کر رول کو آخری حد تک بلند کیا لیکن اسموک ڈیٹیکٹر اب بھی کچھ دور تھا۔

"دیکھ کر ذرا احتیاط سے۔" لکشمی نے چیخ کر کہا۔

پدمنی نے اسے نظرانداز کر دیا۔ وہ اسموک ڈیٹیکٹر سے بہ آواز بلند التجا کر رہی تھی۔ "چیخو.........پلیز چیخو۔"

اچانک ایک سائرن چیخا اور چیختا ہی رہا۔ تسلسل کے ساتھ......... فائرالارم پوری طرح کام کر رہا تھا پھر پدمنی چیخی۔ اسے احساس ہی نہیں ہوا تھا کہ رول کیے ہوئے اخباروں کا جلتا ہوا سرا اس کے ہاتھ تک آپہنچا ہے۔ اس نے رول چھوڑا اور اپنی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ سے سہلانے لگی پھر وہ کرسی سے اتر آئی۔

جلتے ہوئے اخبار، آرائشی پردے کے قریب گرے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پردے نے آگ پکڑلی۔

"بجھاؤ......... اسے بجھاؤ۔" پدمنی نے چیخ کر کہا۔

لکشمی اداس آنکھوں سے آگ کو پھیلتے ہوئے دیکھتی رہی۔ "نہیں پدمنی، اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ ہم بری طرح پھنس گئے ہیں۔ آؤ باتھ روم میں چلو۔" اس نے اشارہ کیا "فائربریگیڈ والے ہمیشہ یہ مشورہ دیتے ہیں کہ باتھ روم میں گھس کر شاور کھول دینا چاہیے۔"

وہ دونوں باتھ روم میں گھس گئیں۔ "دھواں بھر رہا ہے۔" پدمنی نے کہا "اگر ہم آگ سے نہیں مرے تو دم گھٹنے سے مرجائیں گے۔ میں شاور کھول دوں؟"

"ابھی نہیں، یہ تو ہمارے بچاؤ کا آخری ذریعہ ہے......... ذرا سنو تو پدمنی!"

وہ دونوں سماعت پر زور دے رہی تھیں۔ فائرالارم اب بھی چیخ رہا تھا۔

"جلد ہی مدد پہنچ جائے گی۔" لکشمی نے کہا۔

"کاش! ایسا ہی ہو۔" پدمنی نے بڑی مشکل سے کہا۔ اب وہ کھانس رہی تھی۔ دھواں اس کے حلق میں بھرا جا رہا تھا۔ "لیکن بروقت مدد پہنچنا مشکل ہے۔" اس نے گھڑی دیکھی۔ "آٹھ منٹ تو ہو چکے ہیں۔"

شاور کے شیشے والے دروازے سے اس نے باتھ روم کے دروازے کو جلتے دیکھا۔ باتھ روم میں دھواں بھر رہا تھا۔ شاور کے دروازے کی جھریوں سے تھوڑا تھوڑا دھواں اندر آرہا تھا۔ پدمنی نے ہاتھ بڑھا کر تولیہ کھینچا اور شاور کھول کر تولیے کو بھگویا پھر اس نے تولیے کا ایک سرا اپنے منہ اور ناک پر رکھا اور دوسرا لکشمی کی طرف بڑھا دیا۔ شعلوں کے چٹخنے کی آوازیں اب خوفناک ہوگئی تھیں پھر ایک دھماکا سنائی دیا۔ اس کے بعد پانی کا شور جس نے شعلوں کی آواز دبا دی۔ پانی کا ریلا شاور کے دروازے سے ٹکرایا اور اسے دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوگیا۔ پدمنی نے لکشمی کی طرف دیکھا۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھی تھی اور ایسا لگتا تھا کہ بے ہوش ہونے والی ہے۔ اس نے لکشمی کو سنبھالا لیکن اس کے اپنے حواس جواب دے رہے تھے۔ اسی وقت اس نے دو سائے سے باتھ روم میں گھستے دیکھے۔ "ہم یہاں ہیں۔" وہ چیخی اور باہر کی طرف لپکی۔ ایک فائرمین نے اسے سہارا دے کر گرنے سے بچایا۔ پدمنی نے شاور کی طرف اشارہ کیا۔ "وہ وہاں ہیں ان کی مدد کرو۔"

دوسرا فائرمین شاور کی طرف لپکا۔ اس کے پیچھے تیسرا بھی تھا۔ پہلا فائرمین پدمنی کو سہارا دیے ہوئے باتھ روم سے نکلا۔ کچھ دیر بعد وہ کوریڈور میں کھڑی تھی۔ لکشمی کو دوسرے بیڈروم میں لے جایا گیا تھا، وجے کے بیڈروم میں......... فائرمین اب آگ بجھانے میں مصروف تھے۔ وہ بیڈروم میں داخل ہوئی۔ اندر ایک ڈاکٹر اور تین نرسیں لکشمی پر جھکی ہوئی تھیں۔ ایک نرس پدمنی کی طرف بڑھی "آپ تو ٹھیک ہیں نا؟" اس نے پوچھا۔

پدمنی نے جلدی سے سرہلا دیا۔

"آپ فکر نہ کریں۔ آپ کی ماتاجی بھی ٹھیک ہو جائیں گی، انہیں ہوش آنے ہی والا ہے۔" نرس نے اسے تسلی دی۔

پدمنی سرہلاتی رہی اور لکشمی کو تکتی رہی۔ لکشمی کی آنکھیں کھل گئی تھیں اور وہ جیسے کسی کو ڈھونڈ رہی تھی۔ پدمنی بیڈ کے قریب چلی گئی۔ "آپ بالکل ٹھیک ہیں۔" اس نے لکشمی سے کہا۔

لکشمی کے ہونٹ ہلے۔ پدمنی اس کے اور قریب ہوگئی۔ "پدما!" لکشمی نے سرگوشی میں کہا۔ "ان سے کہنا، میرے وجے کو ماریں نہیں، وہ بیمار ہے......... بہت زیادہ

بیمار۔"

پدمنی نے اثبات میں سر ہلایا اور پیچھے ہٹ آئی۔ اس نے اپنا پرس لیا اور بیڈ روم سے نکل آئی۔ فائرمین بھی مصروف تھے۔ وہ خاموشی سے ڈرائنگ روم سے ہوتی ہوئی باہر نکل آئی۔ باہر فائر بریگیڈ کی گاڑی موجود تھی۔ پدمنی نے سوچا کہ انہیں وجے کے منصوبے کے بارے میں بتادے لیکن اسے اندازہ تھا کہ اس طرح بہت دیر ہو جائے گی۔

وہ لڑکھڑاتی ہوئی گیٹ کی طرف چلی' جہاں چوکیدار موجود نہیں تھا۔ اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھنے کی اسے ہمت نہیں ہوئی۔ وہ جانتی تھی کہ وقت نکلا جا رہا ہے.......... بلکہ شاید نکل چکا ہے۔

☆----------☆----------☆

ایک اسٹور کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس نے شیشے میں اپنی جھلک دیکھی اور ٹھٹک گئی۔ اس نے اپنا سانس درست کیا۔ وہ یہاں تک بھاگتی ہوئی پہنچی تھی۔ پہلی بار اس کی سمجھ میں آیا کہ راستے میں لوگ اسے عجیب سی نظروں سے کیوں دیکھتے رہے تھے۔ اس کے کپڑے بھیگے ہوئے تھے.......... بال الجھے ہوئے تھے.......... آنکھیں متورم تھیں اور چہرے پر جیسے گزری ہوئی رات کی ہر اذیت تحریر تھی۔

وہ اسٹور میں داخل ہوئی تو سیلزمین اس کی طرف لپکا۔ "فرمائیے' اوہ! آپ کا تو بہت برا حال ہے۔"

"ہاں' میرے گھر میں آگ لگ گئی تھی۔" پدمنی نے شکستہ لہجے میں کہا۔ "مجھے فون کرنا ہے۔"

"وہ سامنے۔" سیلزمین نے فون بوتھ کی طرف اشارہ کیا۔

وہ بوتھ میں داخل ہوگئی۔ خوش قسمتی سے پرس میں سکے موجود تھے۔ اب وہ پرائم منسٹر ہاؤس کا نمبر یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی' پھر اس نے سکے ڈال کر نمبر ملایا۔ دوسری طرف سے نسوانی آواز میں جواب ملا۔

"مجھے وزیراعظم کے پریس سیکرٹری ٹھاکر صاحب سے بات کرنا ہے۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ اس کا ذہن ابھی تک صاف نہیں تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کس سے بات کرنا ہے۔

"بہتر۔" کلک کی آواز سنائی دی پھر ایک نسوانی آواز آئی۔ "پریس سیکرٹری

آفس۔"

"مجھے ٹھاکر صاحب سے بات کرنا ہے۔"

"وہ تو ایک ہفتے کے لیے شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں.......... آپ اپنا نام.........."

"دیکھیں' یہ ایمرجنسی ہے۔ وزیراعظم کی جان خطرے میں ہے' اس سلسلے میں مجھے کس سے..........!"

"ہولڈ کیجئے۔"

چند لمحے بعد ایک مردانہ آواز ابھری "میں جوگندر بات کر رہا ہوں فرمائیے؟"

"میں پریس سیکریٹری ٹھاکر رام داس کی بیٹی.........."

"تو آپ ان کے آفس سے بات کریں۔ ٹھہریئے' میں ملاتا..........!"

"میں نے وہیں فون کیا تھا' انہوں نے مجھے آپ سے بات کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ یہ بہت اہم معاملہ ہے جوگندر صاحب! وزیراعظم کی جان خطرے میں ہے' کسی بھی لمحے.........."

"مس' آپ ان کی فکر نہ کریں' وہ اس وقت اپنے طیارے میں لندن کی طرف محو پرواز ہیں' البتہ معاملہ اگر مستقبل کا ہے تو آپ تفصیل بتا دیجئے' میں نوٹ کر لیتا ہوں۔"

پدمنی کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ بدبخت اس کی بات کو اہمیت ہی نہیں دے رہا تھا۔ اسے اندازہ ہی نہیں تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ وہ فون رکھنے ہی والی تھی کہ ایک نام جھماکے کی طرح اس کے ذہن میں ابھرا۔ "ٹھیک ہے آپ مسٹر امیت کمار سے میری بات کرا دیں۔" اس نے کہا۔

"ایک منٹ.......... آپ ہولڈ کریں۔"

چند لمحے بعد ریسیور نے پھر ایک نسوانی آواز اگلی۔ "جی میں امیت کمار صاحب کے آفس سے بول رہی ہوں۔"

"دیکھیے' معاملہ بہت اہم ہے' مجھے امیت صاحب سے فوری طور پر بات کرنی ہے۔"

"سوری' وہ ابھی کینٹین کے لیے نکلے ہیں' آدھے گھنٹے میں واپس آئیں گے'

آپ بعد میں رنگ کر لیجیے گا۔"

پدمنی کے اوسان جواب دے رہے تھے۔ "پلیز' یقین کیجیے' یہ زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔ کسی طرح سے انہیں بلادیں۔"

شاید اس کے لہجے کی بے تابی نے متاثر کیا تھا۔ نسوانی آواز نے کہا۔ "آپ اپنا نام بتایئے میں کوشش کرتی ہوں۔"

"پدمنی ٹھاکر.......... ان سے کہیے گا' پریس سیکرٹری ٹھاکر صاحب کی بیٹی' وہ مجھے جانتے ہیں' پلیز......... جلدی کیجیے۔"

"آپ ہولڈ کریں۔"

ایک بار پھر قیامت کا سا انتظار.......... گھڑی کی سوئیاں جیسے دوڑ لگا رہی تھیں۔

صدیوں بعد اسے اپنی مطلوبہ آواز سنائی دی۔ "مس ٹھاکر' میں امیت بول رہا ہوں۔ تنویر نے آپ کا تذکرہ کیا تھا۔ ویسے آپ کے پتاجی کو بھی میں جانتا ہوں۔ کہیے' میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میری بات سنو اور ٹوکنا مت۔" پدمنی نے التجائیہ لہجے میں کہا۔ "وزیراعظم کے طیارے پر موجود ہر فرد چند لمحوں کے اندر مرنے والا ہے' ان میں میرے پتاجی بھی ہیں' تنویر بھی ہے' وہ سب مرجائیں گے۔ مجھے ایک سازش کا پتا چلا ہے جس پر اس وقت عمل درآمد شروع ہو چکا ہو گا۔ کیوبن ائرفورس کا ایک مگ ۲۷ ایف جسے ایک جاپانی دہشت گرد پائلٹ اڑا رہا ہو گا' اب کسی بھی لمحے وزیراعظم کے طیارے سے ٹکرائے گا اور طیارے میں موجود سب لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ پلیز مجھے پاگل نہ سمجھنا' یہ سب سچ ہے۔"

"آپ پورے یقین سے کہہ رہی ہیں؟"

"ہاں' یقین کرو' یہ سب کچھ مصدقہ ہے۔"

"ٹھیک ہے' مجھے یقین ہے' یہ کس وقت ہو گا؟"

"اب کسی بھی لمحے یہ سب ہو سکتا ہے۔"

"میں جہاز سے آپ کا رابطہ ملاتا ہوں۔ آپ خود انہیں چوکنا کردیں۔ یوں وقت کی بچت ہو جائے گی۔ ہولڈ کیے رہیں۔"

پدمنی کو احساس ہوا کہ دو افراد فون کرنے کے لیے بوتھ کے دروازے پر اس

کی فراغت کے منتظر ہیں۔ اب وہ دروازے کو تھپتھپا رہے تھے۔ پدمنی نے منہ پھیر لیا لیکن اس دوران میں ان دونوں نے اسٹور کے مالک کو طلب کرلیا تھا۔ اسٹور کے مالک نے بوتھ کے دروازے پر دستک دی۔ پدمنی نے آگے بڑھ کر دروازہ ذرا سا کھولا۔

"دیکھیے' یہ فون آپ کے نام تو نہیں ہوگیا۔" اسٹور کے مالک نے بے حد خفا ہو کر کہا۔ "باہر آئیں اور دوسروں کو بھی فون کرنے دیں۔"

"پلیز' یہ فون بہت اہم ہے۔" پدمنی نے التجا کی۔ "میں وزیراعظم سے بات کرنے والی ہوں۔" اس نے دروازہ بند کردیا۔ وہ تینوں اسے مضحکانہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

اسی وقت فون پر آواز ابھری۔ پدمنی نے ریسیور کان سے لگالیا۔ "پدمنی.......... ہولڈ رکھنا' اب رابطہ ملنے ہی والا ہے۔" دوسری طرف سے امیت نے کہا۔

☆-----------☆-----------☆

وزیراعظم کے جمبوجیٹ کو ٹیک آف کیے تیس منٹ ہو چکے تھے۔ وزیراعظم کے پریس سیکرٹری ٹھاکر رام داس کو بتایا گیا کہ اس کی کال ہے۔ وہ طیارے میں مواصلات کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ مواصلات کے کمرے میں ماسٹر سارجنٹ نے فون کی طرف اشارہ کیا "آپ کی کال ہے جناب!"

"ہے کون؟" ٹھاکر نے پوچھا۔

"یہ تو معلوم نہیں۔ بہرحال ایوان وزیراعظم سے کی گئی ہے اور ایمرجنسی کال ہے۔"

ٹھاکر کے چہرے پر الجھن کا تاثر ابھر آیا لیکن ریسیور کو کان سے لگاتے ہی وہ حیران نظر آیا۔ اسے اپنی بیٹی کی کال کی توقع نہیں تھی۔ "کیا بات ہے پدمنی؟" اس نے پر تشویش لہجے میں پوچھا۔

جواب میں پدمنی نے پوری کہانی سناڈالی۔ وہ تقریباً ایک منٹ تک بولتی رہی پھر ٹھاکر ہی نے اسے ٹوکا۔ "سنو پدمنی! اب میرے پاس وقت بالکل نہیں ہے۔ پہلے مجھے وزیراعظم کو خبردار کرنا ہے' باقی باتیں تم تنویر کو بتاؤ کیونکہ وہ بقول تمہارے بیشتر باتوں سے واقف ہے۔ تم سے پیغام شارٹ ہینڈ میں بھی نوٹ کر سکتا ہے۔ ہولڈ کرو' میں تنویر کو بھیج رہا ہوں۔"

ٹھاکر نے ریسیور میز پر رکھا اور سارجنٹ کو کچھ ہدایت دے کر تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔ ایزل کے پاس اس نے اپنے اسٹاف میں سے ایک کو تنویر کے پاس بھیجا کہ وہ اسے بلا لائے۔ تیس سیکنڈ بعد ہانپتا کانپتا تنویر اس کے سامنے کھڑا تھا۔ "جی؟"

"تنویر! میری بیٹی نے پرائم منسٹر ہاؤس سے کال کی ہے۔" ٹھاکر نے کہا۔

"پدما نے؟"

"ہاں۔ وہ کہتی ہے کہ ابھی ابھی وہ وجے کمار کے قاتلانہ جال سے بچ کر نکلی ہے۔ وہ ایک سازش کا تذکرہ بھی کر رہی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وجے کمار کی سازش کے مطابق ایک مگ فائٹر جسے ایک دہشت گرد اڑا رہا ہے' آئے گا اور طیارے سے ٹکرائے گا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا وجے کمار ایسا کر سکتا ہے؟"

تنویر نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کہا۔ "بالکل کر سکتا ہے۔"

"تو تمہارے خیال میں یہ سچ ہے؟"

"پدمنی بغیر ثبوت کے اتنا بڑا دعوی کبھی نہیں کر سکتی۔ مجھے یقین ہے کہ جو کچھ اس نے کہا' سچ ہو گا۔"

"اس کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ نو منٹ بعد ہو گا۔ بہتر ہے کہ میں وزیراعظم کو مطلع کردوں' تم فون پر پدما سے تفصیل پوچھو اور اس کے بعد وزیراعظم کے سوئٹ میں آجاؤ' میں وہیں ملوں گا' جلدی کرو۔"

کوئی ایک منٹ بعد تنویر پدمنی سے گفتگو کر کے نکلا اور وزیراعظم کے سوئٹ کی طرف بھاگا۔ اس نے سوئٹ کا دروازہ پیٹ ڈالا۔

"آجاؤ' دروازہ کھلا ہوا ہے۔" وزیراعظم کی آواز سنائی دی۔

تنویر اندر داخل ہوا۔ وزیراعظم شیورام گھومنے والی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے' امریکی صدر ٹلسن صوفے پر تھے' ان کے برابر جنرل شرما تھا اور ایک طرف کرسی پر ٹھاکر بیٹھا تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے' ٹھاکر صاحب کی بیٹی کی اطلاع درست ہے؟" وزیراعظم نے بلاتوقف تنویر سے پوچھا۔

"جی ہاں جناب! ثبوت وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہے' آج کے ضمیمے میں چھپنے والی خبر وجے نے خود لکھی تھی۔"

"مجھے تفصیل بتاؤ۔"

"وہ کوئی دیوانہ دہشت گرد ہے' اس کے پاس کیوبن ائرفورس کا مگ فائٹر ہے۔ وجے کمار نے دہشت گردوں کا ذاتی گروہ بنایا ہے جس کی مدد سے وہ خبریں تخلیق کرتا ہے۔ پدمنی' وجے کے بارے میں کافی دن سے تفتیش کر رہی ہے۔ اس بار وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی خبر تخلیق کرنا چاہتا ہے۔"

"اس سلسلے میں وقت کا کیا تعین کیا گیا ہے؟"

تنویر نے گھڑی دیکھی۔ "آٹھ منٹ بعد عالی جناب۔"

وزیراعظم نے کرسی جنرل شرما کی طرف گھمائی۔ "اس فلائٹ کو کس نوعیت کا تحفظ حاصل ہے جنرل؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں جناب! آپ کی بنائی ہوئی پالیسی کے مطابق تمام احتیاطی اقدامات ترک کر دیے گئے ہیں۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ کچھ طیارے.........."

"ان سے ہمیں کوئی مدد نہیں ملے گی۔" وزیراعظم نے سخت لہجے میں کہا۔ "میں تحفظ کی بات کر رہا ہوں۔"

"ہمیں پہلے اس بات کا یقینی طور پر پتا چلے کہ دہشت گردوں نے واقعی کوئی مگ طیارہ چرالیا ہے' یہ معمولی بات نہیں ہے جناب!"

"تصدیق کرو کہ اس وقت ہمارے جہاز کے قریب کوئی مگ طیارہ موجود ہے۔"

وزیراعظم نے فون اس کی طرف کھسکاتے ہوئے کہا "یہ سمجھ لو کہ ہمارے پاس وقت بالکل نہیں ہے۔"

گفتگو انگریزی میں ہو رہی تھی۔ امریکی صدر ٹلسن بہت غور سے سن رہا تھا۔

☆-----------☆-----------☆

مگ ۲۷ الف اپنی منزل کی طرف رواں تھا۔ مسٹوڈا کی نظریں کمپیوٹر ریڈنگ پینل پر جمی ہوئی تھیں۔ کمپیوٹر کو ہر چیز معلوم تھی' کب اور کس جگہ پر ٹکراؤ ہونا ہے۔ مگ اس وقت ستر ہزار فٹ کی بلندی پر اڑ رہا تھا۔ یہ اس کی بلندی پرواز کی آخری حد تھی۔ وہ جانتا تھا کہ آخری لمحوں میں اس کا ریڈار صدر امریکا کے طیارے کو روشن نقطے کی شکل میں اسکرین پر دکھائے گا۔ اس کے بعد اسے کام دکھانا ہو گا۔

اس کی منزل قریب سے قریب تر آ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ

تھی۔ وہ بہت خوش تھا' اس کے بیوی بچوں کو بالآخر خوشحالی میسر آگئی تھی اور اسے بزدلی کا وہ کلنک دھونے کا موقع مل گیا تھا جس نے اسے ذلت کے بے شمار برسوں کے سوا کچھ بھی نہیں دیا تھا۔ موت اسے ہیرو بنانے والی تھی' اسے ایک اچھا شوہر اور باپ ثابت کرنے والی تھی۔ یہ اعزاز زندگی میں اسے نصیب نہیں ہوسکتا تھا۔ موت کا یہ سفر اس کے لیے ایک خوبصورت خواب کے مانند تھا' اسے کوئی فکر کوئی پریشانی نہیں تھی۔

وہ اپنے گھر والوں کے بارے میں سوچتا رہا۔ انہیں اس کی موت پر دکھ ہوگا لیکن وہ انہیں بہت کچھ دے کر جا رہا تھا۔

پھر اس نے ریڈار کے اسکرین پر وہ نقطہ نمودار ہوتے دیکھا' اس کا مطلب تھا کہ اب وہ اپنے شکار سے محض ڈیڑھ سو میل دور ہے۔ ریڈار پر نظریں جمائے ہوئے اس نے جیب سے اپنی بیوی اور بچوں کی تصویر نکالی' اس نے تصویر ایک محبت بھری الوداعی نگاہ سے دیکھی۔ اس نے تصویر اپنی گود میں رکھی اور آٹو پائلٹ منقطع کرکے کنٹرول اسٹک تھام لی۔ اس نے طیارے کو بائیں جانب جھکایا تاکہ نیچے کا منظر بہتر طور پر دیکھ سکے پھر اس نے نیچے جھانکا۔

دور اسے صدر امریکا کا جمبوجیٹ نظر آیا۔ اس کے خیال میں وہ وزیراعظم بھارت کا نہیں بلکہ اس کے دشمن امریکا کے صدر کا طیارہ تھا۔ وہ تیزی سے قریب آتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر بے حد دل آویز مسکراہٹ ابھری اور دوسرے ہی لمحے وہ موت کا غوطہ لگانے کے لیے تیار ہوگیا۔

☆----------☆----------☆

وہ چاروں کانفرنس روم میں بیٹھے تھے۔ دو سربراہان مملکت' ٹھاکر رام داس اور تنویر صدیقی۔ جنرل شرما مواصلات کے کمرے سے انٹرکام پر وزیراعظم کو مگ ۲۷ ایف کے بارے میں بتا رہا تھا جو اب ریڈار اسکرین پر واضح طور پر نظر آرہا تھا۔

پائلٹ اور جہاز کے عملے کو اس سلسلے میں کچھ نہیں بتایا گیا تھا' اتنا وقت ہی نہیں تھا۔ امریکی صدر نے البتہ اپنے طور پر بحر ہند میں موجود امریکی بیڑے سے رابطہ قائم کیا۔ پانچ افراد کے سوا جہاز کے کسی مسافر کو علم نہیں تھا کہ جہاز پر کیا گزرنے والی ہے۔ وہ پانچ افراد وزیراعظم بھارت' صدر امریکا' جنرل شرما' ٹھاکر رام داس اور تنویر صدیقی تھے۔

پھر نیشنل سیکیورٹی ایجنسی نے مواصلاتی رابطے پر خبردار کیا کہ ایک نامعلوم فائٹر

طیارہ جمبوجیٹ کی طرف بڑھتے دیکھا گیا ہے' اس کی رفتار بہت تیز ہے۔

صدر امریکا نے بحری بیڑے سے مدد طلب کی تھی لیکن یہ بات یقینی نہیں تھی کہ وہ بروقت پہنچ جائیں گے۔ گویا کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا۔

تنویر موت کے امکان پر سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ موت اسے کیا نقصان پہنچائے گی۔ وہ زیاں کا حساب رکھنا چاہتا تھا۔ زیاں......... وہ پدمنی سے اظہار محبت نہیں کرسکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ پدمنی اس سے محبت کرتی ہے' وہ اس کی خاطر مسلمان بھی ہوسکتی ہے۔ وہ اس سے شادی نہیں کرسکا' وہ بہت بڑا زیاں تھا' پھر اسے ناول لکھنا تھا' دہشت گردی کے موضوع پر' یہ بھی زیاں تھا۔ وہ باپ نہیں بن سکا' یہ بہت بڑا زیاں تھا......... اور بس۔

انٹرکام پر جنرل شرما پوزیشن بتا رہا تھا۔ "اب وہ مردود صرف سو میل دور ہے......... اب اسی میل......... اب ساٹھ میل.........!" پھر اس کی آواز معدوم ہوگئی اور اگلے ہی لمحے وہ سوئٹ میں داخل ہوا۔ وہ اس کھڑکی کی طرف جھپٹا جس کے ساتھ ٹھاکر بیٹھا تھا۔ اس نے باہر کی طرف اشارہ کیا۔

تنویر نے اپنی کھڑکی سے دیکھا۔ آنکھوں پر زور دینے کے باوجود اسے شکاری طیارے کی کوئی جھلک نظر نہیں آئی۔ نیلے آسمان پر سفید معصوم بادلوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اسی وقت جنرل شرما چیخا۔ "وہ دیکھو......... وہ دیکھو۔" اس وقت کسی کو آداب کا خیال نہیں رہا تھا۔ موت کی قربت نے بے تکلفی کی فضا پیدا کردی تھی۔ "دیکھو......... کیسا ہے' کسی چمگادڑ کی طرح۔" اس نے مزید کہا۔

تنویر کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ اس نے اوپر کی سمت دیکھا' اسے سفید سی چمک لپکتی ہوئی نظر آئی۔ اس کا رخ اسی طرف تھا اور رفتار بہت زیادہ تھی۔

"بھگوان' اس چمگادڑ کی رفتار دو ہزار میل فی گھنٹا ہے اور اس کا ہدف ہم ہیں۔" جنرل پھر چلایا۔

"اب تو ہم گئے۔" وزیراعظم نے ڈوبتی آواز میں کہا۔

"لیکن ہم شان سے جائیں گے۔" امریکی صدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کا حوصلہ قابل دید تھا۔

"مجھے افسوس ہے' آپ ہمارے مہمان تھے.........!"

صدر ٹلسن نے وزیراعظم کی بات کاٹ دی۔ "آپ خواہ مخواہ پشیمان نہ ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ اس کا اصل ہدف میں ہوں۔ آپ تو میری وجہ سے مارے جائیں گے۔ آئی ایم سوری......... ریئلی سوری۔"

اسی وقت تنویر کو ایک اور......... بلکہ دو اور چمک دار لکیریں نظر آئیں۔ وہ لکیریں نیچے تھیں۔ "نیچے......... نیچے دیکھو۔" اس نے چیخ کر کہا۔

وہ دو طیارے تھے اور اوپر کی سمت اٹھ رہے تھے۔

"اوہ! یہ تو ہمارے طیارے ہیں۔" صدر ٹلسن لرزیدہ آواز میں چیخا۔

پھر انہوں نے آنے والے طیارے سے میزائل فائر ہوتے دیکھے۔ ان کا رخ حملہ آور طیارے کی طرف تھا۔ دوسری طرف حملہ آور طیارہ ان پر آچکا تھا۔ تنویر حیرت سے منہ کھولے یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ سوال یہ تھا کہ پہلے کون سا جہاز تباہ ہوگا۔ اس نے خود کو موت کے جھٹکے کے لیے تیار کرلیا۔ وہ پشیمانی کا لمحہ تھا......... شرابی تنویر کے لیے۔ اس نے دل ہی دل میں خدا سے معافی مانگی اور کلمہ پڑھنے لگا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھوں کے سامنے نیلا آسمان جیسے ایک نارنجی گیند میں تبدیل ہوگیا۔ مگ ۲۷ ایف دھماکے سے پھٹ گیا اور اس کا ملبہ نیچے گرنے لگا' سمندر کی طرف لیکن اس دھماکے نے جمبو جیٹ کو بھی ہلا کر رکھ دیا تھا۔

وہ پانچوں ایک دوسرے سے لپٹ رہے تھے' گلے مل رہے تھے۔ چھوٹے بڑے کا ہر فرق مٹ گیا تھا۔ طیارہ لندن کی طرف رواں دواں تھا۔

☆------------☆------------☆

"تنویر' میں تمہارے اور پتاجی کے لیے دعا کر رہی ہوں۔" پدمنی نے ماؤتھ پیس میں کہا پھر وہ خود پر قابو نہ پاسکی۔ اس کی نسوانی انا پر محبت غالب آگئی تھی۔ "پتا ہے' میں تم سے محبت کرتی ہوں۔" اس نے اچانک کہا لیکن اسے فوراً احساس ہوگیا کہ رابطہ منقطع ہوچکا ہے۔ کام کی باتیں پہلے ہی ہوچکی تھیں۔ اب تنویر کے لیے وقت عمل تھا۔ شاید اسی لیے اس نے جذباتیت کے نام پر ایک سیکنڈ بھی ضائع کرنا گوارا نہیں کیا تھا۔ پدمنی فخر کے احساس سے سرشار ہوگئی۔ اسے اس لمحے تنویر پر ٹوٹ کر پیار آیا۔

اس نے ریسیور ہک پر لٹکایا لیکن بدستور بوتھ میں کھڑی رہی۔ ابھی کام ختم نہیں ہوا تھا۔ اسے ایک کال اور کرنا تھی۔ اسے سی آئی ڈی انسپکٹر شاہد سے بات کرنا تھی۔ ابھی

چند لمحے پہلے تنویر نے اس سے پوچھا تھا کہ اب وہ کیا کرے گی اور اس نے بلاجھجک اپنا عزم دہرادیا تھا۔

"مجھے وجے کمار کے مقابلے میں تمہارا تنہا ہونا پسند نہیں۔" تنویر نے کہا تھا "سی آئی ڈی میں میرا ایک دوست ہے انسپکٹر شاہد' تم فوری طور پر اس سے رابطہ قائم کرو' اسے سب کچھ بتادینا۔ اس نے اپنے فرض کی راہ میں حائل ہونے والے کسی بڑے آدمی کو آج تک نہیں چھوڑا۔ وہ فرض شناس آدمی ہے اور میرا بہت اچھا دوست ہے۔"

اس نے انسپکٹر کا نمبر ملایا اور اسے سب کچھ بتا دیا۔ "یہ آخری حرکت میرے لیے بہت کافی ہے' تم فکر نہ کرو۔" شاہد نے جواب دیا۔ "جہاز والے معاملے میں تو فی الوقت ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے لیکن اس نے تمہیں اور اپنی بیوی کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس الزام میں' میں اسے دھرلوں گا۔ تم فوراً ساچار بلڈنگ پہنچو' میں تمہیں وہاں ملوں گا۔"

پدمنی بوتھ سے نکل آئی۔ وہ کوشش کر رہی تھی کہ وزیراعظم کے طیارے کے بارے میں نہ سوچے' تنویر اور پتاجی کے بارے میں نہ سوچے۔ وہ اپنی سی کرچکی تھی اور اب سب کچھ خدا کے ہاتھ میں تھا۔ اسے پتا بھی نہ چلا کہ بوتھ کے باہر کھڑے ہوئے لوگ اسے برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ وہ باہر نکلی' اسے خالی ٹیکسی نظر آئی۔ اس نے اسے رکنے کا اشارہ کیا۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر اس نے ڈرائیور کو ساچار بلڈنگ چلنے کی ہدایت دی۔

اب کہانی اپنے کلائمکس پر پہنچ رہی تھی۔ وہ بری طرح خوفزدہ تھی۔ تنویر کا کیا ہوگا......... پتاجی بچیں گے یا نہیں......... مسافروں پر کیا گزرے گی۔ ساچار بلڈنگ کے سامنے اسے پولیس کی چار گاڑیاں کھڑی نظر آئیں۔ اس نے اپنی توجہ اس مرحلے پر مرکوز کرنے کی کوشش شروع کردی جو فی الوقت اسے درپیش تھا لیکن یہ بہت مشکل کام تھا۔ جہاں اپنے پیارے ہلاکت سے دوچار ہوں' وہاں کچھ اور سوچنا اور ارتکاز کے ساتھ سوچنا بے حد دشوار ہوجاتا ہے۔

اس نے ڈرائیور سے ٹیکسی روکنے کو کہا اور اسے دس کا نوٹ دے کر ٹیکسی سے اتر آئی۔ فٹ پاتھ پر دس بارہ باوردی پولیس والے موجود تھے۔ ان میں سے ایک اس کی طرف بڑھا "مس پدمنی ٹھاکر؟" اس نے پوچھا۔

پدمنی نے اثبات میں سرہلادیا۔

"میں انسپکٹر شاہد ہوں۔ کیا خیال ہے' وہ اپنے دفتر میں ہوگا؟"

"یقیناً ہوگا' اس وقت وہ اپنے دھماکا خیز ضمیمے پر کام کر رہا ہوگا۔" پدمنی نے جواب دیا۔ "اس کا دفتر چھٹی منزل پر ہے۔ آیئے میرے ساتھ۔"

"نہیں' میں تمہیں خطرے میں نہیں ڈالوں گا' میں اپنے چند ماتحتوں کے ساتھ خود جاؤں گا۔" انسپکٹر نے کہا۔

"آپ اسے پہچانیں گے کیسے؟"

انسپکٹر ہنس دیا۔ "ان دنوں اس کی تصویریں کثرت سے چھپتی رہی ہیں۔ یہ وہی ہے نا........ پرماتما........ دی آل مائٹی؟"

پدمنی نے پھر اثبات میں سرہلایا۔

"ٹھیک ہے' اب ہم چلتے ہیں۔" انسپکٹر نے کہا اور اپنے ماتحتوں کو ہدایات دینے میں مصروف ہوگیا۔

وہ سب لابی میں داخل ہوئے۔ پدمنی ان کے پیچھے پیچھے تھی۔ انسپکٹر نے کچھ سپاہیوں کو لفٹ کی نگرانی پر مامور کیا اور خود تین سپاہیوں کے ساتھ سیڑھیوں کے ذریعے اوپر چل دیا۔ چھٹی منزل پر پہنچ کر وہ سٹی روم میں داخل ہوگئے۔ وہاں ہر شخص مصروف تھا۔ پھر کسی رپورٹر نے پکارا "پدمنی' تمہاری کال ہے۔"

"اس وقت نہیں' اس وقت تو میں مصروف ہوں۔"

"وہ کہتا ہے کہ تم اس سے بات ضرور کروگی' اس کا نام ہے امیت کمار۔"

پدمنی ٹھٹک گئی۔ اس نے انسپکٹر شاہد کو اجازت طلب نظروں سے دیکھا "ایک منٹ انسپکٹر!" اس نے کہا۔ "یہ فون وزیراعظم کے طیارے کے متعلق ہوگا۔"

انسپکٹر نے اثبات میں سرہلایا۔ پدمنی نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھالیا۔ اس کے چہرے پر تناؤ تھا لیکن جیسے جیسے وہ دوسری طرف کی گفتگو سنتی گئی' اس کے چہرے کے تنے ہوئے عضلات ڈھیلے پڑتے گئے۔ اب وہ بے حد مطمئن اور پرسکون نظر آرہی تھی۔ اس نے ریسیور رکھا اور انسپکٹر سے مخاطب ہوئی "طیارہ بچ گیا۔ امریکی ہوا بازوں نے دہشت گرد کے طیارے کو مار گرایا۔"

انسپکٹر مسکرایا۔ "چلو' اب ہم اپنا کام مکمل کرلیں۔"

چند لمحے بعد یہ قافلہ وجے کے دفتر میں داخل ہوا۔ شیلا ٹائپنگ میں مصروف

تھی۔ اس نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ "کیا بات ہے؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"وجے صاحب موجود ہیں؟" پدمنی نے پوچھا۔

"ہاں' شنکر صاحب سے کچھ بات کر رہے ہیں۔ ٹھہرو' میں انہیں اطلاع کرتی ہوں۔"

انسپکٹر شاہد نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "اس کی ضرورت نہیں' ہم انہیں سرپرائز دینا چاہتے ہیں۔" اس نے کہا اور وجے کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

پدمنی نے وجے کے کمرے کا دروازہ کھولا۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ پولیس والے اندر داخل ہوئے پھر پدمنی۔ اس نے دروازہ بند کیا۔

"اے' یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔" انسپکٹر شاہد نے کہا۔

اسی وقت کمرے سے کوریڈور میں کھلنے والا دروازہ وا ہوا۔ وجے نے دروازے میں قدم رکھا' اس کے ہاتھ میں کاغذات تھے۔ شنکر اس کے پیچھے تھا۔ وجے نے پلٹ کر شنکر کو دیکھا اور زوردار قہقہہ لگایا' فاتحانہ قہقہہ۔ شنکر کے ساتھ کوئی اور بھی تھا جو پدمنی کو پوری طرح نظر نہیں آرہا تھا۔ شاید وہ رگھبیر تھا۔ "الیکٹرونکس نے بہت ترقی کرلی ہے۔" وجے نے ایک اور قہقہہ لگایا۔ "رابرٹ جیکلسن کا کہنا ہے کہ اس نے فضا میں ہونے والا دھماکا صاف سنا ہے۔ گویا میں نے سب سے بڑی خبر تخلیق کردی۔ اب میں........"

"چیف!" شنکر نے پھٹی پھٹی آواز میں کہا۔ "ذرا ادھر تو دیکھو۔"

انسپکٹر شاہد تیزی سے وجے کی طرف بڑھا۔ "مسٹر وجے کمار! میں تمہیں مجرمانہ سازش اور اقدام قتل کے الزام میں گرفتار کر رہا ہوں۔"

اسی وقت پدمنی آگے بڑھی اور انسپکٹر کے برابر آکھڑی ہوئی۔ اسے دیکھ کر وجے کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"میں اور لکشمی' ہم دونوں بچ گئے تھے۔" پدمنی نے کہا۔ "ہم نے سب کچھ بتا دیا ہے۔" اس کی آواز لرز رہی تھی۔ "آپ اس بار خبر تخلیق نہیں کرسکے وجے صاحب! جس دھماکے کی آواز کا آپ ذکر کر رہے ہیں' وہ آپ کے جاپانی دہشت گرد کے طیارے کے پھٹنے سے ہوا تھا۔ اسے امریکی طیاروں نے مار گرایا۔ وزیراعظم کا طیارہ محفوظ ہے۔"

وجے نفی میں سرہلا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے بے یقینی جھانک رہی تھی پھر

اس کی آنکھوں میں دیوانگی کی چمک لہرائی۔ وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہا تھا' بالکونی میں کھلنے والے دروازے کی طرف۔

"اسے گرفتار کرلو۔" انسپکٹر شاہد نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا۔

"نہیں۔" وجے نے چیخ کر کہا پھر وہ دروازہ کھول کر بالکونی کی طرف لپکا۔

انسپکٹر نے ریوالور نکالا۔ وہ نشانہ لے ہی رہا تھا کہ پدمنی نے اس کی کلائی تھام لی

"نہیں' گولی نہ چلانا۔" اس نے التجا کی۔ "اس کی بیوی نے.......... اس نے.......... دیکھو نا' اس کے پاس بھاگنے کا راستہ نہیں ہے اور پھر وہ بیمار ہے.......... پاگل ہے وہ!"

"ہاں' پاگل ہی معلوم ہوتا ہے' وہ دیکھو۔" ایک سپاہی چلایا۔

وجے بالکونی کی ریلنگ پر چڑھ رہا تھا۔

"میں اسے اس کے حال پر نہیں چھوڑ سکتا۔" انسپکٹر غرایا' پھر وہ بالکونی کی طرف بڑھا۔ پدمنی اس کے ساتھ ساتھ تھی۔

"وجے صاحب' یہ لوگ آپ کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔" اس نے وجے کو پکارا "پلیز' وجے صاحب واپس آجائیں۔"

وجے اب ریلنگ پر جھول رہا تھا۔ اس نے پلٹ کر پدمنی کو دیکھا اور مٹھیاں بھینچتے ہوئے نفرت انگیز لہجے میں چلایا "پدمنی.......... ذلیل لڑکی' تو کبھی اچھی رپورٹر نہیں بن سکتی۔ تو نے اس صدی کی سب سے بڑی خبر تباہ کردی۔ اب تم سب میرا پیچھا چھوڑدو۔ مجھے اپنے باپ سے بات کرنا ہے۔ مجھے اس کا مشورہ درکار ہے۔ مجھے اس کی مدد کی ضرورت ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے بالکونی سے نیچے زمین تک پھیلے ہوئے خلا میں قدم رکھ دیا۔

پدمنی چیخی لیکن وہ غائب ہوچکا تھا۔ وہ بالکونی کی طرف لپکی۔ انسپکٹر پہلے ہی وہاں پہنچ چکا تھا۔ وہ نیچے دیکھ رہا تھا۔ پدمنی نیچے دیکھنے کے لیے آگے بڑھی تو انسپکٹر نے اسے روک دیا۔ "چھ منزلیں بہت ہوتی ہیں' یہ کوئی خوشگوار منظر نہیں ہے۔" اس نے کہا۔

"کیا وہ مرچکا ہے؟" پدمنی نے پوچھا۔

"بہت زیادہ۔" انسپکٹر نے جواب دیا۔

وہ آفس کی طرف پلٹے ہی تھے کہ انہیں گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ ایک پولیس والا باہر نکلا۔ "وہ' جو اندر تھا' نا.......... اس نے.......... اس نے خودکشی کرلی۔" اس نے

کہا۔

"کون تھا وہ؟" انسپکٹر نے پدمنی سے پوچھا۔

"وجے کا دست راست شنکر۔"

"چلو' انہوں نے عدالت کو بڑی دشواریوں سے بچالیا۔" انسپکٹر نے منہ بنا کر کہا۔

لاشوں کے اٹھائے جانے کے بعد پدمنی' انسپکٹر کی طرف متوجہ ہوئی..........

"وجے صاحب کی موت.........."

"ہاں' ہاں کہو!"

"ان کی موت ایک حادثہ تھی۔ ٹھیک ہے نا؟"

انسپکٹر چند لمحے اسے بغور دیکھتا رہا۔ "ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "یہ خبر تمہاری ہے جس طرح چاہو' ترتیب دے لو۔" یہ کہہ کر وہ سٹی روم سے نکل گیا۔

☆----------☆----------☆

بے شمار وضاحتوں کے بعد جن کے دوران میں پدمنی کو بہ کثرت جھوٹ بولنا پڑا' بالآخر اسے خبر ترتیب دینے کی مہلت مل گئی لیکن نہیں' اس سے پہلے ایک اور کام ضروری تھا' اسے پیرس میں سڈلوکاس کو فون کرنا تھا۔

سڈ نے خود ہی کال کا جواب دیا۔ پدمنی نے اسے کارلوس کے متعلق بتانا شروع کیا ہی تھا کہ سڈ نے اسے ٹوک دیا۔ "مس ٹھاکر! مسٹر وجے کا خیال ہے کہ تمہیں غلط فہمی ہوئی تھی' وہ نہیں چاہتے کہ میں اس سلسلے میں کوئی عملی قدم اٹھاؤں۔"

پدمنی ہچکچائی کہ سڈ کو پوری حقیقت بتائی جائے یا نہیں پھر اس نے سوچا کہ حقیقت تو اسے خود بخود معلوم ہو جائے گی' کون وضاحتوں میں وقت ضائع کرے۔ "سڈ.......... مسٹر وجے نے تمہیں اس لیے منع کیا تھا کہ جن دہشت گردوں نے کارلوس کو اغوا کیا تھا' وہ ان کے اپنے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"کیا.......... کیا کہہ رہی ہو؟"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں لیکن میرے پاس وضاحت کے لیے وقت نہیں ہے۔ باقی سب کچھ تمہیں' اخبار کے ذریعے معلوم ہو جائے گا۔ تم فرانسیسی پولیس کو وجے کے گینگ

کے بارے میں مطلع کر دو' جلدی کرو۔"

"اگر یہ اطلاع غلط ہوئی تو میرا کباڑا ہو جائے گا۔"

"یقین کرو' تمہیں تمغہ ملے گا اس سلسلے میں' سمجھے؟ جلدی کرو۔"

"ٹھیک ہے مس ٹھاکر.......... شکریہ۔"

اس کام سے نمٹنے کے بعد پدمنی خبر ترتیب دینے میں مصروف ہو گئی۔ اس نے وزیراعظم کے طیارے کے متعلق خبر براہ راست طیارے کے ذرائع کے حوالے سے مرتب کی۔ خبر لکھنے کے بعد اس نے اسے پڑھا.......... پھر دوبارہ.......... اور سہ بارہ ترتیب دیا۔ اس کام میں اسے کئی گھنٹے لگے پھر وہ فائنل خبر پڑھنے بیٹھی۔

وہ دی آل مائٹی.......... پرماتما کے حادثاتی زوال کی کہانی تھی جس کا اختتام اس کی موت پر ہوا تھا۔ اس وقت' جب وہ اپنے کیریئر کی انتہائی بلندیوں پر تھا اور وہ حادثاتی طور پر بلندی ہی سے گر کر مرا تھا۔ اس کہانی میں اس کی زندگی کا عکس تھا' اس کی کامیابیوں کا تذکرہ تھا' اس کی وجدانی صلاحیت کو سراہا گیا تھا جس کی مدد سے وہ خبریں پہلے سے بھانپ لیتا تھا' اس کہانی میں اس کے سوا کچھ نہیں تھا۔ پدمنی کو احساس تھا کہ لکشمی کو اس وقت عملی ہمدردی کی ضرورت ہے' وہ اس سے زیادہ اور کیا ہمدردی کر سکتی تھی کہ اس نے مکروہ حقیقت پر خوش رنگ پردے ڈال دیے تھے۔

اب وہ بری طرح تھک چکی تھی۔ وہ بمشکل اپنی کرسی سے اٹھی اور اجیت کے کمرے کی طرف چل دی۔ اجیت نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور پوچھا "کام ہو گیا؟"

"جی ہاں۔" پدمنی نے خبر اس کی طرف بڑھا دی۔ "شب بخیر۔"

مشین روم کے پاس سے گزرتے ہوئے وہ رک گئی۔ ٹیلی ٹائپ مشینوں کی کھڑکھڑاہٹ نے اسے کچھ یاد دلا دیا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوئی۔ ایک مشین پر پیرس سے آئی ہوئی رپورٹ موجود تھی۔ اس نے وہ رپورٹ اٹھالی۔ رپورٹ تھی۔ آج فرانسیسی پولیس نے بدنام زمانہ دہشت گرد کارتوس کے ایک ٹھکانے پر چھاپا مارا لیکن کارتوس اس سے چند منٹ پہلے ہی فرار ہو چکا تھا۔ وہ وہاں ایک اور دہشت گرد گروپ کے ساتھ مقیم تھا جس کا سربراہ کوپر نامی دہشت گرد ہے۔ کوپر اور اس کے ساتھی بھی فرار ہو گئے۔ کرتار سنگھ نامی برطانوی سکھ کو شہادتیں مٹانے کے لیے چھوڑا گیا تھا۔ وہ پولیس کے مقابلے میں زخمی ہوا اور اب پولیس کے قبضے میں ہے۔ اس نے اعتراف کیا ہے کہ دہشت

گردی کی حالیہ تمام وارداتیں کوپر گینگ نے کی تھیں۔ پولیس مزید تفتیش کر رہی ہے.........."

پدمنی نے رپورٹ رکھ دی اور سوچتی رہی۔ کسی نے کوپر کو متنبہ کر دیا تھا.......... کس نے؟ ایک ہی شخص ایسا کر سکتا تھا.......... رگھبیر سنگھ۔ وہ سماچار بلڈنگ سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا' وہ یقیناً ملک بھی چھوڑ گیا ہو گا۔

اچانک کسی نے اسے پکارا۔ اس نے چونک کر دیکھا' وہ اجیت تھا۔ "پدمنی! اس میں لکھا ہے کہ وہ حادثہ تھا' کیا یہ درست ہے؟" اس نے معنی خیز لہجے میں پوچھا۔

پدمنی نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ "ہاں یہ سچ ہے۔ میں خود وہاں موجود تھی۔" اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "اور اخبار کے نئے مالکان.......... لکشمی صاحبہ اور سروپ کمار بھی مجھ سے یقیناً اتفاق کریں گے۔" یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف چل دی۔

"ٹھیک ہے' ایک بات اور۔" اجیت نے اسے پکارا۔

پدمنی نے پلٹ کر دیکھا۔

"تمہاری خبر پر مارک شا کا نام ہے۔" اجیت نے کہا۔ "کیا یہ خبر مارک شا کے حوالے سے چھپے گی۔"

"یقیناً.......... یہ مارک شا ہی کی خبر ہے۔" پدمنی نے جواب دیا اور کمرے سے نکل گئی۔

☆------------☆------------☆

ان تمام واقعات کو ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔ وہ تمام کام نمٹا چکی تھی جن میں جامع مسجد جا کر امام صاحب سے ملنا بھی شامل تھا۔ تنویر کا فون آیا تھا' وہ آج دہلی پہنچ رہا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ ائرپورٹ سے سیدھا پدمنی کے پاس آئے گا۔ "میں تم سے محبت کرتا ہوں اور اب تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔" اس نے کہا تھا۔

"اور تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ میں تمہیں کیا تحفہ پیش کرنے والی ہوں۔" پدمنی نے کہا تھا۔

"میرے لیے تو سب سے بڑا تحفہ تم ہو.......... اور ہاں میں شراب نوشی ترک کر چکا ہوں۔"

"مجھے خوشی ہوئی یہ سن کر، میں بے چینی سے تمہاری منتظر ہوں۔"

"بس میں آرہا ہوں۔"

اور اب وہ اس کی آمد کی منتظر تھی، وہ کبھی پدمنی ٹھاکر تھی لیکن اب شکیلہ تھی.......... اور شکیلہ صدیقی بننا چاہتی تھی، یہی اس کی طرف سے تنویر کے لیے سب سے بڑا تحفہ تھا پھر اسے یاد آیا کہ یہ نام اسے وجے کمار نے دیا تھا.......... وجے کمار، جسے نمایاں ہونے کی آرزو نے انسان نہیں رہنے دیا تھا۔ کم ازکم وہ ہوش مند تو ہرگز نہیں تھا۔ اسے وجے کا انجام یاد آیا اور وہ اداس ہوگئی لیکن پھر اس نے وجے کے خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ اب اسے صرف اور صرف تنویر کے متعلق سوچنا تھا۔ تنہائی اور اداسی کی رت گزر گئی تھی۔ بدن کی شاخ پر ملن کے پھول کھلنے والے تھے۔

.....ختم شد.....